فیودر
دستوئیفسکی

ذلتوں کے
مارے لوگ

فیودر
دستوئیفسکی

(چار حصے اور اختتامیہ)

"رادوگا" اشاعت گھر
ماسکو

صفحہ

پیش لفظ

دستوئیفسکی نے ''کرامازوف برادران''، ''جرم و سزا'' اور ''ایڈیٹ'' جیسی شاہکار کتابیں بھی تخلیق کی ہیں لیکن ''ذلتوں کے مارے لوگ'' ایک اور طرح کی کتاب ہے۔ یہ وہ دروازہ ہے جس سے گذرکر ہم اس عظیم مصنف کی دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں ان کے وہ ابتدائی خاکے ہیں جن میں رنگ بھرنے پر بعد کے عظیم شاہکار سامنے آئے۔ جو لوگ ''ذلتوں کے مارے لوگ'' سے دستوئیفسکی کی تصانیف کا مطالعہ شروع کریں گے خوش قسمت ہوں گے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ ان لاانتہا پیچیدگیوں اور بھرپور فلسفے سے ڈر نہیں جائیں گے جو دستوئیفسکی کے بڑے بڑے ناولوں میں موجود ہیں اور دوسری طرف وہ اس لاانتہا پیچیدہ دنیا کے جذباتی ماحول کو دل سے محسوس کر لینے کے بھی قابل ہوجائیں گے جس کی طرف ناول '' ذلتوں کے مارے لوگ'' ہمیں لے جاتا ہے۔ بعد میں اس دنیا میں داخل ہوکر انسان، جان لینے کی روحانی تڑپ کے ساتھ، کسی مستقل، اہم اور اس کا مطلب ہے کہ خود دستوئیفسکی کے لئے قابل قدر جذبے کے ساتھ لمس محسوس کرنے لگتا ہے۔ دردمندی اور غصے کے جذبات، جو ''ذلتوں کے مارے لوگ'' کے کردار اتنی وضاحت کے ساتھ ابھارتے ہیں وہ دستوئیفسکی کے ضخیم ناولوں کی پیچیدگیوں، تضاد کی گرہوں کو سمجھنے اور دستوئیفسکی کے محبوب کرداروں کی مثال پر نیکی تلاش کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

دستوئیفسکی کی دنیا کو سمجھنے کا یقیناً ایک اور راستہ بھی ہے۔ ناول ''ذلتوں کے مارے لوگ'' کو مصنف کی بڑی بڑی کتابوں کے بعد پڑھ کر، ایک مختلف قسم کا لطف بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ قاری کو یہاں وہ ابتدائی کونپلیں ملیں گی جن سے بعد میں مشہور زمانہ کردار اور خیالات منظر عام پر آئے۔

''ذلتوں کے مارے لوگ'' کو پڑھنے کا ایک اور تیسرا طریقہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اسے نہ صرف پہلی کتاب کے طور پر پڑھا جائے

بلکہ دستوئیفسکی کی کتابوں کے آخر میں، انجام کار نتائج اخذ کرنے کے لئے پڑھا جائے۔ ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۱ء میں لکھا گیا یہ ناول دستوئیفسکی کی پہلی بڑی تصنیف تھا، جو انہوں نے قید باشقت، جلاوطنی اور فوجی خدمت کے بعد لکھا اور پیٹرسبرگ میں واپسی پر چھپوایا۔ ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں دستوئیفسکی براہ‌راست اپنے ماضی، ماضی کی اپنی تخلیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں جب ۱۸۴۶ء میں وہ ایک پچیس سالہ فوجی انجنیر تھے اور انہوں نے خطوں کی صورت میں ''بیچارے لوگ،، کے عنوان سے پیٹرسبرگ کی کہانی لکھی تھی۔ ان کی بڑی قدر ہوئی تھی اور قید باشقت اور جلاوطنی کی دس‌سالہ گمنامی میں کھو جانے سے پہلے وہ روسی ادب کے عروج پر پہنچ کر بہت جلد مشہور و معروف ہو گئے تھے۔

''ذلتوں کے مارے لوگ،، کے کردار ایوان پترووچ کی پہلی ادبی تخلیق کی کہانی میں خود فیودر دستوئیفسکی کی ابتدائی ادبی زندگی کی تقریباً ہو بہ ہو تصویرکشی کی گئی ہے اور تنقید نگار بلینسکی کے لئے مصنف کے دل میں ابھی تک باقی، احسان‌مندی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس طرح مصنف نے اپنے مقدم دوست اور ادبی استاد کی مہربانی کا اعتراف کیا ہے۔ تاہم ایوان پترووچ کی پہلی تصنیف کے بارے میں کرداروں کے مستقل بحث و مباحثے کا کچھ اور مطلب بھی ہے۔

قید باشقت کے بعد دوردراز سائبیریا کی جلاوطنی میں دستوئیفسکی کو یہی فکر رہی کہ اس کی اس قدر پراسید ادبی زندگی کی شروعات ہم‌عصروں کی یاد سے ہمیشہ کے لئے محو ہو گئی ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں سب کچھ نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا اور اس کے لئے وہ اپنے اندر غیرمعمولی قوت محسوس کرتے تھے۔ ان کا دماغ منصوبوں، خاکوں اور اسیدوں سے بھرپور تھا لیکن ان کے ذہن کو مستقل اندیشے بھی گھیرے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک اندیشہ یہ تھا کہ کیا وہ پہلی عظیم کوششیں رائیگاں تو نہیں ہو جائیں‌گی؟ اور سخت فوجی خدمت، مفلسی اور اپنی خوفناک حد تک غیرمتعین زندگی کی وجہ سے کیا اب وہ اپنی جوانی کی شہرت کو کبھی بھی لوٹا نہ سکیں‌گے؟ اس سے آگے بڑھ نہ سکیں‌گے؟

عظیم مصنف، جس نے ابھی اپنے عظیم شاہکار تخلیق نہیں کئے تھے، قابل احترام پڑھنے‌والوں کو اپنے ماضی کی، اس وقت کی جب

وہ جوان اور مقبول تھا، جس تکرار کے ساتھ یاد دلاتا ہے اس سے دل مسوس کر رہ جاتا ہے: دیکھئے میں وھی ھوں جس کی آپ نے قدرافزائی کی تھی اور جسے آپ نے کبھی تسلیم کیا تھا۔

ایوان پترووچ کی پہلی ادبی تخلیق کی کہانی میں، اس کے کام کرنے کے ڈھنگ اور حالات کا دوسرے ادیبوں کے کام سے موازنہ، ھیرو کے ناشر کی تصویر، یہ سب نوجوان دستوئیفسکی کی سوانح عمری کے حقیقی واقعات ھیں جو ناول میں بیان کئے گئے ھیں۔ لیکن کردار ادیب کی بعد کی زندگی، شہرت کے عروج کی چوٹی سے اچانک محتاجی، بیماری اور تنہائی کی گمنامی میں گر جانا — دستوئیفسکی کی ادبی تخلیق میں اس کی اس زندگی کی محض بالواسطہ اور جذباتی عکاسی ھے جو اچانک بیچ میں سے حادثے کا شکار ھو گئی تھی۔

''ذلتوں کے مارے لوگ،، کئی لحاظ سے — خاکوں پر انحصار، کرداروں، یورپی ادب میں حقیقت نگاری کے معیار کے لحاظ سے بھی اور ''بیچارے لوگ،، میں شروع کی گئی خود اپنی روایت کے براہ‌راست تسلسل کے لحاظ سے بھی، ابھی ایک روایتی ناول ھے۔ اس بارے میں دستوئیفسکی نے ۱۸۵۷ء میں سائبیریا سے اپنے بھائی کو لکھا تھا: ''میں پیٹرسبرگ کی زندگی کے بارے میں 'بیچارے لوگ، کی طرز کا ایک ناول لکھنا چاھتا ھوں (جس کا خاکہ 'بیچارے لوگ، سے بھی بہتر ھو)،،۔ وہ اس سب کچھ کو، جو آٹھ سال قبل بےرحم طاقت کے ذریعے منقطع کر دیا گیا تھا، جاری رکھنے، اس سے آگے نکل جانے پر بضد تھے۔ اپنی نوجوانی کی تصانیف سے وہ بعد میں آگے نکلے، ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں مستقبل کے راستوں کے محض چند خطوط مرتب کئے گئے تھے۔

اپنے بعد کے ناولوں میں دستوئیفسکی نے تاریخی واقعات کی ترتیب کا کتنی صحت اور توجہ سے خیال رکھا ھے! لیکن ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں وقت اور تاریخی واقعات کی ترتیب جیسے کہ جان بوجھ کر بدل دی گئی ھے۔ گویا کہ مصنف نے ان دس بارہ برسوں کو، جو ان کی ادبی زندگی سے چھن گئے تھے، نظر انداز کر دیا ھے۔ کچھ کہنا مشکل ھے کہ انھوں نے اپنی طویل غیرموجودگی کے بعد، ان تاریخی زمانوں کے فرق کو واقعی ابھی محسوس نہیں کیا تھا جن کے بیچ ان کا اپنا المیہ واقع ھوا تھا یا ادیب کی زندگی پر

پہلی بار قلم اٹھاتے ہوئے وہ جان بوجھ کر اس غیرمعین صورت‌حال کا احساس دلانا چاہتے تھے۔

ایوان پترووچ کے روحانی کرب کی غیرواضح نوعیت پر تنقید نگار دبرولیوبوف نے، ناول کے منظر عام پر آتے ھی توجہ دلا دی تھی۔ لیکن کیا یہ خصوصیت ناول کی صرف جمالیاتی کمزوری کا نتیجہ تھی؟ خود اپنے احساس کے بارے میں کردار ادیب کی خاموشی میں آج ھمارے لئے، ناول کے ھیرو کے دکھ کو، مکمل اور واضح طور پر، صرف محبت کے المیے سے منسلک نہ کرنے کی مصنف کی خواھش دیکھ لینا مشکل نہیں۔ مصنف کے لئے ان مصائب کی ٹھوس وجوھات کو چھیڑے بغیر، جو ھیرو کو گھیرے ہوئے تھے، اھم یہ دکھانا تھا کہ وہ تکلیف میں ھے اور سخت تکلیف میں ھے۔ یہاں اس بلائے ناگہانی کے نفسیاتی نتیجے کا، جو گزر چکی تھی، پوری گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا گیا ھے۔ ''اس لمحے میری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور میری زندگی کے دو ٹکڑے ھو گئے!،، اس طرح ایوان پترووچ اپنی منگیتر کے اچانک پرنس کے بیٹے کی محبت میں گرفتار ھو جانے کے بارے میں بتاتا ھے۔ یہ الفاظ ان دوسرے الفاظ کی یاد دلاتے ھیں جو بالکل دوسرے موقع پر کہے گئے تھے: ''خدا حافظ! مجھے اب اس سب کچھ سے بچھڑنا پڑ رہا ھے، جو مجھے عزیز تھا، اس سے جدا ھونا میرے لئے تکلیف‌دہ ھے! اپنے آپ کو، اپنے دل کو دو ٹکڑے کرنا میرے لئے تکلیف‌دہ ھے۔ خدا حافظ! خدا حافظ!،، یہ الفاظ دستوئیفسکی نے اپنے بڑے بھائی کو ۲۲ دسمبر ۱۸۴۹ء میں لکھے تھے جب انہیں قید باشقت کے لئے روانہ کیا جا رہا تھا۔

۱۸۶۰ — ۶۱ء میں دستوئیفسکی نے اپنے زمانے کے مرض آلود اور ناسازگار ماحول اور اس کے گہرے المیے کو، اپنی عظیم ذھانت کے ساتھ سمجھتے ہوئے اور ھولناک ذاتی تجربہ رکھتے ہوئے اس کی عکاسی کی۔ ایک صاحب فکر اور سچے مصور کی حیثیت سے انھوں نے اپنی تمام قوت، اپنے ھم‌عصر سماج کی شخصیتوں کی خطرناک بیماریوں کے نفسیاتی اثرات کی تحقیق پر مرکوز کر دی۔ ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں دستوئیفسکی نے نہ صرف اس انسان کا جو بلاواسطہ سماجی ناانصافی کے مصائب جھیل رہا ھے بلکہ اپنی پہلی تصنیف کے برعکس اس نے یہاں اس سماج کے ھر باسی کا گہرائی

اور باریکی کے ساتھ تجزیہ کرنے کی سعی کی ہے جس میں اس ناانصافی کا راج ہے۔ ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں اس نے شر سے شر کی پیدائش کی جدلیات کو موضوع تحریر بنایا ہے۔

''بیچارے لوگ،، اور ''ذلتوں کے مارے لوگ،، عنوانات کی شکل میں دستوئیفسکی کے دو کلیے ہیں۔ وہ مصنف کی ادبی زندگی کے مختلف ادوار میں اس کے سماجی و جمالیاتی موقف کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں ناولوں میں دستوئیفسکی نے روس کے دارالحکومت پیٹرسبرگ کی آبادی کے دھتکارے ہوئے حصے کی بےچارگی اور ذلت کی دہشت‌ناک تصویروں کی طرف انسانی دل کے احساسات کو مبذول کرانے کا مقصد سامنے رکھا ہے۔ پیٹرسبرگ کے ''کونوں کھدروں،، کی مفلسی، ''مالکنیوں،، کی خوفناک شبیہیں، جو لگے ہاتھ زندہ مال کا بیوپار بھی کرتی تھیں، تپ‌دق سے فنا ہوتے ہوئے نوجوان دانشوروں کی المناک زندگی — یہ سب کچھ دستوئیفسکی کی تصانیف میں شروع سے موجود تھا۔ اس کی خود دریافت کی ہوئی یہ دنیا اب کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑےگی اور بار بار وہ ''جرم و سزا،،، ''ایڈیٹ،، اور ''نابالغ،، نامی اس کی تصانیف میں نظر آئےگی۔

لیکن یہ دنیا کیسے وسعت اختیار کرتی ہے، کیسے الجھتی ہے اور گہری ہوتی ہے! روحانی کش‌مکش کی باریکیوں میں جھانکنے کے لئے اس بےقراری کو ''ذلتوں کے مارے لوگ،، کے عنوان میں ظاہر کیا گیا ہے۔ نقادنگار دبرولیوبوف نے دستوئیفسکی کے دو کلیوں کے موازنے کے اصولی مفہوم کو محسوس کر لیا تھا اور انہوں نے اس ناول کے بارے میں اپنے مضمون کو ''ستم‌زدہ لوگ،، کا نام دےکر ایک تیسرا کلیہ سامنے رکھا۔ دبرولیوبوف نے یہاں، خود دستوئیفسکی کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے، اس عنوان کے تحت مسئلے پر، ایک انقلابی کی حیثیت سے، اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دستوئیفسکی نوجوانی کے اپنے خیالات کی تصحیح کرتے ہوئے کہتے ہیں: مصیبت صرف یہ نہیں کہ یہ بیچارے لوگ ہیں، زیادہ اہم یہ ہے کہ ذلتوں کے مارے ہیں۔ دبرولیوبوف اپنے طور پر دستوئیفسکی کی تصحیح اس طرح کرتے ہیں: مصیبت صرف یہی نہیں کہ یہ ذلتوں کے مارے لوگ ہیں، زیادہ اہم یہ ہے کہ وہ ستم‌زدہ ہیں جو خود پختہ خیالات اور مصمم اقدامات کی سکت نہیں رکھتے، لیکن دستوئیفسکی کی بدولت یہ لوگ دوسرے، روحانی لحاظ سے زیادہ

مضبوط اور زیادہ آزاد لوگوں کو فیصلہ کرنے اور عمل کرنے کے لئے بیدار کرتے ھیں۔

اپنے سماجی و جمالیاتی موقف کے نئے کلیے کو سامنے لاتے ہوئے دستوئیفسکی ایک مختلف، مفہوم کے لحاظ سے حقیقت نگاری کے ایک اونچے درجے کی طرف شعوری پیش رفت کی نشاندھی کرتے ھیں۔ سوال یہ ھے کہ ناول ''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں مصنف کو فن کی نئی بلندیاں سر کرنے میں کامیابی حاصل ھوئی یا نہیں؟ اھل نظر قارئین کو اس ناول میں اکثر نظر آیا اور اب بھی نظر آئےگا کہ کئی فنی ترکیب‌بندیاں ڈھیلی سی ھیں، خاکوں کی ترتیبی چالیں کہیں کہیں فرضی معلوم ھوتی ھیں اور کئی مناظر ادبی لحاظ سے نئے نہیں ھیں۔

لیکن جو لوگ دستوئیفسکی کی بعد کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ھیں انہیں ان جمالیاتی خامیوں میں امیدافزا شروعات کے خطوط نظر آئیں‌گے۔ ایسے خطوط، جنہوں نے مصنف کے لئے مستقبل کا راستہ ھموار کیا اور جو ایک ناول کے لئے یہاں بہت زیادہ ھیں۔

تنقیدنگاروں نے ''ذلتوں کے مارے لوگ،، کا استقبال سردمہری سے کیا، اس ''پہلے قدم،، سے وابستہ امیدیں پوری نہ ھوئیں۔ مصنف نے، جو خود بھی ناول سے مطمئن نہ تھا، تنقید نگاروں کے طعنوں کا جواب ایک کھلے خط کے ذریعے دیا، جس میں اس نے ''ذلتوں کے مارے لوگ،، پر اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا: ''... اس ناول کو شروع کرتے وقت جو کچھ میں وثوق کے ساتھ جانتا تھا وہ یہ ھے: ۱) کہ شائد ناول کامیابی سے ھم‌کنار نہ ھو پائے لیکن یہ شعریت سے خالی نہ ھوگا، ۲) کہ اس میں دو تین پرجوش اور موثر منظر ھوں‌گے، ۳) کہ دو سنجیدہ ترین کرداروں کی پوری صحت بلکہ فنکارانہ مہارت کے ساتھ تصویرکشی کی جائے گی۔ مجھے اس پر یقین تھا اور یہ میرے لئے کافی تھا۔ تصنیف عجیب و غریب نکلی لیکن اس میں کوئی پچاس صفحے ایسے ھیں جن پر مجھے فخر ھے...،،

اس بات کا تعین کرنا کہ کن پچاس صفحات پر دستوئیفسکی کو فخر تھا، کن مناظر کو وہ ''پرجوش اور موثر،، سمجھتا تھا اور کن کرداروں کی وہ ''پوری صحت اور فنکارانہ مہارت،، کے ساتھ تصویرکشی کرنا چاھتا تھا، کافی دلچسپ امر ھے۔

جیسا کہ عظیم مصنفوں کی کتابوں کے ساتھ ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ مختلف قارئین کو مختلف مناظر، مختلف مقامات بلکہ مختلف کردار بھی "پرجوش"، متاثرکن اور اہم نظر آئیں۔ لیکن ناول کے پہلے ہی اوراق میں مفلس بوڑھے اور اس کے خستہ حال کتے کے جو پیکر نظر آتے ہیں اور جو بھوتوں کی مانند، چپ پیٹرسبرگ کی سرد گلیوں میں گھسٹتے رہتے ہیں شائد ہی کوئی ان سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکے گا۔ شاید خود یہ پیکر، جن پر انیسویں صدی کے اوائل کے مغربی یورپ کی ناول نگاری کی چھاپ بہت نمایاں ہے، اتنے متاثرکن نہیں جتنا اس لاعلاج بےچارگی کا، جرمن قہوہ خانے کے باسیوں کی مضحکہ‌خیز کندذہنی کے ساتھ، اختلاف متاثرکن ہے۔ یہ اب محض روسی رنگ میں ہوفمان اور ڈکنس نہیں بلکہ خود دستوئیفسکی ہے جو اپنے آپ کو اس یورپی ثقافت کا حق‌دار جانشین محسوس کرتا ہے جسے وہ دل و جان سے چاہتا ہے اور جس کے طویل راستوں کے خودپسند انجام سے وہ نفرت کے ساتھ منہ موڑ رہا ہے۔

پھر یہاں دوسرے اوراق اور دوسرا منظر ہے جس میں بالکل مختلف خیال اور مختلف شاعری ہے۔ ایک دوشیزہ "ہاتھ سینے پر باندھے، اپنے خیالوں میں غرق" بےقراری کے ساتھ ادھر سے ادھر ٹہل رہی ہے۔ میز اور اس پر ٹھنڈے ہوتے ہوئے سماوار کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اس نظم کے اشعار گنگنا رہی ہے جس میں اسی طرح کا سماوار ہے، کھڑکی کے اس پار کہیں دور سے گھنٹیوں کی آواز آ رہی ہے اور اسی طرح ماضی میں مسرت اور حال میں غم اور تنہائی ہے۔ "ہائے کیا خوب! کیسے پردرد اشعار ہیں، وانیا"، یہ نتاشا کے الفاظ ہیں، "وہ سماوار، وہ گاڑھے کا سوٹا پردہ — کس قدر اپناپن ہے ان میں..." اس کے بعد اضطراب بھری، وہ گفتگو شروع ہوتی ہے جو سوچ اور احساس کی انتہائی باریکیوں میں اتر جاتی ہے۔ وہ گفتگو جو انسان پر ماضی کے اختیار، محبت کے تضادات اور انوکھےپن، ایثار اور فخر کے جذبات کے بارے میں ہے۔ روس میں عرصہ ہوا سماوار اور بستر کے پاس گاڑھے کے سوٹے پردے بہت کم نظر آتے ہیں اور گھنٹی کی آواز بھی شائد ہی کسی نے سنی ہو لیکن اس منظر میں آخر کون‌سی وہ خاص بات ہے کہ ناول کی کہانی کی تمام پیچیدہ گرہیں بھول جاتی ہیں اور بےقراری کے ساتھ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی ہوئی یہ دوشیزہ یاد رہتی

ہے؟ ہو سکتا ہے اس لئے کہ دستوئیفسکی کے ناولوں میں اس کے یکے بعد دیگرے ایسی عورتوں کے کئی کردار ابھریں‌گے جو انتہائی مخلص احساسات کی اسی قوت کی مالک ہوں‌گی جو اسی طرح ''کرب، نزاکت اور برداشت'' کے ساتھ مسکرا رہی ہوں‌گی اور اسی طرح فخر کے ساتھ قربان ہو جانے اور معاف کر دینے کے لئے تیار ہوں‌گی؟ یا ہو سکتا ہے کہ اس لئے کہ لینن کے پردے اور گھنٹی کی قریب آتی ہوئی آواز کا اسی طرح کا منظر، بیس سال بعد، دستوئیفسکی کے اہم‌ترین ناول ''کرامازوف برادران'' میں دھرایا گیا ہے؟.. ''سائبیریا میں کس لئے؟ لیکن اگر تم چاہتے ہو تو میں سائبیریا چلنے کے لئے بھی تیار ہوں، کوئی فرق نہیں پڑتا... وہاں کام کریں‌گے... سائبیریا میں برف ہوتی ہے... مجھے برف پر سواری کرنا پسند ہے... اور جب گھنٹی بھی ہو... تم سنتے ہو، گھنٹی بج رہی ہے... یہ گھنٹی کہاں بج رہی ہے؟'' یہاں اب گروشینکا میتیا کرامازوف سے لینن کے پھولدار پردے کے پیچھے مخاطب ہے جو قید باسشقت میں بھیجے جانے سے پہلے میتیا کی آخری جائے پناہ ہے۔ غالباً یہ سچ ہے کہ دستوئیفسکی کے دوسرے مناظر اور دوسری عورتوں کی تصویروں کی چمک ''ذلتوں کے مارے لوگ'' کی، اپنی الجھی ہوئی قسمت کے فیصلے کی منتظر نتاشا کی اس تصویر پر پڑ رہی ہے اور اسے کسی گہری ''اپنائیت'' کے مخصوص معنی پہنا رہی ہے لیکن پھر بھی تصویروں کی اس گیلری میں وہ پہلی ہے اور ان دوسری تصویروں کی تخلیق کی تیاری میں، وہ شامل رہی ہے...

ناول میں بہت سے دوسرے ''پرجوش'' اور شاعرانہ مناظر بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں لیکن، جیسا کہ پہلے کہا گیا، وہ ہر قاری کے لئے مختلف ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک کرداروں کا تعلق ہے تو اہمیت، طبع‌زادی اور فنکاری کے لحاظ سے وہ کم موضوعی ہیں۔ ان کا تجزیہ زیادہ صحت کے ساتھ کرنا ممکن ہے اور وہ زیادہ راست انداز میں تصنیف کے اہم تصورات کی عکاسی کرتے ہیں۔ تاہم ان کے تعین میں بھی اہم اختلافات کا امکان موجود ہے۔

ادب میں ایک بےمثال اور نئے کردار کی تخلیق کو دستوئیفسکی ادبی تصنیف کی اہمیت اور اصلیت کی مستقل کسوٹی سمجھتا تھا۔ ''ذلتوں کے مارے لوگ'' میں اس طرح کا طبع‌زاد اور خاکے کے

1*

لحاظ سے ''سنجیدہ،، کردار پرنس والکوفسکی تھا - دستوئیفسکی کے اس ہیرو کی اہم خصوصیت، جسے وہ پہلی بار حقیقت کی رنگا رنگ گہما گہمی سے اپنے ناول کے دھندلے اور نشیب و فراز میں روشن پردے پر لے آیا تھا، تنقید نگار دبرولیوبوف نے ان الفاظ میں بیان کی: ''اس سے ضمیر تو بالکل نکال دیا گیا ہے،،- دبرولیوبوف کردار پرنس والکوفسکی کی فنی کمزوری پر بھی روشنی ڈالتے ہیں - ان کے الفاظ میں اس کردار میں ''انسانی چہرہ،، موجود نہیں ہے اور یہ محض ''بڑی سگن کے ساتھ، خباثت اور بےحیائی کی خصوصیات جمع کرکے، مکمل بےہودگی کی تصویرکشی ہے،،-

دستوئیفسکی کی نظر میں کردار پرنس والکوفسکی ایک ایسا مردہ ضمیر ہے جو ناقابل معافی ہے اور جس کا اختتام بھی موجود نہیں ہے کیونکہ نہ صرف سارے روس میں بلکہ سارے یورپ میں اس کی بہت گہری جڑیں موجود ہیں - روسی کسان غلامی کے سماج نے کل یورپی بورژوا انفرادیت‌پسندی کے اس بےشرم اور بےلگام چہرے کو محض ایک غیرمعمولی، ایک مخصوص رنگ دےدیا ہے - پرنس والکوفسکی دعوی کرتا ہے ''میں ہر بات سے اتفاق کر لیتا ہوں جب تک کہ مجھے تسلی رہے - دنیا میں سب کچھ مٹ‌مٹا جائےگا مگر ایک ہم ہیں کہ کبھی نہیں مٹ سکتے،، - اس طرح والکوفسکی اپنی یگانہ، استثنائی حیثیت پر نہیں بلکہ اپنی مثالی حیثیت پر زور دیتا ہے - گویا کہ اس نے اپنی شخصیت کے اشرافی رکھ رکھاؤ کی ناپائیداری اور اپنے نظریے کے وسیع پیمانے پر پھیلنے کے امکان کا احساس کر لیا ہے - پرنس والکوفسکی کہتا ہے: ''سب بکواس ہے جو کچھ بکواس نہیں، وہ شخصیت ہے، میں بذات‌خود،، اور جو کوئی اس بات سے اختلاف کرتا ہے وہ ''ابھی انگلی پکڑکر چل رہا ہے،، - انسانیت، نیکی اور لوگوں کے لئے بھلائی کی خواهش کو پرنس وسیع النظر اور نفیس شخصیت کی محض ''ضد،، قرار دیتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں ''انسان کی تمام اعلی اوصاف کی گھٹی میں انتہائی شدید قسم کی خودپسندی پڑی ہوتی ہے،، اور ''اخلاق اور کیا ہے، دراصل وهی تسکین،، - کردار ادیب پڑھنےوالوں کو بتاتا ہے ''اسے کوئی لطف محسوس ہوتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ جس طرح میرے سامنے بےحیائی، بےشرمی سے، بدتمیزی سے آخر اس نے اپنی نقاب الٹ دی تھی اس سے پرنس کو خاص طرح کی لذت محسوس

هو رهی تھی،، - اس کمینگی کی خصوصیت میں کوئی شک باقی نہ رہنے دینے کے لئے مصنف پرنس کے ''فلسفے،، کو براہ‌راست زندگی میں اس کے عملی رویے سے جوڑتا ہے - کردار کے اس نمونے کو دستوئیفسکی ساری عمر تکمیل تک پہنچاتا رہا - پرنس والکوفسکی سے ''جرم و سزا،، کا سویدریگائلوف، ''بھوت،، کا ستاوروگن، ''نابالغ،، کا ویرسیلوف اور بالآخر دستوئیفسکی کے آخری ناول کا بوڑھے کاراماروف کے کردار نکلے - یہ تمام مختلف کردار ہیں لیکن ان میں ایک نہ ایک جڑ ''ذلتوں کے مارے لوگ،، کے پرنس کے اس کردار سے جا ملتی ہے جس کی تصویرکشی موٹے لیکن واضح خطوط میں کی گئی ہے - دستوئیفسکی نے اس کردار میں اس عبوری دور کے لئے مخصوص، پرانی روسی امارت کی ظاہری علامات اور مجرمانہ ہیر پھیر میں رنگی بورژوا کاروباری شخصیت کی اندرونی ماہیت کا امتزاج، باریکیوں کے ساتھ نقش کر دیا ہے -

''ذلتوں کے مارے لوگ،، کے کرداروں نے پرنس کی طرف ''کشش،، کا معمہ حل کیا ہے - ایوان پترووچ کہتا ہے : ''میرے دماغ پر اس نے اپنے وجود کی وہ پرچھائیں ڈالی تھی جیسے کوئی گند ہو، کوئی بہت بڑا مکڑا ہو جسے بری طرح جی چاہتا ہے کہ بس کچل ڈالو،، - لیکن ناول میں خود پرنس سب کو کچلتا ہے - دستوئیفسکی نے گردوپیش کی دنیا پر اس قسم کی شخصیت کے مہلک اثر پر اپنی فنکارانہ قوتیں مرکوز کردی تھیں - وہ تمام عورتیں اور بچے جن کی زندگی کسی طور پر پرنس کے خشک حساب کتاب اور غلیظ عیاشیوں کے تابع ہو گئی، اس کے حرص کا شکار ہو جاتے ہیں - سیاسی مسائل کو تصنیف میں ابھی چھیڑا ہی نہیں گیا ہے -

پرنس اور اس کے بیٹے الیوشا کے عجیب و غریب تعلقات میں بھی دستوئیفسکی کی مستقبل کی تصانیف کے خیالات اور مشاہدات کی ابتدائی کونپلیں موجود ہیں - لگتا ہے کہ الیوشا کا کردار بھی دستوئیفسکی کی ''سنجیدہ،، اختراعات میں سے ہے - الیوشا کے بارے میں نتاشا کے الفاظ ہیں : ''اس میں قوت‌ارادی نام کو نہیں، اور وہ... کچھ ایسا ذہین آدمی نہیں، بچے کی طرح ہے - مگر یہی ایک چیز تھی جو مجھے اس میں سب سے پیاری تھی،، - اس کردار کی فطرت میں سب کو حیران اور متاثر کرنےوالی کوئی ایسی چیز موجود ہے جو سب سے پہلے، اس کے باپ کی سڑتی ہوئی ''جدلیات،،

کے سامنے کھڑی ہے۔ ''اس میں فریب بالکل نہیں ہے'' — یہ الفاظ کاتیا اس کے بارے میں ایسے کہتی ہے گویا اس کی سب سے اہم خصوصیت بیان کر رہی ہو۔ الیوشا کی سچائی، اس کے مہربان دل اور اس کے بھولپن کے بارے میں ناول کے تمام کردار بولتے ہیں۔ دستوئیفسکی، جس کے لئے یہ اخلاقی اوصاف بڑے اہم ہیں، ہمیشہ قائل کن انداز میں ان کی تصویر کشی نہیں کر پاتا لیکن پڑھنے والے کے شعور میں وہ انہیں ثبت کر دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ''بگڑا ہوا لڑکا'' شعوری طور پر اس بات کا قائل ہے کہ ''کتنی ہی برائی کو تو صاف گوئی سے دور کیا جا سکتا ہے!'' اور یہ الفاظ لاابالی الیوشا ''ایک زبردست خودداری کے ساتھ'' کہتا ہے۔ زندگی کو اس کی پوری سالمیت کے ساتھ دل سے سمجھنا، صاف گوئی جو چال چلن کا اصول ہے، اور زبردست اندرونی خودداری — ''ذلتوں کے مارے لوگ'' کے کردار کی ان خصوصیات نے دستوئیفسکی کے بعد کے پرنس میشکن اور الیوشا کراما زوف کے کرداروں تک کا سیدھا راستہ ہموار کیا۔ اس طرح دستوئیفسکی نے خصوصی کرداروں میں وہ اخلاقی خوبیاں مجسم کر دینے کی کوشش کی ہے جو مصنف کے خیال میں انسان کے لئے بنیادی طور پر ضروری ہیں۔ ''میں احمق ہی سہی'' اس طرح الیوشا اپنے باپ سے مخاطب ہے ''... لیکن اگر میں غلطی پر بھی ہوتا ہوں تو خلوص اور سچے دل سے ہوتا ہوں''۔ دستوئیفسکی ان خوبیوں کی بڑی قدر کرتا تھا اور اسی لئے روس کی ''نئی نسل'' نے سب سے پہلے مصنف کی تلاش کے حیرت انگیز خلوص پر لبیک کہا۔

''ذلتوں کے مارے لوگ'' میں ایسا ایک کردار بھی ہے جو واضح ''سنجیدہ اہمیت'' کا حامل ہے۔ چھوٹی سی بچی نیلی دستوئیفسکی کی تخلیقات کے مستقل نظریات کا ایک ایسا پہلا مجسم اظہار ہے جس میں معصوم بچوں کے مصائب کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور جو مصنف کی ہم‌عصر تہذیب کی مجرمانہ حیثیت کی کوئی صفائی قبول نہیں کرتا۔ یہ نظریہ چھن کر، تقسیم ہو کر اور زیادہ واضح ہو کر مختلف خاکوں اور مختلف حالات میں منظر عام پر آئے گا۔

غیرمعمولی بچی کے کردار اور اس سے متعلقہ تمام خاکے کی ترتیب بندی — ادبی و کتابی اور رومانوی ہے۔ اسلوب بیان سے لے کر، جس میں مصنف صورت حال کی غیرمعمولی نوعیت پر زور

دیتا ہے، بچی کے حسب نسب کے معمے تک، جسے مصنف نے مصنوعی انداز میں لمبا کھینچا ہے، یہ کردار احساس دلاتا ہے کہ وہ نیا نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ڈکنس کے تعلق سے کسی پرانے کردار کی یاد دلاتا ہے۔ لیکن دیوانگی کی حد تک بچی کے شعوری احتجاج کا تناؤ اسے ایک ایسے مخصوص بچے میں تبدیل کر دیتا ہے جو دستوئیفسکی کی اپنی اختراع ہے۔ یہ ان ''سوچ میں غرق،، بچوں میں سے ایک ہے جو اگر زندہ بچ رہے تو ان میں سے بڑے ہوکر باغی (چاہے وہ اطاعت کا پرچار ہی کرتے رہے) اور مفکر (چاہے وہ عقل پر لعنت ہی بھیجتے رہے) نکلے۔

اس بچی نے اپنی قبل از وقت بدبختیوں کے عوض، عیسائی اخلاقیات اور زندگی کی کھری حقیقتوں کے اس تضاد کا، جو لوگوں سے پیار، رحم اور درگزر جیسے اعلیٰترین اصولوں اور زندگی میں ان پر عمل درآمد کے عدم امکان میں موجود تھا اور جو دستوئیفسکی کو ساری عمر اذیت پہنچاتا رہا، نہ صرف احساس ہی کر لیا تھا بلکہ اس نے اپنے رویے اور الفاظ میں اس کا بھرپور اظہار بھی کیا۔

نیلی کی سختدلی میں، پیار اور نگہداشت کے خلاف اس کی بغاوت میں، اس سے پیار کرنےوالوں سے تحفہ قبول کرنے کی بجائے بھیک مانگنے کے لئے اس کے تیار رہنے میں، روزمرہ زندگی کی سادہ مثالوں کے ذریعے شر کی شر سے پیدائش کی جدلیات کو دکھایا گیا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے، کیا پرخلوص مدد کو اس طرح دھتکار دینا مروت ہے؟ لیکن کیا انتہائی حد کی توہین کی نمائش — بےعزت ہوئے شخص کی ذلیل کرنے، بےعزت کرنے کی جوابی خواہش نہیں؟ نتاشا — نیلی — نیلی کی ماں — یہ بےعزت ہوئے لوگوں کی سختدلی کے گہرا ہونے کا تسلسل ہے۔ باہمی توہین کے سلسلے کو توڑ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے کو صرف پیار اور معاف کر دینے کی طاقت سے توڑا جاتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی کہا گیا ہے ناول کے خاکے میں یہ کسی حد تک سادگی سے دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہاں خیال سادہ ہرگز نہ تھا کیونکہ کبھی تو، کہیں تو ضرور اس لاانتہا سلسلے کو توڑ دینا چاہئے؟ اور اگر اسے وہ لوگ نہیں توڑیںگے جو انتہائی ایماندار ہیں اور جن کا ضمیر صاف ہے تو اسے کون توڑےگا؟

لیکن ناول میں یہیں کہیں ایسے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور زور

دےکر کہے ہوئے، ایسے الفاظ بھی ملتے ھیں جن میں ناقابل مصالحت احتجاج اور بغاوت کے نسخے موجود ھیں ۔ ''اس کے پاس جانا اور اس سے کہہ دینا کہ میں مر گئی لیکن میں نے اسے بخشا نہیں،، — یہ الفاظ نیلی مرنے سے پہلے ایوان پتروؤچ کو پرنس والکوفسکی کے بارے میں کہتی ہے ۔ معاف کر دینا چاھئے لیکن منع ہے، خوب ہے لیکن ناممکن ہے، اعلیٰ‌ترین ہے لیکن ناقابل حصول ہے : یہ ھیں خود دستوئیفسکی کے نکالے ہوئے نتائج ۔ دستوئیفسکی کا ذاتی تجربہ اور ملک کا تاریخی تجربہ بغاوت اور مصالحت، احتجاج اور اطاعت کے مسائل کی طرف، ان کے تمام الجھاؤ اور تضاد کے ساتھ مصنف کی توجہ مبذول کراتا تھا ۔

''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں فی‌الحال صرف ایک سوال سامنے لایا گیا ہے : انتہائی حد کی بدی سے بھرے شخص کے مقابلے میں کسی انسان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاھئے؟ ''تنہا رھنا، غریب رھنا اور محنت مزدوری کر لینا اور اگر مزدوری نہ ملے تو بھیک مانگ لینا، لیکن ان کے پاس نہ جانا،، — اس طرح نیلی کی ماں اپنی موت سے پہلے اسے سمجھاتی ہے ۔ ماں کی محبت سے بھری یہ نصیحت یہ بچی خود کئی بار دھراتی ہے : ''ان کے پاس نہ جانا... وہ بڑے سنگ‌دل اور خبیث لوگ ھیں، اور میری نصیحت تمھیں یہ ہے کہ غریب رھنا، محنت مزدوری کرنا، بلکہ بھیک بھی مانگ لینا لیکن اگر تمھیں کوئی بلانے آئے تو کہہ دینا — 'میں تمھارے ساتھ نہیں جاتی! '،،

''ذلتوں کے مارے لوگ،، میں بغاوت نہیں بلکہ رحم کا پرچار کیا گیا ہے لیکن ناول کے کردار ''امیروں اور ظالموں،، کے تصورات کے خلاف روحانی احتجاج کے لئے بنیاد بناتے ھیں، ان تصورات سے نفرت پیدا کرتے ھیں ۔

کچھ برس کے بعد ''ذلتوں کے مارے لوگ،، کے پہلے قاری روس اور پیٹرسبرگ کے کئی واقعات میں ھیروؤں، شاھدوں اور ان لوگوں کی شکل میں سامنے آئے جنھوں نے ان واقعات میں حصہ لیا، ان کی بھینٹ چڑھ گئے اور جن کی زندگی ان واقعات پر محیط تھی ۔ لگتا ہے کہ اس ناول کے چند پرجوش مقامات نے، شعریت بھرے کچھ اوراق نے، اس کے دو تین کرداروں نے روس کی ان نوجوان نسلوں کے اخلاقی خدوخال ترتیب دینے میں ضرور اپنا رول ادا کیا

ہوگا جن کا خاصہ مردانہ ایثار، مادی آسائش کے سامنے غیرمتزلزل اخلاق اور بےداغ ضمیر تھا۔

بعد میں یہ ناول ایک سو بیس سال کے دوران بار بار چھپتا رہا اور پڑھا جاتا رہا۔ ظاہر ہے، ہر زمانے میں اسے کسی مختلف، کسی نئے تاثر کے ساتھ پڑھا گیا۔ کبھی وہ انسانی دلوں کے بہت قریب ہوجاتا تھا اور کبھی ان سے دور ہوتے ہوتے اجنبی ہو جاتا تھا۔

لیکن آج وہ پھر اس سچی بےقراری کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جس میں بہت عرصہ پہلے کے معاملات اور روزمرہ زندگی کے واقعات کے لئے دلچسپی پائی جاتی ہے۔ قاری اس وقت کی مکاری اور خباثت کی سادہلوح صاف گوئی پر اور چاہے ایک بڑے فنکار کے لئے ہی سہی کمزور ادبی خاکوں کی اجازت پر حیران ہوتا ہے۔ لیکن پھر یہ حیرت چند ''پرجوش مناظر،، میں بےساختہ جمالیاتی لطف، انسانی دکھوں کے لئے دل سوزی اور انوکھے تصورات کی ابدی اہمیت معلوم کر لینے کی خوشی سے مل جاتی ہے۔

ایکاتیرینا ستاریکووا

پہلا حصّہ

پہلا باب

پچھلے سال ۲۲ مارچ کی شام کو مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں اس روز سارے دن شہر کی خاک چھانتا پھرا کہ کہیں رہنے کا ٹھکانا حاصل کروں۔ جہاں میں رہتا تھا وہاں سیلن بہت تھی۔ وہیں سے مجھے کالی کھانسی لگ گئی تھی۔ خزاں کی شروعات ہوتے ہوتے میں نے سوچ لیا تھا کہ یہاں سے اٹھ جانا چاہئے لیکن ٹلتے ٹلاتے ہلاتے بہار کے دن آ پہنچے تھے۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد بھی کوئی اچھا سا مکان اب تک نظر میں نہیں جما۔ اول تو میں یہ چاہتا تھا کہ مکان الگ تھلگ ہو۔ ایسا نہیں کہ دوسرے لوگ بھی اسی میں رہتے ہیں اور وہیں میرا بھی ایک کمرہ ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ اگر ایک ہی کمرے میں بسر کرنا ہے تو وہ کمرہ خوب کشادہ اور بڑا سا ہونا چاہئے اور کم سے کم کرائے کا۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ گھٹے ہوئے مکان میں خیالات بھی آتے ہیں تو گھٹے گھٹے۔ اور میرا یہ ہے کہ کہانیاں سوچتے وقت میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنا چاہتا ہوں۔ یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ کہانی لکھنے کے مقابلے میں مجھے یہ بات کہیں زیادہ پسند ہے کہ جو کچھ لکھنا ہے اسے پہلے اچھی طرح چشم تصور سے دیکھ لوں کہ جب کہانی لکھی جا چکے گی تو اس کی صورت شکل کیا ہوگی۔ سچ یہ ہے کہ ایسا میں کوئی سستی کاہلی کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ... پتہ نہیں کیوں؟

سارے دن میری طبیعت اکھڑی اکھڑی رہی۔ شام ہوتے ہوتے تو حال یہ تھا کہ میں خود کو بہت بیمار محسوس کرنے لگا جیسے بخار چڑھنے والا ہو مجھے۔ پھر یہ بھی کہ دن بھر پیدل چلتا رہا تھا اور اب تھک کر چور ہو چکا تھا۔ سورج ڈوبتے وقت جب ہر طرف اندھیرا ہونے والا تھا، میں ووزنے سینسکی پراسپکٹ پر چلاجارہا

تھا۔ پیٹرسبرگ شہر* میں مارچ کی دھوپ مجھے پیاری لگتی ہے۔ خاص طور سے جب شام ہوتے موسم صاف ہوتا ہے اور ہوا میں ٹھر ہوتی ہے تو بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ ساری سڑک ایک دم جگمگا اٹھتی ہے جیسے تیز روشنی میں نہائی ہوئی ہو۔ تمام گھروں میں ایک دم سے چمک سی پیدا ہو جاتی ہے۔ گھروں پر جو مٹیالا، پیلا اور کائی کے رنگ کا منظر ہوتا ہے، اس کی ساری اداسی تھوڑی سی دیر کےلئے اتر جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ روشن اور شفاف ہو گیا ہے، آپ اس طرح چونک پڑتے ہیں جیسے کسی نے آپ کو کہنی سے ٹہوکا دے دیا ہو۔ نئی نظر پیدا ہوتی ہے، خیالوں کا نیا سلسلہ ابھرتا ہے۔ بڑی حیرت ہوتی ہے کہ سورج کی ایک کرن آدمی کی روح کے لئے کیا کچھ کر سکتی ہے!

سورج کی کرن اب ڈوب چکی تھی، ہوا میں ٹھر بڑھتی جا رہی تھی اور اس نے میری ناک کو مسوسنا شروع کر دیا۔ دھندلکا گہرا ہو گیا۔ دکانوں کی بتیاں روشن ہو گئیں۔ جب میں مٹھائی‌فروش ملر کی دکان کے پاس پہنچا تو اچانک میرے قدم وہیں گڑ گئے، اور سڑک کے اس پار میں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ گویا مجھ پر یہ وہم طاری ہو گیا کہ ہو نہ ہو، کوئی غیرمعمولی واقعہ مجھے پیش آنےوالا ہے۔ اور ٹھیک اسی لمحے مجھے سڑک کے اس پار ایک شخص نظر آیا، بوڑھا آدمی اپنے کتے کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت ناگوار سنسنی سی مجھے اپنے دل میں محسوس ہوئی۔ خود میں طے نہیں کر سکا کہ یہ کس طرح کی سنسنی ہے۔

میں کوئی صوفی آدمی نہیں ہوں۔ پیش‌اندیشگی اور الہام کا بھی قریب قریب قائل نہیں ہوں۔ لیکن اس کے باوجود، غالباً اور لوگوں کی طرح مجھے بھی زندگی کے کئی ایسے تجربے ہوئے ہیں جن کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ اب مثال کے طور پر اسی بوڑھے کو لے لیجئے۔ بھلا ایسا کیوں ہوا کہ عین اس لمحے جب اس پر میری نظر پڑی، فوراً یہ خیال دل میں آیا کہ آج شام کو مجھے کوئی نہ کوئی غیرمعمولی واقعہ پیش آئےگا؟ ہاں، یہ ہے کہ

---

*پیٹرسبرگ (موجودہ لینن گراد) — ۱۷۱۲ء سے ۱۹۱۸ء تک روس کا دارالحکومت۔ (ایڈیٹر)

اس وقت میں بیمار تھا اور جب آدمی بیمار ہو تو اس وقت کے وہم و تصور قریب قریب ہمیشہ ہی کچے ہوتے ہیں ۔

بڑے میاں فٹ پاتھ پر لکڑی ٹیکتے سٹھائی‌فروش کی دکان کے پاس پہنچے ۔ وہ اس قدر دھیرے دھیرے، کمزور قدموں سے چل رہے تھے اور زمین پر ٹانگیں ایسی اکڑی اکڑی رکھ رہے تھے، جیسے ٹانگیں نہیں ڈنڈے ہیں ۔ میں نے اپنی عمر میں کبھی ایسا عجیب، اس درجہ بےڈھنگی شکل صورت کا آدمی نہیں دیکھا اور پہلے بھی جب کبھی ملر سٹھائی‌والے کی دکان پر اس سے میری ملاقات ہوئی ہمیشہ ایک تکلیف‌دہ اثر میرے دل و دماغ پر پڑا ۔ دراز قد، جھکی کمر، مردنی چھایا چہرہ جس پر ۸۰ برس کی چھاپ لگی ہوئی ۔ پرانا اوورکوٹ سیونوں پر سے نکلا ہوا ۔ ۲۰ برس کا پرانا مڑا تڑا گول ہیٹ جو سر پر سڑھا رہتا تھا اور گنجے سر کو جس پر بالوں کی صرف ایک لٹ، اور وہ بھی سفید نہیں بلکہ مٹیالے سے رنگ کی سفید لٹ رہ گئی تھی، اسے ڈھکے ہوئے تھا ۔ پھر اس وضع قطع پر بڑے میاں کا ھلنا جلنا، جو معلوم ہوتا تھا کہ ان کے ارادے سے نہیں، بلکہ بےاختیار سرزد ہوتا ہے جیسے اسپرنگ لگے ہوں — یہ سب چیزیں مل ملا کر ایسی تھیں کہ ممکن نہ تھا جو کوئی شخص ان سے پہلی بار ملے اور یہ سب اسے کھٹکے نہیں ۔ واقعی، اس بوڑھے سے ملنا ایک عجیب سی بات تھی، جو عمر طبعی سے زیادہ جی رہا تھا، بالکل یکہ و تنہا، بےیار و مددگار، جس کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا تک نہ تھا ۔ علاوہ بریں ایسا دیوانہ معلوم ہوتا تھا جو اپنے نگہبانوں سے بچ کر نکل بھاگا ہو ۔ ایک اور چیز جو مجھے عجیب لگتی تھی وہ تھا اس کا غیر معمولی سوکھا‌پن — بدن پر گوشت کا نام نہیں ۔ دیکھنے سے لگتا تھا کہ ھڈیوں پر بس چمڑی منڈھ دی گئی ہے ۔ اس کی بڑی مگر بجھی بجھی آنکھیں جو نیلے حلقوں میں گویا جڑی ہوئی تھیں، ہمیشہ سامنے گڑی رہتی تھیں، اپنی جگہ سے ھلتی جلتی نہ تھیں اور نہ کچھ دیکھتی تھیں — مجھے اس کا پکا یقین ہے ۔ ایسے ہی جب وہ آپ کو دیکھتا تھا تو بس بالکل ناک کی سیدھ میں آپ کی طرف بڑھتا تھا جیسے سامنے کی سب جگہ خالی پڑی ہو ۔ کئی بار یہ بات میں دیکھ چکا تھا ۔ ملر سٹھائی‌والے کی دکان پر آنا جانا شروع کئے اس کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا ۔ کتا ہمیشہ اس کی دم کے ساتھ لگا ہوتا تھا ۔ کسی کو

بھی پتہ نہ تھا کہ یہ شخص آتا کہاں سے ہے۔ نہ تو ملر کے گاھکوں میں سے کسی نے کبھی اس سے بات‌چیت کرنے کی جرأت کی اور نہ اس نے ان میں سے کسی کو مخاطب کیا۔

''آخر یہ شخص خود کو یہاں اس دکان تک گھسیٹتا کیوں ھے۔ اس کا یہاں کیا کام؟،، سڑک کے اس پار کھڑے میں نے جی میں سوچا۔ ابھی تک میری نظر اس شخص پر سے ہٹ نہیں رہی تھی۔ نہ جانے کیسی جھنجھلاھٹ اور چڑ سی ھوئی جو اس وقت غالباً بیماری اور تھکن کا نتیجہ ھوگی۔ اور پھر میں اس تعجب میں پڑا رہا ''یہ شخص آخر کیا سوچ رہا ھوگا؟ اس کے دماغ میں کیسے کیسے خیال آتے ھوں گے؟ کیا اب بھی یہ اس قابل رہ گیا ھے کہ کسی چیز کے بارے میں سوچ سکے؟ اس کے چہرے پر ایسی سردنی چھائی ھوئی ھے کہ کوئی کیفیت اس پر جھلکتی ھی نہیں۔ اس نے یہ کتا، یہ بےھودہ سا کتا کہاں سے پکڑ لیا جو کبھی اس کی دم سے جدا نہیں ھوتا، جیسے اس کتے سے مل کر اس کا پورا وجود تیار ھوا ھے اور اسے جدا ھی نہیں کیا جا سکتا۔ کتا بھی بالکل مالک کی طرح کا ھے۔،،

یہ کم‌بخت کتا بھی کوئی ۸۰ برس کا ھوگا۔ ھاں، یقینی اس سے کیا کم ھوگا۔ اول تو یہی کہ کتا دیکھنے میں دوسرے تمام کتوں سے کہیں زیادہ عمر کا معلوم ھوتا تھا۔ جب پہلی بار میں نے اس کتے کو دیکھا تو نہ جانے کیوں خیال یہی آیا کہ ھو نہ ھو، یہ کتا دوسرے کتوں جیسا نہیں ھو سکتا — سب سے نرالا ھے۔ اس کے بارے میں کوئی نہ کوئی بات عجیب اور افسانوی ضرور ھے، کوئی بڑی پراسرار بات۔ ھو سکتا ھے کہ اس کتے کے بھیس میں کوئی خبیث روح ھو؛ اس کی قسمت کسی خاص پراسرار اور انجانے بندھن میں اپنے مالک کی قسمت سے وابستہ لگتی ھے۔ اگر آپ کتے کو دیکھتے تو آپ بھی اس رائے سے اتفاق کرتے کہ اس غریب نے پچھلی بار جب کھانا کھایا تھا اس کو ۲۰ برس تو گزر ھی چکے ھیں۔ کتا کیا تھا — بالکل ڈھانچہ تھا، بلکہ اس بات کو یوں کہنا بہتر ھوگا کہ قطعی اپنے مالک سے مشابہ تھا۔ اس کے جسم کے قریب قریب سارے ھی بال جھڑ چکے تھے اور بےبال دم ٹانگوں کے بیچ میں ایسی لٹکی ھوئی تھی جیسے دم نہیں کوئی ڈنڈی ھے۔ اس کے لمبے لمبے کانوں والا سر آگے کی طرف بھدے

طریقے سے لٹکا ہوا تھا۔ میں نے ساری عمر میں ایک بھ
گھناؤنا کتا نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ دونوں سڑک پر اس
چلتے کہ آگے آگے مالک، پیچھے پیچھے کتا، تو کتے کی ناک ما
کے کوٹ کے دامن سے ایسے لگی رہتی جیسے گوند سے چپکا دی
گئی ہو۔ ان دونوں کی چال اور ان کا حلیہ گویا ہر ہر قدم
پر پکارتا تھا:

نہیں ہے ضعیفی سے اب کوئی چارہ
بوڑھاپے نے گھیرا ہے پروردگارا

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک بار سوچتے سوچتے مجھے خیال آیا کہ بڑے میاں اور ان کا کتا دونوں ہوفمین * کی قصہ کہانیوں والی باتصویر کتاب سے نکل پڑے ہیں اور ہماری دنیا میں اس کتاب کے چلتے پھرتے اشتہار کی طرح ٹہلتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سڑک پار کی اور ملر کی دکان میں بڑے میاں کے پیچھے پیچھے لگ لیا۔

دکان کے اندر پہنچ کر بڑے میاں کی حرکتیں نہایت عجیب ہوتی تھیں۔ اور ملر کا ادھر چند دنوں سے یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ اس ناخواندہ مہمان کو داخل ہوتے دیکھ کر برا سا منہ بناتا۔ اول تو یہی کہ یہ انوکھا آنےوالا کبھی کسی چیز کا آرڈر نہ دیتا تھا۔ ہر دفعہ سیدھا آتش‌دان کے پاس کونے میں چلا جاتا اور وہاں کسی کرسی پر بیٹھ جاتا۔ اگر آتش‌دان کے پاس کرسی پہلے سے گھری ہوتی تو اس کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کے سامنے ہکا بکا کھڑا تکتا رہتا اور پھر وہاں سے مڑکر، ایسا جیسے کسی فکر میں الجھا ہو، کھڑکی کے پاس دوسرے کونے کی طرف بڑھ جاتا۔ وہاں کوئی کرسی چن کر آہستہ آہستہ اس پر بیٹھ جاتا، اپنا ہیٹ اتارتا، اسے پہلو میں زمین پر رکھ دیتا اور ہیٹ کے برابر اپنی چھڑی ٹکا دیتا۔ اس کے بعد کرسی سے پیٹھ لگا کر پھیل جاتا اور تین چار گھنٹے اسی طرح بےحس و حرکت بیٹھا

---

* ہوفمین، ایرنسٹ ٹیوڈر اماڈئی (۱۷۷۶ء تا ۱۸۸۲ء) — جرمن رومانی انشاپرداز جس کی تصانیف انوکھے تخیلات کی وجہ سے مشہور ہوئیں۔ (ایڈیٹر)

بھی کوئی اخبار اٹھاتا، نہ منہ سے ایک حرف
کی آواز اس کے حلق سے نکلتی۔ بس بیٹھا ہے
یں کھلے ہوئے دیدوں سے اس طرح خالی خالی
ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے کہ ہر دیکھنے والا
ے نہ اس آدمی کے اردگرد جو کچھ ہو رہا ہے
ے نہ وہ دیکھ رہا ہے، نہ سن رہا ہے۔ کتا بھی اسی جگہ دو تین چکر کاٹنے کے بعد مالک کے جوتوں میں ناک ڈال کر اداس سا پڑ جاتا، لمبا سا سانس کھینچتا اور فرش پر دراز ہو جاتا۔ ساری شام یہ بھی یوں ہی پڑے پڑے گزار دیتا تھا، جیسے فی‌الحال دنیا سے سدھار گیا۔ دیکھنے‌والے کو گمان ہو سکتا تھا کہ یہ دو وجود سارے دن کہیں مرے پڑے رہتے ہیں اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو ایک دم سے ان میں جان پڑ جاتی ہے تاکہ اٹھیں اور اٹھ‌کر ملر مٹھائی‌والے کی دکان تک ٹہلتے ہوئے پہنچیں اور وہاں کوئی بڑا پراسرار خفیہ فرض ادا کر دیں۔ اس طرح تین چار گھنٹے بیٹھنے کے بعد بڑے میاں بالآخر اٹھ کھڑے ہوتے، اپنا ہیٹ اٹھاتے اور جہاں بھی ان کا گھر تھا، اس طرف روانہ ہو جاتے۔ کتا بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوتا۔ وہ بھی جھکی ہوئی دم اور لٹکتا ہوا سر لئے دھیرے دھیرے مالک کے پیچھے بے اختیار لگ لیتا۔ دکان میں جب تک بڑے میاں بیٹھے رہتے، دکان پر آنے‌والے گاہک ان سے کنی کتراتے، اور تو اور، کوئی ان کے پہلو میں بیٹھنے تک کا روادار نہ ہوتا، جیسے بڑے میاں کو دیکھ‌کر گھن آتی ہو۔ خود بڑے میاں کی اس بات پر نظر تک نہ پڑتی۔

اس دکان کے اکثر گاہک جرمن تھے۔ یہ لوگ اسی سڑک ووزنے‌سینسکی پراسپکٹ کے ہر طرف سے یہاں جمع ہوتے تھے۔ ان میں بیشتر خود کسی نہ کسی کاروبار کے مالک تھے یعنی ان میں فٹر، مستری، بیکری‌والے، رنگریز، ہیٹ اور زین‌ساز — غرض ٹھیک جرمن معنوں میں ہر قسم کے خاندانی لوگ۔ خود یہ دکان، ملر مٹھائی والے کا کاروبار بھی خاندانی طرز پر چلایا جاتا تھا۔ دکان کا مالک بھی اکثر اپنے گاہکوں کی میز پر آ بیٹھتا اور ان کے ساتھ کافی پونش (شراب) پی لیا کرتا تھا۔ اس گھرانے کے کتے اور بال بچے بھی نکل‌کر گاہکوں کے پاس آ پہنچتے تھے اور گاہک بھی کتوں اور بچوں کو پیار سے تھپکنے لگتے تھے۔ ان سب کی

ایک دوسرے سے جان پہچان تھی۔ اور وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ جب مہمان جرمن اخباروں کی ورق گردانی میں مصروف ہوتے تو دکاندار کے اندرونی مکان کے دروازے سے جرمن گانے ''اگسٹین،، * کی دھن ایک بوسیدہ پیانو پر بجتی سنائی دیتی۔ یہ دھن مالک دکان کی سب سے بڑی بیٹی بجایا کرتی تھی، جس کی سنہری گھنگھریالی زلفیں تھیں اور ایسی لگتی تھی جیسے سفید ولایتی چوھیا۔ والز کی اس دھن کو عام طور پر لوگ پسند کرتے تھے۔ میں خود وہاں ہر مہینے کی پہلی تاریخوں میں جایا کرتا تھا تاکہ روسی رسالے جو وہاں آتے تھے پڑھ سکوں۔

جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بڑے میاں حسب معمول کھڑکی کے پاس ڈٹے ہوئے ہیں اور کتا بھی حسب دستور ان کے قدموں میں پھیلا پڑا ہے۔ میں چپکا ایک طرف بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں سوال کرنے لگا کہ بھلا، یہاں جب کوئی میرا کام نہیں ہے تو آیا کیوں؟ پھر وہ بھی ایسے وقت جب کہ میری طبیعت خراب ہے۔ مجھے جلدی سے گھر پہنچنا چاہئے اور چائے پی پلا کر بستر پر دراز ہو جانا چاہئے! میں کیا صرف اس لئے آیا ہوں کہ بڑے میاں کو گھورے جاؤں؟ مجھے الجھن ہونے لگی۔ ''بھلا مجھے ان سے کیا لینا دینا،، اور اس نامانوس عجیب سے دردناک جذبے کا خیال آنے لگا جو بڑے میاں کو سڑک پر دیکھ کر مجھ میں پیدا ہوا تھا ''اور ان سب بے کیف جرمنوں سے بھی مجھے کیا واسطہ؟ یہ کیسا نرالا موڈ ہے — بے سر و پا؟ یہ کیا حرکت ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھنجھلاھٹ۔ یہ عیب ادھر کچھ دنوں سے مجھے اپنے اندر نظر آنے لگا تھا اور اس نئی کیفیت نے خود جینے میں اور جیون کی صاف تصویر نظر کے سامنے رکھنے میں خلل ڈال رکھا تھا۔ ایک بڑے صاحب نظر تبصرہ نگار نے میرے پچھلے ناول پر تبصرہ کرتے ہوئے اس عیب پر نہایت کڑی نکتہ‌چینی کی تھی اور بہت جھاڑ بتائی تھی۔،، میں نے اگرچہ اس سے ذھن کو پاک کرنے کی اور اسے جھٹک دینے کی کوشش کی تاھم کیا حاصل،

---

* یہ عام قسم کا گانا تھا جو اس زمانے کے جرمن سفیدپوشوں میں بہت مقبول تھا۔ اس کے پہلے بول ھیں : «Mein lieber Augustin» (اگسٹین، میری جان)۔ (ایڈیٹر)

میں اب بھی وہاں کا وہیں رہا اور اس دوران میری طبیعت اور زیادہ بگڑنے لگی اور آخر یہ ہوا کہ اس گرم آرام‌دہ کمرے سے نکل جانے میں ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ میں نے فرینک‌فرٹ شہر سے شائع ہونے‌والا ایک اخبار اٹھایا، اس کی ایک دو سطروں پر نظر دوڑائی اور اپنی جگہ اونگھ گیا۔ مجھے یہاں بیٹھے جرمنوں کی ذرا پروا نہ ہوئی۔ وہ لوگ اخبار پڑھتے، سگرٹیں پھونکتے اور بیچ بیچ میں گھنٹے آدھ گھنٹے کے وقفے سے فرینک‌فرٹ کے اخبار کا کوئی ادھر ادھر کا ٹکڑا یا اس جرمن بذلہ‌سنج کا کوئی مذاق یا چٹکلا دھیمی آواز میں سنا دیتے جو ''سافر،،* کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد وہ پھر دگنے قومی غرور کے ساتھ اخبار پڑھنے میں لگ جاتے۔

میں کوئی آدھ گھنٹے غنودگی کے عالم میں رہا لیکن ایک سخت جھرجھری آئی اور اس نے میری نیند توڑ دی۔ یقینی طور پر اب گھر چل دینا لازمی تھا۔ مگر اسی لمحے ایک بےآواز سین نے جو اس کمرے میں پیش آیا مجھے اٹھنے سے روک دیا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جیسے ہی بڑے میاں کرسی پر جمتے تھے وہ اپنی آنکھیں بھی سامنے کسی شے پر جما دیتے تھے اور جب تک بیٹھے رہتے وہاں سے نظر ہٹاتے نہیں تھے۔ کئی بار میرے ساتھ بھی یہی صورت پیش آ چکی تھی۔ میں بھی اس بےسبب، اٹل اور اندھی ٹکٹکی کا نشانہ بن چکا تھا۔ اس کی زد میں آ کر ایسی ناگوار بلکہ ناقابل برداشت کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ میں تو عام طور سے جب بھی موقع ملتا اپنی نشست وہاں سے بدل دیتا اور دوسری کرسی پر جا بیٹھتا۔ آج کی شام ایک چھوٹا سا گول‌مٹول، نہایت صاف ستھرا جرمن ان نگاہوں کی زد میں تھا۔ اس جرمن کے کالر خوب کلف لگے اور اکڑے ہوئے تھے اور چہرہ غیر معمولی طور پر سرخ تھا۔ یہ شخص دکان میں حال میں ہی وارد ہوا تھا۔ وہ خود ریگا شہر کا دکاندار تھا اور نام تھا اس کا آدم ایوانچ شولتس۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آدم ایوانچ اس دکان کے مالک ملر کا بہت بےتکلف دوست تھا۔ لیکن ابھی تک ان بڑے میاں سے یا دکان میں آنے‌والے دوسرے اکثر گاہکوں سے واقف نہ تھا۔ مزے سے شراب

---

* سافر، موریٹس گوٹلیب (۱۷۹۰ء تا ۱۸۵۸ء) — جرمن ادیب، مزاحیہ‌نگار۔ (ایڈیٹر)

کی چسکیاں لیتے ہوئے اور * «Dorfbarbier» پڑھتے ہوئے اس نے جو ایک دم نگاہ اٹھائی تو دیکھتا کیا ھے کہ بڑے میاں اس پر نگاھیں گاڑے ہوئے ھیں - اسے الجھن ہونے لگی - وہ بھی سارے ''جرمن شرفا،، کی طرح بہت زود رنج اور حساس تھا - یہ بات اسے عجیب اور توھین‌آمیز لگی کہ اسے یوں غیر مہذب طریقے سے گھورا جائے - اپنے غصے کو ضبط کرکے اس نے بدتہذیب مہمان کی طرف سے منہ پھیر لیا، منہ ھی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور اخبار کو چہرے کے سامنے سپر کر لیا - لیکن ایک دو منٹ بعد اسے بےچینی ہوئی اور شک‌وشبہ کے ساتھ وہ اخبار کے پیچھے سے پھر جھانکا - اب تک وھی مستقل گھورنے والی آنکھیں، وھی بےمعنی ٹکٹکی اس پر لگی تھی - آدم ایوانچ اب کے بھی کچھ نہ بولا - لیکن جب تیسری بار بھی اسے یہی منظر دکھائی دیا تو وہ ابل پڑا اور اس نے فرض سمجھا کہ خود اپنے وقار کا پاس کرے اور ایک ایسے معقول مجمع کی نظر میں ریگا جیسے عالی‌شان شہر کی توھین نہ ہونے دے - بظاھر اس وقت بزعم خود وھی ریگا شہر کے وقار کا محافظ تھا - برھمی کے انداز میں اس نے اخبار کو میز پر پٹک دیا اور زور سے اس ڈنڈی کو ٹھونکا جس میں اخبار لگا ہوا تھا - اپنی آن‌بان میں کھول کر، شراب کے نشے میں سرخ ہوکر اور غصے اور توھین میں تپ کر اس شخص نے اپنی چھوٹی چھوٹی سرخ اور سوجی آنکھوں کو اس دق کرنے والے بوڑھے پر جما دیا - ایسا لگتا تھا جیسے وہ دونوں، یعنی وہ جرمن اور اس کا مقابل بوڑھا ایک دوسرے کو شدید نگاہ کی مقناطیسی قوت سے زیر کرنے کی کوشش کر رھے ھیں اور دونوں منتظر ھیں کہ دیکھیں کون زیر ہوتا ھے اور آنکھیں جھپکا لیتا ھے - اخبار والے ڈنڈی کو جس جھٹکے سے پٹکا گیا تھا اس نے، اور آدم ایوانچ کی سنکی حرکتوں نے سارے گاھکوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی - سب نے اپنا اپنا کام دھندا ایک طرف رکھ دیا اور گمبھیر اور خاموش حیرت کے ساتھ ان دونوں حریفوں کو تکنے لگے - منظر نہایت مضحکہ‌خیز ہوتا جا رہا تھا - لیکن اس چھوٹے سے لال بھبھوکا جنٹلمین کی آنکھوں کی مقناطیسیت بالکل ضایع گئی - بڑے میاں ٹس سے مس ہوئے بغیر غصے سے ابلتے ہوئے اس شخص کو

---

* «Dorfbarbier» — اس زمانے کا ایک جرمن اخبار - (ایڈیٹر)

جوں کا توں گھورتے رہے اور ان کو ذرا بھی اس بات کا احساس نہ ہوا کہ وہ عام حیرت و استعجاب کا مرکز بنے ہوئے ہیں — وہ ایسے بےپروا گھورتے رہے جیسے ان کے خیالات زمین پر نہیں بلکہ چاند کی دنیا میں چکر کاٹ رہے ہوں۔ آخرکار آدم ایوانچ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اور وہ پھٹ پڑا:

''تم کون ہوتے ہو اس طرح مجھے گھورنےوالے؟'' وہ جرمن زبان میں نہایت تیز اور زناٹے کی آواز سے گرج کر بولا۔

لیکن حریف اس طرح چپ بیٹھا رہا جیسے اس نے اس سوال کو سمجھا تو کیا سنا تک نہیں۔ آدم ایوانچ نے طے کیا کہ روسی زبان میں مخاطب کرے۔

''سنئے ہم تم سے پوچھتا کہ تم ایسا ہم کو کائے کو ٹکٹکی باندھ کے گھورتا؟'' وہ دگنے غصے سے چلایا۔ ''ہم کو دربار میں سب جانتا۔ تم کو ایک دم کوئی نائی جانتا'' اس نے دوسرا جملہ کہا اور کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

بڑے میاں اس پر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جرمنوں میں اس پر فوں فاں ہونے لگی۔ خود مالک دکان ملر اس شور کی طرف متوجہ ہوا اور اس کمرے میں آگیا۔ جب اسے سارے قصے کا پتہ چلا تو وہ سمجھا کہ بڑے میاں بہرے ہیں۔ وہ ان کے کان کے پاس منہ لے گیا اور پوری قوت سے چلاکر بولا:

''شولتس صاب آپ سے بولتے ہیں کہ آپ انہیں اس طرح سے گور گورکر نہ دیکھو'' وہ پورا زور لگاکر چلایا اور اس عجیب بڈھے کا منہ دیکھنے لگا۔

بڑے میاں نے بےاختیار ملر کی طرف دیکھا اور اچانک ان کا وهی چہرہ جس پر اب تک کسی قسم کا کوئی تاثر پیدا نہ ہوا تھا، اس پر کسی وحشت‌ناک خیال، کسی بےچین ہلچل کے آثار نمودار ہوئے۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے، وہ ہانپتے کانپتے جھکے کہ ہیٹ اٹھا لیں، جلدی جلدی انہوں نے ہیٹ اور چھڑی سنبھالی اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے — ایک رحم‌طلب عاجزانہ مسکراہٹ کے ساتھ، جو اس بھک‌منگے کے چہرے پر پھیل جاتی ہے جسے غلط جگہ بیٹھ جانے کی وجہ سے اٹھا دیا گیا ہو، وہ کمرے سے نکلنے کو کھڑے ہوگئے۔ بےچارے بوڑھے کی اس بےزبان اور اطاعت شعار پھرتی میں کچھ ایسی دردبھری کیفیت تھی کہ اس پر

ضرور ترس آ جاتا، دیکھنے والا دل مسوس کر رہ جاتا - وہاں کے تمام
لوگوں کا رویہ، جن میں خود آدم ایوانچ بھی شامل تھا، فوراً بدل گیا -
یہ بات کھل گئی تھی کہ بڑے میاں کسی شخص کی توہین کرنا
تو درکنار، اس بات کا ہر وقت احساس رکھتے تھے کہ ان کو
کہیں سے بھی بھک‌منگے کی طرح نکال باہر کیا جا سکتا ہے -
ملر ایک نرم‌دل اور دیالو آدمی تھا -
''نہیں، نہیں،'' اس نے بڑے میاں کی ہمت‌افزائی کے لئے ان
کے شانوں پر تھپکی دیتے ہوئے کہا - ''بیٹھئے - دیکھئے نا — وہ
مسٹر شولتس تو صرف یہ کہہ رہے تھے کہ انہیں گھورو نہیں -
سرکار دربار میں نام آبرو والے آدمی ہوئے نا وہ -''
لیکن بےچارہ شاید اس کو بھی سمجھ نہ سکا - وہ پہلے سے بھی
زیادہ بوکھلا گیا اور اپنا رومال فرش سے اٹھانے جھکا، رومال کیا تھا
نیلے رنگ کا ایک چیتھڑا تھا جو اس کے ہیٹ سے نکل کر زمین پر
گر گیا تھا - اس نے اپنے کتے کو آواز دینی شروع کی جو ابھی
تک فرش پر بےحس و حرکت پڑا ہوا تھا - ایسا لگتا تھا کہ کتا
تھوتھنی پنجوں پر ڈالے گہری نیند سو رہا ہے -
''ازورکا، ازورکا!'' بوڑھے نے اپنی کانپتی ہوئی سن‌رسیدہ آواز
سے دھیرے دھیرے پکارا - ازورکا ذرا بھی نہ ہلا -
''ازورکا، ازورکا!'' بڑے میاں نے دکھی ہوکر چمکارا اور اپنی
چھڑی اس کو بھونکی لیکن کتا اس پر بھی نہیں ہلا -
چھڑی بوڑھے کے ہاتھ سے گر گئی - وہ گھٹنوں کے بل جھکا،
اکڑوں ہوا اور ازورکا کا سر اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا - بےچارہ
ازورکا! وہ مرا پڑا تھا - ازورکا چپ چاپ اپنے مالک کے قدموں میں
مر گیا، بڑھاپے سے مرا ہوگا یا شاید بھوک کے مارے دنیا سے
سدھار گیا ہوگا - بوڑھے نے اس مردہ کتے کو دم بھر ایسے
دیکھا جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو، جیسے اس کی سمجھ میں نہ
آ رہا ہو کہ ازورکا واقعی مر گیا - پھر وہ آہستہ سے پرانے خدمت
گزار اور دوست کے پاس دوزانو ہو گیا اور اپنے زرد گال کتے
کے مردہ تھوتھن سے ملا دئیے - دم بھر خاموشی چھائی رہی - ہم
سب متاثر ہو گئے - آخر بےچارہ بوڑھا اٹھا - اس کا چہرہ قطعی
پیلا پڑ گیا تھا اور وہ خود بےکلی سے کانپ رہا تھا -
''اسے بھوسا بھروا کر رکھا جا سکتا ہے،'' رحم‌دل ملر نے کہنا

شروع کیا، اسے فکر تھی کہ بوڑھے کو کسی طرح دلاسا د

''آپ چاہیں تو اسے اچھی طرح بھوسا بھرواکر محفوظ کیا جا
ہے۔ فیودر کارلووچ کری گر یہ کام بہت اچھا کرتے ہیں۔ بھوسا
بھرنے میں فیودر کارلووچ کری گر کو بڑی مہارت حاصل ہے،،
ملر نے بوڑھے کی چھڑی زمین سے اٹھاکر پکڑاتے ہوئے یہ بات پھر
دھرائی۔

''ہاں، ہاں، میں بہت اچھی طرح یہ خدمت انجام دے سکتا
ہوں،، خود جناب کری گر نے آگے بڑھتے ہوئے بہت خوش اخلاقی
سے کہا۔ وہ لمبے قد اور اکہرے بدن کا شریف جرمن تھا۔ اس
کے بال الجھے ہوئے اور سرخ تھے اور نوکیلی ناک پر عینک چڑھی
ہوئی تھی۔

''فیودر کارلووچ کری گر ہر قسم کی عمدہ بھرائی کے نہایت
ماہر کاری گر ہیں،، ملر نے اپنے خیال پر خوش ہوکر اس جملے
کا اضافہ کیا۔

''جی ہاں، میں ہر قسم کی اعلی درجے کی بھرائی کر سکتا ہوں،،
جناب کری گر نے ملر کے خیال کی تصدیق کر دی۔ ''اور میں
آپ کے کتے کا یہ کام تو مفت میں کر دوں گا،، کری گر نے بے غرض
خدمت کے ذریعے اپنی بڑائی جتانے کی کوشش کرتے ہوئے اتنا اور
کہہ دیا۔

''نہیں ایسا نہیں۔ ہم تم کو بھوسا بھرائی کے روپیہ دےدےگا!،،
آدم ایوانچ شولتس نے قریب قریب چیختے ہوئے کہا۔ وہ دگنا سرخ
ہو گیا۔ اب جوش میں آکر فیاضی کا مظاہرہ کرنے کی اس کی باری
تھی۔ اپنی سادہ‌دلی سے وہ سمجھ رہا تھا کہ اس سانحے کی ذمہ‌داری
اسی پر ہے۔

بوڑھا خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا جیسے کچھ بھی سمجھ
میں نہ آرہا ہو، اس کا سارا بدن پہلے کی طرح اب بھی تھرتھرا
رہا تھا۔

''صابور کرو! فسٹ کلاس برانڈی کا ایک جام پیتے جاؤ!،،
ملر نے زور سے کہا۔ اس نے دیکھا کہ پراسرار مہمان دکان سے
نکل جانے کی فکر میں ہے۔

برانڈی کا جام لایا گیا۔ بوڑھے نے غیرارادی طور پر جام
ہاتھوں میں لے لیا لیکن اس کے ہاتھ کانپ گئے اور اس سے پہلے

کہ وہ جام کو ہونٹوں تک لے جا سکے، آدھی شراب چھلک گئی۔ اس نے گھونٹ بھرے بغیر ہی جام کو تھالی میں رکھ دیا۔ پھر ایک عجیب طرح کی بےربط مسکراہٹ کے ساتھ بوڑھا وہاں سے تیز تیز مگر ڈگمگاتی چال سے باہر نکل گیا اور ازورکا کو وہیں دکان کے فرش پر پڑا چھوڑ گیا۔ ہر شخص سکتے میں تھا اور چہ‌میگوئیاں سنائی دے رہی تھیں۔

''افسوس! ہا، کیا دردناک بات ہوئی ہے!،، جرمن گول گول آنکھیں گھماتے ہوئے ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

لیکن میں بوڑھے کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ دکان سے چند قدم آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ پر ایک سایہ‌دار گلی تھی تنگ و تاریک اور بڑی بڑی حویلیوں سے گھری ہوئی۔ کسی شے نے میرے کان میں پھونکا کہ بڑے میاں اسی طرف مڑے ہوں گے۔ موڑ سے دوسری عمارت ابھی زیر تعمیر تھی۔ اور اس پر باڑ لگی ہوئی تھی۔ عمارت کے گرد جو باڑ تھی وہ قریب قریب راستے کے بیچ تک بڑھی ہوئی تھی اور باڑ کے چاروں طرف پیدل چلنے والوں کے لئے پٹری بنا دی گئی تھی۔ باڑ اور زیر تعمیر عمارت سے جو ایک گھپ اندھیر کونہ سا نکل آیا تھا اس میں بوڑھا مجھ کو نظر آیا۔ وہ لکڑی کی پٹری کے کنارے بیٹھا تھا اور سر دونوں ہاتھوں سے تھامے تھا۔ کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا رکھی تھیں۔ میں اس کے برابر جا بیٹھا۔

''سنئے میری بات،، میں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ ''اب آپ ازورکا کا غم نہ کیجئے۔ چلئے میں آپ کو گھر پہنچا دوں۔ صبر کیجئے۔ میں ابھی گاڑی بلائے لاتا ہوں۔ آپ کہاں رہتے ہیں؟،،

بڑے میاں نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کیا جائے۔ گلی میں راہ‌گیروں کا بھی پتہ نہ تھا۔ ایک دم بوڑھے نے میرا بازو تھامنے کی کوشش کی۔

''دم گھٹا جاتا ہے،، اس نے گھٹی گھٹی بھرائی آواز میں کہا جو بمشکل سنی جا سکتی تھی ''دم گھٹا جاتا ہے۔،،

''چلئے، آپ کو گھر لے چلوں!،، میں نے زور سے کہا۔ میں خود اٹھ کھڑا ہوا اور اسے زبردستی اٹھاتے ہوئے بولا ''آپ کو چائے پینی چاہئے، بستر پر آرام کرنا چاہئے... میں گاڑی لئے لیتا ہوں۔ ڈاکٹر بلا دوں گا... ایک ڈاکٹر سے میری جان پہچان ہے...،،

یاد نہیں کہ اور میں نے اس سے کیا کہا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر زمین پر ڈھے گیا۔ اور اسی گھٹی بھرائی آواز میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ میں اور نزدیک جھکا اور اس کے لفظوں پر کان لگا دئیے۔

''واسی‌لیفسکی جزیرے * میں...،، بوڑھے نے خرخراتی ہوئی آواز میں کہا ''چھٹی سڑک۔ چھه... ٹی س... سٹر... سڑک...،،

وہ بالکل چپ ہو گیا۔

''تو کیا آپ واسی‌لیفسکی جزیرے میں رہتے ہیں؟ تب تو آپ ادھر نہیں مڑے۔ بائیں طرف مڑنا چاہئے تھا، داهنی طرف نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو ادھر لے چلتا هوں...،،

بوڑھے نے کوئی حرکت نہ کی۔ میں نے اس کا هاتھ تھاما۔ لیکن وہ ایسے گرا جیسے مردے کا هاتھ هو۔ میں نے اس کے چہرے پر گہری نظر ڈالی، اسے چھوکر دیکھا — وہ دنیا سے سدھار چکا تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے یہ سب خواب میں دیکھ رہا هوں۔

اس حادثے نے مجھے بڑا پریشان کر دیا اور اسی اثنا میں میرا تپ و لرزہ بھی آپ سے آپ جاتا رہا۔ بڑے میاں کے مکان کا پتہ لگ چکا تھا۔ معلوم هوا کہ وہ واسی‌لیفسکی جزیرے میں نہیں بلکہ یہیں اسی علاقے میں چند قدم پر رهتے تھے — کوگن بلڈنگ کی پانچویں منزل پر ٹھیک چھت کے نیچے۔ بڈھے کا الگ ایک فلیٹ تھا جس میں چھوٹی سی ڈیوڑھی تھی اور بڑا کشادہ سا نیچی چھت کا کمرہ۔ کمرے میں تین پتلی پتلی کھڑکیوں کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ یہاں اس نےسخت مفلسی کی زندگی گزاری تھی۔ فرنیچر میں ایک میز تھی، دو کرسیاں اور ایک بےحد پرانا صوفہ تھا جو پتھر کی طرح سخت هو چکا تھا اور اس کے اندر کی بھرائی باهر کو هر طرف نکل آئی تھی۔ معلوم هوا کہ یہ چیزیں بھی بوڑھے کی نہیں بلکہ مالک مکان کی تھیں۔ چولھے کو دیکھنے سے پتہ چلا کہ ایک زمانہ سے اس میں آگ روشن نہیں کی گئی اور گھر بھر میں کہیں شمعوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اب میں سنجیدگی سے سوچتا هوں

---

* واسیلیفسکی جزیرہ — ان جزیروں میں ایک جزیرہ هے جن پر پیٹرسبرگ (لینن گراد) پھیلا هوا هے۔ یہ شہر کا گنجان آباد علاقہ هے۔ (ایڈیٹر)

تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بڑے میاں سلر کی دکان اس لئے جاتے ہوں گے
کہ اور کچھ نہیں تو ایک روشن کمرے میں بیٹھ کر تھوڑا بہت
تاپ لیں۔ میز پر مٹی کا ایک خالی ڈونگا پڑا ہوا تھا اور اس کے
پاس روٹی کا باسی ٹکڑا۔ بس۔ کہیں سے روپیہ نہیں نکلا۔ ایک
کوپک تک نہ ملا۔ کپڑے کا ایک بھی ٹکڑا ایسا نہ تھا جس میں
اس غریب کو لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ کسی شخص نے اپنی
قمیص نذر کر دی تاکہ وہ پہنا کر دفن کر دیا جائے۔ بات صاف
تھی کہ اس طرح سے بالکل یکہ و تنہا بوڑھے نے زندگی بسر نہ کی
ہوگی، اس کی دیکھ ریکھ کے لئے کوئی نہ کوئی تو وقتاً فوقتاً آتا ہی
رہا ہوگا۔ میز کی دراز میں مرحوم کا پاسپورٹ پڑا ملا جسے دیکھنے
سے معلوم ہوا کہ اگرچہ وہ روسی باشندہ تھا تاہم اس کی پیدائش
غیرملکی تھی۔ اس کا نام تھا جریمی اسمتھ اور وہ میکانیکل انجنیر
تھا۔ عمر ۷۸ سال پائی۔ میز پر دو کتابیں پڑی تھیں۔ ان میں
سے ایک خلاصہ جغرافیہ اور دوسری نئی بائبل (نیو ٹسٹامنٹ) کا
روسی ترجمہ، جس کے حاشیے پر جابجا پنسل کے نشان اور ناخنوں
کی خراش لگی تھی۔ یہ دونوں کتابیں میں نے اپنی تحویل میں لے
لیں۔ مالک مکان اور دوسرے ہمسایوں سے پوچھ گچھ کی۔ ان
میں سے کسی کو بھی اس کے بارے میں خاص کچھ معلوم نہ تھا۔
مکان میں بہت سے کرایہ دار رہتے تھے۔ قریب قریب سب کے
سب یا تو کاری گر لوگ تھے یا جرمن عورتیں تھیں جو لوگوں کو
کھانے، رہنے اور دیکھ بھال کی خدمات پیش کرتی تھیں۔ اس بلاک
کے نگراں سے، جو شریف خاندان کا تھا، پوچھا گیا تو وہ بھی اپنے
سابق کرایہ دار کے بارے میں بہت کچھ نہ بتا سکا سوائے اس کے کہ
اوپر کا فلیٹ ٦ روبل ماہوار کرائے پر اٹھایا گیا تھا اور مرحوم
اس میں صرف ۴ مہینے سے رہتا تھا لیکن اس نے پچھلے دو مہینے
سے ایک کوپک بھی ادا نہیں کیا تھا۔ اس لئے بوڑھے سے کہا
گیا تھا کہ وہ مکان خالی کر دے۔ سوال کیا گیا کہ کیا کوئی
شخص اس سے ملنے آتا تھا کبھی، مگر اس سوال کا کوئی تشفی
بخش جواب نہ مل سکا۔ یہ کافی بڑی عمارت تھی۔ ایسی کشتی نوح
میں آنے جانے والوں کا کیا پتہ لگ سکتا تھا۔ جو دربان اس عمارت
میں پانچ سال سے ملازم تھا وہ بھی کوئی دو ہفتے پہلے اپنے آبائی
گاؤں جا چکا تھا، وہی ایسا آدمی ہو سکتا تھا جو غالباً کچھ اتہ

پتہ دے سکتا۔ اب دربان کی جگہ اس کا بھتیجا کام کر رہا تھا۔ یہ نیا لڑکا تھا جو خود ابھی آدھے کرایہ‌داروں کو ذاتی طور پر نہیں جانتا تھا۔ مجھے یقینی طور پر معلوم نہیں کہ ان سب تفتیشوں کا بالاخر نتیجہ کیا نکلا لیکن سب قصے کے بعد بڑے میاں کو قبر میں اتار دیا گیا۔ انہی دنوں میں یہ بھی ہوا کہ جہاں مجھے اور الجھیڑوں میں دخل دینا پڑا وہیں میں واسی‌لیفسکی جزیرے کی چھٹی سڑک پر پہنچا۔ جب میں وہاں پہنچ گیا تو اپنے اوپر ہنسے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ اس سڑک پر سوائے مکانوں کی معمولی قطار کے اور کیا مل سکتا تھا۔ اچھا تو، تعجب اس پر ہوتا تھا کہ بڑے میاں نے واسی‌لیفسکی جزیرے کی اس چھٹی سڑک کا پتہ کیوں بتایا مرنے سے پہلے۔ کیا وہ سرسام کی حالت میں تھے؟

میں نے جریمی اسمتھ کے اس خستہ‌حال مکان پر نظر ڈالی۔ مجھے یہ جگہ پسند آئی۔ میں نے اسے اپنے لئے پسند کر لیا۔ اس مکان کی خاص بات یہ تھی کہ کمرہ بڑا تھا، اگرچہ اس کی چھت اس قدر نیچی تھی کہ پہلے تو ایسا لگا جیسے میرا سر اس سے ٹکرا جائے‌گا۔ لیکن جلد ھی اس سے مانوس ہو گیا۔ ۶ روبل مہینے کرائے پر بہرحال اس سے بہتر جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ جس خوبی پر میرا جی للچایا وہ تھی اس کی تنہائی۔ اب صرف اتنا کرنا تھا کہ جھاڑ پونچھ اور کام کاج کرنے والے کا انتظام کیا جائے۔ کسی ملازم کے بغیر میں قطعی نہیں رہ سکتا۔ اسی دوران گھر کے دربان نے وعدہ کر لیا کہ وہ دن میں ایک بار چکر لگا جایا کرے‌گا تاکہ ضرورت میں ھاتھ بٹا دے۔ اور پھر میں نے یہ بھی سوچا: کیا خبر، کوئی شخص بڑے میاں کی خیرخبر لینے آ ھی پہنچے۔ ایسے ھی بڑے میاں کی موت کو پانچ دن گزر گئے اور کوئی نہ آیا۔

دوسرا باب

اس زمانے میں، کوئی ایک سال ہوا میں کچھ رسالوں کے لئے کام کر رہا تھا، مضامین لکھتا تھا اور مجھے پکا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن کوئی اچھی سی، بڑی سی چیز لکھ لوں‌گا۔ ان دنوں میں

اپنے بڑے ناول کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن حاصل کیا ہوا کہ اب میں اسپتال میں پڑا ہوں اور بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جلدی ہی میرا خاتمہ ہونےوالا ہے۔ جب خاتمہ بالکل قریب ہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یادداشتیں کیوں لکھوں؟

مجھے اپنی زندگی کا پچھلا سال ہر وقت بےاختیار یاد آتا رہتا ہے جو اتنی مصیبت سے کٹا ہے۔ جو کچھ گزرا ہے سب کا سب لکھ ڈالنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے یہ مشغلہ نہ مل گیا ہوتا تو میں کوفت سے مر گیا ہوتا۔ ماضی کے یہ سب تاثرات مجھے کبھی کبھی اتنے کچوکے دیتے ہیں کہ ہوک اٹھنے لگتی ہے اور شاق گزرتا ہے۔ قلم‌بند ہوتے ہیں تو ان میں سکون آ جاتا ہے اور ایک توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر ان میں ہذیان کی شدت نہیں رہتی، خواب پریشان کا سا عالم نہیں رہ جاتا۔ میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ محض لکھ دینے کی بڑی اہمیت ہے۔ لکھنا مجھے تسلی دےگا، طپش ٹھنڈی کر دےگا، مجھ میں لکھنے کی پرانی عادت پھر سے پیدا کر دےگا، میری یادوں کو اور بیمار خوابوں کو کام اور مصروفیت میں تبدیل کر دےگا۔ ہاں، اچھی سوجھی مجھ کو۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ کسی کمپاؤنڈر کو وراثت میں کچھ نہ کچھ مل جائےگا۔ کم از کم اتنا تو ہوگا کہ جب سردیاں آئیں‌گی تو وہ میرے مسودوں کے کاغذات وہاں کھڑکیوں کے ڈبل چوکھٹوں پر چپکا دےگا *۔

مگر میں نے اپنی کہانی کو، پتہ نہیں کیوں، بیچ میں کہیں سے شروع کر دیا ہے۔ اگر ساری کہانی لکھنی ہو تو قاعدے میں اسے شروع سے لکھنا چاہئے۔ اچھا تو، پھر شروع سے ہی ابتدا کی جائے۔ اگرچہ میری خودنوشت سوانح بہت لمبی چوڑی نہ ہوگی۔

میرا جنم یہاں نہیں بلکہ بہت دوردراز کے ایک صوبے میں ہوا تھا۔ فرض کیا جانا چاہئے کہ میرے والدین بھلے لوگ تھے، لیکن بچپن‌میں مجھے یتیم اور لاوارث چھوڑ کر دنیا سے سدھار گئے اور میں نکولائی سرگیئچ اخمنیف کے گھر میں پلا بڑھا۔ یہ صاحب قریب کے علاقے کے معمولی سے زمیندار تھے جنہوں نے ترس کھا کر

---

* روس میں سردی کے موسم میں کھڑکیوں کی درازوں پر ہوا روکنے کے لئے کاغذ چپکا دئے جاتے ہیں۔ (مترجم)

مجھے اپنے سائے میں لے لیا۔ ان کے صرف ایک اولاد تھی — نتاشا نام کی لڑکی، مجھ سے تین سال چھوٹی۔ ہم دونوں بھائی بہن کی طرح پلتے رہے۔ ھائے، میرا بچپن! جب عمر کا ۲۰ واں سال ہو، اس وقت بچپن کی یاد کرنا، اس کے لئے تڑپنا اور وہ بھی جب ۲۰ سال کی عمر میں آدمی موت کے بستر پر تن تنہا پڑا ہو، بچپن ھی کی یاد کمال مسرت اور احسان‌مندی کے جذبے کے ساتھ کرنا — کیا واھیات بات ہے! اس زمانے میں آسمان پر سورج کس قدر روشن اور آجکل کے پیٹرسبرگ کے سورج سے کس قدر مختلف ھوا کرتا تھا اور ھمارے ننھے ننھے دل نشاط اور خوشی سے کیسے دھڑکا کرتے تھے۔ چاروں طرف سبزہ‌زار تھے، جنگل تھے، آجکل کی طرح بےجان پتھر کے مکان سر پر چڑھے نہیں آتے تھے۔ واسی‌لیفسکوئے تعلقے میں باغ اور پارک کیسے نفیس اور دل‌کش تھے۔ وھاں نکولائی سرگیئچ منتظم تھے۔ نتاشا اور میں، ھم دونوں باغ میں کودتے پھرتے تھے، اور باغ کے اس پار ایک بہت بڑا سرطوب جنگل تھا جہاں ایک بار ھم دونوں کھوگئے تھے... سنہرا لاجواب زمانہ! زندگی نے پہلے پہل اپنے رازوں اور رجھانے والی اداؤں سے ھم کو آشنا کیا تھا۔ اس سے آشنا ھونا کس قدر پرلطف تھا۔ ان دنوں ایسا معلوم ھوتا تھا کہ ھر جھاڑی کے پیچھے، ھر درخت کے پیچھے کوئی انجانی ھستی چھپی بیٹھی ہے۔ افسانوں کی دنیا حقیقت کی دنیا میں گھلی ملی تھی۔ اور شام کو جب وادیوں کی گہرائیوں میں کہرا اتر آتا تھا اور ھمارے زبردست کھڈ کی پتھریلی پسلیوں سے چمٹی ھوئی جھاڑیوں کے سڑے تڑے اور بھورے پودوں کو گود میں بھر لیتا تھا، تو میں اور نتاشا — ھم دونوں — ھاتھ میں ھاتھ لئے کھڈ کے کگارے سے نیچے گہرائیوں میں دبے دبے تعجب کے ساتھ جھانکنے لگتے۔ دل دھڑکتا تھا کہ وہ دیکھو، کسی لمحے بھی کوئی نکل پڑےگا یا کھڈ کی گہرائیوں میں چھائی ھوئی دھند میں سے لپک کر آ جائےگا، اور ھماری آیا نے جن پریوں کی کہانیاں سنائی تھیں وہ بالکل سچ ثابت ھوں‌گی۔ اس کے بعد بہت زمانے کی بات ہے کہ میں نے نتاشا کو یاد دلایا کہ ”بچوں کی کہانیاں“ نام کی ایک کتاب ھمیں ملی ہے تو ھم دونوں فوراً کیسے باغ کے تالاب کی طرف دوڑے دوڑے گئے اور وھاں میپل کے پرانے گھنے درخت کے نیچے اپنی خاص ھری بنچ پر جا بیٹھے اور بیٹھتے ھی

ہم نے ''الفانسو اور دلیندا،، پریوں کی کہانی پڑھنی شروع کر دی۔ آج بھی میرا یہ حال ہے کہ وہ کہانی یاد آئے تو اس کے ساتھ دل میں ایک عجب سنسنی سی دوڑ جاتی ہے، اور ابھی ایک سال کی بات ہے کہ جب میں نتاشا کو اس کہانی کی پہلی سطر سنانے بیٹھا کہ ''الفانسو، اس کہانی کا ھیرو پرتگال کا باشندہ تھا۔ اس کے باپ کا نام تھا دون رامیرو ،،۔۔ وغیرہ تو میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ دیکھنے میں میری یہ حرکت نہایت احمقانہ معلوم ہوئی ہوگی اور اسی لئے شاید نتاشا اس وقت کی میری جذباتی شدت پر عجب طرح سے مسکرا دی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ اس نے اپنی ہنسی ضبط کر لی اور خود بھی میری خاطر پرانے دنوں کو یاد کرنے لگی۔ بات سے بات نکلتی چلی آئی اور خود اس پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ عجب خوشگوار شام تھی۔ ایک ایک چیز کا ہم نے ذکر کیا، دھرایا۔ پھر یاد تازہ ہوئی کہ جب میں صوبہ کے شہر ، بوڑدنگ اسکول کو بھیجا گیا تھا، تو نتاشا کس بری طرح تڑپی تھی۔ اور آخری بار جب میں واسی‌لیفسکوئے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا ہوں تو کیا گزری تھی۔ اس وقت تک میں بوڑدنگ اسکول سے فارغ ہو چکا تھا اور یونی‌ورسٹی میں داخلہ لینے کے لئے مجھے پیٹرسبرگ بھیجا جا رہا تھا۔ اس وقت میری عمر تھی سترہ اور اس کا پندرھواں برس ہوگا۔ نتاشا کا بیان ہے کہ میں اس زمانے میں اس قدر بھدا اور لمبو تھا کہ جو دیکھتا وھی ہنس‌پڑتا۔ جب ہم ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے تھے تو میں اسے ایک طرف کو لے گیا جیسے کوئی بہت ھی اھم بات کہنی ہے، لیکن زبان تالو کو چپک گئی اور منہ سے کچھ نہ نکلا۔ اسے اب تک یاد ہے کہ میں اس وقت سخت جذباتی ھلچل میں مبتلا تھا۔ ظاھر ہے ھماری گفتگو آگے نہ بڑھ سکی۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آگے کیا کہنا ہے اور وہ شاید میری بات سمجھی نہ ہوتی۔ میں پھوٹ کر رو پڑا اور بغیر کچھ کہے سنے چل دیا۔ بس۔ اس کے بعد میری اور نتاشا کی ملاقات برسوں بعد ہوئی پیٹرسبرگ شہر میں۔ اس کو اب دو سال ہوئے ھیں۔ بوڑھے نکولائی سرگیئچ پیٹرسبرگ میں اپنے مقدمے کے سلسلے میں آئے تھے اور میں نے انھی دنوں ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا۔

تیسرا باب

نکولائی سرگیئچ اخمنیف کا اعلی خاندان سے تعلق تھا لیکن بہت عرصے سے یہ لوگ غریب ہو چکے تھے۔ تاهم باپ کے انتقال پر نکولائی سرگیئچ کو اچھی خاصی جاگیر ورثے میں ملی جس پر کوئی ڈیڑھ سو کمیرے کام کرتے تھے۔ بیس برس کی عمر میں وہ خاص شاهی رسالے میں شامل ہو گئے۔ سب کام ٹھیک چلتا رہا۔ مگر فوج میں چھه برس کام کرنے کے بعد اتفاق کی بات کہ ایک رات تاش کی بازی میں انہوں نے اپنی ساری جاگیر گنوا دی۔ رات بھر فکر سے نیند نہ آئی۔ دوسری شام وہ پھر تاش کی میز پر پہنچے اور اب کے انہوں نے گھوڑا بھی داؤ پر لگا دیا۔ لے دے کے ایک گھوڑا هی بچا تھا۔ پتہ جیت گیا، پھر دوسرا، پھر تیسرا، یہاں تک کہ جوے میں انہوں نے اپنا ایک گاؤں واپس جیت لیا۔ یہ چھوٹی سی بستی تھی اخمنیفکا نام کی، جس کی پچھلی مردم شماری میں صرف ۵۰ نفر کی آبادی تھی۔ بس اس کے بعد اخمنیف نے بازی سے هاتھ روک لیا، اپنے کاغذات لپیٹے اور دوسرے دن نوکری سے استعفا دے دیا۔ ان کی رعایا میں سے سو کمیرے همیشہ کے لئے هاتھ سے نکل چکے تھے۔ دو مہینے بعد انہیں لفٹنٹ کے عہدے سے سبکدوشی کی سرکاری اجازت مل گئی اور وہ اپنے گاؤں چلے آئے۔ بازی هارنے کا یہ واقعہ انہوں نے کبھی کسی کو عمر بھر نہیں سنایا۔ اور اگر کوئی کبھی اس کے بارے میں یاد دلا دیتا تو وہ اپنی شرافت اور خوش مزاجی کے باوجود اس سے لڑ هی تو بیٹھتے۔ دیہات میں پہنچ کر وہ اپنی جاگیر کے انتظام میں پوری طرح مصروف ہوگئے اور جب ان کی عمر ۳۰ برس کی تھی تو انہوں نے ایک شریف خاندان کی غریب لڑکی آننا اندریئونا شوسیلووا سے شادی کر لی۔ شادی پر بیوی کو کوئی جہیز نہ ملا تھا۔ لیکن انہیں ایک فرانسیسی تارک وطن سون رویش کے خاص بورڈنگ اسکول میں تعلیم ملی تھی۔ یہ ایک ایسا وصف تھا جس پر آننا اندریئونا ساری زندگی فخر کرتی رهیں۔ حالانکہ دنیا میں کوئی شخص بھی اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ بھلا وہ تعلیم تھی کس مضمون کی۔ نکولائی سرگیئچ بہت اچھے منتظم ثابت ہوئے۔ آس پاس کے زمینداروں

نے اپنی جاگیروں کا انتظام کرنا ان سے سیکھا۔ کچھ سال اس طرح گزر گئے کہ اچانک ایک بڑا تعلقہ دار پرنس پیوتر الیکساندرووچ والکوفسکی پیٹرسبرگ شہر سے پاس کے تعلقے واسیلیفسکوئے میں آیا۔ یہ تعلقہ ۹ سو کمیروں کا تھا۔ سارے گرد و نواح میں اس کی آمد کی دھوم مچ گئی۔ یہ پرنس ابھی جوان تھا اگرچہ ابتدائی نوجوانی کے دن کبھی کے گزر چکے تھے۔ بڑے عہدے پر رہ چکا تھا۔ اس کا رسوخ بہت تھا۔ نقد رقم بھی کافی ملی تھی۔ صورت شکل کا بھی اچھا تھا۔ اور آخری بات یہ کہ پہلی بیوی مر چکی تھی۔ یہ تھی وہ بات جس کی وجہ سے آس پاس کے علاقے کی کنواریوں اور عورتوں کو اس سے گہری دلچسپی ہو گئی تھی۔ لوگوں میں بڑا چرچا تھا کہ گورنر نے، جو اس کا کوئی دور کا رشتہ‌دار ہوتا تھا، شہر میں پرنس کی آمد پر دھوم دھام کا استقبال کیا، اور جب وہ داخل ہوا تو اس کی آن‌بان دیکھ‌کر گورنر کے حلقے کی معزز خواتین اس پر فدا ہو گئیں وغیرہ وغیرہ۔ مختصر یہ کہ وہ پیٹرسبرگ شہر کی اشرافیہ کے ان نمائندوں میں سے تھا جو اول تو دیہاتی حلقوں میں اپنی صورت دکھاتے ہی نہیں، اور ایک بار آ جائیں تو غیرمعمولی سنسنی سی پھیلا دیتے ہیں۔ پرنس کی خوش‌خلقی، البتہ ان لوگوں تک نہیں پہنچ سکی جن کی اسے کوئی ضرورت نہ تھی یا جن کو وہ اپنے سے ذرا بھی کم تر سمجھتا تھا۔ اپنے پاس پڑوس والوں میں بھی عام طور پر اس نے میل جول بڑھانے کی کوشش نہ کی جس کی وجہ سے فوراً اس کے بےشمار دشمن پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ہر آدمی کے کان کھڑے ہوگئے کہ پرنس کو نکولائی سرگیئچ سے ملاقات کرنے کا خیال یکایک کیسے آگیا۔ یہ درست ہے کہ نکولائی سرگیئچ اس کے سب سے پڑوس کے زمیندار تھے۔ اخمنیف کے گھرانے پر پرنس کی شخصیت کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ میاں بیوی دونوں کو اس نے لبھا لیا۔ آننا اندریئونا تو خاص طور سے اس پر فدا ہو گئیں۔ تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ ان کا میل جول بےتکلفی کی حد کو پہنچ گیا۔ پرنس خود روزانہ ان کے گھر آتا اور ان کو بھی اپنی حویلی پر دعوت دیتا۔ وہ ان سے قصے کہانیاں، لطیفے، چھیڑ چھاڑ کی باتیں کیا کرتا، ان کا بدبخت پیانو بجایا کرتا اور گایا کرتا۔ اخمنیف میاں بیوی کی سمجھ میں یہ پہیلی نہ آتی تھی کہ پرنس جیسے شریف اور

باغ و بہار آدمی کے بارے میں لوگ بھلا یہ کیوں کہتے ہیں کہ وہ مغرور ہے، خودپسند ہے، سیدھے منہ بات نہیں کرتا، پاس پڑوس کے سب لوگ متفقہ طور پر اسے ایسا کیوں ٹھیراتے ہیں۔ یہ بات تو صاف تھی کہ پرنس کو نکولائی سرگیئچ اس قدر سادگی، صاف گوئی، کھرےپن، بےغرضی اور خوش‌دلی کی بنا پر بہت پسند تھے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ معاملہ سلجھ گیا۔ پرنس والکوفسکی اپنی جاگیر میں یہ ٹھان کر آیا تھا کہ اپنے تعلقے کے منیجر سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ اس کے تعلقے کا منیجر ایک آوارہ‌مزاج جرمن، زراعت کا ماہر تھا۔ اس میں خودپسندی بہت تھی۔ اس کے کھچڑی بالوں سے بزرگی ٹپکتی تھی، آنکھوں پر چشمہ لگا رہتا تھا اور ناک نوکیلی تھی۔ ان اوصاف کے باوجود اس نے پرنس کے تعلقے میں بےشرمی کے ساتھ لوٹ مچا رکھی تھی، اور بدترین بات یہ تھی کہ اس نے کئی کسانوں کی پٹائی کر کے مار ڈالا تھا۔ آخر اس جرمن ایوان کارلووچ کی حرکتیں پکڑی گئیں اور اس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اسے بہت غصہ آیا۔ بگڑا، جرمن دیانت‌داری کی بہت دہائیاں دیں مگر ایک نہ چلی اور اسے کسی قدر ذلت کے ساتھ نکال دیا گیا۔ پرنس کو اب منیجر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کی نظر انتخاب نکولائی سرگیئچ پر پڑی جو بذات خود عمدہ قسم کے منتظم تھے۔ اور ان کی دیانت‌داری میں کسی کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکتا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ پرنس اس فکر میں تھا کہ نکولائی سرگیئچ خود اپنی خدمات اس غرض کے لئے پیش کر دیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بالآخر پرنس نے ایک روز نہایت دوستانہ نیازمندی کے ساتھ ان کے آگے یہ تجویز پیش کر دی۔ نکولائی سرگیئچ نے اول اول تو انکار ہی کیا۔ لیکن تنخواہ اتنی بڑی پیش کی گئی تھی کہ آننا اندریئونا کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور پھر پرنس نے جو ان کے ساتھ اور دگنی شرافت اور خوش‌خلقی جتائی اس سے نکولائی سرگیئچ میں تاب انکار نہ رہی۔ پرنس کے دل کی مراد بر آئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس شخص میں آدمی کی اچھی پرکھ تھی۔ اخمنیف گھرانے سے مختصر ملاقات میں ہی اس نے ٹھونک بجا کر دیکھ لیا کہ کس مزاج کے آدمی سے واسطہ ہے اور یہ طے کر لیا کہ نکولائی سرگیئچ کو صرف شرافت، گرم‌جوشی اور خوش‌خلقی کے بیوہار سے ہی شیشے

میں اتارا جا سکتا ہے۔ اس آدمی کا دل جیتنا چاہئے۔ محض روپیہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ پرنس کو ضرورت تھی ایسے منیجر کی جس پر ہمیشہ آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جا سکے اور پھر واسی‌لیفسکوئے آنا نہ پڑے۔ بس اسے اتنا ہی چاہئے تھا۔ نکولائی سرگیئچ کو اس شخص نے ایسا لبھا لیا تھا کہ وہ واقعی بھولپن میں پرنس کی گہری دوستی کا اعتبار کرنے لگے تھے۔ نکولائی سرگیئچ ان شریف‌الطبع اور پرخلوص محبت کرنےوالوں میں تھے جو ہم روسیوں میں بہت دل‌کش شخصیت رکھتے ہیں خواہ لوگ ان کے خلاف جو بھی کہیں۔ اور ان لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ایک بار کسی سے محبت کرنے پر آجائیں (خدا جانے چند موقعوں پر ہی ایسا کیوں ہوتا ہے) تو اپنا تن من سب اس پر نثار کر دیتے ہیں اور اپنی اس جاں‌نثاری کو مضحکہ‌خیز حد تک پہنچا دیتے ہیں۔

سال گزرتے گئے۔ پرنس کی جاگیر خوب پھلی پھولی۔ تعلقہ‌دار اور اس کے منیجر کے باہمی تعلقات میں دونوں طرف ذرا بھی آنچ نہ آئی اور وہ حسب‌دستور برقرار رہے۔ لیکن ہاں بڑھے بھی نہیں۔ دونوں کے درمیان کاروباری خط و کتابت ہوتی رہی۔ اگرچہ پرنس نے اپنے منیجر کے کام میں کوئی دخل نہ دیا لیکن کبھی کبھی وہ مشورے بھیجا کرتا تھا جن کی عملی اور کاروباری صلاحیت پر نکولائی سرگیئچ کو حیرت ہوتی تھی۔ یہ بات صاف تھی کہ نہ صرف وہ روپے کے بےجا مصرف کو ناپسند کرتا تھا بلکہ روپیہ بنانا جانتا تھا۔ بہرحال پرنس کی واسی‌لیفسکوئے میں آمد کو پانچ برس گزرے ہوں گے کہ اس نے نکولائی سرگیئچ کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ اسی صوبے میں چار سو کمیروں کی ایک اور شاندار جاگیر خرید لیں۔ نکولائی سرگیئچ اس سے بہت خوش ہوئے۔ پرنس کی کامیابیوں کی خبریں، ترقی اور عہدے کی برتری کی اطلاعیں نکولائی سرگیئچ کے لئے اس قدر پیاری تھیں جیسے پرنس کوئی ان کا سگا بھائی ہو۔ ایک دن ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جب پرنس نے ایک موقع پر ان کی ذات پر انتہائی اعتماد کا اظہار کیا۔ اب سنئے کہ وہ موقع کیا تھا... لیکن نامناسب نہ ہوگا اگر میں اس کے بیان سے پہلے پرنس والکوفسکی کی زندگی کے بارے میں چند تفصیلات بتاتا چلوں کیونکہ یہ ذات شریف میری اس کہانی کی ایک نمایاں شخصیت ہیں۔

چوتھا باب

یہ تو میں پہلے ھی بتا چکا ھوں کہ پرنس کی بیوی سر چکی تھی۔ اس نے ابتدائی نوجوانی میں ھی شادی کر لی تھی اور شادی روپے کی خاطر کی تھی۔ اس کے والدین ماسکو میں اپنی ساری دولت گنوا چکے تھے اور ان سے پرنس کو ورثے میں شاید ھی کچھ ملا ھو۔ واسی‌لیفسکوئے کی جاگیر بار بار رھن رکھی گئی اور پھر اس پر قرض بھی حیثیت سے زیادہ چڑھ گیا تھا۔ ۲۲ برس کی عمر میں پرنس کا حال یہ تھا کہ مجبوراً اسے ماسکو میں سرکاری ملازمت کرنی پڑی اور گرہ میں دام بالکل نہ تھے۔ وہ اپنی زندگی ایسے شروع کر رھا تھا جیسے بڑے گھرانے کے قلاش وارث کیا کرتے ھیں۔ شادی نے پرنس کو بچا لیا۔ ایک تاجر کی ڈھلتی عمر کی بیٹی سے اس نے شادی کر لی۔ اگرچہ تاجر نے دان جہیز کے معاملے میں اسے دھوکا دیا تاھم اتنا ضرور ھاتھ آیا کہ پرنس نے بیوی کے روپے سے اپنی رھن رکھی ھوئی جائداد چھڑا لی اور اپنے پیروں پر کھڑا ھونے کے قابل ھو گیا۔ تاجر کی بیٹی قریب قریب ان‌پڑھ تھی، شاید ھی دو چار لفظ جوڑ سکتی ھو، شکل صورت کی بھی بری تھی۔ مگر اس میں ایک خوشگوار خصوصیت تھی — یہ کہ وہ نیک دل اور بےزبان عورت تھی۔ اس خصوصیت سے جو زیادہ سے زیادہ فائدہ ھو سکتا تھا، وہ پرنس نے اٹھایا۔ شادی کے پہلے سال کے بعد اس نے بیوی کو اس کے باپ کے پاس ماسکو میں چھوڑ دیا، اور خود ''...'' صوبے میں اپنی ملازمت پر چلا گیا۔ اس عرصے میں اس سے ایک بچہ بھی ھو چکا تھا۔ اس نے پیٹرسبرگ میں اپنے ایک بااثر رشتہ دار کے ذریعے نہایت اھم عہدہ حاصل کر لیا تھا۔ اس کی روح بےقرار تھی کہ جیسے تیسے اونچے عہدوں پر پہنچے، آگے بڑھے، اپنا مستقبل بنائے، اور یہ اندازہ کر کے کہ موجودہ بیوی کے ساتھ نہ تو وہ ماسکو میں رہ سکتا ھے، نہ پیٹرسبرگ میں، اس نے فیصلہ کیا کہ جب تک حالات پلٹا نہ کھائیں وہ دور دور کے اضلاع میں قیام رکھےگا۔ کہا جاتا ھے کہ شادی کے پہلے سال میں ھی اس نے بیوی کے ساتھ جو بےرحمی کا برتاؤ کیا وہ اسے قبر میں اتار دینے کو کافی تھا۔ نکولائی سرگیئچ اس افواہ

پر بہت گرم ہوتے تھے اور پرنس کی طرف سے صفائی دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ پرنس جیسا شخص بدسلوکی تو کبھی کر ہی نہیں سکتا۔ بہرحال کوئی سات برس بعد پرنس کی بیوی دنیا سے چل بسی اور سوگی خاوند فوراً پیٹرسبرگ آ پہنچا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ اس شخص نے پیٹرسبرگ میں ذرا سنسنی سی پھیلادی۔ دولت پاس تھی۔ صورت شکل اچھی تھی، جوانی بھی تھی، بہت سی جگمگاتی ہوئی خوبیاں تھیں۔ باتوں میں چٹخارہ تھا، ذوق ستھرا تھا، اور پھر ہمیشہ ہشاش بشاش رہتا تھا، یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ان کے ہوتے وہ پیٹرسبرگ میں کوئی قسمت‌آزما نہیں بلکہ ایسا شخص سمجھا گیا جو صاحب حیثیت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس میں واقعی کوئی ایسی چیز تھی جو دل لبھا لیتی تھی، لوگوں پر چھا جاتی تھی اور طاقتور تھی۔ عورتوں کے لئے یہ شخص بڑی جاذبیت رکھتا تھا۔ کسی حسینہ سے جو سوسائٹی میں کافی مقبول تھی اس کا معاملہ پھنس گیا اور اس کے متعلق طرح طرح کے چرچے ہونے لگے۔ حالانکہ احتیاط اور دوراندیشی کا مادہ اس کی فطرت میں تھا اور کنجوسی کی حد کو پہنچتا تھا، پھر بھی اس نے خوب روپیہ بہایا۔ خاص خاص لوگوں سے جوے میں بڑی رقمیں ہارا اور ماتھے پہ بل ڈالے بغیر کافی روپیہ دیتا رہا۔ لیکن وہ پیٹرسبرگ اس لئے نہیں آیا تھا کہ یہاں سیر تفریح کرے گا۔ وہ اس پر تلا ہوا تھا کہ اپنا کیریئر یا مستقبل بنائے گا اور بالآخر اپنی پوزیشن مضبوط کر لے گا۔ یہ مقصد اسے حاصل ہو گیا۔ اس کے ایک معزز رشتہ‌دار کاؤنٹ نائنسکی جو شاید اس حال میں اس پر توجہ بھی نہ کرتے اگر وہ کسی ملازمت کے امیدوار کی حیثیت سے ان کی خدمت میں گیا ہوتا، وہ سماج میں اس کی نمایاں حیثیت سے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اس پر خاص چشم عنایت رکھنے کے روادار بھی ہوئے اور خصوصیت سے پیش آنے لگے، یہاں تک کہ پرنس کے سات‌سالہ بچے کو بھی انہوں نے اپنے ہاں پرورش کے لئے رکھ لیا۔ یہ جو میں نے واسی‌لیفسکوئے میں پرنس کا آنا اور اخمنیف گھرانے سے اس کا گھل مل جانا بیان کیا ہے، یہ اسی زمانے کا قصہ ہے۔ بالآخر کاؤنٹ صاحب کے اثر و رسوخ سے اسے ایک نہایت اہم سفارت‌خانے میں عہدہ مل گیا اور وہ ملک سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد سے پرنس کے متعلق بری بری خبریں آنے لگیں۔ مثلاً یہ خبر پھیلی کہ بدیس میں اسے

کوئی بڑا ناگوار واقعہ پیش آیا لیکن حقیقت کا پتہ کسی کو نہ تھا۔ لوگوں کو صرف اتنا معلوم تھا جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس نے اپنی جاگیر میں چار سو کمیروں کا علاقہ اور شامل کر لیا ہے۔ کئی سال بعد کہیں وہ بدیس سے لوٹا۔ اس وقت وہ بہت اعلی عہدے پر مامور تھا اور آتے ہی اسے پیٹرسبرگ میں ایک نہایت اونچی جگہ مل گئی۔ اخمنیفکا تعلقے میں یہ خبر گرم تھی کہ پرنس عنقریب دوسری شادی کرنےوالا ہے اور دوسری شادی ایسی ہوگی جو اسے ایک دولت‌مند، معزز اور زبردست خاندان سے نتھی کر دےگی۔ ''خاص درباریوں میں جگہ بنا لی، سمجھو،، نکولائی سرگیئچ نے خوشی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ میں اس زمانے میں پیٹرسبرگ میں ہی تھا اور یونی‌ورسٹی میں پڑھتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ نکولائی سرگیئچ نے مجھے ایک خط لکھا تھا کہ جو افواہ پرنس کے بارے میں پھیلی ہے اس کی تصدیق کرکے لکھوں۔ انہوں نے میرے بارے میں پرنس کو بھی لکھا کہ وہ مجھ پر خاص عنایت کی نظر رکھیں لیکن اس نے اس خط کا کبھی کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے تو صرف اتنا معلوم تھا کہ پرنس کے صاحب‌زادے، جنہوں نے پہلے کاؤنٹ صاحب کے گھرانے میں پرورش پائی تھی اور بعد میں کالج میں، وہ اب انیس برس کی عمر میں تعلیم پوری کر چکے ہیں۔ میں نے اخمنیف گھرانے کو اس کی اطلاع دی اور لکھا کہ پرنس کو بیٹے سے بڑی ہی محبت ہے، ان کے لاڈ پیار نے لڑکے کو بگاڑ دیا ہے اور ابھی سے پرنس اس کے مستقبل کی زندگی کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ یہ سب خبریں مجھے ساتھ کے طالب‌علموں سے ملی تھیں جو پرنس کے فرزند ارجمند کو اچھی طرح جانتے تھے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن نکولائی سرگیئچ کو پرنس والکوفسکی کا ایک خط ملا جس نے انہیں مخمصے میں ڈال دیا۔

پرنس، جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، اب تک صرف خشک قسم کے کاروباری خط لکھا کرتا تھا، اب اس نے نیکولائی سرگیئچ کو خاندانی معاملات کے بارے میں تفصیلی خط لکھ ڈالا۔ خط بھی ایسا، جو بہت بےتکلف اور دوستانہ تھا۔ خط میں اس نے اپنے بیٹے کی شکایت کی اور لکھا کہ صاحب‌زادے بگڑتے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر انہیں دلی رنج ہوتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ ابھی چھوکرا ہے، اس کی بےراہ‌روی کو وزن تو نہ دینا چاہئے (یعنی اپنے بیٹے

کی طرف‌داری بھی مقصود تھی)، لیکن اس نے سوچ لیا ہے کہ بیٹے کو سزا ضرور دے گا اور ایسا سبق دے گا کہ وہ یاد رکھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ عرصے کے لئے شہر سے نکال کر گاؤں میں اخمنیف گھرانے کے چارج میں بھیج دیں۔ پرنس نے خط میں لکھا تھا کہ اسے ''مہربان، نیک‌دل، شریف نکولائی سرگیئچ پر اور خاص طور سے آننا اندریئونا کی ذات پر بہت بھروسہ ہے،، اور ان دونوں میاں بیوی سے التجا کی تھی کہ لڑکا وہاں آئے تو اس منچلے کو وہ اپنے خاندان میں جگہ دیں، اس کے دماغ سے شہر کے چونچلے نکال دیں اور عقل سکھائیں۔ ہو سکے تو اس سے پیار کریں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں جو من سوجی‌پن پیدا ہو گیا ہے، اسے دور کرکے ''وہ سخت اور محتاط قاعدے ضابطے اس میں پیدا کریں جو انسانی زندگی کے لئے نہایت لازم ہیں،،۔ بڑے میاں نکولائی سرگیئچ نے اس فرض کو بڑی سرگرمی سے اپنے کاندھوں پر لے لیا۔ پرنس کے صاحب‌زادے آ پہنچے۔ اخمنیف خاندان نے ان کی بڑی آؤبھگت کی۔ نکولائی سرگیئچ کو تھوڑے دنوں میں اس لڑکے سے اتنا پیار ہو گیا جیسے خود اپنی اولاد نتاشا سے تھا۔ ایک عرصے بعد بھی جب نکولائی سرگیئچ اور پرنس میں قطع‌تعلق ہو گیا، تب بھی وہ اس لڑکے کو جس کا اصلی نام پرنس الکسئی پترووچ تھا، پیار سے الیوشا ہی کہتے تھے۔ واقعی وہ بڑا دل‌کش نوجوان تھا — خوش‌وضع، نازک‌اندام اور عورتوں کی طرح بات بات پر روٹھنے والا۔ مگر اسی کے ساتھ ہشاش بشاش اور بھولا بھالا۔ اس نے ایسی طبیعت پائی تھی جو ہر وقت نہایت شریفانہ جذبات قبول کرنے پر تیار ہو سکتی تھی۔ محبت کرنے والا دل، پاکیزہ اور شکرگزار۔ سارے گھر میں اس کی پوجا ہونے لگی۔ حالانکہ اس کی عمر ۱۹ کو پہنچ چکی تھی پھر بھی وہ بالکل بچہ تھا۔ یہ تصور کرنا بھی مشکل تھا کہ آخر وہ کون‌سا جرم ہوگا، باپ جس کی سزا دینا چاہتا تھا۔ حالانکہ کہا جاتا تھا کہ وہ بیٹے سے بہت محبت کرتا ہے۔ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ برخوردار کی زندگی پیٹرسبرگ میں بڑی ناکارہ اور بےلگام تھی۔ اس نے نوکری کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس سے باپ کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ نکولائی سرگیئچ نے بھی الیوشا سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا کیونکہ انہیں اندازہ تھا کہ خود پرنس اپنے خط میں اس سوال سے کترا گئے ہیں۔

سننے میں آتا تھا کہ پرنس کے صاحب‌زادے نے کوئی ناقابل معافی شرارت کی تھی، کسی عورت سے قصہ چلا تھا، پھر کہیں پستول تان لی تھی، تاش کی بازی میں بہت بڑی رقم ہار گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس نے دوسروں کا روپیہ اڑا دیا۔ یہ بھی افواہ سننے میں آئی کہ پرنس نے کسی قصور کی بنا پر بیٹے کو اپنے سے جدا نہیں کیا تھا بلکہ اس میں پرنس کی اپنی غرض پوشیدہ تھی۔ نکولائی سرگیئچ نے ملامت کے ساتھ ان ساری افواہوں کو رد کر دیا۔ خاص طور پر اس کی وجہ یہ تھی کہ بیٹے کو اپنے باپ سے بڑا پیار تھا، بچپن اور لڑکپن میں جس باپ کے ساتھ رهنا نصیب نہ هوا اس کا وہ اس قدر دلدادہ تھا۔ الیوشا اپنے باپ کا ذکر بڑی محبت سے، بڑی تعریفوں کے ساتھ کرتا تھا، اور صاف معلوم هوتا تھا کہ باپ کی شخصیت اس پر چھائی هوئی ہے۔ کبھی کبھی الیوشا گپ شپ کرتا تھا اور ایک پرنسس کا ذکر بھی سناتا تھا کہ باپ بیٹے دونوں اس سے عشق لڑاتے تھے۔ خود اسی نے بتایا کہ آخرکار بیٹے کے هاتھوں باپ کو مات اٹھانی پڑی اور باپ کو اس حرکت پر سخت طیش آیا۔ وہ همیشہ یہ قصہ مزے لے لےکر سنایا کرتا تھا، بچوں کی سی سادگی کے ساتھ اور خوب کھل کھل کر قہقہے لگایا کرتا تھا۔ لیکن نکولائی سرگیئچ فوراً اسے منع کر دیتے تھے۔ الیوشا کی زبانی اس خبر کی بھی تصدیق هو گئی کہ پرنس شادی کرنےوالا ہے۔

الیوشا کو جلاوطنی میں قریب قریب ایک سال گزرچکا تھا۔ اس مدت میں وہ باپ کو ادب کے ساتھ شرافت اور سمجھداری کے خط لکھتا رہا تھا۔ اسے خوب واسی‌لیفسکوئے سے اتنا لگاؤ هو چکا تھا کہ جب باپ موسم گرما میں (نکولائی سرگیئچ کو پہلے سے باقاعدہ اطلاع دےکر) یہاں آیا تو جلاوطن بیٹا خود اپنے باپ سے عرض کرنے لگا کہ اسے واسی‌لیفسکوئے میں هی زیادہ سے زیادہ عرصے تک رهنے دیا جائے کیونکہ دیہات کی زندگی هی اس کی اصلی تفریح ہے۔ الیوشا کے من میں جو کچھ سماتا تھا، اس کے جو کچھ فیصلے هوا کرتے تھے، وہ سب کے سب اعتدال سے بڑھی هوئی اعصابی کیفیت کا، گرم‌جوشی کا، اور ایسی غیرذمہ‌داری کا، جو اکثر بےخیالی اور لاپرواهی تک پہنچتی تھی، اور هر قسم کے بیرونی اثرات کا فوراً شکار هو جانےوالی طبیعت اور قوت‌ارادی کے بالکل

لاپته ہونے کا نتیجہ ہوتے تھے۔ پرنس نے اس کی عرضداشت کو ایک طرح کے شک و شبہ سے سنا... ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ نکولائی سرگیئچ اپنے پرانے ''دوست،، کو بمشکل پہچان سکے۔ پرنس والکوفسکی اب بالکل بدل چکا تھا۔ ایک دم نکولائی سرگیئچ کے ساتھ اس کے رویے میں نکتہ‌چینی خاص طور سے بڑھ گئی۔ اور جب جاگیر کا حساب نکالا گیا اور حساب فہمی ہونے لگی تو پرنس کی طرف سے حرص، کنجوسی اور ایک ناگوار قسم کی بےاعتباری ظاہر ہوئی۔ اس رویے سے نیک‌دل اخمنیف کو بہت ٹھیس لگی۔ کافی دنوں تک تو انہیں یقین نہ آیا کہ وہ ٹھیک اندازہ لگا رہے ہیں کہ نہیں۔ چودہ برس پہلے جب پرنس پہلی بار اپنی جاگیر میں آیا تھا، اس وقت کے رویے میں اور اب کے طور طریق میں زمین آسمان کا فرق پڑ گیا تھا۔ اب کی بار پرنس نے آس پاس کے تعلقہ‌داروں سے، یعنی جو خاص خاص تھے، ان سے میل جول بڑھایا۔ وہ ایک بار بھی نکولائی سرگیئچ سے ملنے نہ آیا اور اس سے ماتحتوں کا سا سلوک کیا۔ اور بعد میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس کی کوئی توجیہہ سمجھ میں نہیں آتی۔ پرنس اور نکولائی سرگیئچ کے درمیان بغیر کسی سبب کے تیز و تند جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں طرف سے گرما گرم توہین‌آمیز لفظ سننے میں آئے۔ اخمنیف غصے کے مارے واسی‌لیفسکوئے سے چلے گئے۔ لیکن معاملہ یہیں ختم نہ ہوا۔ تمام پاس پڑوس میں نفرت انگیز افواہیں پھیل گئیں۔ کہا جانے لگا کہ نکولائی سرگیئچ نے نوجوان الیوشا کے طور طریق کو اچھی طرح بھانپ کر یہ چال چلی تھی کہ اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا الو سیدھا کرے۔ خبر گرم ہوئی کہ نکولائی سرگیئچ کی بیٹی نتاشا، جس کی عمر اب سترہ برس تھی، جال بچھا رہی تھی کہ ۲۰ برس کے اس نوجوان کو اپنی محبت میں مبتلا کر لے۔ اور والدین اگرچہ بظاہر انجان بنتے تھے لیکن انہوں نے خود یہ جال بنا تھا۔ اور یہ کہ چالباز اور ''بدچلن،، نتاشا اس نوجوان کو بالکل اپنی مٹھی میں لے چکی تھی، یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ پاس پڑوس کے شریف، باعزت زمیندار گھرانوں سے جہاں بکثرت نوجوان لڑکیوں کا شباب پھوٹ رہا تھا، اس نوجوان کو دور دور رکھا گیا۔ آخر میں یہ باور کرایا جاتا تھا کہ نتاشا اور پرنس کے صاحب‌زادے نے آپس میں یہ عہدوپیمان کر لیا ہے کہ واسی‌لیفسکوئے سے بارہ کوس

دور گری گورئیوہ گاؤں میں جاکر شادی رچا لیں گے، جس کا مقصد بظاہر یہ دکھانا تھا کہ نتاشا کے والدین کو خبر نہ ہونے پائے لیکن اصل میں ان کو ذرا سی تفصیل تک معلوم تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنی بیٹی کو وہ زہرآلود مشوروں سے اور شہ دیا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آس پاس کے مرد و زن میں اس معاملے کے متعلق جیسی جیسی افواہیں گھڑی گئی تھیں، وہ پوری کتاب میں نہیں سما سکتیں۔ مگر ان سب میں قابل غور بات تو یہ تھی کہ خود پرنس کو ان ساری افواہوں کا پکا یقین تھا۔ اور جب اسے اپنی جاگیر سے ایک گمنام خط اس سلسلے میں ملا تو وہ اسی غرض سے واسی‌لیفسکوئے میں آیا۔ شاید کوئی سوچے کہ جو شخص نکولائی سرگیئچ کو ذرا بھی جانتا ہو وہ ان کے خلاف اس طرح کے الزامات پر کیا یقین کرے گا، لیکن جیساکہ ہمیشہ ہوتا ہے، ہر آدمی جوش میں تھا۔ ہر شخص جو منہ میں آتا تھا، کہہ رہا تھا، اگرچہ کسی کو واقعے کی تحقیق نہ تھی لیکن جسے دیکھئے وہ سر ہلاتا اور نکولائی سرگیئچ کو ہی قصوروار ٹھیراتا تھا۔ نکولائی سرگیئچ اتنے خوددار آدمی تھے کہ انہوں نے افواہ‌بازوں کے سامنے اپنی بیٹی کی صفائی پیش کرنا بھی پسند نہ کیا اور بیوی تک کو سختی سے منع کر دیا کہ پڑوسیوں سے اس معاملے پر الجھا نہ جائے۔ نتاشا جو خود اتنے الزاموں کا شکار بنی تھی، اس تمام افواہ سے بےخبر تھی اور سال بھر تک بےخبر ہی رہی، نہایت احتیاط کے ساتھ اس سے تمام واقعہ چھپایا گیا اور وہ یوں ہی کھیلتی کودتی پھری جیسے بارہ برس کا بچہ۔

اسی عرصے میں جھگڑا اور بڑھ گیا۔ بڑھتا چلا گیا۔ شوشے چھوڑنے‌والوں نے بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مخبروں اور گواہوں نے بڑھ بڑھ کے ہاتھ دکھائے اور بالاخر وہ پرنس کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ واسی‌لیفسکوئے میں جب تک نکولائی سرگیئچ کی منیجری قائم رہی، ایمان‌داری سے تو اسے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ نکولائی سرگیئچ نے تین سال ہوئے جب جنگل بیچا تھا تو اس میں ۱۲ ہزار روبل کا خرد برد کیا تھا، اور اس کی ناقابل تردید شہادت عدالت کے سامنے لائی جا سکتی ہے، خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ معلوم ہے کہ نکولائی سرگیئچ نے پرنس سے اجازت حاصل کئے بغیر جنگل بیچا،

اپنی جگہ آپ فیصلہ کر لیا، بعد میں پرنس کو سمجھا دیا کہ جنگل بیچ دینا ضروری تھا اور جتنی رقم فروخت سے حاصل ہوئی تھی اس سے کہیں کم کھاتے میں درج کرا دی۔ یہ ساری باتیں ، اس میں شک نہیں کہ تھیں تو گھڑی ہوئی اور بعد میں ثابت بھی ہو گیا لیکن اس وقت پرنس کو ان سب کا ذرہ یقین آ گیا، اور اس نے گواھوں کی موجودگی میں نکولائی سرگیئچ کو چور کہا۔ اخمنیف اسے برداشت نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور بہت سخت جنگ چھڑ گئی۔ فوراً ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ نکولائی سرگیئچ کے پاس سارے کاغذات موجود نہ تھے۔ نہ تو ان کی پشت پر زبردست لوگوں کا ھاتھ تھا اور نہ انہیں مقدمہ‌بازی کا تجربہ تھا۔ انہوں نے مقدسے میں پڑتے ھی محسوس کیا کہ ان کے پیروں کے نیچے زمین کمزور ہے۔ ان کی جائداد پر پابندی لگ گئی۔ جھنجھلاہٹ میں بےچارے بوڑھے کے ھاتھ پاؤں پھول گئے اور انہوں نے سب کچھ اس داؤ پر لگا کر فیصلہ کیا کہ پیٹرسبرگ پہنچ کر بذات خود اپنے مقدسے کی پیروی کریں اور جاگیر پر کسی تجربہ‌کار آدسی کو دیکھ بھال کے لئے لگا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرنس کو خود بھی جلدی ھی احساس ہو گیا کہ اس نے نکولائی سرگیئچ کی بلاوجہ توھین کی ہے۔ لیکن توھین دونوں فریقوں کی طرف سے اتنی سخت ہوئی تھی کہ اب صلح صفائی کا کوئی امکان نہ رہ گیا تھا۔ اور آگ بگولا پرنس اس پر تلا ہوا تھا کہ پورا زور لگا کر قصہ پاک کرے یعنی اپنے حریف، سابق منیجر کو ٹکڑوں کا محتاج کر کے چھوڑ دے۔

پانچواں باب

غرض اس طرح اخمنیف گھرانا پیٹرسبرگ چلا آیا۔ اتنے لمبے زمانے کی جدائی کے بعد جو میری نتاشا سے ملاقات ہوئی اس کا ذکر یہاں نہ کروں گا۔ میں ان چار برسوں میں کبھی اسے بھلا نہ سکا تھا۔ اس کا خیال کن جذبات کے ساتھ آتا تھا یہ تو میں پوری طرح خود بھی نہ سمجھ پاتا تھا، مگر ہاں، جب ہم دوبارہ ملے تو فوراً یہ

خیال دماغ میں اترا کہ قسمت نے اسے میرا بنایا ہے۔ اس گھرانے کے پیٹرسبرگ آجانے کے بعد شروع کے دنوں میں تو ایسا لگتا تھا کہ ان چار برسوں میں وہ ذرا بھی نہیں بڑھی، بالکل ویسی کی ویسی ہی چھوٹی سی بچی ہے جیسی جدا ہوتے وقت چھوڑ آیا تھا، لیکن ہر دن کچھ بدلا بدلا سا نظر آنے لگا اور یہ نئی تبدیلی ایسی تھی جس کی مجھے کچھ خبر ہی نہ تھی، جیسے مجھ سے جان‌بوجھ کر چھپائی گئی ہو ، جیسے لڑکی کے پردے میں عورت مجھ سے دانستہ چھپی رہی ہو۔ اور ہر نئی دریافت پر کیسا لطف آتا تھا! بڑے میاں پیٹرسبرگ میں پہنچے تو اول اول چڑچڑے اور الجھے سے رہے۔ ان کے معاملات بگڑتے چلے جا رہے تھے۔ وہ برہم رہتے تھے، آپے سے باہر ہو جاتے تھے، بات کی برداشت نہ تھی اور ہم سے بالکل بےخبر اپنے کاغذوں اور دستاویزوں میں الجھے رہتے تھے۔ آننا اندریئونا اول اول تو کسی گم‌شدہ کی طرح بدحواس ہو گئی تھیں۔ انہیں کسی شے کی سدھ بدھ نہ تھی۔ پیٹرسبرگ نے انہیں ہڑبڑا دیا تھا۔ خوف سے آھیں بھرا کرتی تھیں۔ انہیں جھرجھری سی آتی تھی۔ پرانے طرز کی زندگی کی یاد میں آنسو رواں ہوتے تھے، اخمنیفکا کی یادیں ستاتی تھیں، فکر رہتی تھی کہ نتاشا اب شادی کے قابل ہو گئی ہے لیکن کسی کو اس کی فکر نہیں۔ ہوتے ہوتے انہوں نے مجھ کو اپنا ھمدم و ھمراز بنایا کیونکہ اور کوئی ان کی سننے‌والا یہاں نہ تھا۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ ان کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے ہی میں نے اپنا پہلا ناول لکھ‌کر ختم کیا تھا، جس ناول سے میری ادبی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اور نوآموز ہونے کی وجہ سے مجھے یہ بھی خبر نہ تھی کہ ناول لکھ تو لیا، دوں کسے؟ میں نے اخمنیف گھرانے میں کسی سے بھی اس کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ وہ اسی پر مجھ سے بگڑتے رہے کہ میں ایک بیکار قسم کی زندگی گزار رہا ہوں، نہ تو ملازمت کی ہے اور نہ کسی اچھی نوکری کی تلاش میں ہوں۔ بڑے میاں نکولائی سرگیئچ بھی مجھ پر بہت خفا ہوئے، انہوں نے ڈانٹ بھی پلائی۔ البتہ اس خفگی میں پدرانہ شفقت تھی۔ اور مجھے ان لوگوں سے یہ کہتے ہوئے واقعی شرم سی آئی کہ آجکل میں کس دھندے میں لگا ہوا ہوں۔ بھلا میں ان سے کیسے صاف صاف کہہ دیتا کہ صاحب! میرا ارادہ نوکری کرنے کا بالکل نہیں

ہے، میں تو بس لکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عارضی طور پر تو انہیں ٹالتا رہا، دھوکے میں رکھتا رہا، کہہ دیا کہ نوکری ملی نہیں ۔ لیکن نوکری کے لئے جان‌توڑ کوشش کر رہا ہوں۔ بڑے میاں کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ وہ اس کی تفصیل پوچھتے ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک روز نتاشا جو ہماری یہ گفتگو سن چکی تھی، مجھے چپک سے ایک طرف لے گئی اور آنکھوں میں آنسو بھرکے کہنے لگی کہ اپنے مستقبل کی فکر کرو ۔ اس نے مجھ سے سوال کئے اور یہ پتہ لگانے کی کوشش کی کہ دراصل میں کر کیا رہا ہوں۔ اور جب میں نے اس پر بھی راز کھولنے سے انکار کر دیا تو اس نے مجھ سے قسم کھلوائی کہ اپنی زندگی ایک فالتو مجہول آوارہ‌گرد کی طرح ضائع نہ کروں‌گا۔ اور حالانکہ میں نے اس کے سامنے اقرار نہ کیا کہ میں کس کام میں لگا ہوا ہوں تاہم مجھے یاد ہے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ تبصرہ‌نگاروں سے اور قدردانوں سے بعد میں جو بہت کچھ داد مجھے ملی ہے اپنے کام کی، اس سب کا اپنی محنت اور اپنے پہلے ناول کے بارے میں نتاشا کے لبوں سے تعریف کے ایک لفظ سے تبادلہ کرلوں۔

بالاخر میرا ناول * شائع ہو گیا۔ اشاعت سے پہلے ہی ادبی دنیا میں اس کی دھوم مچ گئی تھی۔ ''ب'' نے جو میرا مسودہ دیکھا تو وہ بچے کی طرح خوشی سے کھل گئے تھے۔ نہیں، میں اگر کبھی خوش ہوا ہوں تو اس وقت نہیں، جب کامیابی کا نشہ مجھے پہلے پہل چڑھا تھا، بلکہ اس سے بہت پہلے، جب کہ ابھی خود نہ تو میں نے اپنا مسودہ پڑھا تھا اور نہ کسی کو پڑھنے دیا تھا — اصل میں مسرت ان لمبی راتوں میں ہوئی جب امنگیں زور پر تھیں، اپنے خوابوں میں مگن تھا اور اپنے کام سے ہماھمی کی محبت پا رہا تھا۔ جب میں خود اپنے تخیل کے پلاٹ میں سمویا ہوا تھا، اور وہ کردار، جنہیں خود میں نے جنم دیا تھا، وہ مجھے ایسے لگتے تھے جیسے وہ میرے ہی کنبے کے لوگ ہوں۔ جیسے

---

* اشارہ ہے دستوئیفسکی کے پہلے ناول ''بےچارے لوگ'' کی طرف۔ اور یہ کہ نقاد زمانہ بلینسکی (۱۸۱۱ء تا ۱۸۴۸ء) نے اسی کا بڑا خیرمقدم کیا تھا۔ یہاں ''ب'' سے مراد بلینسکی ہی ہو سکتے ہیں۔ (مترجم)

وہ سچ سچ کے آدمی ہوں۔ مجھے ان سے پیار تھا۔ میں ان کے دکھ سکھ کا شریک تھا اور کبھی کبھی تو واقعی اپنے سادہ‌دل هیرو پر مجھے رونا آ گیا۔ اور میں نے سچ‌سچ کے آنسو بہائے۔ بیان نہیں کر سکتا کہ بڑے بوڑھے میری کامیابی سے کس درجہ خوش ہوئے حالانکہ انہیں شروع شروع میں سخت حیرت ہوئی تھی۔ دیکھنے میں ان کو یہ بات ایسی عجیب معلوم ہوئی کہ بالکل ششدر ہوکر رہ گئے مثلاً آننا اندریئونا کو تو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ نیا ادیب جس کی سب طرف سے تعریف ہو رہی ہے، یہی لڑکا ہے، وانیا جس نے یہ کیا، وہ کیا — وغیرہ وغیرہ۔ وہ اس پر دیر تک سر ہلاتی رہیں۔ بڑے میاں نکولائی سرگیئچ نے ایک عرصے تک تو اس پر کان ہی نہیں دھرے، لیکن پہلی بھنک پڑی تو جیسے گھبرا گئے۔ انہیں اندیشہ ہو گیا۔ کہنے لگے کہ دیکھو! تمہارا مستقبل خاک میں مل گیا۔ کیا ہے۔ مصنف لوگ عام طور سے بےھنگم کردار کے ہوتے ہیں۔ لیکن جو تازہ اطلاعیں برابر چلی آ رہی تھیں، اخباروں میں جو تبصرے نکل رہے تھے، اور آخر میں ان لوگوں کے منہ سے کچھ تعریفی الفاظ سن کر، جنہیں وہ اپنے دل میں بڑی جگہ دیتے تھے؛ بڑے میاں اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہوئے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک دم بہت سا روپیہ آ گیا ہے، اور سنا کہ لکھنےوالے کو ادبی کام سے اتنی کچھ آمدنی ہو سکتی ہے تو ان کے شکوک و شبہات جاتے رہے۔ شک دور ہوتے ہی تیزی سے اس کی جگہ پرجوش یقین نے لےلی، میری کامیابی پر وہ بچوں کی طرح خوش ہونے لگے اور دوسری انتہا پر جا پہنچے اور میرے مستقبل کے بارے میں بےتحاشا امیدیں اور چکاچوندھ کرنےوالے خواب دیکھنے لگے۔ آئے دن میرے بارے میں نئے امکانات اور نئے پلان انہیں سوجھنے لگے۔ کیا رہ گیا ہوگا جو انہوں نے اپنے منصوبوں میں میرے لئے نہ سوچا ہو! بلکہ اور تو اور وہ میرا خاص طرح کا احترام کرنے لگے جو پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ تاہم، اتنا اب بھی مجھے یاد ہے کہ کبھی کبھی ان کے دل میں شک گزرتا تھا اور اچانک انہیں گڑبڑا دیتا تھا — اکثر ایسی حالتوں میں جب کہ وہ خوش‌وخرم خوابوں کے محل بنا رہے ہوں۔

"ادیب، شاعر! بھلا کیا عجیب سی بات ہے!.. بھلا یہ شاعر لوگ کب دنیا میں آگے نکلے ہیں، کسی اونچی جگہ پر؟ ایسے ہی

آلتو فالتو لوگ کاغذ خراب کرنےوالے ۔ ان سے امید رکھنا بےسود ہے!،،

مجھے نظر پڑا کہ اس قسم کے شکوک اور الجھاوے کے سوال ان کے دماغ میں شام ہوتے وقت آیا کرتے تھے (بھلا مجھے ان باتوں کی اور اس پرمسرت زمانے کی کتنی تفصیلیں یاد ہیں!)۔ شام ہوتے ہی میرے بزرگ ہمدرد ہمیشہ غیرمعمولی طور پر مضطرب ہو جایا کرتے تھے اور شکوک اور بےاعتباری میں مبتلا پائے جاتے تھے۔ نتاشا اور میں، ہم دونوں اب اس بات کو اچھی طرح جان چکے تھے اور اس وقت سے پہلے ہی اس کے متعلق ہنسی مذاق شروع کر دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے انہیں خوش رکھنے کی کوشش میں ایسی کہانیاں سنائیں کہ دیکھئے، سماروکوف* کو جنرل کا عہدہ عطا ہو گیا تھا، درژاوین** ادیب تھا لیکن اسے نسوار کی صندوقچی انعام میں ملی تھی جس میں اشرفیاں بھری تھیں، اور خود ملکہ ایکاتیرینا لومونوسوف*** سے ملنے گئی تھیں، میں نے پوشکن اور گوگول کے واقعات بھی بیان کئے۔

''میرے بھائی، یہ سب مجھے معلوم ہے۔ جانتا ہوں،، وہ جواب دیا کرتے اگرچہ غالباً انہوں نے یہ واقعات پہلی بار ہی سنے ہوں گے۔ ''ہوں! سنو، وانیا، خیر مجھے اس کی تو خوشی ہے کہ یہ جو تمہاری کاوش ہے، کم سے کم شعر شاعری میں نہیں ہے۔ شاعری تو بکواس ہے، میرے بھائی۔ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ بوڑھا آدمی ہوں، میری بات مانو۔ میں تو ہر حال میں تمہارا ہی بھلا چاہتا ہوں۔ یہ محض خرافات ہے، فضول وقت برباد کرنا۔ شاعری کیا، الفاظ کی کود پھاند ہے۔ بس۔ تمہارے ایسے کتنے نوجوانوں کو یہی شاعری پاگل‌خانے پہنچاتی ہے... مان لو، کہ چلو، بھئی، پوشکن تھا، بڑا آدمی تھا۔ لیکن آگے کیا۔ شعربازی سوائے

---

* سماروکوف، الیکساندر پیتروویچ (۱۷۱۸ء تا ۱۷۷۷ء) — ایک ممتاز درباری شاعر اور ڈرامہ‌نگار تھا۔ (ایڈیٹر)

** درژاوین، گاوریل رومانووچ (۱۷۴۳ء تا ۱۸۱۶ء) — اٹھارویں صدی کا سب سے بڑا روسی شاعر۔ (ایڈیٹر)

*** لومونوسوف، میخائیل وسیلی‌وچ (۱۷۱۱ء تا ۱۷۶۵ء) — اٹھارویں صدی کا نمایاں سائنس‌داں اور اہل قلم۔ (ایڈیٹر)

بکواس کے اور ہے کیا چیز؟ صرف وقتی شے۔ میں نے بذات‌خود تو
کم ہی ان کی شاعری پڑھی ہے۔ اچھا۔ نثر کا معاملہ اس سے الگ
ہے! نثرنگار سکھا سکتا ہے۔ مادروطن کی محبت پیدا کر سکتا ہے
اپنی تحریر سے۔ یا عام طور پر نیکی کی تبلیغ کر سکتا ہے... ہاں۔
تو سمجھ میں نہیں آتا، کیسے کہوں میرے بھائی — مگر خیر، تم
سمجھے تو ہوگے میرا مطلب۔ میں دل سے کہتا ہوں۔ اچھا تو —
چلو۔ پڑھو۔ پڑھو تم،، ایک اندازشفقت کے ساتھ انہوں نے بات
پوری کی جب کہ میں آخر میں اپنی کتاب لے آیا تھا، ہم سب چائے
سے نمٹ کر گول میز گھیرے بیٹھے تھے۔ ''پڑھو، سناؤ، تم نے
کیا گھسیٹا ہے۔ دیکھوں۔ تمہارے بارے میں شور مچا رکھا ہے
لوگوں نے۔ دیکھوں تو — ذرا سنوں تو۔،،

میں نے کتاب کھولی اور پڑھنے کو تیار ہوا۔ میرا ناول اسی
دن چھاپہ‌خانے سے آیا تھا اور ایک جلد اٹھا کر میں دوڑا کہ ان
لوگوں کو اپنی کاوش پڑھ کر سناؤں۔

مجھے کتنا رنج تھا، میں کس درجہ افسردہ تھا کہ اب سے پہلے،
جب مسودہ ہاتھ میں تھا اسی وقت میں نے انہیں کچھ کیوں نہ سنا
دیا۔ نتاشا تو رنج سے رو پڑی اور مجھ پر خوب غصے ہوئی کہ
یہ کیا حرکت ہے، جب دوسرے لوگ پڑھ چکیں‌گے، تب کہیں میری
باری آئےگی... بہرحال اب ہم لوگ میز کے گرد جمع تھے۔ بڑے
میاں نے خاص قسم کی سنجیدگی اور تنقید کے تیور اختیار کر لئے۔
وہ میری تحریر کو بہت ہی سختی کے ساتھ ٹھونک بجا کر ''اپنا
اطمینان کر لینا،، چاہتے تھے۔ بڑی بی بھی کچھ معمول سے زیادہ
گمبھیر ہو گئی تھیں۔ عجب نہیں کہ انہوں نے اسی دن، اسی
موقعے کے لئے یہ خاص ٹوپا اوڑھ رکھا ہو۔ بہت دن پہلے ہی ان
کی نظر میں یہ بات آ چکی تھی کہ میں ان کی پیاری نتاشا کو بےپناہ
محبت سے دیکھتا ہوں، اس سے بات کرتے میرا سانس پھولتا اور آنکھیں
بھنچ جاتی ہیں اور نتاشا بھی اب مجھ پر نظر ڈالتے وقت پہلے کے
مقابلے میں ذرا تمتما جاتی ہے۔ اچھا، تو اب وہ وقت آ گیا تھا۔
کامیابی کے لمحے میں، سنہری امیدوں اور سب سے بڑھ‌کے بھرپور
خوشیوں کے لمحے میں وہ وقت آیا تھا۔ سب کچھ ایک ساتھ لئے
آ پہنچا تھا۔ بڑی بی کو یہ بھی محسوس ہو چلا تھا کہ بڑے
میاں ادھر میری تعریف حد سے بڑھ کے کرنے لگے ہیں اور اپنی

بیٹی کو اور مجھے خاص معنی‌خیز نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔ اچانک وہ اس بات سے گھبرا گئیں — آخر میں کوئی رئیس زادہ نہ تھا، بڑا حاکم نہ تھا، کسی ریاست کا تعلقہ‌دار نہ تھا اور نہ کوئی جنرل — نوجوان اور خوبصورت، جس کے سینے پر عہدوں کی زرتار پٹی لگی ہو! آننا اندریئونا کو آدھی ادھوری آرزو کرنا پسند نہ تھا۔

''اس شخص کی تعریف کی جاتی ہے،، انہوں نے میرے بارے میں سوچا۔ ''مگر کس لئے؟ پتہ نہیں آخر کیوں؟ مصنف ہے، شاعر ہے... بھلا ادیب ودیب ہونا کیا بات ہوئی؟،،

چھٹا باب

میں نے ایک ہی نشست میں سارا ناول پڑھ کر سنا دیا۔ چائے پینے کے فوراً بعد شروع کیا تھا، رات کے دو بجے تک جاری رہا۔ بڑے میاں نے اول تو ناک‌بھوں چڑھائی۔ انہیں گمان تھا کہ کوئی بڑی شاندار چیز ہوگی، کوئی ایسی بات جسے شاید وہ خود بھی نہ سمجھ پائیں۔ لیکن ہو بہت اعلی ارفع۔ اور اس کے بجائے سننے کو کیا ملا — نہایت روزمرہ قسم کی سادہ چیزیں، یعنی ایسی جو خود انہی کو زندگی میں پیش آتی تھیں۔ یہ بھی نہ ہوتا، کم از کم اتنا تو ہوتا کہ ناول کا ہیرو ہی کوئی بڑا آدمی یا دلچسپ شخصیت کا مالک ہوتا یا تاریخی شخصیت کا آدمی، جیسے روسلاولیف یا یوری میلوسلافسکی*۔ مگر وہ بھی نہیں۔ اس کے بجائے جس ہیرو کا ذکر تھا اسے ایک معمولی دبا کچلا بلکہ سادہ‌لوح کلرک بتایا گیا جس کی وردی کے بٹن تک غائب تھے۔ اور پھر یہ ساری باتیں اس قدر معمولی، روزمرہ کی زبان میں لکھی ہوئی تھیں جیسی ہم خود بولتے رہتے ہیں۔ عجیب بات! بڑی بی نے نکولائی سرگیئچ کے چہرے کو حیران نظروں سے دیکھا اور ایسے منہ بنایا جیسے روٹھ گئی ہوں — ''کیا واقعی یہ خرافات اس قابل تھی کہ

---

* یہ دونوں نام اسی نام کے ناولوں سے لئے گئے ہیں جو مصنف زاگوسکن (۱۷۸۹ء تا ۱۸۵۲ء) کی یادگار ہیں۔ (ایڈیٹر)

اسے چھاپا جاتا اور سنا جاتا، اور اوپر سے اس کام کا روپیہ بھی ملتا ہے،، یہ جملہ گویا ان کے چہرے پر لکھا ہوا تھا۔ نتاشا پوری توجہ سے سن رہی تھی۔ وہ ایسی منہمک تھی سننے میں کہ میرے چہرے سے اس کی نظر نہ ہٹتی تھی اور میرے ہونٹوں کی حرکت دیکھ رہی تھی کہ کیسے میں لفظوں کو ادا کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ خود بھی اپنے نازک لبوں کو حرکت دیتی جاتی تھی۔ کیا سمجھتے ہیں آپ، کیا ہوا؟ ابھی میں ناول کا آدھا حصہ بھی ختم نہ کر پایا تھا کہ ان تینوں کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ آننا اندریئونا سچ سچ رو رہی تھیں اور انہیں میرے ہیرو پر رہ رہ کر ترس آ رہا تھا اور ان کے بار بار کے ہائے وائے کرکے چونکنے سے میں نے یہ اندازہ کیا کہ وہ حددرجہ سادگی سے بےقرار ہیں کہ میرے ہیرو کی مصیبت میں کسی طرح کام آئیں۔ بڑے میاں نے تو اونچے خوابوں اور خیالوں سے ہی ہاتھ دھو لئے، یہ گمان ہی چھوڑ دیا کہ کوئی اونچے پائے کی چیز سامنے آئےگی۔ وہ بولے: ''پہلے ہی نظر میں لگتا ہے کہ اتنا بڑا تیر نہیں مارا۔ یوں ہی معمولی سی ادنا درجے کی کہانی ہے۔ بس اتنا ہے کہ دل دھڑکا دیتی ہے۔ اس سے آدمی محسوس کرنے لگتا ہے اور دیکھنے لگتا ہے کہ اس کے اردگرد کیا بیت رہی ہے۔ اور یہ احساس ہوتا ہے کہ سب سے دباکچلا، بہت ہی نیچے درجے کا آدمی بھی آدمی ہے، اور میرا بھائی ہے۔،،

نتاشا ناول سنتی جا رہی تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور میز کے نیچے چوری چوری میرا ہاتھ دبا رہی تھی۔ ناول پڑھا جا چکا۔ نتاشا اٹھ کھڑی ہوئی، اس کے گال تمتمائے ہوئے تھے اور آنکھوں میں آنسو اب بھی لرز رہے تھے۔ اچانک اس نے میرا ہاتھ تھاما، اسے چوما اور فوراً کمرے سے غائب ہو گئی۔ ماں باپ ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

''ہونھ، دیکھو تو اسے کیا لطف آیا ہے!،، بڑے میاں نے بیٹی کی حرکت پر حیرت‌زدہ ہوکر کہا۔ ''خیر، کوئی حرج نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ اچھا ہے، اچھا ہے۔ شریفانہ جذبہ ہے، اچھی نیک طینت لڑکی ہے...،، وہ منہ ہی منہ میں بدبداتے رہے۔ اور ایک اچٹتی نظر بیوی پر ڈالی، جیسے نتاشا کی اس حرکت کو معقول قرار دے رہے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ نہ جانے کیوں مجھے بھی حق بجانب بتا رہے ہوں۔

آننا اندریئونا کا حال یہ تھا کہ اگرچہ وہ بھی جب ناول پڑھا جا رہا تھا، کافی متاثر اور بےقرار تھیں تاہم اس وقت ایسی لگ رہی تھیں جیسے کہنا چاہتی ہوں کہ ''بھئی، ٹھیک ہے، مقدونیہ کا سکندر اعظم ہوگا ہیرو۔ لیکن میز کرسی کیوں توڑے ڈالتے ہو؟،، * وغیرہ۔

نتاشا فوراً ہی واپس آئی — خوب ہشاش بشاش۔ میرے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے چپکے سے میرے چٹکی بھری۔ بڑے میاں اس کوشش میں تھے کہ میرے ناول کے ''سخت بےرحم،، تنقیدنگار کا فرض انجام دیں لیکن وہ ایسے مزے میں آئے کہ خود بھی بہہ گئے اور اپنا فرض انجام نہ دے سکے۔

''اچھا تو بھئی وانیا، بہت اچھا! بہت خوب! تم نے بہت جی خوش کیا! امید سے زیادہ جی خوش کر دیا! یہ کوئی بہت اونچی، کوئی عظیم‌الشان چیز نہیں ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے۔ اب میں تمہیں بتاؤں کہ میرے پاس ایک کتاب پڑی ہے 'ماسکو کی آزادی، **۔ تم جانتے ہو کہ وہ کتاب ماسکو میں ہی لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کو پڑھو تو پہلی ہی سطر سے تمہیں یہ لگےگا جیسے کتاب کا مصنف، کہنا چاہئے کہ شکرے کی طرح پر تول رہا ہے... لیکن تمہاری کتاب میں یہ بات نہیں۔ تم جانتے ہو کہ یہاں سمجھنا آسان بھی ہے، سادہ بھی ہے۔ یہی تو اچھی بات لگی کہ سب سمجھ میں آتا ہے۔ یہ قصہ ہم سے بہت ملتا جلتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود مجھی پر گزرا ہو۔ اونچی اڑان بھرنے کا حاصل بھی کیا آخر؟ تم لکھتے اور تم خود اسے نہ سمجھتے۔ بہرحال میں اگر تمہاری جگہ ہوتا تو ذرا طرز بیان کو اور بہتر بناتا۔ میں اس کی تعریف کر رہا ہوں۔ آپ جو جی چاہئے کہہ لیجئے مگر یہ تو ہے کہ بائبے کی چیز نہیں ہے۔ ہاں البتہ۔ لیکن اب کیا، دیر ہو چکی۔ اب تو کتاب چھپ بھی گئی۔ جب تک اس کا دوسرا ایڈیشن تیار نہ کیا جائی، تب تک۔ خیر تو، میرے بھائی۔ میرا

---

* گوگول کے ڈرامے ''انسپکٹر جنرل،، کی طرف اشارہ ہے۔ (ایڈیٹر)

** ''۱۶۱۲ء میں ماسکو کی آزادی،، — گلوخاریف کا فرضی تاریخی، مہم‌جویانہ واقعات پر مبنی ناول (۱۸۳۰ء)۔ (ایڈیٹر)

خیال ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نکلے گا اور پھر تمہیں روپیہ ملے گا! ہونہ!،،

''اور کیا، واقعی آپ کو اس کی اتنی بڑی رقم وصول ہوئی؟،، آننا اندریئونا نے کہا۔ ''ایوان پترووچ، میں تو آپ کو دیکھ رہی ہوں، مجھے تو یقین نہیں آتا۔ خدا بھلا کرے، لوگ بھی اس زمانے میں کن کن چیزوں پر روپیہ دینے لگے ہیں!،،

''تم جانتے ہو وانیا،، بڑے میاں نے زیادہ جوش میں آتے ہوئے کہا ''ہے تو یہ بھی ایک کام ہی، نہ سہی ملازمت۔ بڑے بڑوں کی نظروں سے گزرے گی یہ کتاب۔ تم مجھے بتا رہے تھے کہ گوگول کو سالانہ رقم ملتی ہے اور اسے ملک سے باہر بھی بھیجا گیا۔ کیا عجب جو تم بھی اس درجے کو پہنچو۔ یا ابھی! اس میں وقت لگے گا؟ کیا تمہیں ابھی اور کچھ نہ کچھ لکھنا ہوگا؟ ایسا ہے تو لکھو اور۔ اور جتنی جلدی ہو سکے لکھو۔ بس اتنی سی کامیابی پر تکیہ کئے مت بیٹھنا۔ اور رکاوٹ بھی کیا ہے اس میں؟،،

انہوں نے باتیں ایسے فیصلہ کن انداز میں کہیں کہ مجھے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ بیچ میں ٹوک دوں اور ان کی خیال آرائیوں کو ٹھنڈا کر دوں۔

''اور پھر کیا خبر — تمہیں بھی، مثال کے طور پر نسوار کی ویسی اشرفیوں والی صندوقچی عطا ہو جائے۔ انعام و عطا کے کیا ٹھکانے ہیں۔ وہ تمہاری بھی حوصلہ افزائی کرنا چاہیں گے اور کل کی کسے خبر! ہو سکتا ہے دربار میں ہی تمہاری طلبی ہو جائے،، انہوں نے یہ جملہ معنی خیز انداز سے بائیں آنکھ بھینچتے ہوئے دبی آواز سے کہا۔ ''ہے نا؟ کیا دربار میں طلبی کو ابھی بہت وقت درکار ہے؟،،

''جی ہاں — دربار ہی تو رکھا ہے،، آننا اندریئونا نے ایسے کہا جیسے کسی نے انہیں ناراض کر دیا ہو۔

''بس ذرا دیر بعد آپ مجھے فوجی جنرل کے عہدے پر پہنچا دیں گے؟،، میں نے دل کھول کر ہنستے ہوئے کہا۔

بڑے میاں بھی اس پر ہنس پڑے۔ وہ بہت ہی مزے میں تھے۔

''اعلیٰ حضرت! کچھ نوش نہ فرمائیں گے کیا؟،، نتاشا نے چھیڑتے ہوئے زور سے کہا۔ اس درمیان میں اس نے ہم لوگوں کے لئے رات کے کھانے کی تیاری کر لی تھی۔

وہ قہقہہ سا کر ہنس پڑی اور دوڑ کر باپ کے پاس گئی اور بڑے میاں کو گرم بازوؤں میں بھینچ کر بولی ”سرے اچھے، بہت اچھے پاپا!“

بڑے میاں پگھل گئے۔

”اچھا، اچھا۔ بس بہت ہوا۔ میں تو سادگی، سادہ‌دلی سے بات کرتا ہوں جنرل ہو یا نہ ہو، بلا سے، لیکن کھانے کو تو چلنا چاہئے۔ تو، تو بھی‌بڑی جذباتی لڑکی ہے!“ انہوں نے اپنی چہیتی بیٹی نتاشا کے گال تھپتھپا کر، جیسا کہ وہ ہر مناسب موقع پر کیا کرتے تھے، یہ جملہ کہا”میں نے تو بھئی سیدھی سیدھی دل کی بات کہہ دی تھی، وانیا، چلو جنرل نہ سہی (جنرل کی بات تو بہت دور کی ہے) مگر پھر بھی ایک نامور آدمی تو ٹھیرے — یعنی مصنف!“

”پاپا، آجکل مصنف نہیں کہتے، ادیب کا لفظ بولتے ہیں!“

”اچھا مصنف نہیں بولا جاتا؟ چلو، مجھے پتہ نہیں تھا۔ خیر، وہ ادیب ہی سہی، لیکن جو بات میں کہنا چاھتا تھا وہ یہ ہے کہ تمہیں Kammerherr تو بنا نہیں دیں‌گے اس بات پر کہ ناول لکھا ہے۔ اس کا خواب دیکھنا بھی فضول ہے۔ ہاں اتنا ہے کہ لوگوں میں تمہاری ایک حیثیت بن جائےگی۔ اتاشی ہوجاؤگے، کچھ اور ہوجاؤگے، باھر کے ملکوں میں بھیج سکتے ہیں۔ جیسے صحت بہتر کرنے کو اٹلی بھیج دیں، یا اس لئے کہ اپنی تعلیم کو مکمل کرو۔ روپے پیسے سے تمہاری مدد کی جائےگی۔ البتہ تمھیں اپنا کام بھی بخوبی انجام دینا ہوگا، عزت‌آبرو کے ساتھ۔ کام ہی، اصلی کام وہ چیز ہے جس سے تمہیں روپیہ بھی خوب ملے اور عزت بھی نصیب ہو۔ کسی کی سرپرستی سے یا کسی اور چیز سے یہ باتیں نصیب نہیں ہوا کرتیں...“

”پھر تم اکڑ ست جانا۔ سمجھے، ایوان پترووچ!“ آننا اندریئونا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جلدی سے آپ ان کے ایک ستارہ تو جڑوا ہی دیجئے پاپا۔ بھلا صرف اتاشی ہونے میں کیا دھرا ہے؟“ یہ کہتے کہتے اس نے پھر میرے بازو میں چٹکی بھری۔

”یہ لڑکی ہمیشہ میرا مذاق اڑاتی ہے“ بڑے میاں نے نتاشا کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس وقت نتاشا کے گال دمک

رہے تھے اور آنکھیں ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔ ''میرا خیال ہے کہ میرے بچو، میں ذرا حقیقت سے دور نکل جاتا ہوں، مگر تم جانو کہ ہمیشہ سے ایسا ہی آدمی ہوں... اور تمھیں خبر ہے وانیا کہ تمھیں دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے۔ پوچھو کیوں — تو یہ کہ تم بالکل یوں ہی سے ہو...''

''ہائے — اللہ، تو پاپا ایسے نہ ہوتے تو اور کیسے ہوتے؟''

''ارے نہیں، بھئی، یہ مطلب نہیں ہے میرا۔ بس یہ ہے کہ وانیا، تمہاری صورت شکل تو... میرا مطلب ہے کہ بس ایسی ہی ہے... یعنی مطلب یہ کہ بھئی — کچھ شاعرانہ صورت نہیں لگتی دیکھنے میں۔ تم تو جانتے ہو، کہتے ہیں نا کہ شاعر لوگ صورت سے پیلے پڑے ہوئے۔ اور لمبے لمبے بال والے... آنکھوں میں، وہ کیا کہتے ہیں کہ ویسی آنکھیں... شاعر لوگوں کی... جیسے گوئیٹے تھے، یا کوئی اور... تم تو جانتے ہو بھئی، یہ میں نے ''ابدونا'' * میں پڑھا تھا سب... کہیں میں نے پھر کوئی غلط بات تو نہیں کہہ دی؟ دیکھو اس شریر کی طرف۔ مجھے دیکھ دیکھ کر ہنس رہی ہے۔ میرے بچو، میں کوئی عالم فاضل آدمی تو ہوں نہیں۔ اتنا ہے کہ محسوس کر سکتا ہوں۔ خیر — تو صورت شکل ہو، نہ ہو۔ اس سے کوئی آفت تھوڑئی آ رہی ہے۔ تمہاری صورت شکل میرے خیال میں تو اچھی خاصی ہے۔ بلکہ مجھے تو پسند ہے... میں اصل میں یہ بات نہیں کہنا چاہ رہا تھا۔ دراصل کہنے کی بات یہ تھی کہ بھئی، ایماندار رہو، وانیا، بس، ایمانداری برتو، اصل چیز یہی ہے۔ ایمانداری کی زندگی بسر کرو۔ اس سے منہ مت موڑو۔ تمہارے سامنے کھلا راستہ پڑا ہے۔ اپنا کام کرو ایمانداری سے۔ یہی بات مجھے کہنی تھی۔ بس، صرف اتنا ہی کہنا تھا مجھے تو!''

خوب وقت تھا! ہر شام، سارا فالتو وقت میں ان لوگوں کے ساتھ گزارا کرتا تھا۔ بڑے میاں کو میں ادبی دنیا کی اور ادیبوں کی خبریں سنایا کرتا اور نہ جانے کیوں، انھوں نے بھی ان لوگوں سے گہری دلچسپی لینی شروع کر دی۔ وہ ''ب'' کے تنقیدی مضامین

---

* ''ابدونا'' ایک رومانوی ناول۔ مصنف پالیوائی (۱۷۹۶ء تا ۱۸۴۶ء)۔ (ایڈیٹر)

پڑھنے لگے، جن کے بارے میں میں بہت باتیں کیا کرتا تھا، وہ اگرچہ ان کے تنقیدی مضامین مشکل سے ہی سمجھ پاتے ہوں گے لیکن تعریف بڑے زور شور سے کیا کرتے تھے اور ان کے دشمنوں پر جو رسالہ ''سیویرنی تروتن،،* میں لکھا کرتے تھے، بڑے میاں بہت بگڑتے تھے۔

بڑی بی مجھ پر اور نتاشا پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔ لیکن پھر بھی ہر ایک شے ان کی نظر میں نہ تھی۔ ایک چھوٹا سا لفظ ہمارے درمیان کہا سنا جا چکا تھا، اور آخر میں نتاشا نے سر جھکا کر ادھ کھلے لبوں سے بہت دھیمی آواز میں جو ''ہاں،، کہا تھا وہ بھی میں سن چکا تھا۔ بڑے بوڑھوں کو بھی اس کی خبر لگ چکی تھی۔ انہوں نے اس پر سوچ بچار کیا، دماغ لڑایا۔ آننا اندریئونا نے دیر تک سر ہلایا۔ انہیں یہ بات عجیب لگی، وحشت‌ناک معلوم ہوئی۔ میری بات کا انہیں یقین نہ تھا۔

وہ بولیں ''ہاں، اچھا ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ اگر آپ کو کامیابی نصیب ہو تو۔ اور اگر ناکامی ہوئی تو کیا ہوگا؟ اچھا ہوتا کہ آپ کہیں نوکری کر لیتے!،،

''تو بھئی وانیا، مجھے یہ بات کہنی تھی،، بڑے میاں نے فیصلے پر پہنچتے ہوئے کہا ''دیکھو، مجھے سب معلوم ہے، میں خود دیکھ چکا ہوں اور میں مانتا ہوں کہ اس کی مجھے خوشی ہوئی کہ تم اور نتاشا، یعنی کہ... میرا مطلب سمجھے تم! لیکن وانیا، دیکھو۔ برادر، تم دونوں کم عمر ہو، اور آننا اندریئونا ٹھیک کہتی ہیں۔ ابھی ٹھیرنا چاہئے۔ ٹھیک ہے کہ تم لیاقت رکھتے ہو، بلکہ شاید بہت اچھی لیاقت کے آدمی ہو۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں کہ جینیس یا بے‌مثل ذہانت کے پتلے ہو جیسے کہ تمہارے بارے میں شروع میں شور مچایا گیا، بس ذہانت ہے۔ (میں نے آج ہی وہ مضمون 'سیویرنی تروتن، میں پڑھا تمہارے بارے میں۔ ان لوگوں نے تو بڑی دھاندلی کی ہے تمہارے ساتھ لیکن

---

* ۱۸۲۵ء سے ۱۸۶۴ء تک پیٹرسبرگ میں ایک رجعت‌پرست اخبار ''سیویرنیا پچیلا،، (''شمالی شہد کی مکھی،،) نکلتا تھا، دستوئیفسکی نے یہاں اس رسالے کو طنزاً ''سیویرنی تروتن،، (''شمالی مفت‌خور،،) کا نام دیا ہے۔ (ایڈیٹر)

خیر، وہ پرچہ ہے کس شمار میں ۔) ہاں، تو تم جانو وانیا، ذہانت کوئی چیز تو ہے نہیں، جیسے بینک میں رقم ہوتی ہے ۔ اور تم دونوں ہی غریب ہو ۔ ہمیں ذرا صبر سے کام لینا چاہئے ۔ سال، ڈیڑھ سال، سال بھر ہی سہی ۔ اگر تمہارا کام ٹھیک سے چل جاتا ہے تب تو خیر، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤگے، اور نتاشا تمہاری ہی ہوگی، اور اگر تم دیکھو کہ ٹھیک نہیں رہا تو خود ہی فیصلہ کر لو ۔ تم آدمی ایمان‌دار ہو... سوچ لینا...،،

چنانچہ اس بات کو ہم نے یہیں چھوڑا ۔ پھر سال بھر بعد کیا گزری اس کا بیان آگے آتا ہے ۔

ہاں تو ٹھیک ایک سال بعد کی بات ہے ۔ ستمبر کا ایک صاف روشن دن تھا ۔ شام ہو چلی تھی ۔ میں اپنے ان بوڑھے مہربانوں کے پاس اس حال میں پہنچا کہ بیمار تھا، دل میں بےچینی تھی ۔ پہنچتے ہی کرسی پر گر پڑا ۔ ان لوگوں نے میری صورت دیکھی تو گھبرا گئے ۔ میرا سر چکرا رہا تھا اور دل تکلیف سے پسا جا رہا تھا ۔ ان کے گھر میں داخل ہونے کے لئے مجھے دس بار کوشش کرنی پڑی تب کہیں دروازے میں قدم رکھ سکا ۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں اپنا مستقبل بنانے میں ناکام رہا تھا، یہ بھی وجہ نہ تھی کہ اس عرصے میں نہ تو شہرت ملی تھی اور نہ روپیہ ہاتھ لگا تھا، اور یہ بھی نہیں کہ مجھے اتاشی کا عہدہ میسر نہ آیا تھا اور صحت بہتر کرنے کے لئے اٹلی نہ بھیجا گیا تھا، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ یہ ایک برس دس برس کے برابر گزرا تھا ۔ اور میں کیا، میری نتاشا نے بھی اس ایک برس کو ایسے کاٹا تھا جیسے ایک نہیں دس برس ہوں ۔ ہمارے درمیان دوری بےپناہ ہو گئی تھی... مجھے یاد ہے کہ میں اندر گیا تو بڑے میاں کے سامنے بیٹھتے ہوئے منہ سے کچھ نہ بول سکا اور بےحس انگلیوں سے اپنے ہیٹ کے کنارے کھرچتا اینٹھتا رہا جو پہلے سے ہی مڑے تڑے تھے ۔ میں بیٹھا، نہ جانے کیوں، نتاشا کی آمد کا انتظار کرتا رہا ۔ میرا لباس خستہ تھا اور جسم پر فٹ نہ آتا تھا ۔ میں دبلا ہو گیا تھا، چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور گال پچک گئے تھے ۔ اس کے باوجود حلیے میں شاعروں سے مشابہت نہ ہوئی تھی اور نہ آنکھوں میں وہ وقار پیدا ہوا تھا جس کے بارے میں شریف نکولائی سرگیئچ کو سال بھر پہلے اس قدر خیال تھا ۔ بڑی بی نے دلی رنج اور

انتہائی اضطراب کے ساتھ میری صورت دیکھی اور جی ہی جی میں سوچا:

''یہ جناب کی حالت ہے اور ہونے چلے تھے نتاشا کے دولھا۔ خدا کی پناہ!''

''کیوں ایوان پترووچ، تھوڑی سی چائے پئیں گے؟'' (میز پر سماوار سنسنا رہا تھا)۔ ''کہئے کیا حال‌چال ہیں؟'' بڑی بی نے مجھ سے پوچھا۔ ''آپ کی طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ ہے نا؟'' انہوں نے ایسی دردمند آواز میں سوال کیا کہ اب تک وہ آواز میرے کانوں میں بسی ہے۔

میری آنکھوں میں ان کی صورت ایسی پھر رہی ہے جیسے یہ بھی کل کی بات ہو۔ وہ مجھ سے بات کرتی جا رہی تھیں، مگر آنکھوں سے ایک اور ہی فکر برس رہی تھی۔ وہی فکر جس کے بادل بڑے میاں کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ اپنی ادھیڑبن میں لگے ہوئے تھے اور چائے کی پیالی رکھے رکھے ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ پرنس والکوفسکی سے جو ان کا مقدمہ چل رہا تھا اس سے وہ فی‌الحال بہت پریشان تھے اور اس کے آثار بھی بگڑتے نظر آ رہے تھے۔ اس مستقل پریشانی کے علاوہ کچھ اور نئی فکریں بھی سر آ پڑی تھیں جنھوں نے نکولائی سرگیئچ کو بیماری تک پہنچا دیا تھا۔

چھوٹا پرنس جس کی بدولت وہ سارا جھگڑا ہوا تھا جو مقدمہ‌بازی تک پہنچا، اسے ایک بار کوئی پانچ مہینے پہلے اخمنیف گھرانے کے یہاں جانے کا موقع مل گیا۔ بڑے میاں تو پہلے ہی پیارے الیوشا کو بیٹے کی طرح چاہتے تھے اور قریب قریب روزانہ ہی اسے یاد کیا کرتے تھے، انہوں نے اسے ھاتھوں ھاتھ لیا۔ آننا اندریئونا کو واسی‌لیفسکوئے کی یاد آ گئی اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ الیوشا اکثر و بیشتر وہاں آنے جانے لگا اور اپنے باپ کی اطلاع کے بغیر۔ نکولائی سرگیئچ نے اپنی نیک‌نیتی، بے‌تکلفی اور راست‌بازی کے مارے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کی آمدورفت کے بارے میں احتیاط برتیں۔ ان میں غیرت کا مادہ اس قدر تھا کہ یہ بھی نہ سوچا: جب پرنس کو پتہ چلےگا کہ بیٹا یوں اس گھرانے میں پھر آنے جانے لگا ہے، تو وہ کیا کہےگا۔ انہوں نے اپنے دل کو سارے فکر و تردد سے پاک کر لیا۔ لیکن بڑے میاں کو یہ

خبر نہ تھی کہ ان میں خود اتنی سکت ہے بھی یا نہیں کہ اور زیادہ توھینوں کا سامنا کر سکیں۔ اب یہ حال ہو گیا کہ چھوٹے پرنس روز روز اخمنیف گھرانے میں پہنچنے لگے۔ نکولائی سرگیئچ اور ان کی بیوی دونوں اس کی آمد پر خوش ہوتے۔ اور وہ بھی ان کے ھاں پوری پوری شام بلکہ رات گئے تک ٹھیرنے لگا۔ جو ہونا تھا وھی ھوا، باپ کو اس کی رتی رتی خبر مل گئی۔ اس کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ بڑا دلشکن تھا۔ پرنس نے نکولائی سرگیئچ کو ایک خط لکھا جس میں سخت توھین‌آمیز الفاظ استعمال کئے گئے تھے اور وھی پہلے کا الزام دھرایا تھا۔ اسی کے ساتھ فوراً بیٹے کو اخمنیف کے ھاں جانے سے منع کر دیا۔ یہ واقعہ اس روز سے کوئی دو ہفتے پہلے ہو چکا تھا جب میں اس حال میں وھاں پہنچا ھوں۔ نکولائی سرگیئچ بہت دلشکستہ تھے۔ کیا ان کی پیاری نتاشا، ایسی شریف معصوم لڑکی، اسی بےھودہ الزام میں، اس گندگی میں پھر سے آلودہ کی جائےگی؟ اس لڑکی کی تذلیل وھی شخص کر رھا تھا جو باپ کی تذلیل کر چکا تھا۔ کیا یہ سب حرکتیں ایسی ھیں جن سے یوں ھی درگزر کیا جائے، انتقام نہ لیا جائے؟ پہلے چند روز میں فکروں نے انھیں اداس کرکے بستر پر ھی ڈال دیا تھا۔ یہ سب مجھے معلوم تھا۔ سارا قصہ مجھ تک پوری تفصیل کے ساتھ پہنچ چکا تھا اگرچہ تین ھفتے سے میں خود گھر پر بیمار اور مردہ پڑا تھا اور ان لوگوں سے ملنے تک نہ آ سکا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم تھا... مگر نہیں، صرف میرا قیاس تھا۔ مجھے خبر تھی، لیکن دل کو یقین نہ آتا تھا کہ ان پریشانیوں کے علاوہ کوئی اور بات بھی ہے جو ان لوگوں کی اور سب سے زیادہ جان ضیق میں کئے ھوئے ہے۔ اور میں دل مسوستے ھوئے، انھیں بری طرح دیکھ رھا تھا۔ ھاں، میں اندر ھی اندر کڑھ رھا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میرا قیاس درست تو نہیں ہے! یقین کرتے ھوئے جی ڈرتا تھا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ اس مہلک اندیشے کو دماغ سے نکال پھینکوں، اس جانںھار لمحے کو دور کر دوں۔ اور نکلا یہ کہ میں اسی کے لئے یہاں پہنچا تھا۔ جیسے اس شام کوئی چیز مجھے یہاں کھینچ کر لائی تھی۔

''میں کہتا ہوں وانیا،، بڑے میاں نکولائی سرگیئچ ایک دم چونک کر بولے ''کہیں تم بیمار تو نہیں رہے؟ اتنے عرصے سے ادھر آئے کیوں نہیں؟ مجھے تم سے معافی مانگنی ہے۔ ایک مدت سے میں خود سوچ رہا تھا کہ تم سے جاکر ملوں۔ لیکن کیا کیا جائے... کچھ ایسی صورت رہی کہ...،، وہ پھر ادھیڑبن میں مبتلا ہو گئے۔

''جی ہاں، میری طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔،،

''ہونھ۔ تو طبیعت ٹھیک نہیں،، انہوں نے پانچ منٹ بعد دم لےکر پھر دھرایا ''تو خیریت نہیں رہی۔ دیکھو، میں نے تم سے بات کی تھی اور اس وقت آگاہ کیا تھا لیکن تم میری سنتے نہیں۔ ہونھ! تو وانیا، بھئی، بات یہ ہے کہ سرسوتی کی مورتی چڑھاوے کے بغیر ہی طاق پر دھری رہی ہے۔ اور ایسے ہی دھری رہےگی۔ یہ ہے قصہ۔،،

ہاں تو بڑے میاں موڈ میں نہیں تھے۔ اگر انہیں خود اپنے دل کا زخم نہ بھرنا پڑتا تو ان کے لب پر سرسوتی کی بھوکی مورتی کا ذکر تک نہ آتا۔ میں نے توجہ سے ان کی صورت دیکھی۔ چہرہ پیلا پڑا تھا۔ آنکھیں اجڑی اجڑی تھیں اور ان میں بشکل سوال، کوئی خیال تھا جس کے سلجھانے کی تاب بڑے میاں میں نہ تھی۔ وہ اکھڑے اکھڑے سے تھے اور خلاف معمول نکتہ‌چینی پر آمادہ۔ بیوی بےچینی سے ان کی صورت بار بار دیکھتی تھیں اور سر ہلا دیتی تھیں۔ جب وہ ایک بار مڑے تو آننا اندریئونا نے مجھے آنکھ سے ان کی جانب معنی‌خیز اشارہ کیا۔

''کہیے، نتالیا نکولائیونا کیسی ہیں۔ گھر پر ہیں نا وہ؟،، میں نے فکرمند خاتون سے سوال کیا۔

''ہاں، میرے عزیز ، وہ گھر پر ہی موجود ہے۔ گھر ہی پر ہے،، انہوں نے ایسے جواب دیا جیسے میرے سوال سے کچھ الجھن میں پڑ گئی ہوں۔ ''وہ آپ سے ملنے آتی ہی ہوگی۔ آپ نے بھی کمال کیا۔ بھلا، تین ہفتے بعد آئے ہیں۔ وہ تو بالکل ایسی ہو گئی ہے کہ... اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، بیمار ہے کہ تندرست ہے۔ خدا ہی اس پر اپنا رحم کرے۔،، یہ کہا اور اپنے شوہر کی طرف دبی نظر سے تکنے لگیں۔

''کیوں کیا ہے؟ اسے تو کچھ نہیں ہوا،، نکولائی سرگیئچ

نے فوراً بےصبری اور بےنیازی سے جھٹکا دے کر کہا ''وہ تو اچھی خاصی ہے ۔ لڑکی اب بڑی ہونے لگی ہے ۔ بچپن چھوٹتا جا رہا ہے ۔ اور کیا ۔ کون جانے، ان لڑکیوں کے من میں کیا سمائی رہتی ہے؟''

''نہیں، نہیں، من میں سمانے سے کیا واسطہ!'' آننا اندریئونا نے دکھ بھری آواز میں کہا ۔

بڑے میاں منہ سے کچھ نہ بولے اور انگلیوں کی پوریوں سے میز پر طبلہ بجانے لگے ۔

''خدا خیر کرے، کہیں ان کے درمیان کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی ہے؟'' بدحواسی میں مجھے خیال آیا ۔

''اور سنائیے، آپ ادیب لوگوں کے کیا حال‌چال ہیں؟'' انھوں نے نئے سرے سے سوال کیا ۔ ''کیا اب بھی 'ب' صاحب اپنی تنقیدیں لکھتے ہیں؟''

''ہاں، لکھتے تو ہیں'' میں نے جواب دیا ۔

''افوہ، وانیا، وانیا!'' انھوں نے ہاتھ ہلا کر بات ختم کرنے کے انداز میں کہا ۔ ''بھلا، اب تنقیدوں سے ہوتا کیا ہے!''

اتنے میں دروازہ کھلا اور نتاشا اندر داخل ہوئی ۔

ساتواں باب

وہ اپنی ٹوپی ہاتھوں میں لئے ہوئے تھی، جو اس نے آتے ہی پیانو پر ڈال دی ۔ پھر وہ میرے نزدیک آئی اور زبان سے کچھ کہے بغیر اپنا ہاتھ بڑھا دیا ۔ اس کے لب ذرا حرکت میں آئے، جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو، سلام دعا کرنا چاہتی ہو ۔ لیکن کچھ کہا نہیں ۔

ہمیں ملے ہوئے تین ہفتے گزر چکے تھے ۔ میں اسے حیرت اور خوف سے تک رہا تھا ۔ ان تین ہفتوں میں وہ کس قدر بدل گئی تھی! غم نے میرا دل جکڑ لیا جب میں نے اندازہ کیا کہ اس کا چہرہ کیسا پیلا پڑ گیا تھا، گال کیسے پچک گئے تھے، ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں اور آنکھیں لمبی سیاہ پلکوں کے

سائے میں یوں چمک رہی تھیں جیسے بخار یا کسی سخت جذباتی عزم سے تپ رہی ہوں۔

لیکن، میرے پروردگار، یہ لڑکی اس جانہار دن کس قدر خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں نے نہ اس سے پہلے کبھی اسے ایسا حسین پایا تھا، نہ اس کے بعد۔ بھلا کیا یہ وہی لڑکی تھی، وہی نتاشا جو صرف سال بھر پہلے میرا ناول سنتے وقت یوں میرا منہ تک رہی تھی اور میرے ساتھ ساتھ ہونٹوں کو جنبش دیتی جا رہی تھی۔ جو اس روز رات کے کھانے پر اپنے باپ سے اور مجھ سے یوں مزے لے لے کر اور بےفکری کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی رہی تھی اور قہقہے لگاتی رہی تھی؟ کیا یہ وہی نتاشا تھی جس نے اس دن وہاں کمرے میں سر جھکا کر جب اس کے گال تمتمائے ہوئے تھے، مجھ سے کہا تھا ''ہاں،،۔

اتنے میں گرجا گھر کے گھنٹوں کی بھاری گھن گھن سنائی دی جو لوگوں کو شام کی عبادت کے لئے پکار رہی تھی۔ نتاشا چونک پڑی۔ بڑی بی نے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔

''نتاشا، تم گرجا گھر جانےوالی تھیں نا۔ تو جاؤ۔ گرجا کا گھنٹہ بج رہا ہے۔ عبادت شروع ہونےوالی ہے۔ جاؤ۔ عبادت کر آؤ۔ اور پھر گرجا دور بھی تو نہیں ہے۔ تازہ ہوا بھی کھا لوگی ساتھ ہی۔ بند کمرے میں کیوں بیٹھی رہو؟ دیکھو تو کیسی پیلی پڑ گئی ہو تم — جیسے کوئی جن بھوت سوار ہو۔،،

''شاید... میں جاؤںگی نہیں آج...،، نتاشا نے رک رک کر دبی ہوئی آواز میں کہا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہو۔ ''میری طبیعت... طبیعت اچھی نہیں ہے میری...،، اس نے یہ جملہ کہا اور کاغذ کی طرح سفید پڑ گئی۔

''اچھا ہوتا کہ تم چلی ہی جاتیں، نتاشا۔ تم تو خود جانے کو تیار تھیں اور اسی لئے اپنی ٹوپی لے کر آئی تھیں۔ خدا سے دعا کرو۔ نتاشا، دعا کرو کہ خداوند پاک تمہیں تندرستی عطا کرے،، آننا اندریئونا نے اپنی بیٹی کو ایک بار پھر آمادہ کرنا چاہا۔ وہ اسے ایسی سہمی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے اس سے ڈر رہی ہوں۔

''ہاں، ہاں۔ چلی جاؤ۔ ذرا دو قدم چل لوگی،، بڑے میاں نے لقمہ دیا۔ اور انہوں نے بھی بیٹی کو فکرمند نظروں سے دیکھا

''تمہاری ماں ٹھیک کہتی ہیں - ہو آؤ - وانیا تمہیں پہنچا آئے گا -''

مجھے ایسا لگا کہ تلخ مسکراہٹ نتاشا کے لبوں پر دوڑ گئی - وہ پیانو کے پاس گئی، ٹوپی اٹھائی اور سر پر رکھ لی - اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے - اس کی تمام حرکتوں میں بے اختیاری پائی جاتی تھی، جیسے سب کچھ بے ارادہ سرزد ہو رہا ہو - ماں باپ دونوں غور سے اسے دیکھ رہے تھے -

''خدا حافظ،'' اس نے یوں کہا کہ بمشکل سنا گیا -

ماں بولی ''کیوں، میری پیاری، خدا حافظ کیوں؟ کیا فاصلہ بہت ہے؟ بس ذرا ہوا کھانے ہی جانا ہے نا - ذرا دیکھو تو سہی، تم کتنی پیلی پڑ گئی ہو - اف، میں بھول گئی (سب کچھ بھول جاتی ہوں) - میں نے تمہارے لئے تعویذ بناکے رکھا ہے - اس میں دعائیں سی دی ہیں، میری بچی - کیئف* کی ایک راہبہ نے مجھے پچھلے سال بتائی تھی، بڑی اچھی دعا ہے - ابھی ابھی میں نے وہ دعا اس میں سی دی ہے - اسے گلے میں ڈال لو نتاشا - خداوند پاک تمہیں تندرستی عطا کرے گا - ہمارے پاس تو لے دے کے تمہارا ہی دم ہے -''

ماں نے فوراً کام کاج کی دراز سے نتاشا کی سنہری صلیب نکالی - صلیب کی مالا میں ہی وہ تعویذ ٹنگا ہوا تھا جو نتاشا کی ماں نے بیٹی کے لئے ابھی ابھی تیار کیا تھا -

بیٹی کے گلے میں تعویذ ڈالتے ہوئے اور اس پر اشارے سے صلیب بناتے ہوئے ماں نے کہا ''پہنو، خدا تمہیں صحت دے - ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ ہر رات سونے سے پہلے میں تم پر دعائیں دم کیا کرتی تھی اور تم بھی میرے ساتھ دعا کے الفاظ دہرایا کرتی تھیں اور ایک اب ہے، تم وہ پہلے کی سی نہیں رہیں - خدا تمہاری روح کو چین نہیں دیتا - ہائے، نتاشا، نتاشا، ماں کی دعائیں بھی تمہارے کام نہیں آتی ہیں -''

بوڑھی عورت رونے لگی -

نتاشا نے کچھ کہے سنے بغیر ماں کا ہاتھ چوما اور دروازے

---

* کیئف — یوکرین کا سب سے بڑا شہر (آج کل یوکرینی سوویت سوشلسٹ ریپبلک کا دارالحکومت) - کیئف میں عیسائیوں کی کئی مقدس خانقاہیں واقع تھیں - (ایڈیٹر)

کی طرف ایک قدم بڑھ گئی۔ لیکن وہ فوراً ہی مڑی اور باپ کے پاس پہنچی۔ اس کا سانس گویا پھول رہا تھا۔

"پاپا آپ بھی دعا دیجئے۔ اپنی بیٹی کو دعا دیجئے..." یہ لفظ اس نے ہانپتے ہوئے کہے اور باپ کے سامنے دوزانو ہو گئی۔

ہم سب نتاشا کے اس خلاف معمول اور رسمی رکھ رکھاؤ پر عجب طرح جزبز ہو رہے تھے۔ کئی لمحے تو باپ بھی اسے کھوئے کھوئے دیکھتے رہے۔

"نتاشا، میری بچی، میری پیاری بیٹی، میرے ننھے سے فرشتے، یہ سب کیا ہے؟" آخر وہ رو پڑے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ "تمہیں کس بات کا دکھ ہے۔ دن رات تم کیوں روتی دھوتی رہتی ہو؟ میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ رات رات بھر میری آنکھ نہیں لگتی۔ جاگتا ہوں اور تمہارے دروازے پر میرے کان لگے رہتے ہیں۔ مجھے سب کچھ بتا دو، نتاشا۔ مجھ بوڑھے سے سب کچھ کہہ ڈالو۔ اور ہم..."

وہ بات پوری نہ کرسکے۔ انہوں نے بیٹی کو پکڑ کر زمین سے اٹھا لیا اور دونوں بازوؤں میں بھینچ لیا۔ نتاشا بےاختیار باپ کے سینے سے چمٹ گئی اور ان کے شانے پر سر رکھ دیا۔

"کچھ نہیں، کوئی بات نہیں... بس... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" وہ یہی الفاظ دھراتی رہی اور اس کی آواز گھٹے ہوئے آنسوؤں سے بھرا رہی تھی۔

"خدا تجھ پر اپنا سایہ رکھے بیٹی، تیرے حق میں میری دعا ہے۔ میری پیاری بچی، میری عزیز بچی" باپ نے دعا دی۔ "خداوندعالم تجھے روحانی سکون بخشے ہمیشہ کے لئے۔ تجھے تمام برائیوں سے پاک رکھے۔ میری جان، خدا سے دعا کر کہ میری دعا اس کے باب اجابت تک پہنچے۔"

"اور بیٹی، میری دعائے برکت بھی تیرے ساتھ ہے۔ میری دعائیں تیرے ساتھ رہیں" ماں نے اپنے چہرے سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ!" نتاشا نے سرگوشی کی سی آواز میں کہا۔

دروازے پر وہ دم بھر کو پھر اٹکی۔ مڑ کر ایک نظر اور ماں باپ پر ڈالی۔ کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی۔ اور تیزی کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔

آٹھواں باب

وہ بالکل خاموش، سر جھکائے، تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ لیکن جب وہ گلی سے نکل کر دریا کنارے کے کھڑنجے پر آ گئی تو اس نے رفتار دھیمی کردی اور میرا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔

"دم گھٹا جاتا ہے"، اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا "میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ دم گھٹ رہا ہے۔"

"نتاشا واپس چلو!" میں خوف سے چیخ پڑا۔

"لیکن وانیا، کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ میں ہمیشہ کے لئے نکل آئی ہوں۔ ان کو سدا کے لئے چھوڑ چکی ہوں۔ اب کبھی واپس نہیں جاؤں گی"، وہ بولی اور میری طرف ناقابل بیان غم سے دیکھا۔

میرا دل ڈوب گیا۔ اس روز شام کو جب میں ان لوگوں کے گھر جا رہا تھا تبھی میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ یہ ہوگا۔ بلکہ شاید اس دن سے بہت پہلے آج کے واقعے کی تصویر میری آنکھوں کے آگے پھر چکی تھی دھندلی دھندلی۔ پھر بھی نتاشا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ مجھ پر بجلی بن کے گرے۔

ہم دونوں دریا کنارے کی پٹری پر دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے چلتے رہے۔ مجھ سے بولا نہ جاتا تھا۔ میں سوچے جا رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ اس صورت‌حال کو ذہن‌نشین کروں۔ اسی فکر میں گم تھا۔ میرا سر چکرا رہا تھا۔ یہ بات اس قدر نامعقول، اس درجہ ناممکن معلوم ہوتی تھی کہ بس۔

"کیا تم مجھے قصوروار سمجھتے ہو وانیا؟" آخر اس نے کہہ ہی دیا۔

"نہیں لیکن... مگر مجھے یقین نہیں آ رہا ہے — ایسا تو ہو نہیں سکتا!" میں نے جواب دیا، خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہہ کیا رہا ہوں۔

"ہاں، وانیا، اب تو یوں ہی ہے۔ میں گھر سے نکل کھڑی ہوئی ہوں اور نہیں جانتی کہ ان پر کیا گزرے گی۔ اور یہ بھی نہیں معلوم کہ خود مجھ پر کیا بیتے گی۔"

''تو کیا تم اس کے پاس جا رہی ہو، نتاشا؟''

'ہاں'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن یہ بالکل ناممکن ہے!'' میں چیخ پڑا۔ ''تمہاری عقل میں نہیں آتا کہ یہ ناممکن ہے۔ میری بچاری نتاشا، یہ دیوانہ پن ہے۔ تم اپنے والدین کو مار ڈالوگی اور خود کو بھی خاک میں ملا دوگی۔ سمجھ رہی ہو اس بات کو تم؟''

''میں جانتی ہوں۔ مگر میں کیا کروں۔ کچھ بن نہیں پڑتی'' وہ بولی اور اس کے الفاظ میں ایسا درد تھا جیسے وہ سولی پر چڑھنے جا رہی ہو۔

''لوٹ چلو، لوٹ چلو۔ ابھی وقت ہے'' میں نے اس سے التجا کی۔ اور جتنا مجھے یہ اندازہ ہوتا گیا کہ میری التجا لاحاصل ہے اور اس وقت کہنا سننا بالکل فضول ہے اتنے ہی زور شور سے، اس قدر جوش و خروش سے، شدت سے میں نے اس پر زور ڈالنا چاہا۔ ''نتاشا، سمجھتی ہو، تم اپنے باپ کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہو؟ تمہیں ذرا بھی اس کا خیال ہے؟ سوچا تم نے؟ تمہیں خبر ہے کہ اس کا باپ تمہارے باپ کا دشمن ہے۔ پرنس نے تمہارے باپ کی ذلت کی، ان پر روپیہ غبن کرنے کا الزام لگایا، انہیں چور، بے ایمان کہا۔ تم جانتی ہو کہ ان میں مقدمہ بازی ہو رہی ہے؟ کیوں؟ چلو، یہ تو بہت معمولی باتیں ہیں۔ مگر کیا تمہیں معلوم ہے نتاشا (یا خدا، تمہیں تو سب کچھ معلوم ہوگا ہی!) تمہیں خبر ہے کہ پرنس نے تمہارے ماں باپ پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ دونوں اس زمانے میں جب الیوشا تمہارے ساتھ دیہات میں ٹھیرا ہوا تھا، تمہارے اور اس کے درمیان محبت کروانے کے لئے جوڑ توڑ کر رہے تھے۔ ذرا دم بھر کو سوچو، خیال تو کرو کہ اس الزام کی بدولت تمہارے باپ کو کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان دو برسوں میں ان کے بال کیوں سفید ہو گئے۔ ذرا ان کی طرف دیکھو تو۔ اور اصل بات تو یہ ہے — مگر میرے پروردگار، تم سے کہوں کیا — تم تو خود جانتی ہو، نتاشا، میں کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ تم سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو کر والدین پر کیا گزرے گی۔ کیوں، تم ہی تو ان کی ساری پونجی ہو۔ تم ہی تو لے دے کے رہ گئی ہو ان کے بڑھاپے کا آسرا۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی زبان سے نہ کہوں گا، تم خود

اچھی طرح جانتی ہو ۔ ذرا یاد کرو کہ تمہارے پاپا کو یہ خیال ہے کہ بےوجہ تمہاری بدنامی کی گئی ہے، ان بددماغوں نے تمہارے خلاف بلاوجہ الزام لگائے ہیں اور اس کا بدلہ نہیں لیا گیا ۔ اور اب خاص انہی دنوں پھر آگ بھڑک اٹھی ہے ۔ وہی پرانی دشمنی پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو گئی ہے ۔ کیوں؟ اس لئے کہ الیوشا کا تمہارے گھر میں آنا جانا ہوا ۔ پرنس نے پھر تمہارے پاپا کی تذلیل کی ۔ بڑے میاں کے تن بدن میں اس نئی بےہودگی پر آگ لگی ہوئی ہے اور اب اوپر سے یہ سب ہوگا تو سوچ لو کہ سارے الزام جو لگائے جا چکے ہیں، سچ ہو جائیں گے ۔ ہر شخص جسے یہ قصہ معلوم ہے پرنس کی ہی تائید کرے گا اور تم کو اور تمہارے باپ کو قصوروار گردانے گا ۔ تو پھر کیا ہوگا، ان کا؟ ان پر کیا بیتے گی؟ جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے وہ ۔ شرمندگی، ذلت، رسوائی اور کس کے ہاتھوں؟ تمہارے ہاتھوں، خود اپنی چہیتی بیٹی کے ہاتھوں ۔ اور تمہاری ماں کا کیا حشر ہوگا؟ وہ تمہارے بوڑھے باپ کے بعد جی نہیں سکتی ہیں ۔ نتاشا! نتاشا یہ کیا کر رہی ہو؟ لوٹ چلو! ہوش میں آؤ!''

وہ چپ رہی ۔ بالاخر اس نے مجھ پر گویا ایک ملامت بھری نظر ڈالی ۔ اس کی آنکھوں میں کیسا درد بھرا تھا، دل کے ٹکڑے کر دینے والا! اس قدر دکھ تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ اس کے زخمی دل سے پہلے ہی لہو ٹپک رہا تھا اور میرے الفاظ نے اس پر نمک پاشی کی ہے ۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا فیصلہ خود اسے کتنا مہنگا پڑا ہے اور میں اوپر سے اپنے فضول اور بعد از وقت الفاظ بھونک بھونک کر دکھی کر رہا ہوں ۔ یہ سب کچھ میں سمجھ گیا لیکن اس پر بھی باز نہ آیا اور بولتا ہی چلا گیا :

''ہاں — ذرا دیکھو، تم نے ابھی ابھی تو اپنی امی سے کہا تھا کہ شاید تم گھر سے باہر ہی نہ جاؤ... گرجا گھر کو ۔ یہی مطلب تھا نا تمہارا کہ گھر میں رہوگی — یہی نا کہ تم نے ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہ کیا تھا؟''

وہ اس کے جواب میں تلخی سے مسکرائی ۔ بھلا میں نے اس سے سوال ہی کیوں کیا؟ خود سمجھ لیتا کہ اس کا فیصلہ اٹل ہے ۔ مگر میں بھی اپنے حواس میں نہیں تھا ۔

''تو کیا تم اس سے اس قدر بےپناہ محبت میں گرفتار ہو

گئی ہو؟،، میں چیخ کر بولا۔ اور ڈوبتے ہوئے دل سے اسے دیکھا۔ میری سمجھ میں مشکل سے آ رہا تھا کہ اس سے پوچھ کیا رہا ہوں۔

''وانیا، میں تمہیں کیا بتاؤں؟ تم جانو، اس نے مجھ سے آنے کو کہا اور میں یہاں موجود ہوں۔ اس کا انتظار کر رہی ہوں،، نتاشا نے اسی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بات کا جواب دیا۔

''مگر سنو تو سہی۔ سنو،، میں پھر اس سے التجا کرنے لگا۔ تنکوں کا سہارا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''ابھی اس کا چارہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے طریقے سے انتظام کیا جا سکتا ہے۔ بالکل دوسری قسم کی تدبیر ہو سکتی ہے۔ تمہیں گھر چھوڑ کر نکل جانے کی ضرورت نہیں۔ نتاشا! میں بتاؤں کیا کرنا چاہئے۔ تمہاری خاطر یہ ذمہ خود میں اپنے سر لیتا ہوں کہ تمہاری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اور سب ٹھیک ہو جائے، سب کچھ۔ صرف اتنی عرض ہے کہ گھر نہ چھوڑو... میں تمہارے خط پہنچایا کروں گا۔ کیوں نہیں! تم جو اس وقت کر رہی ہو اس سے وہ بہتر رہے گا بہرحال۔ میں اس کی سبیل کر دوں گا۔ تم دونوں مزے میں رہوگے۔ دیکھ لینا۔ اور پھر تم بربادی سے بھی بچ جاؤگی نتاشا، یہ جو تم خود کو برباد کرنے پر تلی ہو... اس طرح سے خود کو خاک میں ملا لوگی — جانتی ہو تم؟ مان جاؤ نتاشا — سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ سب کام ٹھکانے سے چلیں گے۔ جتنا تمہارا جی چاہے تم دونوں ایک دوسرے سے جی بھر کے محبت کرو۔ اور جب تم دونوں کے باپ جھگڑے سے نمٹ جائیں (ایک نہ ایک دن تو بہرحال یہ قضیہ نمٹنا ہی ہے) — تو پھر...،،

''بس وانیا — بس کرو،، اس نے بیچ میں ٹوک کر مجھے چپ کر دیا، اور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر آنسوؤں کی زبانی مسکرانے لگی۔ ''پیارے اچھے وانیا، تم بہت اچھے، بہت شریف آدمی ہو۔ اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں کہتے! میں نے ہی تمہیں پہلے دغا دی اور پھر بھی تم مجھے بالکل معاف کئے ہوئے ہو۔ تمہیں میری خوشی کے سوا اور کسی بات کا خیال ہی نہیں۔ تم ہمارے خط تک لانے لے جانے کو تیار ہو...،،

وہ رونے لگی۔

''مجھے علم ہے کہ تم مجھ سے کس قدر محبت کرتے تھے، وانیا، اور آج بھی مجھے چاہتے ہو۔ اور کبھی اس عرصے میں

تم نے ایک حرف ملامت زبان سے نہ نکالا۔ اور ایک میں ہوں... اف پروردگار! میں تمہارے آگے کس درجہ قصوروار ہوں۔ یاد ہے تمہیں وانیا، وہ وقت یاد ہے جو ہم نے تم نے ساتھ گزارا؟ اچھا ہوتا کہ میں اس سے کبھی ملی ہی نہ ہوتی، اس سے جان پہچان ہی نہ ہوتی۔ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارتی، پیارے، میرے اچھے وانیا، بس تمہارا ساتھ ہوتا۔ نہیں — نہیں۔ میں تمہارے قابل ہی نہیں ہوں۔ دیکھو تو میں کیسی ہوں کہ بھلے دنوں کی یاد تمہارے ذہن میں تازہ کر رہی ہوں اور وہ بھی ایسے کڑے وقت جب تم خود بھی کچھ کم پریشان نہیں ہو۔ یہ کیا کیا کہ تین ہفتے سے ہمارے یہاں نہیں آئے — قسم کھاکے کہتی ہوں وانیا، کہ ایک بار مجھے خیال تک نہ آیا اس بات کا کہ تم مجھ سے نفرت کروگے یا مجھ پر لعنت ملامت کروگے۔ مجھے خبر تھی کہ تم دور دور کیوں رہے ہو۔ تم ہمارے بیچ میں رکاوٹ بن کر اور جیتی جاگتی ملامت بن کر نہیں آنا چاہتے تھے۔ اور اگر ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھتے تو کیا تمہارے لئے یہ کچھ کم دکھ کی بات ہوتی؟ مگر میں، وانیا، تمہارا کیسا بےچینی سے انتظار کرتی رہی۔ کیسی راہ دیکھتی رہی۔ وانیا، سنو۔ اگرچہ میں الیوشا سے ایسی دیوانہ‌وار محبت کرتی ہوں لیکن اس کے باوجود شاید تمہارا پیار ایک دوست کی حیثیت سے میرے دل میں اور بڑھ گیا ہے۔ میں جانتی ہوں، خوب سمجھتی ہوں کہ تمہارے بغیر میری زندگی اجیرن ہو جائےگی۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے دل کی ضرورت ہے۔ تمہاری سنہری روح کی ضرورت ہے۔ ہائے وانیا — کیسا تلخ، کیسا کٹھن وقت آ رہا ہے!''

اشکوں کا طوفان اس کی آنکھوں سے امنڈ پڑا۔ واقعی اس پر بہت کڑی گزر رہی تھی۔

''ہائے، مجھے تم سے ملنے کی کس قدر بےتابی تھی وانیا!'' وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے بولتی گئی۔ ''تم کیسے دبلے ہو گئے ہو۔ کیسے بیمار نظر آتے ہو۔ پیلے پڑ گئے۔ کیا واقعی تم بیمار تھے وانیا؟ میں نے تمہاری مزاج‌پرسی تک نہ کی۔ خود اپنی ہی باتیں کرتی رہی۔ اخباروالوں سے کیسی پٹ رہی ہے؟ کچھ اپنے نئے ناول کے بارے میں بتاؤ۔ ٹھیک چل رہا ہے نا؟''

''نتاشا، کیا اس وقت ہمیں اپنی اور اس ناول کی باتوں کی پڑی ہے؟ جیسے میرے معاملات کی کوئی حیثیت ہو۔ ٹھیک ہی چل رہا ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائےگا۔ مجھے تم یہ بتاؤ نتاشا کہ کیا خود اس نے تم سے تقاضا کیا کہ اس سے ملنے جاؤ؟''

''نہیں۔ اسی نے نہیں بلکہ زیادہ‌تر میں نے خود۔ اس نے کہا تو ضرور تھا کہ میں ملنے کے لئے نکلوں۔مگر میں خود بھی... تم جانو پیارے کہ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں‌گی: ایک اور لڑکی ہے جس سے الیوشا کی نسبت کی جا رہی ہے۔ لڑکی اونچے گھرانے کی ہے۔ مالدار ہے۔ بڑے بڑے لوگوں سے رشتہ‌داری بتائی جاتی ہے۔ الیوشا کے باپ کی ضد ہے کہ بیٹا اس سے شادی کرلے۔ اور باپ کو تو تم جانتے ہو — وہ ایک ہی چال‌باز آدمی ہے۔ اس نے سارے جتن کرلئے ہیں۔ اب یہ ایک ایسا موقع غنیمت ہے جو دس برس میں بھی کبھی نصیب نہ ہوگا... رشتہ‌داریاں، روپیہ پیسہ... پھر یہ بھی بتاتے ہیں کہ لڑکی بہت خوبصورت ہے، تعلیم‌یافتہ بھی ہے، نیک‌دل بھی ہے — یعنی اس میں ہر قسم کا گن موجود ہے۔ الیوشا پہلے ہی سے اس کی طرف کھنچا ہوا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ باپ کو فکر ہے کہ بیٹے کا معاملہ طے کردے تاکہ اس کے بعد خود شادی رچا سکے۔ چنانچہ وہ ہم دونوں کے تعلقات کا خاتمہ کرنے پر اتر آیا ہے۔ مجھ سے اور الیوشا پر جو میرا اثر ہے اس سے وہ ڈرتا ہے...''

''تو کیا تمھارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پرنس کو تم دونوں کی محبت کا پتہ ہے؟'' حیرت سے میں نے اس کی بات کاٹی۔

''اسے تو صرف اس بات کا شبہ ہی شبہ تھا اور وہ بھی کچھ یوں ہی سا۔''

''نہیں، اسے سب معلوم ہے۔ تمام باتیں معلوم ہیں۔''

''کیسے — اسے کس نے بتا دیا؟''

''الیوشا نے، کچھ دن گزرے، باپ کو سب کچھ بتا دیا۔ خود مجھ سے الیوشا کہہ‌چکا ہے کہ اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔''

''خدا کی پناہ — یعنی یہ ہو کیا رہا ہے۔ الیوشا نے باپ سے سب کچھ کہہ دیا اور وہ بھی ایسے وقت!''

''وانیا، اسے الزام نہ دو'' نتاشا بول پڑی ''اس پر جملہ نہ کسو۔ دوسروں کی طرح الیوشا پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ انصاف

سے کام لو۔ وہ مجھ جیسا، تم جیسا آدمی نہیں ہے۔ وہ تو بالکل بچہ ہے۔ اس کی پال پوس ایسی ہی ہوئی ہے۔ کیا وہ خود اندازہ کرسکتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ اس کے ذہن پر پہلا نقش، پہلا آدمی جس سے وہ ملے اس کا اثر الیوشا کو منٹ بھر پہلے کے عہدوپیمان سے پھیر دےگا۔ اس میں کردار کی مضبوطی نہیں ہے۔ وہ قسم کھاکر کہےگا کہ آپ کے ساتھ سچا رہےگا لیکن اسی روز وہ اسی صداقت اور ایمان‌داری کے ساتھ، اسی خلوص کے ساتھ کسی اور کا ہو رہےگا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ خود آپ کے پاس پہنچےگا اور سب کچھ بتا دےگا۔ وہ کوئی بڑی بری حرکت کر سکتا ہے لیکن پھر بھی اس کو ملزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا بلکہ اس پر صرف ترس کھایا جا سکتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے کہ ایثار بھی کر سکتا ہے۔ اور کیسا ایثار، کتنی بڑی قربانی! لیکن یہ قربانی اگلے ذہنی اثر تک تو رہےگی اور اس کے بعد ذہن سے بالکل نکل جائےگی۔ تو یوں سمجھو کہ اگر میں مستقل اس کے پاس نہ رہوں تو وہ مجھے بھی بھلا بیٹھےگا۔ وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔''

''ہائے نتاشا، ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ درست نہ ہو، صرف سنی سنائی بات نکلے، بھلا ایسا لڑکا، اتنا کم‌عمر اور اس کی شادی ہو جائےگی؟''

''اس کے باپ کی اپنی کچھ مصلحتیں ہیں خاص۔ میں تم سے کہتی تو ہوں۔''

''مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی ایسی خوبصورت ہے اور وہ بھی اس کی طرف کھنچا ہوا ہے؟''

''بھئی اس نے خود ہی مجھے بتایا ہے۔''

''کیا معنی، اس نے خود بتا دیا کہ وہ دوسری عورت سے پیار کر سکتا ہے اور پھر تم سے ایسی قربانی طلب کرنے چلا ہے؟''

''نہیں وانیا، نہیں، تم اسے بالکل نہیں سمجھتے ہو۔ تمہارا اس سے زیادہ واسطہ نہیں پڑا۔ اسے پرکھنے سے پہلے اور زیادہ سمجھنا ہوگا۔ دنیا میں اس کے دل سے بڑھ‌کر سچا اور پاکیزہ دل ہو نہیں سکتا۔ کیوں؟ کیا یہ اچھا ہوتا کہ وہ جھوٹ بول دیتا؟ مکر جاتا؟ اور دوسری لڑکی کی طرف کھنچنے کو کیا ہوا۔ اگر وہ ہفتہ بھر مجھ سے نہ ملے تو وہ مجھے بالکل بھلا بیٹھےگا

اور اسی کا ہو رہے گا لیکن بعد میں جب مجھ سے پھر آنکھیں چار ہوں‌گی تو پھر میرے قدموں پر آ رہے گا۔ نہیں، یہ اچھا ہی ہے کہ مجھے اس بات کی خبر ہے اور مجھ سے راز نہیں رکھا گیا۔ ورنہ شک‌وشبہ مجھے مار ہی ڈالتا۔ ہاں، وانیا، میں تو اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر ہمیشہ، ہر لمحے اس کے دم کے ساتھ نہ رہوں تو وہ ایسا آدمی ہے کہ میری محبت اس کے دل سے نکل ہی جائے گی، وہ مجھے بھول جائے گا اور چھوڑ دے گا۔ وہ ایسا شخص ہے کہ کوئی عورت بھی اسے لبھا سکتی ہے۔ اور پھر میں کیا کروں‌گی؟ تب تو میں مر ہی جاؤں‌گی — بالکل مر جاؤں‌گی۔ میری اب جان ہی نکل جائے تو خوش ہوں۔ لیکن اس کے بغیر، اس کے بغیر جینا کیسا؟ یہ تو موت سے بھی بدتر ہوگا۔ اس سے بڑھ کے اور کوئی غم مجھے نہیں ہو سکتا۔ ہائے وانیا، وانیا! آخر کوئی بات تو ہے کہ میں نے اس کی خاطر اپنے باپ کو چھوڑ دیا، اپنی ماں کو چھوڑ دیا۔ اب کچھ کہو سنو نہیں، جو فیصلہ ہونا تھا ہو چکا۔ اب تو اسے ہر وقت، ہر لمحے میرے پاس ہونا چاہئے۔ میں واپس نہیں جا سکتی۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ میں نے خود کو تباہ کر لیا اور دوسروں کو بھی تباہ کرنے پر تلی ہوں... ہائے وانیا!،، وہ اچانک چیخ پڑی اور سارے بدن سے تھرتھر کانپنے لگی۔ ’’کیا ہو جو وہ سچ‌سچ میری محبت سے ہاتھ اٹھا چکا ہو! ہائے کیا ہو اگر وہ بات سچ نکلے جو تم نے ابھی اس کے بارے میں کہی ہے،، (میں نے تو کچھ بھی نہ کہا تھا) ’’کہ وہ مجھے صرف دھوکا دے رہا ہے، کہ وہ صرف ظاہر میں سچا اور کھرا ہے ورنہ اندر سے تو جھوٹا اور خودپسند ہے۔ میں تو یہاں کھڑی اس کی طرف سے صفائی دے رہی ہوں تمہارے سامنے، اور کون جانے جو وہ عین اسی وقت کسی اور عورت کے ساتھ بیٹھا جی ہی جی میں ہنس رہا ہو... اور میں، میں بھی کیا نیچ عورت ہوں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل آئی اور سڑک پر اس کے انتظار میں چلی جا رہی ہوں... ہائے وانیا!،،

اس کے دل سے ایسی الم‌ناک آہ نکلی کہ میری ساری روح غم سے تھرا گئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ نتاشا کو اپنے اوپر بالکل قابو نہیں رہا ہے۔ صرف ایک اندھی انتہائی پاگل‌پن کا حسد تھا جس نے نتاشا کو اس دیوانہ‌وار فیصلے پر پہنچا دیا

تھا۔ لیکن اب میری باری تھی۔ میرے سینے میں بھی رقابت کی آگ بھڑک اٹھی اور میں پھٹ ھی تو پڑا۔ مجھ سے اور ضبط نہ ہو سکا، یہ ناپاک جذبہ مجھے بہا لے گیا۔

''نتاشا، ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ھے کہ خود تم نے ابھی ابھی جو اس کے بارے میں کہا ھے، وہ رائے رکھتے ہوئے بھی تم اس سے محبت کرتی ہو۔ تمہارے دل میں اس کی عزت نہیں، بلکہ اس کی محبت کا یقین تک نہیں تمہیں اور اس پر بھی آنکھیں بند کئے اس کے پاس چلی جا رہی ھو اور اس کی خاطر ہر ایک کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ آخر اس کے کیا معنی؟ وہ تمہیں ایسی مصیبت میں ڈالے گا کہ عمر بھر بھگتوگی اور خود اسے بھی تم عذاب میں مبتلا کروگی۔ تم اس سے بہت محبت کرتی ہو۔ بہت زیادہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی محبت ھے!،،

''ھاں، ھاں میں اس سے دیوانہ‌وار محبت کرتی ہوں،، اس نے جواب دیا اور وہ دکھ کے مارے پیلی پڑ گئی۔ ''وانیا، میں نے تم سے کبھی ایسی محبت نہ کی۔ ھاں، مجھے خبر ھے کہ حواس کھو بیٹھی ہوں۔ اور میں جو اسے پیار کرتی ہوں یہ بالکل خبط ھے۔ جس طرح سے میں اسے چاہتی ہوں ہ اچھی بات نہیں ھے... مگر، سنو وانیا، مجھے پہلے سے اندازہ تھا بلکہ سب سے زیادہ مسرت بھرے لمحوں میں بھی میں نے یہی سوچا کہ وہ مجھے سوائے دکھ کے کچھ نہ دے‌گا۔ لیکن اس کا کیا علاج ھے، بتاؤ کہ اس کی ذات سے جو دکھ اور ستم بھی ہوگا وہ مجھے اب راحت اور کرم ھی لگتا ھے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں جو اس کی طرف چلی ہوں تو خوشی حاصل کرنے کے لئے چلی ہوں؟ کیا تمہیں گمان ھے کہ مجھے پہلے سے پتہ نہیں کہ کیا پیش آنے‌والا ھے اور اس کے ھاتھوں مجھے کیا ملے‌گا؟ یوں تو خیر، اس نے بڑے دعوے محبت کے کر رکھے ھیں اور طرح طرح کے وعدے بھی کئے ھیں۔ مگر مجھ سے پوچھو تو مجھے ایک کا بھی اعتبار نہیں۔ اس کے وعدوں کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔ اور نہ تھی۔ اگرچہ میں یہ بھی سمجھتی ہوں کہ اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا ھے۔ بلکہ وہ جھوٹ بول ھی نہیں سکتا۔ خود میں نے، میں نے ھی اس سے کہہ دیا کہ کسی طرح بھی اسے پابند نہیں

کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ یہی رویہ ٹھیک بھی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی خود کو پابند کرنا پسند نہیں کرتا اور میں تو بالکل نہیں چاہوں‌گی۔ اس کے باوجود اس کی کنیز ہو جاؤں، بندۂبےدام بن جاؤں تو مجھے خوشی ہوگی۔ میں خوشی سے سب کچھ سہہ لوں‌گی، سب کچھ، صرف اس شرط پر کہ وہ میرے دم کے ساتھ ہو۔ اور میں اسے دیکھتی رہوں۔ بلکہ اگر وہ دوسری عورت سے بھی محبت کئے جائے تو میں نہ روکوں‌گی، البتہ یہ کہ میں بھی اس کے نزدیک رہوں۔ کیا یہ ذلیل بات نہیں ہے؟ وانیا؟،، اس نے پوچھا اور ایک دم مجھے جلتی اور سوجی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ لمحے بھر کو ایسا لگا جیسے اس پر سرسامی کیفیت طاری ہے۔
''اس طرح کی ترنگیں ضرور ذلیل ہیں، ہیں نا؟ تو پھر کیا؟ میں خود کہتی ہوں کہ ہاں یہ گری ہوئی بات ہے۔ تاہم اگر وہ مجھے چھوڑ بھی دے تو میں زمین کے آخری سرے تک اس کے پیچھے دوڑوں‌گی۔ اگر وہ مجھے جھڑک دے‌گا، مجھے دھتکار دے‌گا تب بھی باز نہ آؤں‌گی۔ اور ایک تم ہو کہ مجھے گھر واپس چلنے پر راضی کرنے کی کوشش میں ہو۔ مگر اس کا حاصل کیا؟ اگر میں اس وقت مان بھی جاؤں تو کل پھر نکل کھڑی ہوں‌گی۔ وہ مجھ سے آنے کے لئے کہے‌گا اور میں آ جاؤں‌گی۔ وہ مجھے پکارے‌گا، سیٹی بجائے‌گا، بس ایسے ہی جیسے کسی کتے کے لئے بجائی جاتی ہے اور میں دوڑی دوڑی اس کے پاس پہنچ جاؤں‌گی... کیا عذاب ہے! وہ مجھ پر جو چاہے ستم ڈھائے میں اس سے بھاگنے‌والی نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ستم اس کا ڈھایا ہوا ہے۔ ہائے یہ ایسی بات ہے کہ میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی، وانیا!،،
''اور اس لڑکی کے ماں باپ کا کیا ہوگا؟،، میں نے جی میں سوچا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو بالکل ہی بھول گئی ہے۔
''اس پر بھی وہ تم سے شادی تو نہیں کرنے‌والا، نتاشا؟،،
''اوہ، اس نے شادی کا وعدہ تو ضرور کیا ہے۔ سب کچھ وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اسی لئے مجھے بلایا ہے کہ ہم کل چپکے سے شادی کر لیں‌گے بستی سے باہر جا کر۔ ہاں البتہ اسے خود نہیں معلوم کہ وہ کر کیا رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اسے یہ بھی پتہ نہ ہو کہ شادی کا انتظام کیسے کیا جاتا ہے اور وہ خود شوہر کیسا رہے‌گا۔ واقعی یہ بات نہایت مہمل ہے۔ اور

اگر وہ مجھ سے شادی کرلے تو مصیبت میں پڑجائےگا اور مجھ پر لعنت ملامت شروع کر دےگا۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ دن آئے جب وہ مجھ پر کسی بات کی وجہ سے ملامت کرے۔ میں تو اس کی خاطر سب کچھ تج دوں‌گی۔ وہ چاہے میرے لئے کچھ کرے نہ کرے! بھلا اگر شادی سے اس کی خوشیاں چھن جاتی ہوں تو چھینی ہی کیوں جائیں؟،،

’’نہیں، یہ حرکت صرف پاگل‌پن کی ہے نتاشا، تو کیا تم سیدھی اسی وقت اس سے ملنے جا رہی ہو؟،،

’’نہیں، اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے یہاں لینے آئےگا — ہم دونوں نے یہی طے کیا تھا...،،

اور اس نے دور انتظار بھری نظر سے دیکھا مگر کسی کا پتہ نہ تھا۔

’’ابھی تک اس کا پتہ نہیں ہے اور تم ہو کہ پہلے ہی آ پہنچیں!،، میں چیخ کر تحقیر سے بولا۔ نتاشا ایسے لڑکھڑا گئی جیسے کوئی ضرب پڑی ہو۔ اس کا چہرہ شدت کرب سے اینٹھ گیا۔

’’ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل آئے ہی نہیں،، اس نے کڑوی مسکراہٹ سے کہا۔ ’’پرسوں اس نے مجھے لکھا تھا کہ اگر میں آنے کا وعدہ نہیں کروں‌گی تو وہ اپنے منصوبے سے پھرنے پر آمادہ ہو جائےگا — منصوبہ کیا کہ یہاں سے نکل کر وہ مجھ سے شادی کرلے۔ اور اس کا باپ اسے ہونےوالی دولھن سے ملانے لے جائےگا۔ اس نے یہ بات ایسی سادگی سے، ایسی بےساختگی سے لکھ دی تھی گویا کوئی بات ہی نہیں ہے... کیا ہو، وانیا، اگر وہ واقعی اس لڑکی سے ملنے چلا گیا ہو؟،،

میں نے کچھ جواب نہ دیا، اس نے میرا ہاتھ زور سے جھنجوڑا اور اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

’’وہ اسی لڑکی کے پاس ہوگا،، نتاشا نے سینے سے یہ بات بمشکل لبوں تک پہنچائی۔ ’’اس نے سوچا ہوگا کہ میں آؤں‌گی ہی نہیں اور پھر وہ اس لڑکی کے پاس چل دےگا اور کہنے کو ہو جائےگا کہ یہ خود میری ہی خطا ہے۔ اور وہ تو پہلے ہی جتا چکا تھا کہ نہیں آؤں‌گی تو وہ چل دےگا۔ نہیں آئی تو وہ چل دیا۔ وہ مجھ سے اکتا چکا ہے اور رکھائی برتنے لگا ہے۔ ہائے، میرے پروردگار! میں پاگل ہو گئی ہوں۔ یہ کیا ہے۔ اس نے ابھی

پچھلی بار مجھ سے کہا کہ وہ اکتا چکا ہے مجھ سے۔ تو پھر مجھے اب انتظار کس کا ہے؟،،

’’لو — وہ رہا!،، میں زور سے چیخا۔ کچھ دور دریا کے کنارے پٹری پر اتفاق سے وہ مجھے نظر آ گیا۔

نتاشا چونک پڑی، ہانپنے لگی۔ اپنی طرف بڑھتے ہوئے الیوشا کی جانب وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی اور ایک دم میرا ہاتھ چھوڑ کر اس کی طرف لپکی۔ اس نے بھی اپنے قدم تیز کردئے اور لمحے بھر بعد وہ اس کے بازوؤں میں تھی۔ سڑک پر شاید ہی ہمارے علاوہ کوئی اور موجود ہو۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو خوب چوما، ہنسے۔ نتاشا ہنسی بھی، روئی بھی ساتھ ساتھ۔ ایسا لگتا تھا کہ دونوں بےاندازہ جدائی کے بعد ایک دوسرے سے ملے ہیں۔ نتاشا کے پیلے رخساروں پر سرخی کی لہر دوڑ گئی۔ اس پر بےخودی کی کیفیت طاری تھی۔ الیوشا کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ فوراً میری طرف بڑھا۔

نواں باب

میں نے اس بار الیوشا کو نظر بھر کے دیکھا اگرچہ اس لمحے سے پہلے بھی میں کئی بار اس کو دیکھ چکا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا کہ شاید ان آنکھوں کی جھلک ان اسباب کا کچھ پتہ دے سکے جنھوں نے مجھے حیرت‌زدہ کر دیا ہے۔ شاید یہاں سے راز مل سکے کہ اس لڑکے نے نتاشا پر کیا جادو کیا اور اسے دیوانہ‌وار محبت میں مبتلا کر دیا، ایسی محبت جس نے نتاشا کو اس کے اولین فرائض بھلا دینے پر اور بےنیازی کے ساتھ ان سب چیزوں کی قربانی دینے پر مجبور کر دیا جو اب تک اسے اس قدر عزیز تھیں۔ صاحب‌زادے نے میرے دونوں ہاتھ تھام کر تپاک سے دبائے۔ اس کی نظر ایسی شریفانہ اور روشن تھی کہ سیدھی میرے دل میں اتر گئی۔

میں نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کے بارے میں جو میرے کلیے ہیں ان میں غلطی ہو سکتی ہے صرف ایک وجہ سے کہ وہ

میرا رقیب ہے۔ ہاں، واقعی، مجھے وہ پسند نہیں تھا اور میں یہ مانتا ہوں کہ میں کبھی اسے پسند کرنے پر مائل نہ ہو سکتا تھا اور میں اس معاملے میں اکیلا آدمی ہوں گا ان تمام لوگوں میں جو اسے جانتے ہیں۔ اس کے اندر جو خصوصیات تھیں ان میں سے کئی مجھے ناپسند تھیں اور اس ناپسندیدگی پر مجھے قابو نہ تھا۔ مثلاً یہی اس کی وضع قطع کی دل‌کشی اور ممکن ہے یہ بات خاص طور سے مجھے اس لئے بھی ناپسند رہی ہو کہ وضع قطع حد سے زیادہ تھی۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ اس سلسلے میں بھی میری پرکھ تعصب سے پاک نہ تھی۔ وہ دراز قد، چھریرے بدن کا اور خوش‌وضع نوجوان تھا۔ اس کا چہرہ ستواں تھا اور ہمیشہ چمپئی رہتا تھا۔ بالوں کا رنگ اجلا، آنکھیں بڑی بڑی، نرم و نازک، خواب آلود اور نیلی، جن میں بار بار لڑکپن کی سی بےاختیار بشاشت جھلک اٹھتی تھی۔ تنگ اور نفیس تراش کے دھانے میں بھرے بھرے سرخی مائل ہونٹ ہمیشہ ایک گمبھیرپن کا لہریا لئے رہتے تھے، جس کی بدولت مسکراہٹ میں ایک عجیب سی اچانک قسم کی رجھانےوالی دل‌کشی پیدا ہو جاتی تھی اور مسکراہٹ ان لبوں پر ایک دم نمودار ہوتی تو ایسی معصوم اور بےتکلف ہوتی کہ چاہے آپ کسی موڈ میں ہوں لیکن بےاختیار جی چاہے کہ فوراً جواب میں ایسی ہی مسکراہٹ پیش کر دیں۔ لباس میں وہ کچھ ضرورت سے زیادہ اہتمام نہ کرتا تھا بلکہ ہمیشہ خوش‌وضعی ملحوظ رکھتا تھا۔ اور صاف دیکھنے سے ہی پتہ چل جاتا تھا کہ لباس کی اس نفاست میں تکلف نہیں برتا گیا بلکہ یہ خداداد چیز ہے۔ درست ہے کہ اس نوجوان میں کچھ کمزوریاں بھی تھیں۔ یعنی کچھ ایسی عادتیں جو دوسروں کو کھل جاتی ہیں اور اوپر کی اشرافیہ کی خصوصیات ہیں مثلاً من‌موجی‌پن، خودپسندی اور مہذب ڈھٹائی۔ لیکن وہ بذات خود اس قدر صاف‌گو اور سادہ دل تھا کہ ان کمزوریوں پر سب سے پہلے خود ہی اپنے آپ کو الزام دیتا اور ان کا اعتراف کرکے ہنس دیا کرتا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ نوجوان کبھی اشارتاً بھی جھوٹ نہ بول سکتا تھا۔ اور اگر کبھی جھوٹی بات اس کے منہ سے نکل جاتی تو اسے شبہ بھی نہ گزرتا کہ غلط بات کہی گئی ہے۔ اور تو اور اس کی خودپسندی بھی ایک طرح سے اس میں کشش کا باعث بن گئی تھی شاید اس

لئے کہ وہ چھپی ہوئی نہیں بلکہ کھلی ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں کوئی بات بھی ڈھکی چھپی نہ تھی۔ وہ نرم و نازک، دوسروں پر اعتماد کر لینے والا اور رقیق القلب نوجوان تھا۔ قوت ارادی تو اس میں تھی ہی نہیں۔ اسے دھوکا دینا یا دکھ پہنچانا ایسا ہی جرم یا بے رحمی ہوتی جیسے کسی بچے کو دھوکا دینا یا دکھ پہنچانا۔ اپنی عمر کے باوجود وہ اس قدر بھولا تھا کہ اصل زندگی کی اسے خبر ہی نہ تھی۔ اور مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ عمر عزیز کے چالیس سال گزار کر بھی وہ اسی قدر بھولا رہتا۔ اس قسم کے لوگوں کو کہنا چاہئے کہ ساری عمر ہی عنفوان شباب کا کچاپن مقدر ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہی کوئی انسان ہو جو اس کی محبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ وہ خود ہی آپ کے پہلو میں بچے کی طرح مچل جاتا۔ نتاشا نے سچ کہا تھا — اگر کوئی مجبوری ہی آ پڑتی اور کسی اثر سے مجبور ہوکر کوئی بری حرکت کر بیٹھتا، تو کر سکتا تھا لیکن بعد میں جب اسے اپنی غلطی کے نتیجے کا احساس ہوتا تو وہ پچھتاوے میں جان دے دیتا۔ نتاشا نے فطری طور پر یہ بھانپ لیا تھا کہ وہ اسے اپنے قابو میں کر لےگی اور جیسے چاہےگی چلائےگی اور وہ اس کا شکار ہو جائےگا۔ نتاشا نے پہلے سے ہی اس لطف کا اندازہ کر لیا تھا جو ٹوٹ کر محبت کرنے میں آتا ہے اور سمجھ لیا تھا کہ جسے پیار کیا جائے اسے صرف محبت سے ستانے میں کیا مزا آئےگا، اور یہی وجہ رہی ہوگی جو نتاشا نے پہلے خود کو اس پر قربان کر دینے میں اتنی جلدی کی۔ لیکن الیوشا کی آنکھوں میں بھی محبت موج زن تھی۔ اور وہ نتاشا کو پیار کے نشے میں چور آنکھوں سے تک رہا تھا۔ نتاشا نے مجھے فتح مند نظر سے دیکھا۔ اس لمحے وہ اور سب کچھ بھول گئی — اپنے والدین، ان سے جدائی، اپنے شکوک... وہ اس وقت خوش تھی۔

"وانیا!" وہ زور سے چلائی "میں نے ان کے ساتھ ناانصافی کی، میں ان کے قابل نہیں ہوں۔ الیوشا، میں سمجھی تم آؤگے ہی نہیں۔ میری بدگمانی معاف کر دو، وانیا! میں اس کا کفارہ ادا کر دوںگی!" اس نے کہا اور الیوشا کو بےپناہ محبت کی نظر سے دیکھا۔ اس نے مسکراکر نتاشا کا ہاتھ چوم لیا اور اس کا ہاتھ تھامے تھامے وہ میری طرف مڑا اور بولا:

''مجھے الزام نہ دیجئے گا۔ میں بہت دنوں سے آپ سے بغل گیر ہونے کا آرزومند تھا۔ یہ مجھے آپ کے بارے میں اتنا کچھ بتا چکی ہیں۔ اب تک ہماری شاید ہی ملاقات ہوئی ہو اور اسی لئے ہم ابھی تک دوست نہیں بن سکے۔ خیر، اب ہمیں دوست بن جانا چاہئے۔ اور... اور یہ کہ ہمیں معاف کردیجئے،، اس نے اتنا کہا، کہتے وقت چہرے پر ذرا ہلکی سی سرخی دوڑ گئی اور آواز میں دھیماپن تھا لیکن ساتھ ہی ایسی دل کش مسکراہٹ بھی تھی کہ میں پورے دل سے اس کے لفظوں پر فدا ہو گیا۔

''ہاں، ہاں، الیوشا،، نتاشا بیچ میں بول پڑی ''یہ تو ہمارے ہیں۔ ہمارے بھائی کی طرح ہیں۔ ہمیں پہلے ہی معاف کر چکے ہیں۔ اور ان کے بغیر ہمیں خوشی نصیب نہیں ہو سکتی۔ میں تو تمہیں سب کچھ بتا ہی چکی ہوں۔ افوہ، ہم کس قدر بے رحم لوگ ہیں، الیوشا! لیکن ہم ساتھ رہیں گے۔ تینوں ایک ساتھ... وانیا!،، وہ بولے چلی گئی اور اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ ''اب، وانیا تم ان کے پاس گھر واپس چلے جاؤ۔ تم نے کندن سی روح پائی ہے۔ اور اگر میرے والدین مجھے معاف نہ کریں تب بھی جب انہیں معلوم ہوگا کہ تم مجھے معاف کر چکے ہو تو میرے معاملے میں نرم پڑ جائیں گے شاید۔ انہیں سب کچھ بتا دینا۔ رتی رتی بتا دینا۔ خود اپنے لفظوں میں، اپنے دل سے، مناسب لفظ اختیار کرنا۔ میری طرف سے بولنا۔ مجھے بچا لینا۔ تم جو سمجھے ہو وہ اسباب انہیں سمجھا دینا۔ تم جانتے ہو وانیا کہ مجھ میں ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی اگر تم آج میرے ساتھ نہ ہوتے۔ تم میری نجات ہو۔ تمہیں دیکھتے ہی فوراً میری آس بندھ گئی کیونکہ میں نے سوچا کہ تم انہیں بتا سکتے ہو، تم سمجھا سکتے ہو اور تمہارے سمجھانے سے اس واقعے کا پہلا دھچکا سہنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا۔ ہائے میرے پروردگار، میرے خدا!.. میری طرف سے وانیا ان سے کہہ دینا کہ مجھے معلوم ہے اب مجھ کو کبھی معاف نہ کیا جائے گا — اگر ماں باپ نے معاف کر بھی دیا تو خدا معاف نہ کرے گا۔ لیکن اگر انہوں نے مجھے عاق کردیا تو میرے منہ سے ہمیشہ ان کے لئے دعا ہی نکلے گی۔ جب تک جیوں گی خدا سے ان کے لئے دعائیں کرتی رہوں گی۔ میرا دل ان کے ساتھ ہے۔ ہائے، ہم سب خوش وخرم کیوں نہیں رہ سکتے۔ کیوں ہے

ایسا، ایسا کیوں ہے؟ میرے خدا، میں نے آخر یہ کیا کر دیا!،،
ایک دم وہ چیخ پڑی۔ ایسے، جیسے ہوش میں آ رہی ہو۔ اس کا سارا بدن خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور اس نے ہتھیلیوں میں اپنا منہ چھپا لیا۔ الیوشا نے اس کے گرد بازو پھیلا دیا اور کچھ کہے سنے بغیر اسے لپٹا لیا۔ اس کے بعد کئی منٹ تک سناٹا رہا۔

''اور آپ اس سے ایسی قربانی طلب کر سکے؟،، میں نے اسے ملامت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے الزام نہ دیجئے،، اس نے وہی لفظ دھرایا ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ساری مصیبت، جتنی بھی کڑی ہے، صرف دم بھر کی ہے۔ مجھے اس بات کا پکا یقین ہے۔ ہمیں ضرورت صرف اس کی ہے کہ ہمت اور دلیری سے کام لیں اور اس لمحے کو سہہ جائیں۔ خود نتاشا بھی مجھ سے یہی بات کہہ چکی ہے۔ یہ خاندانی اکڑ، یہ خواہ‌مخواہ کے جھگڑے، یہ احمقانہ عدالتی کارروائیاں! یہی سبب ہیں ساری مصیبت کا، آپ تو جانتے ہیں۔ لیکن... (میں اس پر کافی غور کر چکا ہوں، آپ کو یقین دلاتا ہوں) ان سب کا قصہ پاک ہوجائے گا۔ ہم سب پھر گلے مل جائیں گے۔ اور پھر ہم سب خوش و خرم ہوں گے، یہاں تک کہ بڑے بوڑھے بھی ہم کو دیکھتے ہوئے خود اپنے تعلقات سدھار لیں گے۔ کسے خبر، شاید ہم دونوں کی شادی ہی وہ چیز ہو جو بڑے بوڑھوں کو صلح صفائی کے راستے پر لگانے کی ابتدا بن جائے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا ہوکے رہےگا۔ کہیے آپ کا کیا خیال ہے؟،،

''آپ نے کہا کہ شادی، تو شادی کب ہونے‌والی ہے؟،، میں نے نتاشا کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کل، ورنہ پرسوں۔ زیادہ سے زیادہ پرسوں — یقیناً۔ دیکھئے، میں خود اس کے بارے میں صاف نہیں ہوں۔ اور آپ سے سچ بات کہوں، میں نے ابھی تک کوئی انتظام بھی نہیں کیا۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید نتاشا آج نہ آئےگی۔ پھر اس کے علاوہ میرے والد کا اصرار تھا کہ آج ان کے ساتھ اپنی ہونے‌والی دلھن سے ملنے جاؤں (آپ جانتے ہیں، وہ میرے لئے دلھن طے کر رہے ہیں۔ نتاشا نے آپ کو بتایا ہوگا لیکن میں خود نہیں چاہتا)۔ تو چنانچہ میں شادی کا کوئی اہتمام نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن بہرحال پرسوں تک ہماری شادی ہو ہی جائےگی۔ میرا تو خیال یہی ہے۔ اور نہیں معلوم اس کے

علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کل ہم پسکوف روڈ پر ایک جگہ روانہ ہو جائیں گے۔ وہاں میرا اسکول کا ایک ساتھی ہے۔ بہت ہی عمدہ آدمی۔ یہ جگہ بہت زیادہ دور نہیں ہے۔ ایک نہ ایک دن آپ اس سے ضرور ملیں گے۔ وہاں گاؤں میں ایک پادری بھی رہتا ہے۔ اگرچہ مجھے ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم کہ وہ وہاں موجود ہے یا نہیں۔ مجھے پہلے سے اس کا پتہ چلا لینا چاہئے تھا لیکن اس کا وقت ہی نہیں ملا۔ خیر یہ سب چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں واقعی۔ اہم بات جو ہے وہ یہ کہ اصل چیز کو مدنظر رکھا جائے۔ آس پاس کے کسی نہ کسی گاؤں سے پادری کو بلوایا ہی جا سکتا ہے۔ ہے نا؟ کیا رائے ہے؟ وہاں قریب میں اور گاؤں بھی ہوں گے ضرور۔ افسوس کی بات ہے کہ میں ان لوگوں کو دو سطر کا پرزہ بھی نہیں لکھ سکا۔ مجھے پہلے سے اطلاع بھیج دینی چاہئے تھی کہ ہم لوگ آ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میرا دوست ہی گھر پر موجود نہ ہو... مگر ان چھوٹی چھوٹی فکروں میں کیوں پڑا جائے۔ اگر ہمارا فیصلہ اٹل اور ارادہ مضبوط ہے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ کہئے، ہے نہ یہ بات؟ اور اس عرصے میں کل تک یا پرسوں تک نتاشا یہاں میرے ساتھ رہے گی۔ میں نے الگ سے ایک مکان لے لیا ہے جہاں ہم واپسی پر ساتھ رہیں گے۔ اب میں اپنے والد کے گھر واپس نہ جاؤں گا۔ کیا جانا ہے۔ آپ آئیں گے اور وہاں ہم سے ملیں گے۔ میں نے اس مکان کو اتنا عمدہ بنایا ہے کہ بس۔ میرے اسکول کے یار دوست بھی وہیں ملنے آیا کریں گے۔ شام کی دعوتوں کا انتظام رہے گا...،،

میں حیرت اور سراسیمگی سے اس کا منہ تکتا رہ گیا۔ نتاشا کی آنکھیں رحم طلب انداز میں مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ ذرا نرمی برتو اور الیوشا کے بارے میں سختی سے کوئی فیصلہ نہ کرو۔ اس نے خود الیوشا کی گفتگو ذرا زہرخند کے ساتھ سنی مگر ساتھ ساتھ وہ اس نوجوان کو ایسے پیار سے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی پیارے ہنستے کھیلتے بچے کو دیکھتا ہے۔ اور اس کی فضول مگر پیاری بڑبڑ سنے جا رہی تھی۔ میں نے نتاشا کو ملامت بھری نظر سے دیکھا۔ مجھے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

''لیکن آپ کے والد بزرگوار؟ کیا آپ کو پکا یقین ہے کہ وہ آپ کو معاف کر دیں گے؟،،

''کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ اور کیا کر سکتے ہیں؟'' اس نے جواب دیا۔ ''میرا مطلب ہے کہ ہوگا یہ کہ اول تو وہ مجھے برا بھلا کہیں گے عاق کردیں گے۔ دراصل مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ اسی قسم کے آدمی ہیں۔ اور پھر میرے ساتھ سختی بھی بہت کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میرے خلاف کوئی کارروائی بھی کر ڈالیں۔ یعنی یوں کہنا چاہئے کہ پدرانہ اختیارات سے کام لیں گے۔ مگر آپ جانئے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ وہ مجھ سے محبت بھی بےحد کرتے ہیں۔ خفا ہوں گے تو تھوڑے عرصے کے لئے ہی ہوں گے، پھر درگزر کریں گے۔ پھر کیا ہوگا۔ سب کو صبر آجائے گا۔ اور پھر سب خوش ہو جائیں گے۔ خود نتاشا کے ابا بھی۔''

''اچھا، آپ نے یہ بھی سوچا کہ اگر آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو معاف نہ کیا تو کیا ہوگا؟''

''معاف تو یقیناً کریں گے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اتنی جلدی ایسا نہ ہو۔ تو پھر کیا کیا جاتا ہے۔ میں ان پر ثابت کردوں گا کہ دیکھئے، مجھ میں بھی کیرکٹر ہے۔ وہ ہمیشہ مجھے برا بھلا کہتے ہیں کہ مجھ میں کیرکٹر نہیں۔ ارادے اور دماغ کا کمزور ہوں۔ اب وہ دیکھ لیں گے کہ آیا میں دماغ کا کمزور ہوں، یا نہیں۔ شادی‌شدہ ہو جانا کوئی مذاق تھوڑئی ہے — ہے نا... اب میں کوئی لڑکا ہی تھوڑا رہوں گا... مطلب یہ کہ دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی ہو جاؤں گا یعنی جیسے اور شادی‌شدہ لوگ ہوتے ہیں۔ خود کام کروں گا اور رہوں گا۔ نتاشا کہتی ہے کہ جیسے ہم لوگ رہتے ہیں ایسے دوسروں کی کمائی پر بسر کرنے سے یہ کہیں اچھا ہے کہ آدمی اپنی کمائی پر بسر کرے۔ کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ نتاشا کیا اچھی اچھی باتیں مجھے بتاتی ہے۔ مجھے تو کبھی اپنے آپ سے ان کا خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ میری پال پوس دوسری طرح سے ہوئی ہے۔ تعلیم مختلف قسم کی ملی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے اور خود میں بھی جانتا ہوں کہ ذرا سن‌سوجی آدمی ہوں اور بمشکل کسی کام کے لایق ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ پرسوں مجھے کیا اعلی درجے کا خیال آیا۔ میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں اگرچہ یہ وقت نہیں ہے اس کے بیان کرنے کا۔ لیکن نتاشا کے بھی کان میں پڑنا چاہئے اور آپ بھی اس پر اپنا مشورہ دے سکیں گے۔ دیکھئے کہ میں کہانیاں لکھا کروں گا۔ اور رسالوں کے ہاتھ بیچ

دیا کروں گا۔ جیسے آپ کرتے ہیں۔ ایڈیٹروں کے معاملے میں آپ میری مدد کر دیں گے۔ کریں گے نا؟ آپ کا مجھے بڑا آسرا ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ میں رات بھر لیٹا ہوا ایک ناول کا خاکہ سوچتا رہا۔ بالکل تجربے کے طور پر۔ اور آپ جانتے ہیں اس خاکے سے خاصی اچھی پیاری سی چیز نکل سکتی ہے۔ میں نے مضمون سکریب * کے ایک طریبے سے لیا ہے... خیر، تو میں اس کے بارے میں پھر بتاؤں گا۔ بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگ اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔ آپ کو لکھنے کا روپیہ ملتا ہے — ہے نا؟"

میں مسکراہٹ ضباط نہ کر سکا۔

"آپ تو مسکرا رہے ہیں" وہ جواب میں مسکراتے ہوئے بولا "لیکن میں کہتا ہوں" اس نے ناقابل یقین سادگی سے کہا "یہ مت سمجھئے کہ میں اس قدر بدھو ہوں جیسا نظر آتا ہوں۔ واقعی میری قوت مشاہدہ بےانتہا تیز ہے۔ آپ خود دیکھ لیں گے۔ تو پھر کوشش کیوں نہ کر دیکھوں؟ ممکن ہے کچھ بات بن جائے۔ مگر اتنا کہنے کی جرأت کروں گا کہ آپ ہی صحیح ہیں۔ دراصل مجھے اصلی زندگی کا پتہ نہیں ہے۔ نتاشا بھی یہی کہتی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص یہی کہتا ہے۔ میں کیسا ادیب بنوں گا بھلا؟ آپ ہنس لیجئے۔ مگر اتنا کیجئے کہ میری غلطی پر ٹوک دیجئے۔ نتاشا کی خاطر یہ تکلیف کیجئے۔ آخر اس سے آپ محبت تو کرتے ہیں۔ میں آپ سے سچ سچ ایمانداری کی بات کہوں — میں نتاشا کے قابل نہیں ہوں۔ میں خود یہ محسوس کرتا ہوں۔ اس سے مجھے سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اور نہ جانے کیا بات ہے جو وہ مجھے دل سے چاہنے لگی۔ اور میں نتاشا کے لئے جان دینے سے بھی دریغ نہ کروں گا! درحقیقت اس منٹ تک میرے دل میں کسی قسم کا خوف و خطر نہ تھا لیکن اب میں گھبرایا ہوا ہوں۔ یہ ہم کر کیا رہے ہیں! توبہ توبہ! بھلا یہ ممکن ہے کہ کسی آدمی کو کوئی فرض سونپا جائے اور اس میں اپنا فرض ادا کرنے کا نہ کافی دماغ ہو نہ ہمت؟ کم از کم آپ تو ہماری مدد کیجئے۔ آپ ہمارے دوست ہیں۔ لے دے کے آپ ہمارے ایک ہی دوست رہ گئے ہیں۔

---

* سکریب، ایژین (۱۷۹۱ء تا ۱۸۶۱ء) — فرانسیسی ڈرامہ نویس۔ (ایڈیٹر)

تو میں اکیلا کیا سمجھوں؟ معاف کیجئیے گا کہ میں آپ کا اس قدر آسرا لیتا ہوں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نہایت شریف انسان اور مجھ سے کہیں بہتر آدمی ہیں ۔ لیکن میں بہتر بنوں گا اور یقین مانئیے کہ خود کو آپ دونوں کے قابل بناؤں گا ۔،،

اتنا کہہ کر اس نے پھر میرا ہاتھ دبایا ۔ اس کی شاداب آنکھوں میں گرمی اور خلوص قلب کی کیفیت تھی ۔ اس نے میری طرف ہاتھ کس اعتماد کے ساتھ بڑھایا تھا اور اسے میری دوستی پر کتنا بھروسہ تھا ۔

''نتاشا بہتر بننے میں میری مدد کرے گی،، وہ بولے چلا گیا ۔ ''لیکن آپ دل میں زیادہ اندیشے نہ لائیے ۔ ہمارے بارے میں زیادہ پریشانی نہ اٹھائیے ۔ تمام باتوں کے باوجود مجھے بڑی امیدیں ہیں ۔ اور مالی اعتبار سے ہم بالکل مزے میں کام چلا لیں گے ۔ اگر میرا ناول کامیاب نہ بھی ہو تو — اور آپ سے صاف کہہ دوں کہ آج ہی صبح مجھے یہ خیال آیا کہ ناول لکھنے کی بات محض ہوائی ہے اور میں نے اس کا ذکر آپ سے اس لئے کیا کہ ذرا آپ کی رائے معلوم ہو جائے گی — ہاں تو اس صورت میں اگر حالات بد سے بدتر بھی ہو جائیں تو میں موسیقی کی تعلیم دے سکتا ہوں ۔ آپ کو شاید پتہ نہ ہوگا کہ میں موسیقی کے مضمون میں تیز رہا ہوں ۔ اس طرح کے کام کی روزی سے مجھے شرم تھوڑی آئے گی ۔ اس سلسلے میں میرے خیالات کافی روشن اور ترقی یافتہ ہیں ۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس بہت سی چھوٹی چھوٹی قیمتی چیزیں موجود ہیں ۔ جیسے سنگار میز کا سامان ہے ۔ بھلا ان کی ہمیں کیا ضرورت؟ میں ان سب کو بیچ ڈالوں گا اور آپ جانئیے تھوڑے عرصے انھی پر گزر بسر ہو سکتی ہے ۔ اور پھر بھی اگر فرض کیجئیے حالات بد سے بدتر ہی ہوتے گئے تو میں کسی محکمے میں نوکری کر لوں گا ۔ ابا جان کو بھی اس کی خوشی ہوگی ۔ وہ خود ہمیشہ تقاضا کرتے رہے کہ میں نوکری کر لوں ۔ مگر میں ہی یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ میری تندرستی ٹھیک نہیں ۔ (بہرحال میرا نام کسی نہ کسی نوکری کی امیدواری پر چڑھایا جا چکا ہے ۔) اور اب جو ابا جان دیکھیں گے کہ شادی سے مجھے فائدہ ہوا، اس سے میری تندرستی بنی اور میں نے نوکری کر لی تو وہ بہت خوش ہوں گے اور میری غلطی معاف کر دیں گے ۔،،

''لیکن الکسئی پتروو چ! یہ بھی آپ نے سوچا کہ اب آپ کے والد اور نتاشا کے والد میں کیسی بری ٹھنےگی؟ ذرا اندازہ تو کیجئے کہ نتاشا کے گھر میں آج شام کیسا کہرام مچا ہوگا۔،،

اور میں نے نتاشا کی طرف اشارہ کیا جس کا حال میرے لفظ سن کر یہ ہو گیا تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ میں نے اس وقت بےدردی سے کام لیا۔

''ہاں، ہاں۔ آپ بالکل بجا فرماتے ہیں۔ واقعی ہیبت‌ناک بات ہے،، وہ بولا ''میں اس کے بارے میں پہلے ہی سوچ چکا ہوں اور بہت دکھی ہو چکا ہوں... مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ آپ صحیح کہتے ہیں۔ کاش نتاشا کے والدین ہمیں معاف کرسکتے۔ اور مجھے ان سے کس قدر محبت ہے، کاش آپ کو اس کا اندازہ ہوتا! وہ میرے لئے بالکل ماں باپ کی طرح ہیں مگر ان کی شفقت کا یہ بدلہ انہیں دے رہا ہوں۔ اف، یہ جھگڑے، یہ مقدمہ‌بازیاں! آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ سب باتیں ہمارے لئے کس قدر رنجیدہ ہیں۔ اور یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں کس بات پر؟ ہم سب ایک دوسرے کو اس قدر چاہتے ہیں پھر بھی وہ ہیں کہ جھگڑ رہے ہیں۔ ان میں صلح صفائی ہو جائے اور بس قصہ قضیہ ختم۔ میں ان کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا... واقعی یہی کرتا میں تو۔ آپ جو کہتے ہیں اس سے مجھے خوف آتا ہے۔ نتاشا، یہ کس قدر خوف‌ناک بات ہے جو ہم کر رہے ہیں، میں اور تم دونوں! میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا... تم نے خود اس پر اصرار کیا... لیکن سنئے، ایوان پتروو چ، کیا خیال ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اس سب میں ہماری بہتری پوشیدہ ہو، ہے نا؟ ہمارے بزرگ آخر میں میل ملاپ کر لیں‌گے۔ نہیں کریں‌گے کیا؟ ہم اس صلح صفائی میں خود ہاتھ بٹائیں‌گے۔ بس یہی ہے۔ اس میں کیا شک۔ یہ ان کے بس کی بات نہ ہوگی کہ ہم دونوں کی محبت کے مقابل ٹھیر سکیں... اچھا، وہ ہمیں عاق کر دیں۔ اس کے باوجود ہم ان سے محبت ہی کریں‌گے اور آخر وہ ماں لینے پر مجبور ہو جائیں‌گے۔ آپ جانتے نہیں کہ میرے ابا جان کبھی کبھی کس قدر نرم دل ہو جاتے ہیں۔ وہ آپ کو گھور کر دیکھیں — یہ ان کا طریقہ ہے۔ لیکن ویسے وہ نہایت معقول شخص ہیں۔ کاش آپ کو خبر ہوتی کہ آج وہ کس نرمی اور شفقت کے ساتھ مجھ سے باتیں کرتے رہے، مجھے سناتے رہے۔ اور آج ہی کے

دن میں ان کی مرضی کے خلاف چل رہا ہوں۔ اس سے مجھے بڑا رنج ہوتا ہے۔ یہ کیسے کیسے احمقانہ واہمے ہیں! بالکل پاگل پن! کیا ہو جاتا، اگر وہ نتاشا کو نظر بھر کے دیکھ لیتے ایک بار اور صرف آدھ گھنٹے اس کے پاس رہے ہوتے تو وہ دم کے دم میں ہر بات کے لئے تیار ہو جاتے،، یہ کہتے ہوئے الیوشا نے نتاشا کو محبت بھری جوشیلی نگاہوں سے دیکھا۔

''مجھے ہزاروں بار یہ سوچ کر لطف آیا ہے کہ،، وہ بدبداتا چلا گیا ''اگر میرے ابا جان نتاشا سے مل لئے ہوتے، اس سے واقف ہو جاتے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرنے لگتے، نتاشا ہر ایک کو محو حیرت کرسکتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے کبھی ایسی لڑکی زندگی میں نہ دیکھی ہوگی۔ میرے ابا کو تو یہ یقین دلا دیا گیا ہے کہ نتاشا پکی چال‌باز ہے۔ اب یہ میرا فرض ہے کہ نتاشا کی عزت‌آبرو سے دھبہ مٹاؤں اور میں یہ کر کے رہوں گا۔ آہ، نتاشا، سب تم سے پیار کریں گے۔ سب تمہیں چاہیں گے۔ بھلا کون ہے جو تم سے محبت نہ کرے گا،، اس نے مزا لے کر کہا۔ ''اگرچہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں تاہم تم مجھ سے محبت ضرور کرنا، نتاشا، رہا میرا معاملہ تو... تم خود جانتی ہو۔ اور اپنی خوشی کے لئے ہمیں اور کیا چاہئے! مجھے تو یقین ہے کہ آج کی شام ضروربالضرور سبھوں کو مسرت، راحت اور امن چین بخشے گی۔ آج کی شام مبارک ہو! کیوں، ٹھیک ہے نا، نتاشا؟ مگر بات کیا ہے؟ خدایا، آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟،،

نتاشا پر موت کی سی زردی پھیلی تھی۔ جتنی دیر الیوشا بک بک کرتا رہا وہ اس کا منہ تکتی رہی۔ لیکن اس کی آنکھیں ڈوبتی چلی گئیں اور ایک جگہ گڑ گئیں۔ اور اس کے چہرے سے لہو کی سرخی غائب ہوتی گئی۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ اپنے خیالوں میں غرق ہو گئی اور اس نے آخر میں الیوشا کی بات بھی نہیں سنی۔ الیوشا نے جو ایک دم اسے چونک کر پکارا اس سے غالباً وہ ہوش میں آئی، چاروں طرف نظر گھما کر دیکھا اور ایک دم تیزی سے میری طرف بڑھی۔ بہت پھرتی سے اور ایسے جیسے الیوشا سے چھپانے کی فکر ہو، اس نے جیب سے ایک خط نکالا اور مجھے دے دیا۔ یہ والدین کے نام خط تھا جو نتاشا نے ایک دن پہلے لکھا ہوگا۔ خط دیتے وقت اس نے مجھ سے اس طرح نظر چار کی گویا وہ نگاہ ہٹا ہی

نہیں سکتی۔ آنکھوں میں اتھاہ اداسی تھی۔ میں ان آنکھوں کی وہ ہیبت ناک کیفیت کبھی بھول نہیں سکتا۔ میں خود بھی سہم کر رہ گیا۔ خیال گزرا کہ اب اسے احساس ہوا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہی ہے اس میں کیا خطرے درپیش ہیں۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی، لب ہلائے اور ایک دم نڈھال ہو کر رہ گئی۔ میں نے اسے گرتے گرتے سنبھال لیا۔ الیوشا خطرے سے سہم کر پیلا پڑ گیا۔ اس نے نتاشا کی کنپٹی سہلائی، ہاتھوں کو چوما، لبوں کو بوسہ دیا۔ دو منٹ میں اسے ہوش آیا۔ الیوشا جس گھوڑے گاڑی میں آیا تھا وہ دور نہیں کھڑی تھی، الیوشا نے گاڑی بلا لی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد نتاشا نے بےاختیار بڑے زور سے میرے ہاتھ پکڑ لئے، اور ایک گرم گرم آنسو میری انگلیوں پر ٹپک پڑا۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔ میں ذرا فاصلے پر کھڑا ہوا گاڑی کو جاتے دیکھتا رہا۔ اس لمحے میری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور میری زندگی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ میں نے بڑے درد سے اسے محسوس کیا... اور مری ہوئی چال سے اخمنیف گھرانے کی طرف واپس چلا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جاؤں تو ان سے کہوں گا کیا اور کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا۔ میرے سارے خیالات ٹھنڈے پڑ گئے اور قدموں کے نیچے سے زمین سرکتی معلوم ہوئی...

. . . .

بس اتنی ہے میری مسرت کی کہانی اور یہ ہے میری محبت کا خاتمہ اور اس کا انجام۔ اب میں کہانی کو وہیں سے لیتا ہوں جہاں میں نے اسے چھوڑ اٹھا۔

دسواں باب

اسمتھ کی موت کے کوئی پانچ دن بعد میں اس کے فلیٹ میں اٹھ آیا۔ اس روز تمام دن میں بری طرح غم‌زدہ رہا۔ موسم سرد تھا اور مطلع ابرآلود۔ برف برابر پڑ رہی تھی اور بیچ بیچ میں بارش ہونے لگتی تھی۔ صرف شام ہوتے ذرا دیر کو دھوپ نکلی اور ایک بھٹکی ہوئی کرن میرے کمرے میں بھی جھانکی، شاید تجسس کے

سارے۔ مجھے اس وقت تک افسوس ہونے لگا تھا کہ یہاں اس مکان میں کیوں اٹھ آیا۔ اگرچہ کمرہ بڑا تھا لیکن چھت اس قدر نیچی تھی، دھوئیں وغیرہ کی کالک بھری تھی، اس پر سیلن اور بو۔ اور پھر جو کچھ فرنیچر میرے پاس تھا اس کے باوجود بھی کمرہ ویران معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اس وقت یہ خیال آیا کہ جو کچھ صحت رہ گئی ہے وہ بھی اس مکان میں برباد ہوکر رہےگی۔ ہوا بھی یہی۔

اس روز دن کا اول وقت میں اپنے کاغذات میں، ان کو چھانٹنے، ٹھیک کرنے میں لگا رہا۔ کوئی تھیلا موجود نہ تھا اس لئے مجبوراً میں نے تکیہ کے غلاف سے کام لیا۔ چنانچہ سارے کاغذات اوپر تلے ہو گئے۔ کاغذوں کی ترتیب سے نمٹ کر میں لکھنے بیٹھا۔ ان دنوں میں اپنے بڑے ناول پر کام کر رہا تھا۔ لیکن فی‌الحال اس پر جم کر بیٹھ نہ سکا کیونکہ دماغ دوسری چیزوں سے اٹا ہوا تھا...

قلم میں نے پٹک دیا اور کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا۔ تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی اور دل پر اداسی چھاتی جا رہی تھی۔ دل کو بٹھا دینےوالے بہت سے خیالات مجھ پر مسلط ہو گئے۔ میں سوچنے لگا کہ آخر پیٹرسبرگ میں ہی میرا خاتمہ ہونا ہے۔ بہار قریب تھی۔ پھر خیال آیا کہ اس خول سے نکل کر اگر مجھے دن کی روشنی دیکھنی نصیب ہو گئی، اگر میں کھیتوں اور جنگلوں کی تازہ ہوا میں سانس لے سکا تو یقیناً پھر سے مجھ میں جان پڑ جائےگی۔ بہت دن ہو گئے تھے ان چیزوں کو دیکھے ہوئے!.. مجھے یاد ہے کہ یہ خیال بھی میرے دماغ میں آیا تھا کہ کیا اچھا ہو جو کسی معجزے سے، کرامات یا جادو سے میں وہ سب کچھ بھول جاؤں جو پچھلے چند برسوں میں مجھ پر بیتی ہے۔ قطعی سب کچھ ذہن سے محو ہو جائے اور میں پھر نئی توانائی کے ساتھ کام شروع کر سکوں۔ ان دنوں میں اکثر کسی ایسے واقعے کے خواب دیکھا کرتا تھا اور نیا جنم لینے کی امید باندھا کرتا تھا۔ ”شاید اچھا رہےگا کہ میں کسی دماغی ہسپتال میں بھرتی ہو جاؤں یا کچھ اور،“ میں نے بالاخر یوں سوچا ”کہ کھوپڑی میں میرا دماغ خوب جھنجھوڑ دیا جائے اور اسے نئے سرے سے ٹھیک کر دیا جائے۔“ چنانچہ ابھی مجھے جینے کی بڑی تمنا تھی اور زندگی پر یقین باقی تھا۔ لیکن یاد ہے کہ جب میں یہ سوچ رہا تھا تو ہنسی آ گئی۔ ”اچھا تو پاگل خانے سے نکل کر پھر کیا کروں گا؟ پھر ناول لکھوں گا؟..“

اس طرح سے میں مراقبے میں بیٹھا رہا اور وقت گزرتا چلا گیا۔ رات ہو چلی تھی۔ اس رات مجھے نتاشا کے ہاں جانا تھا۔ ایک دن پہلے اس کا پرزہ آیا تھا جس میں مجھ سے اصرار کیا گیا تھا کہ ضرور ملنے آؤں۔ میں اچھل کر کھڑا ہوگیا اور روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ صورتحال ایسی تھی کہ مجھے اس کمرے سے کسی نہ کسی طرح نکل بھاگنے کی فکر تھی چاہے اس کے لئے بارش اور کیچڑ میں کیوں نہ نکلنا پڑے۔

جتنا اندھیرا ہوتا گیا یہ کمرہ بھی اتنا ہی پھیلتا، بڑا ہوتا چلا گیا جیسے دیواریں پیچھے کو ہٹ رہی ہوں۔ اچانک مجھے وہم گزرا کہ ہر رات اب میں مرحوم اسمتھ کو اس کمرے کے ایک ایک کونے میں دیکھا کروں گا۔ وہ وہاں بیٹھا مجھے گھورے گا ٹھیک ایسے جیسے اس شام وہ آدم ایوانچ کو مٹھائی‌فروش کی دکان میں گھور رہا تھا اور اس کا کتا ازورکا اس کے پیروں میں پڑا ہوگا۔ عین اسی لمحے ایسا ایک تجربہ ہوا جس کا دماغ پر گہرا اثر پڑا۔

بہرحال مجھے ایک اعتراف کرنا ہے۔ اب یا تو یہ میرے اعصاب میں گڑبڑ ہو جانے کا نتیجہ ہے، یا نئے مکان میں ذہن پر جو نئے تاثرات قائم ہوئے تھے ان کا، یا ابھی جو افسردگی کی کیفیت تھی اس کا اثر ہوگا۔ لیکن جیسے ہی تاریکی گہری ہونے لگی، میں ایسی حالت میں ڈوبتا چلا گیا جو آجکل بیماری کے دنوں میں رات کے وقت مجھ پر اکثر طاری ہو جاتی ہے، اور جسے میں کہتا ہوں کہ یہ میرا پراسرار خوف ہے۔ یہ بڑی دل بٹھا دینےوالی اور مسوس ڈالنےوالی حالت ہوتی ہے خوف کی، اور خوف کسی ایسی چیز کا، جسے میں خود نہیں جانتا کن لفظوں سے تعبیر کروں — کوئی ایسی چیز جو ادراک کی تمام منزلوں سے پرے ہے، اور چیزوں کی قدرتی ترتیب سے ماورا ہے۔ جو معلوم ہوتا ہے کہ بس ابھی کوئی شکل اختیار کر لےگی اور ساتھ ہی گویا دلیل و عقل کا ایک تمسخر ہے، وہ میرے پاس آتی ہے، سامنے کھڑی ہو جاتی ہے جیسے کوئی حقیقت ہے ناقابل انکار، پراسرار، ہیبت‌ناک اور سیماب صفت بےقرار۔ عقل ہر طرح احتجاج کرتی ہے، مگر اس کے احتجاج و انکار کے باوجود یہ خوف بڑھتا چلا جاتا ہے، اس حد تک کہ اگرچہ ایسے لمحوں میں ذہن زیادہ کھل جاتا ہے پھر بھی

اس کا بس نہیں چلتا کہ اندرونی کیفیت کا مقابلہ کر سکے۔ دماغ بےطاقت ہو جاتا ہے، بےکار ہو جاتا ہے، اس کی کچھ نہیں چلتی اور اس اندرونی انتشار کے سبب اضطرابی حالت کا سمٹتا ہوا کرب بہت تیز ہو جاتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اسی قسم کا کرب ہے جو ان لوگوں میں پایا جاتا ہے جو مردے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن تکلیف کی اس حالت میں خوف و اندیشے کا نامعلوم ہونا دکھ کی شدت کو اور بڑھا دیتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں دروازے کی طرف پشت کئے کھڑا تھا اور میز پر سے ٹوپ اٹھانے ہی والا تھا کہ عین اسی لمحے یہ خیال میرے دماغ میں آ دھمکا کہ جیسے ہی میں مڑوں گا مجھے اسمتھ لازمی طور پر نظر پڑے گا — پہلے تو وہ آہستہ سے دروازہ کھولے گا، راستے میں کھڑا ہو جائے گا، کمرے میں چاروں طرف نظر گھمائے گا، پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھے گا۔ گردن ڈالے ہوئے اور میرے مقابل آکر ٹھیر جائے گا۔ مجھ پر اپنی اجاڑ آنکھیں گاڑ دے گا اور ایک دم مجھ سے آنکھیں چار کرکے ہنس پڑے گا۔ دیر تک پوپلے منہ سے بےآواز ہنسی ہنستا رہے گا۔ اور اس کا سارا جسم ہنسی کے سارے کانپے گا اور دیر تک کانپتا رہے گا۔ یہ تصویر غیرمعمولی طور پر صاف اور واضح کھلی کھلی میرے ذہن کی آنکھوں کے آگے پھر گئی اور ٹھیک اسی وقت اچانک یہ بھرپور اور بڑا ہی اٹل خیال دماغ میں بیٹھ گیا کہ یہ سب کچھ ہونےوالا ہے اور ضرور ہوکر رہے گا۔ اور بس اب یہ واقعہ ہو رہا ہے۔ میں اسے صرف اس لئے نہیں دیکھ پا رہا ہوں کیونکہ دروازے کی طرف پشت کئے کھڑا ہوں۔ اور ٹھیک اسی سیکنڈ میں شاید دروازہ کھلنے کی آہٹ ہو رہی ہے۔ میں نے جلدی سے گھوم کر دیکھا — دیکھتا ہوں کہ دروازہ کھل رہا تھا — آہستہ آہستہ بےآواز، ٹھیک اسی طرح جیسے میں نے منٹ بھر پہلے تصور کیا تھا۔ میں چیخ پڑا۔ دیر تک کوئی نظر نہ آیا، گویا دروازہ آپ سے آپ کھل گیا ہو۔ اچانک ایک اجنبی صورت دروازے میں نظر آئی۔ کسی کی آنکھیں تھیں، جہاں تک اندھیرے میں مجھے قیاس ہو سکا وہ آنکھیں مجھے گھور کر بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔ سارے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔ سخت دہشت کے عالم میں دیکھتا ہوں تو وہ ایک بچہ تھا، چھوٹی سی لڑکی، اور اگر خود اسمتھ بھی ہوتا تو وہ بھی

شاید مجھ پر اس سے زیادہ دہشت نہ بٹھا سکتا جیسی اس اتفاق سے آنےوالی انجان لڑکی کے نمودار ہونے سے ہوئی کہ وہ ایسے وقت اور اس عالم میں میرے کمرے میں نظر پڑی۔

میں کہہ چکا ہوں کہ بچی نے دروازہ اس قدر احتیاط سے اور آہستگی سے کھولا تھا گویا وہ اندر قدم رکھنے سے ڈرتی ہو۔ جب وہ دروازہ کھول چکی تو بیچ راستے میں کھڑی ہو گئی اور مجھے یوں حیرت سے تکنے لگی جیسے پتھرا سی گئی ہو۔ آخر وہ نہایت آہستہ آہستہ احتیاط سے دو قدم کمرے میں آگے بڑھی اور میرے سامنے آکر رک گئی۔ اب تک اس نے منہ سے ایک لفظ نہ نکالا تھا۔ میں نے اسے اور نزدیک سے دیکھا۔ کوئی بارہ تیرہ سال کی بچی ہوگی۔ چھوٹے قد کی، دبلی پتلی اور اس قدر پیلی جیسے ابھی کسی سخت بیماری سے اٹھی ہو۔ اور اس کی وجہ سے لڑکی کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کی چمک اور نمایاں ہو گئی تھی۔ بائیں ہاتھ سے وہ اپنی بوسیدہ چیتھڑے چیتھڑے شال کو جوڑے ہوئے اور شال سے ہی سینہ ڈھکے ہوئے تھی جو شام کی سردی سے کانپ رہا تھا۔ اس کے لباس کو پارہ پارہ اور گودڑ کہا جاسکتا ہے۔ اس کے گھنے کالے بال اجاڑ تھے، ان میں کنگھی بھی نہ ہوئی تھی۔ ہم دونوں اسی طرح کوئی منٹ دو منٹ کھڑے ایک دوسرے کو تکتے رہے۔

”نانا ابا کہاں ہیں؟“، اس نے آخر میں بھرائی ہوئی آواز سے، جو بمشکل سنائی دیتی تھی، پوچھ لیا۔ آواز سے ایسا لگتا تھا کہ اس کے حلق میں تکلیف ہے۔

اس سوال کے سنتے ہی ذہن سے وہم کے وسوسے سب مٹ گئے۔ یہ گویا اسمتھ کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا، اچانک اس کا اتہ پتہ معلوم ہونے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔

”تمہارے نانا — مگر ان کا تو انتقال ہو گیا“، اتفاق سے میرے منہ سے نکل گیا۔ میں اس بچی کے سوال کے لئے تیار نہ تھا اور فوراً مجھے اس بےتکے جواب پر افسوس بھی ہوا۔ منٹ بھر تو وہ ہکی بکی کھڑی رہی۔ اس کے بعد اچانک سارے بدن سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اس قدر سخت لرزہ تھا اس کو کہ معلوم ہوتا تھا اب کوئی خوفناک دورہ پڑےگا۔ میں نے اسے سہارا دےکر سنبھالا کہ کہیں گر نہ پڑے۔ چند منٹ میں اس کی طبیعت سنبھل گئی اور مجھے صاف نظر آیا کہ وہ میرے سامنے ضبط سے کام لینے کی بڑی کوشش کر رہی ہے۔

''مجھے معاف کر دو ۔ بچی مجھے معاف کر دو ۔ میری بچی،، میں نے اس سے کہا ''میرے منہ سے اچانک نکل گیا تھا ۔ شاید مجھ سے غلطی ہوئی... میری بچی، تمہیں آخر کس کی تلاش ہے؟ وہ بڑے میاں جو یہاں رہتے تھے ان کی ؟،،
''جی ھاں،، اس نے بہت زور لگا کر منہ سے یہ لفظ نکالا اور مجھے وہ پریشان نظروں سے دیکھتی رہی ۔
''ان کا نام اسمتھ تھا — یہی نا؟،، میں نے پوچھا ۔
''جی — جی ھاں ۔،،
''اوھو — تو، وھی — اچھا تو وھی تھے ۔ ھاں، صبر کرو، میری بچی ۔ مگر تم پہلے کیوں نہیں آئیں؟ اب کہاں سے آئی ہو؟ کل ھی انہیں دفن کیا گیا ہے ۔ اچانک ان کی موت ہو گئی... تو تم ان کی نواسی ہو ۔ یہی بات ہے؟،،
لڑکی نے میرے تیز تیز اور بے ربط سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ خاموشی سے مڑی اور مڑ کر چپ چاپ کمرے سے چل دی ۔ میں ایسا بھونچکا ہو گیا کہ اسے روکنے کی یا آگے پوچھ گچھ کرنے کی بھی کوشش نہ کی ۔ دروازے میں رک کر اس نے ذرا دماغ پر زور دیا اور پھر ذرا مڑ کر مجھ سے پوچھا:
''کیا ازورکا بھی مر گیا؟،،
''ھاں، ازورکا بھی مر گیا،، میں نے جواب دیا ۔ اس کا سوال مجھے بڑا عجیب سا لگا یعنی اسے پہلے ھی گویا یقین ہو گیا تھا کہ بڑے میاں کے ساتھ ازورکا بھی ضرور مر گیا ہوگا ۔ میرا جواب سنتے ھی لڑکی خاموشی کے ساتھ کمرے سے باھر نکل گئی اور نہایت احتیاط کے ساتھ باھر سے دروازہ بھیڑ دیا ۔
منٹ بھر بعد میں اس کے پیچھے پیچھے لپکا ۔ اپنے اوپر بڑا طیش آ رہا تھا کہ یہ کیا کیا جو اسے جانے دیا ۔ مگر لڑکی اس تیزی سے نکل گئی تھی کہ زینے پر باھر کا دروازہ کھلنے تک کی آھٹ مجھے نہ سنائی دی ۔ میں نے سوچا ''ابھی وہ زینے سے نیچے تو اتری نہ ہوگی،، اور اس خیال کے ساتھ میں ٹھیرا کہ آھٹ سنوں ۔ لیکن سناٹا تھا ۔ قدموں کی چاپ بالکل نہیں سنائی دی ۔ میں نے صرف سب سے نیچے کی منزل پر کواڑوں کی چراچراھٹ سنی ۔ لیکن پھر اس کے بعد خاموشی ھی خاموشی تھی ۔
جلدی جلدی میں زینے کے نیچے اترنے لگا ۔ پانچویں منزل پر، جہاں میں آ کے رہا تھا، وھاں سے چوتھی منزل تک کا زینہ چکردار

تھا، اور چوتھی سے نیچے زینہ سیدھا اترتا تھا۔ بالکل سیاہ، گندا، ہمیشہ اندھیرا، ویسا ہی زینہ تھا جیسا عام طور سے ان بڑی عمارتوں میں ہوا کرتا ہے جن میں چھوٹے چھوٹے کرائے کے فلیٹ ہوں۔ اور پھر یہ وقت بھی ایسا تھا کہ زینے میں گھپ اندھیرا ہو چکا تھا۔ چوتھی منزل تک راستے ٹٹولتا میں پہنچ تو گیا لیکن وہاں قدم تھم گئے۔ اور اچانک محسوس ہوا کہ کوئی شے مجھے اکسا رہی ہے کہ یہاں کوئی موجود ہے جو مجھ سے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں ادھر ادھر ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ وہ بچی وہیں موجود تھی ٹھیک ایک کونے میں سکڑی ہوئی اور اپنا منہ دیوار کی طرف کئے ہوئے انسنی سسکیاں لے رہی تھی۔

"میں کہتا ہوں، تمہیں کیا ڈر لگ رہا ہے؟"، میں نے کہنا شروع کیا۔ "میں نے تمہیں ڈرا دیا ہے، یہ میری غلطی۔ مرتے وقت تمہارے نانا ابا نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ آخری لمحے بھی تمہارا نام ان کی زبان پر تھا... ان کی کچھ کتابیں رکھی ہیں... شاید وہ تمہاری ہی ہوں گی، کیا نام ہے تمہارا؟ کہاں رہتی ہو؟ وہ ذکر کرتے تھے کہ چھٹی سڑک..."

ابھی میں نے جملہ پورا نہ کیا تھا کہ لڑکی خوف سے چیخ پڑی جیسے اس بات سے سہم گئی ہو کہ میں اس کا ٹھکانا جانتا ہوں۔ اس نے مجھے اپنے سوکھے ہوئے بازو سے ایک طرف ہٹایا اور جلدی جلدی سیڑھیاں اتر گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ نیچے اس کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اچانک وہ رک گئی۔ جب میں نیچے سڑک پر پہنچا ہوں تو وہ غائب ہو چکی تھی۔ ووزنے سینسکی پراسپکٹ تک میں بڑھتا چلا گیا تو احساس ہوا کہ ساری کوشش فضول ہے۔ وہ لاپتہ ہو چکی تھی۔ "بہت ممکن ہے کہ وہ مجھ سے کہیں چھپ گئی ہو — وہیں زینے پر"، میں نے جی میں سوچا۔

گیارھواں باب

مگر ابھی میں اس سڑک کے کیچڑ میں لت پت فٹ پاتھ پر مشکل سے چار قدم چلا ہوں گا کہ ایک راہ گیر میرے برابر سامنے سے گزرا۔ وہ شخص سر جھکائے، غالباً اپنے خیال میں ڈوبا ہوا کسی طرف

تیزی سے چلا جا رہا تھا۔ حیرت ہو گئی جو میں نے پہچانا کہ یہ
تو وہی میرے پرانے مہربان اخمنیف تھے۔ یہ شام بھی میرے لئے
عجب قسم کی ملاقاتوں کی شام تھی۔ مجھے پتہ تھا کہ بڑے میاں
تین دن ہوئے بری طرح بیمار پڑے تھے اور اب جو دیکھتا ہوں تو
ایسے بارش کے موسم میں وہ سڑک پر چلے جا رہے ہیں۔ پھر
یہ بھی حیرت کہ انہیں شام کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی عادت
نہ تھی۔ اور جب سے نتاشا انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی، یعنی
کوئی چھ مہینے سے، تو وہ مستقل گھر پر پڑے رہنے لگے تھے۔
انہیں مجھ سے مل کر کوئی معمولی خوشی نہیں ہوئی، ایسے کھل
گئے جیسے کسی پرانے دوست سے ملاقات پر آدمی خوش ہوتا ہے
جس سے دل کی باتیں کر سکے۔ انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا، اسے
زور سے دبایا اور بغیر یہ پوچھے کہ میں کہاں جا رہا ہوں، مجھے
اپنے ساتھ کھینچنے لگے۔ وہ کسی معاملے میں بہت الجھے ہوئے تھے
اور طور طریقوں میں گھبراہٹ، بےصبری اور اضطراب کی کیفیت
تھی۔ میں نے تعجب سے سوچا ''بھلا یہ کہاں جا رہے ہوں گے؟''
اگر ان سے کچھ سوال کیا جاتا تو غلطی ہوتی۔ ان میں بےحد
شکی‌پن پیدا ہو گیا تھا اور کبھی کبھی وہ سیدھے سادے سوال پر
یا معمولی سے جملے پر بھی یہی شبہ کرتے تھے کہ ان پر جملہ کسا
گیا یا توہین کی گئی ہے۔

میں نے انہیں کنکھیوں سے دیکھا — ان کے چہرے پر بیماری
کے اثرات موجود تھے۔ وہ پچھلے دنوں سے بہت دبلے ہو گئے تھے۔
ٹھوڑی پر کوئی ہفتے بھر کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال جو
سفید ہو چلے تھے، پچکے ہوئے ہیٹ کے اندر سے بےترتیبی میں باہر
کو نکلے ہوئے تھے اور پرانے ملے دلے اوورکوٹ کے کالر پر الجھے
ہوئے گچھوں میں پڑے ہوئے تھے۔ میں پہلے ہی اندازہ کر چکا
تھا کہ ان پر ایسے لمحے آتے ہیں جب ان کے ذہن سے چیزیں غائب
ہو جاتی ہیں۔ مثلاً وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کمرے میں ان کے
سوا اور کوئی موجود ہے یا نہیں، اور اپنے آپ سے ہی باتیں کرنے
لگتے ہیں، ہاتھ گھمانے پھرانے لگتے ہیں۔ ان کو دیکھ کے دل
دکھتا تھا۔

''ہاں، تو وانیا، کہو'' انہوں نے بولنا شروع کیا ''تم کدھر
جا رہے تھے؟ میں نکلا ہوں، بیٹے، کام سے نکلا ہوں۔ تم جانو۔
کہو، اچھے تو ہو تم؟''

''آپ کہئے، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے جواباً پوچھا
''ابھی کل تک آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور اب آپ باہر جا رہے ہیں۔''

ایسا لگا کہ بڑے میاں نے میری بات سنی ہی نہیں۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''آننا اندریئونا کیسی ہیں؟''

''اچھی ہیں۔ ٹھیک ہی ہیں... بہرحال ان کی بھی ذرا طبیعت گڑبڑ ہے... وہ کچھ افسردہ سی لگ رہی تھیں۔ تمہارا ذکر کرنے لگیں کہ کتنے دن سے وہ ہمارے یہاں نہیں آئے ہیں۔ وانیا، تم ہمارے یہاں ملنے جا رہے ہو ابھی؟ چل رہے ہو بولو؟ ممکن ہے تم کہیں اور جا رہے ہو اور میں تمہیں روک رہا ہوں، دیر کروا رہا ہوں؟'' انہوں نے اچانک سوال کیا اور مجھے بھچی ہوئی آنکھوں سے بےاعتمادی اور شبہ کے ساتھ تکنے لگے۔ شکی‌مزاج بڑے میاں کو ذرا ذرا سی بات ایسی لگنے لگی تھی اور وہ اس قدر چڑچڑے ہو گئے تھے کہ اگر کہیں میں انہیں جواب دے دیتا کہ نہیں، میں آپ کے ہاں نہیں جا رہا ہوں تو انہیں یقینا ٹھیس لگتی، اور وہ مجھ سے روکھے‌پن کے ساتھ رخصت ہوتے۔ میں نے جلدی سے ان کے سوال پر ہاں کر دیا اور یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ جی ہاں میں تو آپ ہی کی طرف چلا تھا آننا اندریئونا سے ملنے کا ارادہ کرکے۔ میں نے یہی بات بنا دی اگرچہ مجھے احساس تھا کہ دیر ہو جائےگی اور ممکن ہے نتاشا سے ملنے جانے کا وقت ہی نہ رہے۔

''خوب، تو یہ ٹھیک ہے'' بڑے میاں نے میرے جواب سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا ''یہ بہت اچھا رہا'' اور وہ اتنا کہہ‌کر خاموشی اور غور و فکر میں ڈوب گئے۔ ایسے جیسے کوئی بات ان‌کہی رہ گئی ہو۔

''ہاں تو یہ ٹھیک رہا!'' بےخیالی میں انہوں نے پھر کوئی پانچ منٹ بعد دہرایا گویا ایک لمبی بےخودی کے بعد ہوش میں آئے ہوں۔ ''ہونہہ، تو تم جانو، وانیا، ہمارے لئے تم بیٹے کی طرح ہو ہمیشہ... خدا نے ہمیں بیٹا عطا نہ کیا... تو اس نے تمہیں بھیج دیا ہمارے پاس۔ میں تو بھئی، ہمیشہ ایسے ہی سمجھتا رہا۔ اور رہیں میری بڑی بی تو وہ بھی... ہاں! اور تم بھی ہمیشہ بڑی محبت سے

اور ادب سے پیش آتے رہے، سعادت‌مند بیٹے کی طرح۔ خدا تمہیں اس کی جزا دے۔ خوش رہو تم وانیا، جیسے ہم دونوں بوڑھے بڑھیا تمہیں دعائیں دیتے ہیں، تم سے پیار کرتے ہیں... ہاں تو!،،

ان کی آواز کانپ گئی اور ایک لمحہ انہوں نے غور کیا۔

''اچھا... ہاں تو؟ تم کہیں بیمار تو نہیں پڑے رہے؟ آخر اتنے عرصے سے ملنے کیوں نہیں آئے؟،،

میں نے اس پر انہیں اسمتھ کا پورا قصہ سنایا اور اس بات کی معذرت کی کہ اس معاملے نے مجھے الجھائے رکھا۔ کہا کہ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ میں کچھ بیمار سا رہا اور پھر ان وجہوں سے کچھ مجبوری رہی کہ اتنی دور واسی‌لیفسکی جزیرے میں ان سے ملنے نہ آسکا (اب یہ خاندان اس علاقے میں رہنے لگا تھا)۔ میں یہ ذکر کرتے کرتے رہ گیا کہ اس کے باوجود نتاشا کے ہاں جانے کا وقت میں نے نکال لیا تھا۔ عین وقت پر میں نے زبان کو لگام دی۔

اسمتھ کا جو واقعہ میں نے انہیں سنایا اس سے بڑے میاں کو بہت دلچسپی ہوئی۔ نہایت توجہ سے وہ اسے سنتے رہے۔ جب انہیں میری زبانی معلوم ہوا کہ جس مکان میں اب گیا ہوں وہاں سیلن ہے بلکہ وہ پہلے‌والے مکان سے بھی گیا گزرا ہے اور اس کا کرایہ بھی چھ روبل ماہوار ہے تو وہ گرم ہو گئے۔ وہ قطعی بھڑک اٹھنے کے لئے تیار اور بےقرار ہوگئے۔ ایسے موقعوں پر صرف ایک خاتون آننا اندریئونا ایسی تھیں جو بڑے میاں کو قابو میں رکھنا جانتی تھیں اور وہ بھی ہمیشہ نہیں۔

''ہونہہ، تو یہ ہے تمہارا ادب ودب، وانیا!،، وہ کچھ برہمی کے لہجے میں اچانک بولے ''وہ تمہیں کوٹھری تک تو لے آیا ہے اب قبر تک پہنچا دے گا۔ میں نے تم سے اسی وقت کہہ دیا تھا، پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں۔ کہو، وہ تمہارے 'ب'، صاحب ابھی تک تنقید لکھ رہے ہیں؟،،

''جی نہیں، ان کا تو انتقال ہوگیا۔ وہ بدن میں قوت نہ ہونے سے مر گئے۔ شاید اس کے بارے میں تو میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں۔،،

''مر گئے؟ ہونہہ، تو مر گئے وہ۔ یہی تو ہونا تھا۔ ہاں، یہ بتاؤ، انہوں نے بال بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا؟ تم نے ہی شاید بتایا تھا کہ ان کی بیوی ہے۔ بھلا، ایسے لوگوں کو شادی کرنے کی کیا ضرورت؟ کیوں شادی کرتے ہیں؟،،

''جی نہیں - کچھ بھی چھوڑ کر نہیں مرے -''

''ہاں، مجھے بھی یہی اندیشہ تھا!'' وہ اس زور سے، اس جذبے سے چیخے گویا اس معاملے کا ان کی ذات سے کوئی گہرا تعلق تھا، جیسے مرحوم ''ب'' ان کے سگے بھائی تھے - ''کچھ نہیں — یہ کچھ نہیں اور تم جانتے ہو وانیا، میں تو پہلے ہی سے یہ سمجھ گیا تھا کہ یوں خاتمہ ہوگا ان کا، اور یہ کب میں نے اندازہ کیا تھا، اس وقت جب تم نے ان کی بڑی تعریفیں کی تھیں مجھ سے، یاد ہے؟ منہ سے کہہ دینا آسان ہے کہ کچھ نہیں چھوڑا - ہونہہ... تو کیا ہے شہرت مل گئی - چلو، خیر، مان لیا، لیکن اگر یہ لافانی شہرت بھی ہو تب بھی اس سے پیٹ تو نہیں بھرتا - اور تمہارے بارے میں بھی وانیا، مجھے یہی دکھائی دیتا ہے - میرے بھائی، اگرچہ تم مجھے بہت پسند ہو اور تمہاری تعریف بھی کی میں نے، پھر بھی اندیشہ رہا تمہاری طرف سے - 'ب، تو یوں مر گئے، مرتے نہیں تو کیا کرتے - زندگی بھی خوب گزری ہے اور... دیکھو کیا عمدہ جگہ ہے واہ!''

اور اپنے ہاتھ کی تیز بےاختیار حرکت سے انہوں نے راستے کی دھندلی گزرگاہوں کی طرف اشارہ کیا جن پر کہر میں ڈوبے ہوئے سڑک کے چراغ ٹمٹما رہے تھے، وہ میلے کچیلے مکانوں کی طرف، فٹ پاتھوں کے سیلن سے چمکتے ہوئے پتھروں کی طرف، اور پاس سے گزرتے ہوئے بجھے بجھے سردار، افسردہ راہ گیروں کی طرف اشارہ کیا — اس سارے منظر کی طرف جس پر پیٹرسبرگ کا آسمان گنبد کی طرح رکھا ہوا ہے اور اس درجہ سیاہ جیسے کسی نے اس پر کالی روشنائی تھوپ دی ہو - اب ہم چوک میں نکل آئے تھے - ہمارے سامنے اندھیرے میں یادگار کا بت نصب تھا جس پر نیچے سے گیس کے ہنڈوں کی روشنی پڑ رہی تھی اور اس سے آگے بڑھ کر سینٹ اسحاق کا بہت بڑا دھندلایا ہوا کلیسا* کھڑا تھا جو افسردہ آسمان کے پس منظر میں صاف نظر نہیں آتا تھا -

''وانیا، تم کہا کرتے تھے کہ 'ب، بہت اچھے آدمی ہیں -

---

* پیٹرسبرگ (لینن گراد) میں واقع سینٹ اسحاق کا کلیسا جو ۱۸۱۸ء تا ۱۸۵۸ء میں تعمیر کیا گیا تھا - کلیسا کی بہت بڑی عمارت تقریباً ۱۰۲ میٹر اونچی ہے - (ایڈیٹر)

عالی ظرف، وجیہ، حساس اور پرجوش دل‌ودماغ کے انسان، دیکھو — یہ سب تمہارے عمدہ انسان ایک سے ہوتے ہیں، یہ جن کے دل‌ودماغ میں آنچ ہوتی ہے۔ مگر ان سب کے کرم کیا ہیں — یتیم بچے! ہونہہ — اور پھر میں سمجھوں کہ اس طرح مرتے وقت وہ خوش رہے ہوں گے! .. افوہ، توبہ ہے۔ یہاں سے کہیں بھی نکل بھاگوں، کہیں نہیں تو سائبیریا سہی... کیا بات ہے، بیٹی؟،، انہوں نے اچانک ایک بچی کو دیکھ کر پوچھا جو فٹ‌پاتھ پر بھیک مانگ رہی تھی۔

دبلی پتلی زرد بچی تھی، عمر ہوگی کوئی سات آٹھ برس کی۔ میلے چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی، ننھے منے ننگے پیروں میں جوتے بھی پھٹے ہوئے تھے۔ وہ کوشش کر رہی تھی کہ اپنے تھرتھراتے ہوئے ننھے سے جسم کو اس پھٹے چیتھڑے، چھوٹے سے لباس سے چھپائے جو مدتوں ہوئے اس کے لئے چھوٹا پڑ چکا تھا۔ اس کا پیلا، روگی اور پچکا ہوا چہرہ ہماری طرف تھا، اس نے ہمیں عاجزی سے اور بےسوال کئے دیکھا اور اپنا کانپتا ہوا ننھاسا ہاتھ بڑھا دیا، اس کی آنکھوں میں انکار سننے کا خوف جھلک رہا تھا۔ بڑے میاں اسے دیکھتے ہی چونک پڑے اور اس کی جانب اس تیزی سے مڑے کہ خود بچی سہم گئی اور ان سے ایک طرف کو ہٹ گئی۔

”کیا ہے، کیا بات ہے، لڑکی؟ بھیک مانگتی ہے تو؟ ہاں۔ لے... یہ لےلے!،، وہ چیخ کر بولے۔

اضطراب کے مارے تمتماتے کانپتے وہ اپنی جیب ٹٹولنے لگے اور اس میں سے چاندی کے دو یا تین سکے نکالے۔ لیکن یہ ان کی نظر میں کم لگے۔ تو انہوں نے بٹوا نکالا، اندر سے ایک روبل کا نوٹ کھینچا، بس اس میں یہی کچھ تھا اور اسے بھکاری بچی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”حضرت مسیح کا تجھ پر سایہ رہے بچی... بیٹی میری! خدا کے فرشتوں کا تجھ پر سایہ رہے!،،

کانپتے ہوئے ہاتھ سے بڑے میاں نے اس بچی پر کئی بار صلیب کا نشان بنایا۔ لیکن اچانک انہیں خیال آ گیا کہ میں بھی ساتھ ہوں اور دیکھ رہا ہوں، وہ اس بات سے ناراض ہو گئے اور تیز تیز قدموں سے چل دئیے۔

”یہ سب مجھ سے دیکھا نہیں جاتا، وانیا،، وہ خاصی دیر تک ملول اور خاموش رہنے کے بعد بولے ”یہ ننھی معصوم مخلوق سڑک

پر جاڑے سے کانپ رہی ہے... کیوں؟ صرف اپنے کم‌بخت ماں باپ کی خاطر۔ اگرچہ کوئی ماں بھی اپنے جگر کے ٹکڑے کو یوں مصیبت میں کیوں نکالے گی جب تک کہ وہ خود انتہائی مجبور و مقہور نہ ہو... بہت ممکن ہے کہ اس کے پاس اور بھی ننھے یتیم بچے ہوں جو گھر کے کونے کھدرے میں سر جوڑے پڑے ہوں اور یہی ایک بچی سب سے بڑی ہو اور ماں خود بیمار ہو۔ اور... ہونھ۔ یہ کوئی شاہزادوں کی اولاد تھوڑئی ہے۔ دنیا میں بہت بچے ہیں میرے بھائی، جو شاہزادوں کی اولاد نہیں ہیں، سمجھے؟''
وہ لمحے بھر سر جھکائے سوچتے رہے جیسے کہنے کو لفظ نہ مل رہے ہوں۔
''دیکھو وانیا، میں نے آنا اندریئونا سے وعدہ کیا تھا کہ...''
ذرا لکنت کرتے ہوئے اور کہنے میں جھجکتے ہوئے وہ آخر بولے ''میں نے ان سے وعدہ کیا تھا، یعنی... آنا اندریئونا اور میں ہم دونوں نے طے کیا تھا کہ کسی چھوٹی سی یتیم کو گود لے لیں گے... اسے پالیں پوسیں گے، کسی بھی بےچاری یتیم بچی کو، بالکل اپنے پاس ہی رکھ لیں گے۔ تم سمجھے میری بات؟ کیونکہ ہم بوڑھے آدمی اکیلے پڑے رہتے ہیں، اس سے جی گھبراتا ہے۔ مگر دیکھو، آنا اندریئونا ابھی سے، نہ جانے کیوں، اس خیال سے پھر گئی ہیں اور نہیں چاہتی ہیں۔ ذرا تم بات کرنا ان سے، میری طرف سے نہیں، سمجھے؟ مگر دیکھو اس طرح بات چھیڑنا جیسے خود تمہیں سوجھی ہو... انہیں راضی کر لینا، سمجھے نا؟ بہت دنوں سے میں سوچ رہا تھا کہ تم سے کہوں، تم انہیں کسی طرح اس بات پر مناؤ... تم جانو، میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں ان پر دباؤ ڈالوں — خیر، یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میرے واسطے بچہ کا ہونا یا نہ ہونا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے تمنا نہیں ہے۔ صرف ذرا اچھا لگتا ہے کہ بچے کی آواز کان میں پڑے... لیکن اصل میں، تم سے سچ کہوں، میں یہ سب اپنی بڑی بی کی خاطر چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ اکیلے پڑے رہنے کے بجائے گھر میں بچہ کھیلے گا تو ان کا جی بہل جائے گا۔ خیر، یہ سب واہیات باتیں ہیں۔ وانیا، اگر ایسے چلتے رہے تو کہیں بہت دیر میں جا کر گھر پہنچیں گے، لاؤ، ایک گھوڑا گاڑی بلا لیں۔ فاصلہ کافی ہے، آنا اندریئونا کو فکر لگی ہوگی...''
ساڑھے سات بج رہے تھے جب ہم گھر پہنچے۔

بارھواں باب

اخمنیف میاں بیوی کے آپس میں بڑا پیار تھا۔ محبت اور برسوں کی سنگت نے ہمیشہ کے لئے ایک کو دوسرے سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود نکولائی سرگیئچ نہ صرف آجکل بلکہ پہلے بھی، عیش و آرام کے اچھے دنوں میں بھی ہمیشہ آننا اندریئونا سے احتیاط برتتے تھے، خاص طور سے اگر دوسرے لوگ موجود ہوں تو ان کے سامنے خود کو لئے دئے رہتے تھے۔ دیکھا گیا ہے کہ کچھ نازک اور حساس طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بعض اوقات ایک طرح کی ضد اور حد سے زیادہ احتیاط ہو جاتی ہے کہ اپنی بات کھل کر کسی سے نہ کہی جائے اور دل کی دل میں ہی رکھی جائے۔ یہاں تک کہ جو آدمی انہیں سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، اس سے بھی ذرا پردہ رکھتے ہیں، صرف دوسروں کے سامنے ہی نہیں، بلکہ تنہائی میں بھی۔ دراصل تنہائی میں تو اور بھی زیادہ۔ کبھی ایک مدت کے بعد ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان کی دلی کیفیت پھٹ پڑتی ہے، اور جتنے زیادہ عرصے اسے دبا کر رکھا گیا ہو، اتنے ہی زور سے، شدت اور بےقراری سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ نکولائی سرگیئچ اپنی آننا اندریئونا کے ساتھ بالکل شروع سے اب تک یہی طرزعمل اختیار کئے ہوئے تھے۔ وہ آننا اندریئونا کا بہت لحاظ کرتے تھے اور ان سے بےانتہا محبت تھی اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ آننا اندریئونا ایک ایسی شریف نیک‌دل خاتون تھیں جو اپنے شوہر سے محبت کرنے کے سوا کسی کام کی نہ تھیں اور اس بات سے شوہر کو سخت کوفت ہوتی تھی کہ وہ اکثر اوقات سادہ‌دلی کی وجہ سے شوہر کے ساتھ ضرورت سے زیادہ کھل جاتی تھیں اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتی تھیں۔ لیکن جب سے نتاشا نے گھر چھوڑا تھا، دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور محبت برتنے لگے تھے۔ انہیں اس بات کا واقعی بڑا دکھ تھا کہ دنیا میں اب ان دونوں کا کوئی نہیں رہ گیا ہے۔ اور اگرچہ نکولائی سرگیئچ کبھی کبھی بےانتہا اداس ہو جایا کرتے تھے، تاہم وہ دونوں ایک دوسرے سے دو گھنٹے کے لئے بھی جدا ہو جاتے تو طبیعت پر شاق گزرتا تھا اور بےچینی ہونے لگتی تھی۔ انہوں نے گویا ان‌کہا معاہدہ کر رکھا تھا کہ نتاشا کا کوئی ذکر نہ کیا جائے جیسے اس نام کا کوئی

وجود ہی نہ تھا۔ آننا اندریئونا کو اتنی بھی جرأت نہ ہوتی تھی کہ شوہر کی موجودگی میں نتاشا کے متعلق کنایہ ہی کر دیں اگرچہ یہ ضبط ان پر بہت گراں گزر رہا تھا۔ دل میں تو وہ بہت پہلے نتاشا کو معاف کر چکی تھیں۔ بہرحال کسی نہ کسی صورت سے یہ ایک مقررہ رسم بن چکی تھی کہ جب بھی میں ان کے گھر جاؤں تو ان کی چہیتی اور ناقابل فراموش بیٹی کی کوئی نہ کوئی خبر ضرور سناؤں۔

بڑی بی کو اگر بیٹی کی خبر ملنے میں دیر ہو جاتی تو وہ بیمار پڑ جاتیں اور جب میں خبریں لئے ہوئے پہنچتا تو وہ ذرا ذرا سی تفصیل تک پوچھا کرتیں اور ہانپتے کانپتے ہر بات کی ٹوہ لینے کے لئے سوالات کرتی جاتی تھیں۔ میرے بیان سے ان کے دل کو تسکین ہوتی۔ ایک بار جب نتاشا بیمار پڑی تو بڑی بی اندیشے کے مارے مرتے مرتے بچیں اور بالکل کمربستہ ہو گئی تھیں کہ بیٹی کو دیکھنے خود جائیں۔ لیکن یہ انتہا درجے کا واقعہ تھا۔ اول تو ان میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ خود مجھ سے کہہ دیتیں کہ بیٹی سے ملنے جانا چاہتی ہیں، پھر یہ کہ ہمیشہ جب ہماری بات‌چیت ہوتی اور وہ بیٹی کے بارے میں ذرا ذرا سی تفصیل تک مجھ سے پوچھ چکی ہوتیں تو وہ اسے ضروری سمجھتی تھیں کہ میری خاطر ذرا سختی اور رکھائی دکھائیں اور یہ جتائیں کہ اگرچہ بیٹی کی زندگی سے انہیں دلچسپی ضرور ہے تاہم نتاشا نے ایسی بےہودگی کا برتاؤ کیا ہے کہ اسے کسی حالت میں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ سب بناوٹی باتیں ہوتی تھیں۔ ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ آننا اندریئونا غم سے سری جا رہی ہیں، رو رہی ہیں، میرے سامنے نتاشا کو پیار کے ناموں سے پکار رہی ہیں اور نکولائی سرگیئچ کی سخت شکایتیں کر رہی ہیں، مگر ان کی موجودگی میں بڑی احتیاط کے ساتھ اشاروں میں طعنے تشنے کرتی جاتی ہیں کہ بعض لوگوں کو کتنی اکڑ ہوتی ہے، پتھر کے دل ہوتے ہیں ان کے، بھلا ہم اوروں کی زیادتی معاف کیوں نہیں کر سکتے، ہم اگر دوسروں کو معاف نہیں کریں گے تو خدا بھی ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ یہ سب تو تھا مگر وہ شوہر کی موجودگی میں اس سے آگے کبھی نہیں بڑھتی تھیں۔ بڑے میاں اتنا سنتے تو ہمیشہ ان کے تیور بگڑنے لگتے، ان کا چہرہ تمتمانے لگتا، وہ منہ بنا کر چپ بیٹھے

رہتے یا ایک دم بڑے زور زور سے بےتکےپن کے ساتھ، بات کہیں سے کہیں لےجاتے یا ہمیں چھوڑ کر وہاں سے اپنے کمرے میں چلے جاتے۔ اس طرح آننا اندریئونا کو موقع مل جاتا کہ وہ دل کا لہو میرے سامنے ٹپکائیں، آنسوؤں سے روئیں اور آہیں بھریں۔ وہ ہمیشہ میرے آنے پر اسی طرح اپنے کمرے میں چلے جایا کرتے تھے، کبھی کبھی تو ان سے صرف سلام دعا ہوکر رہ جاتی اور وہ ٹل جاتے تاکہ مجھے آننا اندریئونا کو نتاشا کی تمام تازہ ترین خبریں بتانے کا موقع مل جائے۔ اس وقت بھی انہوں نے یہی کیا۔

''میں بالکل بھیگ چکا ہوں،، وہ کمرے میں گھستے ہوئے فوراً بولے ''اب میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں۔ تم وانیا تھوڑی دیر یہیں ٹھیرو۔ اس بھلے آدمی کے مکان کا قصہ خوب ہے۔ لو! وانیا، تم ذرا ان کو سنا تو دو۔ اور میں اتنے میں آتا ہوں...،،

وہ جلدی سے کھسک گئے کہ ہم پر نظر بھی نہ پڑے جیسے اس بات سے شرما رہے ہوں کہ مجھے اور آننا اندریئونا کو ملا کیوں دیا۔ ایسے موقعوں پر اور خاص طور پر جب وہ واپس آتے تو ہمیشہ مجھ سے اور آننا اندریئونا سے کترائے ہوئے، جھجکے ہوئے رہتے تھے بلکہ ایک حد تک برہمی اور نکتہ‌چینی ان میں پائی جاتی گویا خود پر جھنجھلا رہے ہیں کہ اس قدر نرم اور دبو کیوں واقع ہوئے ہیں۔

''دیکھو تو بھلا، کیسے آدمی ہیں،، بڑی بی نے کہا جو ادھر کچھ عرصے سے میرے ساتھ اپنی بےرخی اور بےاعتباری بالکل چھوڑ چکی تھیں ''ہمیشہ سے ان کا میرے ساتھ یہی برتاؤ ہے۔ خود جانتے ہیں کہ ہم سے ان کی چالاکیاں چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ ظاہرداری برتنے کی کیا ضرورت؟ کیا میں کوئی غیر ہوں؟ اور وہ تو بیٹی کے ساتھ بھی غیروں کا سا برتاؤ کر رہے ہیں۔ چاہئے تو تھا کہ معاف کر دیں۔ بلکہ وہ تو ممکن ہے جی سے چاہتے ہوں کہ معاف کر دیں۔ خدا ہی جانے ان کی باتیں۔ راتوں کو روتے ہیں — میں نے خود سنا۔ لیکن اوپر سے سخت بنے ہوئے ہیں۔ اکڑ نے انہیں مار ڈالا... بیٹے، ایوان پتروو‌چ، جلدی سے بتاؤ تو مجھے، گئے کہاں تھے یہ؟،،

''نکولائی سرگیئچ؟ مجھے نہیں معلوم کہاں گئے تھے۔ میں تو آپ سے ہی پوچھنےوالا تھا۔،،

"میرا دل کیسا ہول رہا تھا جب وہ گھر سے نکلے ہیں۔ تم جانو، طبیعت ویسے ہی ٹھیک نہیں ہے اور پھر اس موسم میں، ایسے وقت۔ خیر، چلو، میں سمجھی کوئی ضروری کام ہوگا جو گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور اس کام سے زیادہ خاص بات اور کیا ہو سکتی تھی، تم سمجھے نا میرا مطلب! میں نے اپنے جی میں تو ضرور سوچا مگر ان سے پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی۔ اور پھر ان دنوں ان سے کسی بات کی بھی پوچھ گچھ کرنا میرے بس کا نہیں ہے۔ ان بڑے میاں کے اور بیٹی کے مارے ویسے ہی میرے اوسان خطا رہتے ہیں۔ کیا ہو، میں نے جی میں سوچا، جو وہ بیٹی کے گھر چلے گئے ہوں۔ اور جو انہوں نے یہی طے کر لیا ہو کہ چلو اسے معاف کر دیں۔ کیونکہ انہوں نے سب کچھ پتہ چلا لیا ہے۔ انہیں نتاشا کی رتی رتی خبر ہے۔ مجھے یقین ہے پکا کہ انہیں سب کچھ اس کا حال معلوم ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں یہ سب کچھ معلوم کیسے ہو جاتا ہے۔ کل وہ بہت ہی اداس تھے اور آج بھی رنجیدہ رہے۔ آپ کچھ منہ سے بتاتے کیوں نہیں؟ بتائیے آخر، وہاں اور کیا کچھ گزری؟ میں تو فرشتہ رحمت کی طرح آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آنکھیں آپ کی راہ تک رہی تھیں کہ کب آئیں اور کب حال کھلے۔ ہاں تو کہہ دیجئے! کیا وہ پاجی کمینہ نتاشا کو چھوڑنے پر آمادہ ہے؟"

جو کچھ مجھے خبر تھی میں نے سب آننا اندریئونا کو بتا دیا۔ ان سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ میں نے انہیں بتایا کہ معاملہ واقعی اب نتاشا اور الیوشا کے درمیان علحدگی تک آ پہنچا ہے۔ اور اب کے جو کچھ ہوگا وہ پہلے والی غلط‌فہمیوں سے بڑھ کر ہوگا۔ نتاشا نے مجھے کل ہی ایک پرزہ بھیجا تھا اور مجھ سے اصرار کیا تھا کہ آج رات کو نو بجے اس کے گھر پہنچوں۔ اس لئے میرا ارادہ آپ کے ہاں آنے کا نہیں تھا۔ نکولائی سرگیئچ مجھے یہاں لے آئے۔ میں نے انہیں پوری تفصیل سے سمجھایا کہ پوزیشن بہت نازک ہے۔ کیونکہ الیوشا کے باپ جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے دو ہفتے ہوئے واپس آ گئے ہیں اور کسی کی سنے بغیر الیوشا کو اپنی مٹھی میں لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ الیوشا بھی ایسا لگتا ہے جیسے اس منگیتر کی طرف سے بے‌نیاز نہیں ہے بلکہ کہنے‌والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اس لڑکی کی محبت

میں مبتلا ہو گیا ہے۔ میں نے آننا اندریئونا کو یہ بھی بتایا کہ جہاں تک میرا قیاس ہے نتاشا نے وہ پرزہ جو مجھے بھیجا تھا بہت گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں لکھا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ آج رات کو سب کچھ فیصلہ ہو جائے گا۔ لیکن میری تو عقل میں نہیں آتا کہ فیصلہ کیا ہونا رہ گیا ہے۔ یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ اس نے خط لکھا تھا کل اور مجھے بلایا تھا آج اور وہ بھی مقررہ وقت ۹ بجے رات کو۔ چنانچہ مجھے جانا ہے اور جلد سے جلد وہاں پہنچنا ہے۔

''جاؤ، جاؤ۔ میرے بیٹے، ضرور جاؤ!،، آننا اندریئونا نے بےصبری سے کہا ''مگر جانے سے پہلے ذرا وہ آجائیں تو ایک چائے کی پیالی پیتے جاؤ... افوہ، اب تک سماوار بھی نہیں لا کر رکھا! ماتریونا! سماوار کو کیا ہو گیا؟ دیر کیوں کر دی؟ حرام‌خور ہے، عورت نہیں ہے! دیکھو تو۔ تم چائے پی لو۔ اور چائے پیتے ہی بس، کسی بہانے چل دو۔ لیکن ہاں، دیکھو، کل یہاں آنا نہ بھولنا اور مجھے سب بتا جانا۔ ذرا اول وقت چلے آنا۔ توبہ ہے خدایا، کہیں میری بچی پر کوئی اور نئی بپتا تو نہیں پڑی؟ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے برا اور کیا ہو سکتا ہے! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ نکولائی سرگیئچ کو سب خبر ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ تم جانو ماتریونا کی زبانی مجھے بہت کچھ سننے میں آتا ہے اور وہ اگاشا سے معلوم کرتی ہے۔ اور اگاشا اس ماریا واسیلیونا کی دینی ماں ہے جو پرنس کی ڈیوڑھی میں رہتی ہے... مگر ہاں... تم خود جانتے ہو۔ میرے شوہر آج بہت گرم تھے۔ میں نے کئی کئی طرح سے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر وہ مجھی پر برس پڑے۔ پھر افسوس کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ روپیہ کم رہ گیا ہے۔ جیسے میں سمجھتی نہ ہوں، وہ روپے کی ہی وجہ سے تو چلائیں‌گے۔ شام کے کھانے کے بعد ذرا آنکھ جھپکنے اٹھ گئے۔ میں نے دروازے کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا (انہیں معلوم نہیں ہے مگر دروازے میں ایک جھری پڑی ہوئی ہے) تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ بیچارے طاق کے سامنے دوزانو ہیں اور دعا مانگ رہے ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو پیروں نے کھڑے ہونے سے جواب دے دیا۔ انہوں نے آنکھ تک نہیں لگائی، چائے بھی نہیں پی، بس ہیٹ اٹھایا

اور چل دئے گھر سے - چار بجے کے بعد گھر سے نکلے تھے - میری ہمت بھی نہیں پڑی کہ پوچھوں کہاں چلے - ڈر تھا کہ کہیں چیخ نہ پڑیں - ان دنوں انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے - اکثر ماتریونا پر برس پڑتے ہیں اور کبھی کبھی مجھے بھی ڈانٹ پلاتے ہیں - جب وہ چیخنا چلانا شروع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ میری ٹانگیں جواب دے رہی ہیں اور دل ڈوبنے لگتا ہے - اگرچہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ صرف فوں فاں ہے لیکن پھر بھی مجھے ہول آتا ہے - ان کے گھر سے رخصت ہونے کے بعد پورے گھنٹہ بھر میں دعا مانگتی رہی کہ خدا ان کو ہدایت دے، ان کے دل میں نیکی ڈالے - اچھا ہاں، وہ نتاشا کا پرزہ کہاں ہے - ذرا دیکھوں تو!،،

میں نے وہ پرزہ انہیں دکھا دیا - مجھے معلوم تھا کہ آننا اندریئونا کے دل میں چوری چوری یہ خیال آتا تھا کہ الیوشا جسے وہ کبھی پاجی کمینہ کہتی تھیں، کبھی بےحس، احمق لڑکا کہہ کر پکارتی تھیں، بالاخر نتاشا سے شادی کرےگا اور اس کا باپ پرنس پیوتر الیکساندرووچ اس پر رضامند ہو جائےگا - ان کے منہ سے دل کا چور میرے سامنے بھی آ چکا تھا اگرچہ بعد میں انہیں اس کا افسوس رہا اور وہ صاف مکر گئیں - لیکن نکولائی سرگیئچ کی موجودگی میں وہ اپنے خوابوں کی امیدیں کبھی کھول کر نہ کہتی تھیں اگرچہ انہیں معلوم تھا کہ شوہر کو اس بات کا شبہ ہے اور صرف اتنا نہیں بلکہ کئی موقعوں پر شوہر نے اشاروں میں انہیں برا بھلا بھی کہا - مجھے یقین ہے کہ اگر بڑے میاں کو اس شادی کا امکان بھی نظر آ جاتا تو وہ نتاشا پر لعنت بھیجتے اور اسے اپنے دل سے نکال کر پھینک دیتے -

اس وقت ہم سب ایسا ہی سمجھتے تھے - وہ جی‌جان سے اپنی بیٹی کے لئے تڑپتے تھے لیکن یہ تڑپ صرف نتاشا کے لئے تھی اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ کسی طرح الیوشا کی یاد قطعی طور پر بیٹی کے دل سے نکل جائے - نتاشا کو معاف کرنے کے لئے وہ صرف اس شرط پر تیار ہو سکتے تھے - اگرچہ یہ بات کبھی زبان سے نہیں نکلی لیکن ان کو دیکھنے سے یہ حقیقت صاف طور سے کھل جاتی تھی -

”بےکردار ہے وہ تو - بالکل ڈانواڈول لڑکا - ڈانواڈول بھی اور

بےدرد بھی۔ میں نے تو ہمیشہ یہی کہا،، آننا اندریئونا نے پھر کہنا شروع کیا۔ ’’یہ لوگ جانتے ہی نہیں کہ اس کی تربیت کیسے کی جائے۔ اب وہ بالکل موم کی ناک بن کر نکلا ہے۔ نتاشا تو اس پر یوں مر مٹی اور وہ اب اسے چھوڑنے چلا ہے۔ توبہ ہے میری پروردگار! اب اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا؟ بےچاری نتاشا! اور نئی میں اسے کیا مل گیا؟ تعجب تو مجھے اس بات کا ہے۔،،

میں نے جواب دیا ’’آننا اندریئونا، میں نے سنا ہے کہ اس کی منگیتر بہت دل‌کش لڑکی ہے۔ اور خود نتاشا بھی اس لڑکی کے بارے میں یہی بتاتی ہیں...،،

’’تمہیں یقین آ گیا اس کا!،، ماں نے فوراً بات کاٹی۔ ’’بڑی آئی دل‌کش لڑکی! تم لوگ جو کاغذ پر قلم گھسیٹنےوالے ہو، تمہیں تو ہر ایک لڑکی میں دل‌کشی ہی نظر آتی ہے، بس، ذرا اسکرٹ ہلانا جانتی ہو۔ رہا نتاشا کا کہنا، تو وہ اپنے دل کی بڑائی سے کہتی ہوگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکے الیوشا کو کیوں‌کر قابو میں رکھے۔ اسے سب کچھ معاف کر دیتی ہے اور خود ہر طرح کے دکھ جھیلتی ہے۔ اب تک وہ کتنی بار اسے فریب دے چکا ہے۔ پاجی، بےدرد کہیں کا! میرا تو دل لرزتا ہے ایوان پتروو‌چ! سبھوں میں ہوا بھری ہوئی ہے۔ اگر ذرا بڑے میاں ہی جھک جائیں اور اپنی اکڑ سے باز آ جائیں تو— اس بےچاری بچی کا قصور معاف کرکے اسے اپنے گھر لے آئیں۔ میں اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لوں‌گی اور اس کا منہ دیکھتی رہوں‌گی۔ کیا وہ دبلی ہو گئی ہے؟،،

’’جی ہاں۔ دبلی تو ہو گئی ہیں۔،،

’’میری بچی، ہائے میں کیا کروں، ایوان پتروو‌چ! ایک اور مصیبت آ گئی ہے۔ ساری رات اور آج سارے دن میں روتی رہی ہوں... مگر کیا! بعد میں سناؤں‌گی سب تمہیں۔ کتنی بار میں نے اشاروں میں ان سے کہا کہ بس اب جانے دو۔ صاف صاف کہنے کی میری ہمت نہیں پڑتی، اس لئے گھما پھراکے کہتی ہوں ذرا ہوشیاری سے۔ ہر وقت میرا دل ڈوبا رہتا ہے۔ کیا ہو اگر وہ بگڑ جائیں اور بیٹی کے حق میں بددعا کا کلمہ منہ سے نکل جائے۔ ابھی تک ان کی زبان سے نتاشا کے لئے برا لفظ میں نے نہیں سنا۔ ڈرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو کہیں۔ اگر وہ اسے عاق کر بیٹھے تو

کیا ہوگا۔ جس اولاد کو باپ عاق کردے اس پر خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ میری زندگی یہ رہ گئی ہے کہ خوف کے مارے ہر روز لرزہ چڑھا رہتا ہے۔ اور ایک تم ہو ایوان پترووچ، تمہیں شرم آنی چاہئے کہ تم اس گھر میں پلے بڑھے۔ ہم نے تمہیں اپنی مامتا محبت دی مگر تم بھی آتے ہو تو ایسی بےہودہ باتیں کرنے لگتے ہو۔ لڑکی دلکش ہے! تم سے تو بہتر ماریا واسیلی‌ونا جانتی ہے (ایک دن میں نے یہ گناہ اپنے سر لیا، جب بڑے میاں آدھے دن کو باہر گئے ہوئے تھے اسے کافی پینے بلا لیا)۔ اس نے مجھے سب اندر باہر کی باتیں بتادیں۔ پتہ یہ چلا کہ پرنس یعنی الیوشا کے باپ میں اور اس کاؤنٹیس میں ناجائز تعلقات چلے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاؤنٹیس نے الیوشا کے باپ پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس سے شادی کرے۔ لیکن وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ یہ ایسی کاؤنٹیس صاحبہ ہیں کہ اپنے پہلے شوہر کی زندگی میں بھی بےشرمی کی حرکتوں سے بدنام تھیں۔ جب شوہر کا انتقال ہوا تو وہ ملک سے باہر گئی ہوئی تھیں، اور وہاں اطالوی اور فرانسیسی انہیں گھیرے رہتے تھے اور پتہ نہیں کیسے کیسے رئیس‌زادوں سے واسطہ تھا۔ وہیں یہ پرنس پیوتر الیکساندرووچ اس کے پلے پڑے۔ اس عرصے میں کاؤنٹیس کی سوتیلی بیٹی جو پہلے مرحوم شوہر سے ہے (پہلا شوہر آبکاری کا ٹھیکیدار تھا) جوان ہوتی جا رہی تھی۔ اماں جان نے شوہر کے بعد ساری دولت اڑا دی۔ ادھر تو بیٹی کاتیرینا فیودوروونا بڑھ رہی تھی اور ادھر وہ جو باپ نے بیٹی کے نام بیس لاکھ روبل چھوڑے تھے وہ بڑھتے جا رہے تھے۔ اب بتاتے ہیں کہ اس کے نام کے تیس لاکھ ہو گئے ہیں۔ پرنس کو سوجھ گئی کہ یہ جوڑا الیوشا بیٹے کے لئے اچھا رہےگا! (فکر مت کرو، وہ بڑا چنٹ ہے، موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔) وہ کاؤنٹ صاحب جو درباری بھی ہیں، تم تو جانتے ہو، خیال آیا؟ ان کے خاص رشتہ‌دار، انہوں نے بھی اس رشتے کی منظوری دے دی ہے۔ تیس لاکھ کی رقم کوئی مذاق تھوڑئی ہے۔ ’بہت مناسب ہے، تم کاؤنٹیس سے اس سلسلے میں بات کر لو، انہوں نے پرنس سے کہہ دیا۔ چنانچہ پرنس نے اس عورت کو ٹٹولا اور اپنے من کی کہہ ڈالی۔ وہ تو ہاتھ پاؤں چلانے لگی سخت خلاف۔ کہتے ہیں عورت بڑی بےڈھب ہے۔ ایک حرافہ ہے کہیں کی۔ بتاتے ہیں کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو

اسے ہمارے یہاں منہ لگانے کو تیار نہیں ۔ سرحد پار کی اور بات ہے ۔ خیر تو وہ بولی پرنس سے کہ ایسے نہیں، تم خود مجھ سے شادی کرو ۔ رہا سوتیلی بیٹی کے الیوشا سے شادی کرنے کا معاملہ تو اس کی بات چھوڑو ، لڑکی کو بتاتے ہیں کہ اپنی سوتیلی ماں پر فدا ہے ۔ پوجا کرتی ہے اماں‌جان کی اور ہر بات میں اس کی سنتی ہے ۔ مختصر یہ پتہ چلا کہ دل کی بڑی ہی شریف لڑکی ہے بھولی بھالی، نیک — پرنس تو خوب سمجھتا ہے معاملے کو ، اس نے کاؤنٹیس سے کہا کہ فکر نہ کرو ۔ اپنی ساری رقم تو تم اڑا چکی ہو ، اب تمہارے پاس اتنا بھی نہیں کہ اپنا قرضہ چکا سکو ۔ چنانچہ اگر تمہاری بیٹی میرے الیوشا سے شادی کر ڈالے تو یہ ہو گئی جوڑی — تمہاری بیٹی بھی معصوم اور میرا بیٹا بھی بدھو ۔ ہم ان دونوں کو اپنی نگرانی میں لے لیں‌گے اور ان کے بن جائیں‌گے سرپرست ۔ پھر سب ٹھیک ہے ۔ تمہارے پاس بھی رقم ہو جائےگی ۔ کہنے لگا کہ اور جو مجھ سے شادی کروگی تو کیا ملےگا؟ بڑا کائیاں آدمی ہے ۔ یہ چھ مہینے پہلے کی بات ہے ۔ اس عرصے میں کاؤنٹیس کچھ طے نہیں کر پائی ۔ مگر اب بتاتے ہیں کہ وہ دونوں وارسا چلے گئے اور وہاں بات پکی ہو گئی ۔ سننے میں یہی آیا ہے ۔ مجھے یہ سب ماریا واسیلی‌ونا نے بتایا ۔ اندر کی باتیں ہیں ۔ اس نے خود بھی یہ خاص بھروسے کے آدمی سے سنا ہے ۔ تو سمجھے تم، یہ کیا بات ہے ۔ یہ سارا قصہ لاکھوں روپے کا ہے ۔ اس میں بھلا دلکش لڑکی کا کیا دھرا ہے ۔،،

آننا اندریئونا نے جو قصہ مجھے سنایا اس کا مجھ پر اثر ہوا کیونکہ یہ بالکل اس کے مطابق تھا جو میں الیوشا کی زبان سے سن چکا تھا ۔ جب وہ اس کا ذکر کرتا تو سینہ تان کر کہتا کہ میں روپے کی خاطر ہرگز شادی نہیں کروں گا ۔ مگر کاتیرینا فیودوروونا نے اس کو موہ لیا تھا ۔ میں نے الیوشا ہی سے یہ بھی سنا کہ اس کا باپ خود شادی کی فکر میں ہے اگرچہ وہ ان افواہوں سے انکار اس لئے کرتا ہے کہ کہیں وقت سے پہلے ہی کاؤنٹیس جھنجھلا نہ جائیں ۔ یہ تو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ الیوشا کو اپنے باپ سے بڑی عقیدت تھی، وہ اس کی تعریفوں کے پل باندھا کرتا تھا اور اس کی بات پر ایسا اندھا یقین کرتا تھا جیسے وہ غیبی آواز ہو ۔

''اور پھر ایسی اعلیٰ خاندان کی بھی نہیں ہے تمہاری وہ دلکش لڑکی۔'' میں نے جو پرنس کے صاحب‌زادے کی منگیتر کی ذرا تعریف کر دی تھی اس پر آننا اندریئونا بہت خفا تھیں، وہ کہتی چلی گئیں ''بلکه نتاشا تو اس لڑکے کا بہتر جوڑ ہے۔ وہ لڑکی تو صرف آبکاری کے ٹھیکیدار کی اولاد ہے اور میری بیٹی نتاشا پرانے درباری خاندان کی بیٹی ہے۔ کل ھی کی بات ہے (میں تمہیں بتانا بھول گئی) میرے بڑے میاں نے اپنا صندوقچه کھولا، لوہے کی پٹیوں کا صندوقچه ہے پرانا۔ وہ میرے سامنے آدھی رات تک بیٹھے رہے اور اس میں سے پرانے خاندانی کاغذات الٹتے پلٹتے رہے۔ بہت سنجیدہ صورت بنائے ہوئے تھے۔ میں بیٹھی موزہ بنتی رہی اور ان کی طرف دھیان نہیں دیا۔ مجھے اندیشه تھا۔ جب انہوں نے دیکھا که میں کچھ بولتی نہیں ہوں تو انہیں یه ناگوار گزرا اور وہ آپ سے آپ بول پڑے۔ آدھی رات تک وہ مجھے اپنا شجرۂ نسب سمجھاتے رہے۔ تمہیں معلوم ہے کیا که ہمارے خاندان اخمنیف کے بزرگ پرانے وقتوں میں، جب زار ایوان واسلیوچ سفاک کا زمانه تھا، درباریوں میں تھے۔ اور میرا شمیلوف خاندان زار الکسئی میخائلووچ کے زمانے میں بھی کافی مشہور تھا۔ ثبوت کے کاغذات موجود ھیں ہمارے یہاں، بلکه کرامزین* کی تاریخ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ تم خود دیکھو بیٹے، ہم لوگ اس میں کوئی ادھروالوں سے دبے ہوئے نہیں ھیں۔ جیسے ھی میرے بڑے میاں نے یه بات چھیڑی میں فوراً سمجھ گئی که ان کے دماغ میں کیا ہے۔ جانو که بڑے میاں کو بھی یه بات ناگوار گزری ہے که نتاشا کو طعنے دئے جا رہے ھیں۔ صرف ایک چیز ہے جس میں وہ لوگ ہم سے اونچے ھیں، یعنی دولت۔ خیر بلا سے، وہ لٹیرا پیوتر الیکساندرووچ دولت کی فکر کئے جائے۔ سب کو خبر ہے که اس کی روح بڑی ھی بےدرد اور لالچی ہے۔ لوگ بتاتے ھیں که جب وہ وارسا میں تھا تو اس نے یسوعی فرقے سے کچھ اندرونی ساز باز کر لیا تھا، خبر ٹھیک ہے کیا؟''

''بیکار کی بکواس ہے'' میں نے جواب دیا اگرچه اس پر تعجب

---

* کرامزین، نکولائی میخائلووچ (۱۷۶۶ء تا ۱۸۲۶ء) — مشہور روسی ادیب اور مورخ۔ (ایڈیٹر)

کئے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ افواہ اتنی شدت کیوں رکھتی ہے۔ لیکن نکولائی سرگیئچ کے اپنے خاندانی کاغذات چھاننے کی جو خبر مجھے ان کی بیوی سے ملی وہ البتہ ایسی تھی جس نے مجھ میں کرید پیدا کر دی۔ بڑے میاں نے پہلے کبھی اپنے شجرے پر اونچی نہیں ھانکی تھی۔

''یہ بڑے پاجی، کمینے، بےدرد لوگ ھیں!،، آننا اندریئونا بولتی چلی گئیں ''اچھا یہ تو بتاؤ، وہ کیسی ہے، میری بچی، بہت دکھی ہے کیا؟ روتی رھتی ہے؟ توبہ ہے، اب تک تمہیں وھاں روانہ ھو جانا چاھئے تھا۔ ماتریونا، اے ماتریونا! حرام‌خور ہے یہ، عورت نہیں ہے! انہوں نے اس کی تذلیل تو نہیں کی؟ وانیا، بتاتے کیوں نہیں؟،،

بھلا میں اس سوال کا کیا جواب دیتا۔ بڑی بی بیچاری آنسو بہا رھی تھیں۔

میں نے ان سے پوچھا، یہ تو بتائیے، وہ نئی مصیبت کیا ہے جس کا آپ مجھ سے ذکر کرنےوالی تھیں۔

''ھائے میرے بیٹے، یہی مصیبتیں کیا کم تھیں کہ صبر کا پیمانہ اور لبریز کیا جا رھا ہے۔ تمہیں یاد ہے؟ مگر شاید تمہیں یاد نہ ھو، میرے پاس سونے کا ایک لاکٹ تھا، ایک طرح سے یادگار یا نشانی کی چیز سمجھو، اس لاکٹ میں نتاشا کی بچپن کی ایک تصویر تھی۔ اس وقت میری پیاری بچی کی عمر ھوگی کوئی آٹھ برس۔ ایک آرٹسٹ تھا سفری، اس سے ھم نے نکولائی سرگیئچ کی معرفت یہ کہہ‌کر بنوائی تھی۔ تم بھول گئے، وہ کاری‌گر بڑا عمدہ تھا، اس نے نتاشا کو کیوپڈ کے روپ میں پیش کیا تھا۔ اس زمانے میں میری بچی کے بال ایسے خوبصورت تھے جھاگ جھاگ سے۔ مصور نے تن‌زیب کی فراک میں اس کی تصویر ایسی بنائی تھی کہ ننھا سا بدن اس میں سے پھوٹتا تھا اور ایسی پیاری، ایسی خوبصورت لگتی تھی کہ اس پر سے نظر ھٹانے کو جی نہ چاھے۔ میں نے اس کاری‌گر سے بہت کہا کہ اس کے ننھے ننھے پر اور لگا دو مگر وہ تیار نہ ھوا۔ اچھا تو جب یہ آفت ھم پر ٹوٹ چکی تو میں نے وہ لاکٹ صندوقچے سے نکالا اور اسے گلے میں ڈال لیا۔ صلیب کے علاوہ یہ بھی ھمیشہ پہنے رھتی تھی۔ اگرچہ اس ڈر سے میرا دم نکلا جاتا تھا کہ کہیں بڑے میاں کی نظر اس پر

نہ پڑ جائے۔ تمہیں تو معلوم ہے اسی وقت مجھ سے کہہ چکے
تھے کہ نتاشا کا جتنا سامان ہے گھر سے نکال پھینکا جائے یا پھونک
دیا جائے تاکہ کوئی ایسی چیز باقی نہ رہے جو اس کی یاد دلا سکے۔
لیکن سجھے کیا چاہئے تھا، بیٹی کی تصویر تو رہتی ہی میرے پاس
کہ جب جی چاہا دیکھ لی۔ کبھی کبھی آنسو نکل آتے تھے اور
میں اس پر نظر ڈال لیتی تھی تو دل کو کچھ تسکین ہو جاتی
تھی۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ گھر میں اکیلی ہوں تو اس کی
تصویر چوم رہی ہوں گویا خود نتاشا کو پیار کر رہی ہوں۔
اسے پیار کے ناموں سے پکارتی رہتی تھی اور ہر رات اس تصویر
پر صلیب کا نشان بناکر، خدا کی امان میں دے کر سوتی تھی۔
جب میں اکیلی ہوتی تو اس کی تصویر سے جی کھول کر باتیں
کرتی، اس سے کچھ نہ کچھ پوچھا کرتی اور جی میں سوچ لیتی
کہ وہ جواب دے رہی ہے۔ اور پھر اور سوال کرتی۔ ہائے،
بیٹے وانیا، اس کا بیان کرتے میرا دل بھر آتا ہے۔ مجھے یہ تو
ڈھارس تھی کہ بڑے میاں کو کم سے کم اس لاکٹ کی خبر
نہیں ہے اور ان کی نظر سے وہ بچا ہوا ہے۔ لیکن کل صبح جو
دیکھتی ہوں تو لاکٹ غائب ہے۔ اس کی ڈوری ڈھیلی تھی، گھس
گھسا کر کہیں نکل گئی ہوگی اور لاکٹ گر گیا۔ میں ہکی بکی
رہ گئی۔ ہر طرف ڈھونڈھا، کونا کونا چھان سارا مگر اس کا
کہاں پتہ۔ بس سمجھو، اڑ گیا کہیں۔ کہاں گرا ہوگا ایسا؟
میں نے سوچا ممکن ہے بستر میں گر پڑا ہو چنانچہ وہاں بھی ہر
چیز کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا۔ کہیں پتہ نہیں۔ اگر
وہ کہیں نکل کے گر گیا ہوتا تو کسی نہ کسی کی نظر پڑتی اور
وہ اٹھا لیتا۔ لیکن اٹھا کون لیتا سوائے ان کے یا ماتریونا کے؟ خیر،
ماتریونا پر تو شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا، وہ مجھ پر ویسے ہی
سو جان سے فدا ہے۔ (اری او ماتریونا، سماوار لاتی ہے تو یا
نہیں؟) میں سوچتی رہی کہ اگر بڑے میاں کے ہاتھ پڑا ہوگا تو
کیا ہوگا؟ بیٹھی رہی دل مسوسے ہوئے۔ دیر تک روتی رہی۔
آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ اور نکولائی سرگیئچ
مجھے تسلی دے رہے ہیں، منا رہے ہیں، تھپک رہے ہیں ایسے
جیسے انہیں خبر ہی ہو کہ میں کس وجہ سے رو رہی ہوں اور
مجھ پر خود بھی ترس کھا رہے ہیں۔ اس پر مجھے بڑا تعجب آیا

کہ آخر انہیں خبر کیسے ہو گئی۔ ممکن ہے انہیں لاکٹ مل گیا ہو اور انہوں نے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا ہو۔ غصے میں وہ یہ حرکت کر تو سکتے ہیں۔ پہلے تو انہوں نے لاکٹ مکان سے باہر پھینکا اور اب افسوس کر رہے ہیں، خود رنجیدہ ہیں کہ ایسا کیوں کیا۔ میں ماتریونا کے ساتھ مکان کے باہر کھڑکی کے نیچے پہنچی وہاں ڈھونڈتی رہی لیکن کچھ پتہ نہیں چلا۔ بس سمجھو، اڑ ہی گیا۔ ساری رات میں اس غم سے روتی رہی۔ پہلی بار ایسا ہوا کہ میں اپنی بچی پر صلیب کا نشان نہیں بنا سکی۔ ہائے یہ کیسا برا شگون ہے، ایوان پترووچ، یہ بہت ہی برا شگون ہے۔ دو دن ہو گئے ہیں روتے روتے، آنکھیں خشک نہیں ہوئیں۔ میں تمہاری راہ تک رہی تھی کہ تم فرشتۂ رحمت بن کر آؤگے اور میرا دل ہلکا کروگے...،،

یہ کہہ کر بےچاری بڑی بی پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔

’’اوہو، میں تو آپ سے کہنا ہی بھول گئی،، وہ اچانک بولیں اور اس بات کے یاد آجانے کی انہیں خوشی معلوم ہوتی تھی ’’کیا ان کی زبانی آپ نے یتیم بچی کے بارے میں کوئی بات سنی؟،،

’’جی ہاں، انہوں نے مجھے بتایا تو تھا کہ آپ دونوں کی مرضی ہے کہ کسی یتیم غریب بچی کو گود لے لیں اور اس کی پال پوس کریں۔ ٹھیک ہے یہ بات؟،،

’’نہیں، میں نے تو نہیں سوچا یہ، میرے بیٹے، میں نے نہیں سوچا، مجھے کوئی یتیم بچی نہیں چاہئے۔ اس سے ہمیں اپنی بپتا یاد آئےگی، اپنی بدنصیبی کی یاد تازہ ہوتی رہےگی۔ مجھے کوئی نہیں چاہئے اپنی نتاشا کے سوا۔ وہ میری اکلوتی بیٹی تھی اور وہی رہےگی اکلوتی۔ مگر اس کا مطلب کیا کہ انہیں یتیم بچی کو گود لینے کا خیال آیا۔ کیا رائے ہے تمہاری ایوان پترووچ؟ انہوں نے جو یہ بات سوچی تو کیا میرے آنسو دیکھ کر میرا دل بہلانے کے لئے سوچی یا یہ کہ وہ اپنی بیٹی نتاشا کو دماغ سے بالکل نکال دینے اور دوسری بچی سے جی لگانے کے لئے ایسا سوچتے ہیں۔ انہوں نے راستے میں کیا بات کی تھی میرے بارے میں؟ وہ کیسے لگ رہے تھے ناراض سے؟ بجھے بجھے؟ ہا! لو وہ آ پہنچے۔ تو پھر بعد میں بتانا، میرے بچے بعد میں ضرور بتانا... کل ادھر آنا مت بھولنا...،،

تیرھواں باب

بڑے میاں آ گئے، انہوں نے ہم دونوں کو ٹوہ لینے کی نظر سے دیکھا اور ایسے گویا کسی بات سے شرمندہ ہوں، بگڑے ہوئے ہوں، سیدھے میز پر جا بیٹھے۔

''سماوار کہاں ہے؟،، انہوں نے پوچھا۔ ''مطلب یہ ہے کہ وہ اب تک سماوار نہیں لائی کیا؟،،

''آ رہا ہے سماوار، ابھی آتا ہے۔ یہ رہا،، آننا اندریئونا نے گھبرا کر کہا۔

ماتریونا نے جیسے ہی نکولائی سرگیئچ کو دیکھا وہ فوراً سماوار لےکر آ پہنچی جیسے وہ اسی بات کا انتظار کر رہی تھی کہ بڑے میاں آ جائیں تو سماوار لےکر آئے۔ ماتریونا بڑی عمر کی آزمودہ کار اور وفادار ملازمہ تھی۔ لیکن اپنی من‌مانی کرنےوالی اور ضدی اس قدر تھی کہ شاید ہی کوئی دنیا میں ایسی نوکرانی ہوگی، تریاھٹ اور سرکشی سے بھری ہوئی۔ وہ نکولائی سرگیئچ سے دبتی تھی اور ان کی موجودگی میں زبان کو لگام دئے رہتی تھی۔ مگر اس کی ساری کسر نکال لیتی تھی آننا اندریئونا پر، کیونکہ ہر بار وہ ان کے ساتھ بدزبانی سے پیش آتی اور مالکہ پر حکم چلانے کی کھلے عام کوشش کرتی تھی اگرچہ یہ بھی ہے کہ بڑی بی اور نتاشا سے اسے دلی لگاؤ تھا اور ان کا درد دل میں رکھتی تھی۔ میں ماتریونا کو اس زمانے سے جانتا تھا جب ہم لوگ اخمنیفکا کی زمینداری میں رہتے تھے۔

''ہونھ... بھیگ جانا اچھا نہیں ہوتا اور پھر دیکھو یہ لوگ تمہیں چائے کو بھی نہیں پوچھتے،، بڑے میاں منہ ہی منہ میں بڑبڑائے۔

آننا اندریئونا نے مجھے آنکھ ماری۔ بڑے میاں کو اس طرح کے غمزے پسند نہ تھے، وہ ایسے بن گئے گویا ہم پر نظر ہی نہیں۔ مگر چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ انہیں خوب معلوم ہے کہ آننا اندریئونا نے ابھی ابھی ان کے سلسلے میں مجھے آنکھ کا اشارہ کیا ہے۔

''ابھی میں اپنے معاملے میں لگا ہوا تھا، وانیا،، وہ ایک دم بولے ''نہایت واھیات چیز ہے یہ۔ میں نے تمہیں بتایا کیا کہ مقدمہ

میرے خلاف پڑ رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس ثابت کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ کاغذوں دستاویزوں کی کمی ہے۔ اور جو ہیں وہ کام نہیں آئیں گے، ایسا لگتا ہے... ہونھ!،،

وہ اپنے اس مقدمے کے بارے میں بات کر رہے تھے جو پرنس سے ابھی تک چل رہا تھا اور نکولائی سرگیئچ کے خلاف جا پڑا تھا۔ میں چپ رہا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہوں۔ انہوں نے مجھے مشتبہ نظر سے دیکھا۔

''ہاں تو!،، وہ ایکدم بولے، ایسے بگڑکر جیسے ہماری خاموشی انہیں ناگوار گزری ہے ''جتنی جلدی قصہ پاک ہو، اچھا ہے۔ اگر میرے خلاف ڈگری بھی انہیں مل گئی تو میں ناک نہیں رگڑوں گا۔ میرا ضمیر صاف ہے۔ جیسے جی چاہے فیصلہ کردیں۔ کم سے کم یہ جھگڑا تو نمٹے گا۔ معاملہ ختم ہو... میرا دیوالہ نکلوا دیں... کیا ہے، میں سب کچھ پھینک پھانک کر سائبیریا چل دوں گا۔،،

''توبہ ہے۔ چل دینے کو بھی کیا جگہ سوجھی ہے۔ بھلا اتنی دور کاہے کو؟،، آننا اندریئونا ضبط نہ کرسکیں۔

''اور یہیں کس سے قریب رہنا ہے؟،، انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔ مگر یہ بات انہیں اچھی لگی کہ ٹوکا تو ہے کسی نے۔

''یہاں اور کچھ نہیں تو... لوگوں سے ہی قریب ہیں،، آننا اندریئونا بولیں اور غمگین نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''کس قسم کے لوگوں سے؟،، وہ قریب قریب چیخ کر بولے۔ اپنی غضبناک نظریں میری طرف سے ہٹاکر آننا اندریئونا پر ڈالیں اور پھر وہاں سے ہٹالیں۔ ''کس قسم کے لوگوں سے؟ چور اچکے، ڈاکو، بدمعاش؟ ایسے تو ہر جگہ بھرے پڑے ہیں۔ فکر نہ کرو، سائبیریا میں بھی ایسے مل جائیں گے۔ اگر تم میرے ساتھ چلنا نہ چاہو تو کوئی زبردستی نہیں ہے — تم یہیں رہ جانا۔،،

''میرے پیارے نکولائی سرگیئچ، تمہارے بغیر بھلا میرا کون بیٹھا ہے جس کے پاس رہ جاؤں گی!،، بےچاری آننا اندریئونا روہانسی ہوکر بولیں ''ساری دنیا میں تمہارے سوا میرا کوئی...،،

لفظ ان کے حلق میں پھنس گئے۔ وہ چپ ہو گئیں اور میری طرف مڑکر یوں اندیشے بھری نظر سے دیکھا جیسے مجھ سے مدد اور حمایت طلب کر رہی ہوں۔ بڑے میاں اس وقت بری طرح

بگڑے ہوئے تھے اور کسی چیز پر بھی بپھر سکتے تھے، ان کی بات کاٹنا ٹھیک نہیں تھا۔

"گھبرائیے نہیں، آننا اندریئونا، سائبیریا اتنی بری جگہ نہیں ہے جتنی بظاہر لگتی ہے۔ اگر حالات بد سے بدتر ہو گئے اور آپ کو اخمنیفکا کی زمین جائداد بیچنی ہی پڑی تو نکولائی سرگیئچ کا ارادہ نہایت مناسب ہے۔ سائبیریا میں ان کو اعلیٰ درجے کی معقول نوکری مل جائےگی اور پھر..."

"خیر، غنیمت ہے ایوان کہ تم کام کی بات کر رہے ہو۔ میں نے جی میں یہی سوچ رکھا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل جاؤں گا۔"

"ہائے، اس کا تو مجھے گمان تک نہ تھا!" آننا اندریئونا ہاتھ پر ہاتھ مار کر چیخیں "اب تم بھی وانیا، انہی کی سی کہنے لگے! تمہاری طرف سے تو ایوان پترووچ مجھے اس کا اندیشہ نہیں تھا... سوائے شفقت کے آپ کو ہم سے کچھ نہ ملا ہوگا، کیوں؟ اور اب آپ بھی..."

"اہا، ہا — اور تمہیں کس بات کی امید تھی؟ ذرا سوچو تو اور کس طرح یہاں بسر ہوگی۔ روپیہ نمٹ گیا۔ آخری پیسوں پر گزارا ہے۔ تو کیا اب یہ حکم دینےوالی ہو کہ میں پرنس پیوتر الیکساندرووچ کی خدمت میں پہنچ کر ہاتھ جوڑوں کہ وہ مجھے معاف کر دے؟"

پیوتر الیکساندرووچ کا نام سن کر آننا اندریئونا خوف سے لرز اٹھیں۔ ان کے ہاتھ میں چائے کا چمچہ طشتری سے ٹکرا کر بجنے لگا۔

"نہیں واقعی، اس میں کیا ہے" نکولائی سرگیئچ کینہ اور ضد سے بھری ہوئی خوشی سے گرم ہوکر بولتے گئے "کیا خیال ہے تمہارا وانیا، کیسا رہےگا کہ میں واقعی اس کی خدمت میں پہنچوں؟ سائبیریا جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہی اچھا رہےگا کہ کل خوب عمدہ سوٹ نکالوں، بال بناؤں، اپنا حلیہ ٹھیک ٹھاک کروں۔ آننا اندریئونا ایک نئی سفید واسکٹ کلف کرکے تیار کر دیں گی (بھلا اس جیسی ہستی کی خدمت میں آدمی یوں ہی تھوڑئی جا سکتا ہے)۔ نئے دستانے بھی خرید لاؤںگا تاکہ سراپا درست رہے۔ اور پھر پرنس بہادر کی خدمت میں حاضر ہوںگا کہ 'اے حضور والا! ہمارے مائی باپ، ہمارے سرپرست! خطاوار کو معاف کر دیجئے!

مجھ پر رحم کیجئے۔ مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت کیجئے۔ میں بال بچےوالا ہوں!، کیوں یہ ٹھیک رہےگا نا آننا اندریئونا؟ تم یہی چاہتی ہو نا؟،،

”ہائے میرے پیارے... مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میں تو یوں ہی سوچے سمجھے بغیر بول پڑی تھی۔ مجھ سے خطا ہو گئی۔ معاف کر دو۔ بس، تم چلاؤ نہیں،، آننا اندریئونا نے خوف سے اور زیادہ کانپتے ہوئے کہا۔

مجھے یقین ہے کہ جب بڑے میاں نے اپنی غریب بیوی کی آنکھوں میں آنسو اور خوف لرزتے دیکھا تو ان کے دل میں ہوک سی اٹھی اور وہ غمزدہ ہو گئے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ بڑے میاں اپنی بیوی سے بھی زیادہ دکھی تھے لیکن یہ کہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ کبھی کبھی نہایت شریف، نیکدل مگر کمزور اعصاب کے لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ نرمی اور شرافت کے باوجود وہ اپنے غم و غصے کو یہ چھوٹ دے دیتے ہیں کہ وہ انہیں بہاکر اس حد تک لے جائے جہاں خودغرضی کو تسکین ملے اور چاہے کچھ ہو جائے اپنی بات کہہ ڈالتے ہیں، خواہ اس کی وجہ سے دوسروں کو بلکہ کسی بےقصور آدمی کو صدمہ ہی کیوں نہ پہنچے اور اکثر حالتوں میں یہ بےقصور ہستی وہی ہوتی ہے جو ان سے بہت قریب ہو اور انہیں بہت پیاری ہو۔ عورتوں میں یہ خصلت عام ہے کہ چاہے غم‌زدہ اور اداس ہونے کا کوئی سبب ہو یا نہ ہو لیکن کبھی کبھی ان کو دکھی اور اداس بننے کا شوق ہوتا ہے۔ اس معاملے میں اکثر مرد بھی اسی طبیعت کے واقع ہوئے ہیں اور ایسے ایسے مرد، جو نہ تو کمزور ہیں اور نہ ان پر نسوانی خصوصیات کا کوئی شائبہ گزرتا ہے۔ بڑے میاں کو چل اٹھتی تھی کہ جھگڑا کرنا چاہئے اگرچہ اس جھگڑے میں وہ خود ہی اذیت اٹھاتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ عین اسی وقت میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیا واقعی نکولائی سرگیئچ اس قسم کی راہ اختیار کر سکتے ہیں جیسی آننا اندریئونا سمجھ رہی ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ خدا نے ان کے دل میں نیکی ڈال دی ہو اور وہ نتاشا کے ہاں جا رہے ہوں لیکن راستے میں ارادہ بدل دیا ہو یا کوئی اور گڑبڑ ہو گئی ہو اور وہ اپنے اس ارادے سے باز آ گئے ہوں — یہ بات یقینی

طور پر ہونا ممکن تھی — اور اب وہ جھنجھلائے ہوئے، جلے ہوئے گھر واپس آئے ہیں اور اپنے ابھی ابھی کے ارادوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں، انہیں اپنی نیت پر شرمندگی ہو رہی ہے اور اب کسی ایسے وجود کی تلاش ہے جس پر غصہ اتار سکیں جو خود اپنی کمزوری کا غصہ ہے اور جن کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ بھی یہی جذبات اور یہی نیت رکھتے تھے ان پر وہ طیش کھائے ہوئے ہیں۔ غالباً ایسا ہوا ہے کہ جب بڑے میاں نے اپنی بیٹی کو معاف کرنے کی سوچی تو ان کی آنکھوں کے آگے تصویر آ گئی کہ بیچاری آننا اندریئونا اس بات سے کس قدر خوش ہوں گی، پھولی نہ سمائیں گی، لیکن جب اس ارادے کا حاصل کچھ بھی نہ نکلا تو اب آننا اندریئونا ہی کی شامت آئی ہے اور انہی کو سب سے پہلے اس غصے کا شکار ہونا پڑا ہے۔

مگر شوہر کے سامنے آننا اندریئونا خوف و دہشت سے تھرتھرائیں تو ان کی دکھ بھری آنکھوں سے بڑے میاں کو خود تکلیف ہوئی۔ وہ اپنے بگڑ جانے پر، معلوم ہوتا ہے کہ پچھتائے اور خود کو لمحے بھر کے لئے سنبھال لیا۔ ہم سب خاموش تھے، میں اس کوشش میں تھا کہ بڑے میاں سے نظر چار نہ ہو۔ لیکن یہ بھلا وقت دیر تک باقی نہ رہا۔ کچھ بھی نتیجہ ہو انہیں تو پھٹ پڑنے سے یا اگر ضرورت پڑے تو ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے اپنے دل کا بخار نکالنا تھا۔

''دیکھو، وانیا،، وہ آخر ایک دم سے بولے ''افسوس ہے، مجھے کہنا تو نہ چاہئے تھا، لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ مجھے صاف طور سے گول مول بات کئے بغیر برملا کہہ دینا چاہئے اور ہر صاف گو آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ کہہ ڈالے... ہاں تو سمجھے وانیا؟ مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے، اور میں پکار کر تمہاری موجودگی میں کہہ دینا چاہتا ہوں تاکہ دوسروں کے بھی کان میں پڑ جائے کہ مجھے اس بکواس سے کوفت ہونے لگی ہے، میں ان آنسوؤں، سبکیوں، آہوں اور کراہوں سے تنگ آ چکا ہوں۔ جس کو میں نے ایک بار اپنے دل سے نکال پھینکا، دل کا اتنا لہو جلا، قلق ہوا، سب کچھ سہا اب اسے دوبارہ میں اپنے دل میں جگہ دینے والا نہیں ہوں۔ یہ میرا قول ہے اور عمل بھی یہی ہوگا۔ میرا اشارہ ہے اس واقعے کی طرف جو چھ مہینے پہلے ہو چکا ہے۔ سمجھے نا تم میرا

مطلب، وانیا؟ میں اس کے بارے میں یوں کھل کر اور صاف طور سے کہہ رہا ہوں کہ اب میرے لفظوں کے بارے میں کوئی غلطفہمی نہ ہونی چاہئے،، انہوں نے میری طرف خونآلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اپنی بیوی کی طرف نہیں دیکھا اس خیال سے کہ ان کی سہمی ہوئی نظر سے نظر چار نہ ہو جائے۔ ''میں پھر دہراتا ہوں — یہ نہایت بےہودہ بات ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا!.. جس بات پر مجھے بےحد طیش آتا ہے وہ یہ کہ ہر کوئی میرے متعلق اس قسم کی رائے قائم کر لیتا ہے کہ میں ایسے گرے ہوئے کمزور جذبات کا آدمی ہوں، گویا کوئی احمق ہوں، گویا میں کوئی پاجی کمینہ آدمی ہوں، غم سے دیوانہ ہوا جا رہا ہوں... بکواس! بس ختم، میں نے دل سے وہ پہلے کے جذبات ہی نکال پھینکے۔ اب یاد کرنے کا کوئی سوال نہیں رہا میرے لئے۔ بالکل نہیں، قطعی نہیں۔ ہرگز نہیں — اور نہیں!..،،

وہ اپنی کرسی سے اچھلے اور میز پر اس زور سے مکا مارا کہ چائے کی پیالیاں جھنجھنا اٹھیں۔

''نکولائی سرگیئچ! کیا آپ کو آننا اندریئونا پر ترس نہیں آتا؟ ذرا دیکھئے تو آپ ان پر کیا ستم کر رہے ہیں!،، میں نے کہا۔ اب مجھ میں ضبط کا پارا نہ رہا تھا اور یہ کہتے ہوئے میں نے ان کی طرف تحقیرآمیز نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن میں نے یہ کہہ کر صرف آگ پر تیل چھڑکا۔

''نہیں، مجھے بالکل ترس نہیں آتا!،، وہ زور سے چیخے اور کانپتے ہوئے سفید پڑ گئے۔ ''مجھے کسی پر ترس نہیں کیونکہ مجھ پر کوئی ترس نہیں کھاتا۔ ترس نہیں آتا کیونکہ خود میرے گھر میں میری لٹیپٹی آبرو کے خلاف مسکوٹ کی جاتی ہے۔ اور میری بگڑی ہوئی بیٹی کی حمایت کی جاتی ہے جو اس قابل ہے کہ اسے بالکل عاق کر دیا جائے اور ہر طرح کی سزا دی جائے!..،،

''نکولائی سرگیئچ، آپ اس کے حق میں بددعا کا کلمہ منہ سے مت نکالئے، جو جی چاہے کہئے، مگر بیٹی کو عاق کرنے کا لفظ نہ کہئے!،، آننا اندریئونا گڑگڑائیں۔

''اسے میں عاق کرتا ہوں!،، بڑے میاں پہلے سے دگنی بلند آواز میں چیخے۔ ''کیونکہ مجھ سے، جو ذلتوں کا مارا ہوا ہے، جس کی آبرو خاک میں ملائی جا چکی ہے، یہ توقع کی جاتی ہے

کہ میں اس ذلیل چھوکری کے پاس جاؤں اور اس سے معافی مانگوں — جی ہاں! بس، یہی بات ہے ساری۔ اس طرح سے مجھے خود اپنے گھر میں دن رات تنگ کیا جاتا ہے، آنسو بہائے جاتے ہیں، سسکیاں بھری جاتی ہیں اور بےوقوفی کے اشارے کئے جاتے ہیں۔ مجھے ترس کھلوانا چاہتے ہیں مگر دیکھو، وانیا، دیکھو،، انہوں نے بیان جاری رکھا اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اپنی باہر کی جیب سے جلدی جلدی کاغذ نکالتے ہوئے بولے ''یہ رہے ہمارے مقدمے کے کاغذات! ان سے صاف یہ نکلتا ہے کہ میں چور ہوں، میں نے غبن کیا، کمینہ پن کیا، اپنے محسن کو لوٹا!.. میں ذلیل ہوا، میری آبرو خاک میں ملی۔ کیوں؟ اس لڑکی کی وجہ سے! لو۔ یہ رہے۔ دیکھو۔ اب دیکھو ان کو!..،،

اور وہ اپنی باہر کی جیب سے طرح طرح کے کاغذ الٹنے اور انہیں یکے بعد دیگرے میز پر پٹکنے لگے۔ اور ان میں بڑی بےصبری سے کسی ایک کاغذ کو نکالنے کے لئے ہاتھ مارتے رہے جو مجھے دکھانا چاہتے تھے۔ لیکن قسمت ایسی کہ جس کاغذ کی انہیں بےقراری تھی وہی ہاتھ نہ لگا۔ اضطراری حالت میں انہوں نے اپنی جیب سے ہر وہ چیز نکال پھینکی جس پر ان کا ہاتھ پڑ سکتا تھا اور اچانک ٹھن سے کوئی وزنی چیز میز پر بجی۔ آننا اندریئونا کی چیخ نکل گئی۔ یہ وہی گمشدہ لاکٹ تھا۔

مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا۔ بڑے میاں کے بدن سے خون کنپٹیوں کی طرف دوڑا اور ان کے گال تمتما اٹھے۔ وہ چونک پڑے۔ آننا اندریئونا ہاتھ باندھے کھڑی تھیں اور ان کی طرف التجا بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر ایک پرمسرت امید کا اجالا پھیل گیا۔ بڑے میاں کا چہرہ سرخ ہو جانا، ان کا ہمارے سامنے جھینپ جانا... ہاں ٹھیک ہے، آننا اندریئونا نے کچھ غلط نہیں سوچا تھا۔ اب وہ بالکل سمجھ چکی تھیں کہ لاکٹ کیسے گم ہوا۔

پورا معاملہ صاف تھا کہ بڑے میاں کو لاکٹ ملا، انہیں یہ پاکر بڑی خوشی ہوئی اور غالباً خوشی کے مارے کانپتے ہوئے انہوں نے اسے سب کی نظروں سے چھپا لیا۔ وہ سمجھ گئیں کہ کہیں اکیلے میں انہوں نے اپنی چہیتی بیٹی کی تصویر بےپناہ محبت سے دیکھی ہوگی اور دیکھتے رہ گئے ہوں گے۔ بلکہ شاید بیچاری دکھی

ماں کی طرح انہوں نے بھی سب کی نظروں سے دور بند کمرے میں
پیاری نتاشا سے باتیں کی ہوں‌گی، اس سے آپ ہی آپ باتیں کی ہوں‌گی،
رات کو دل مسوس‌کر اور سینے میں آہیں گھونٹ‌کر اپنی بچی
کی تصویر چوسی ہوگی، اسے تھپکا ہوگا اور ڈانٹ ڈپٹ گالی کوسنے
کے بجائے ان کے دل میں اسی بیٹی کو معاف کر دینے اور دعا
دینے کا جذبہ پیدا ہوا ہوگا جس سے وہ ملنے تک کو تیار نہ تھے
اور جسے دوسروں کے منہ پر برا بھلا کہتے تھے۔

''تو میرے پیارے، تمہیں اب بھی اس کی چاہ ہے؟'' آننا
اندریئونا چیخ پڑیں، اب ان میں تاب ضبط نہ رہی تھی کہ اس
سخت‌گیر باپ کے سامنے چپ رہ سکتیں، جو ابھی ابھی ان کی نتاشا
کو کوس رہا تھا۔

لیکن ابھی آننا اندریئونا کے منہ سے حیرت کے یہ لفظ سنے نہ
ہوں‌گے کہ بڑے میاں کی آنکھوں میں جنونی غصہ اتر آیا۔ انہوں
نے لاکٹ پر ہاتھ مارکر اسے اٹھا لیا اور بہت زور سے زمین پر
پھینک‌کر مارا اور پھر آپے سے باہر ہوکر وہ پیر سے اسے روندنے
لگے۔

''ہمیشہ کے لئے، ہمیشہ کے لئے عاق کیا میں نے تجھے!'' وہ
پھٹ پڑے۔ ان کی آواز بھرا رہی تھی اور سینے میں سانس نہیں
سما رہا تھا۔ ''ہمیشہ، ہمیشہ کے لئے!''

''توبہ ہے میری!'' ماں چلائی ''اسے، ارے اسے! میری نتاشا
کو! اس کے پیارے مکھڑے کو پاؤں سے... کچلے ڈالتے ہو۔
پیروں سے؟ ظالم!.. بے‌درد، سنگ‌دل! مغرور!''

اپنی بیوی کی چیخ پکار سن‌کے بپھرے ہوئے بڑے میاں خوف
کے مارے رک گئے کہ یہ کیا کیا؟ ایک دم انہوں نے لاکٹ زمین
سے اٹھا لیا اور دروازے کی طرف دوڑے لیکن ابھی دو قدم نہ
بڑھے ہوں‌گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑے اور سامنے جو صوفہ
پڑا تھا اس پر بازو ڈال‌کر انہوں نے سر نہوڑا دیا۔

وہ سسکیاں لینے لگے بچے کی طرح، عورت کی طرح۔ ان کے سینے
میں آہیں اور آنسو ایسے گھٹے گویا ان کی شدت سے سینہ پھٹ
جائے گا۔ وہی بڑے میاں جو ابھی غصے سے گرج رہے تھے دم بھر
میں بچے سے بھی زیادہ نرم پڑ گئے۔ اب ان میں اتنا دم نہ تھا
کہ نتاشا پر لعنت بھیج سکتے۔ اب انہیں ہماری موجودگی کا بھی

پاس نہ رہا تھا اور محبت کی آگ میں اسی تصویر کو جسے ذرا پہلے پیر سے روند رہے تھے، اپنے بوسوں میں ڈبوئے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ بیٹی کی طرف ان کی وہ ساری شفقت، وہ تمام محبت، جو اب تک ضبط کرکے رکھی تھی، اب ایک دم بےپناہ قوت کے ساتھ پھٹ پڑنے کو بےچین ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا اپنا وجود بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والا ہے۔

"معاف کر دو، معاف کر دو اسے!" آننا اندریئونا نے سسکیاں لیتے ہوئے، ان پر جھکتے ہوئے، انہیں سینے سے لگاتے ہوئے التجا کی۔ "اسے گھر واپس لے آؤ، میرے پیارے! خداوند عالم حشر کے دن تمہیں اس رحم و کرم اور بردباری کی جزا دے گا!"

"نہیں، ہرگز نہیں! کسی صورت نہیں!" وہ بھرائی ہوئی گلے میں پھنسی ہوئی آواز سے چیخے "یہ کبھی نہیں ہو سکتا!"

چودھواں باب

دیر ہو گئی تھی، دس بج چکے تھے جب میں نتاشا کے ہاں پہنچا۔ ان دنوں وہ سیمیونوفسکی پل کے پاس فونتانکا سڑک پر رہتی تھی۔ یہ مکان چوتھی منزل پر تھا، فلیٹوں کے ایک گندے بلاک میں جو کسی بیوپاری کلوتوشکن کی ملکیت تھا۔ جب شروع شروع میں وہ گھر سے نکلی تھی تو تھوڑے دنوں وہ الیوشا کے ساتھ ایک اچھے سے فلیٹ میں رہی۔ یہ تھا تو چھوٹا لیکن خوبصورت اور آرام‌دہ اور لیٹینایا سڑک پر ایک عمارت کی تیسری منزل پر واقع تھا۔ لیکن نوجوان صاحب‌زادے کے ذرائع آمدنی بند ہونے لگے۔ وہ موسیقی کا استاد تو نہ بنا مگر روپیہ قرض ادھار لیتا رہا اور تھوڑے عرصے میں ہی مقروض ہو گیا۔ اس نے فلیٹ کے سجانے میں اور نتاشا کو تحفے تحائف دینے میں سارا روپیہ اڑا دیا حالانکہ نتاشا اس کی فضول خرچیوں کو روکنے کی کوشش کرتی رہتی تھی، اسے ڈانٹتی ڈپٹتی اور کبھی کبھی رو بھی پڑتی تھی۔ الیوشا کی طبیعت جذباتی اور اثرپذیر تو تھی ہی۔ وہ ہفتہ ہفتہ بھر ان خوابوں کے مزے لیا کرتا تھا کہ وہ کیونکر نتاشا کو کسی چیز

کا تحفہ دے گا اور وہ کیسے اسے قبول کرے گی۔ اور اس معاملے کو اس نے اپنے لئے خاص تقریب بنا رکھا تھا اور مزے لے لے کر مجھے پہلے سے بتایا کرتا تھا کہ اس نے کیا منصوبہ سوچا ہے اور دل میں کیا ٹھان رکھی ہے۔ لیکن جب نتاشا منہ بنانا، روٹھنا اور آنسو بہانا شروع کرتی تھی تو وہ بیچارہ ایسا کھسیانا ہو جاتا تھا کہ دیکھنےوالے کو ترس آ جائے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ تحفے تحائف آپس میں بدکلامی، رنجش اور جھگڑوں کا باعث بنتے گئے۔ اس کے علاوہ الیوشا نے نتاشا کو بتائے بغیر بہت روپیہ بہا دیا۔ یار دوستوں میں جی بہلاتا پھرا۔ نتاشا کا حق دوسروں میں لٹایا۔ طرح طرح کی جوزفینوں، منناؤں کے ہاں آمد و رفت شروع کردی اگرچہ یہ بھی ہے کہ اسے ابھی تک نتاشا سے بہت محبت تھی۔ اس کی محبت میں ایک قسم کا درد اور افسوس پنہاں تھا۔
وہ اکثر جب مجھ سے ملنے آتا تو اداس اور الجھا ہوا ہوتا، کہنے لگتا کہ میں تو اپنی نتاشا کی چھنگلیا کے قابل بھی نہیں ہوں۔ میں بہت اجڈ اور بدطینت آدمی ہوں، نہ تو اسے سمجھنا میرے بس کا ہے، نہ اس کی محبت کے شایان شان ہوں۔ اس میں ایک حصہ سچائی ضرور تھی۔ ان دونوں میں کوئی برابری نہ تھی۔ نتاشا کے سامنے وہ بچہ لگتا تھا اور وہ اسے بچہ ھی شمار کرتی تھی۔ اس نے آنکھوں میں آنسو بھرکر میرے سامنے کسی جوزفین سے اپنے تعلقات کا اقرار کیا لیکن ساتھ ھی یہ بھی قسم دے دی کہ میں نتاشا سے اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں اور جب ان سب اقراروں کے بعد وہ نتاشا کے پاس دبتا ہوا، لرزتا ہوا واپس پہنچا (اور مجھ سے ضد کی کہ میں بھی ساتھ جاؤں کیونکہ جو کچھ حرکت سرزد ہو چکی ہے اس کے بعد نتاشا سے نظر چار کرنے میں ڈر لگتا ہے اور صرف ایک میں ہوں جو ایسے وقت اس کے کام آسکتا ہوں) تو نتاشا نے اس پر پہلی نظر ڈالتے ھی سمجھ لیا کہ معاملہ کیا ہے۔ نتاشا میں رقابت کی آگ بہت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس کی تمام بھول چوک معاف کیسے کر دیتی تھی۔ عام طور سے ایسا ہوتا تھا کہ الیوشا میرے ساتھ گھر میں داخل ہوا، بہت دبتے دبتے نتاشا سے بات کی، بہت جھینپی ہوئی نظر سے نتاشا کو دیکھا۔ وہ دیکھتے ھی تاڑگئی کہ الیوشا سے کوئی، غلط حرکت سرزد ہوئی ہے لیکن جان بوجھ کر انجان

بن گئی۔ وہ کبھی اس سوال کو چھیڑنے کی پہل نہیں کرتی تھی، نہ اس سے پوچھ گچھ کرتی تھی بلکہ اس کے بجائے اور دگنی محبت سے اسے گلے لگاتی، اس کے ساتھ اور زیادہ پیار محبت کرتی اور ہنستی کھیلتی — اور یہ کوئی اس کی جانب سے اداکاری یا پہلے سے سوچی سمجھی چال نہ ہوتی تھی۔ نہیں، اس کی نیک سیرت کو بےپناہ لطف اور راحت اسی میں ملتی تھی کہ وہ اس کی غلطی سے چشم‌پوشی کرے اور بھول جائے۔ ایسے الیوشا کو معاف کر دینے کا عمل خود اپنے اندر خاص قسم کی پراسرار کشش رکھتا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اب تک معاملہ صرف جوزفین جیسی عورتوں کی ذات کا تھا۔ جوں ہی الیوشا دیکھتا کہ نتاشا یوں جھکی ہوئی ہے اور درگزر کرنے پر تلی ہے تو وہ خود اس راز کو سینے میں دبا نہ پاتا تھا اور فوراً کھل کر کسی کے پوچھے بغیر سارا قصہ سنا ڈالتا تھا تاکہ اپنے ضمیر کو اس کے بوجھ سے ہلکا کر لے اور بقول خود ''پہلے کا سا،، ہو جائے۔ نتاشا جب اسے معاف کر دیتی تو اس سے الیوشا کو بڑا لطف آتا، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ادھر نتاشا نے بخشا ادھر وہ خوشی کے مارے رونے لگا، اور نتاشا کو فرط مسرت سے چومنے اور سینے سے لگانے لگا، پھر فوراً ہی اسے جوش آ جاتا تھا اور وہ بچوں کی سی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اسے جوزفین کے ساتھ اپنا کارنامہ سنا ڈالتا اور خوب قہقہہ مارتا، نتاشا کو شاباشیاں دیتا اور اس کی خوب تعریفیں کرتا اور اس طرح آدھی رات ہنسی خوشی گزر جاتی۔ جب ساری رقم اس کے ہاتھ سے نکل چکی تو پھر چیزیں بیچنے کی باری آئی۔ نتاشا کے اصرار پر فونتانکا سڑک پر کم کرائے کا سستا سا مکان لیا گیا۔ اس کے بعد بھی گھر کا سامان بیچ کر کام چلتا رہا یہاں تک کہ نتاشا کو اپنا لباس بیچنا پڑا اور اس نے کام تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب الیوشا کو اس کا پتہ چلا تو اس کے افسوس کی کوئی حد نہ رہی۔ اس نے خود کو لعنت ملامت کی، چیخا چلایا کہ میں خود اپنی خطاؤں کا ذمہ‌دار ہوں، مگر اس درمیان میں حالت ذرا بھی نہیں سنبھلی۔ اس وقت تک خود اس کے تمام آخری ذریعے بھی نمٹ چلے تھے۔ اب نتاشا کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ کام کرے اور اس کی آمدنی برائے نام تھی۔

بالکل شروع میں جب نتاشا اور الیوشا دونوں ساتھ رہتے تھے تو الیوشا نے باپ سے اس سلسلے میں سخت جھگڑا کر لیا تھا۔ پرنس والکوفسکی نے اپنے بیٹے کی کاتیرینا فیودوروونا فیلیمونووا یعنی کاؤنٹیس کی سوتیلی بیٹی سے شادی کرا دینے کی جو ٹھان رکھی تھی وہ ابھی محض منصوبے کے درجے میں تھی۔ لیکن ان کا اصرار بہت بڑھا ہوا تھا۔ باپ بیٹے کو لے کر جایا کرتا تھا تاکہ لڑکی سے اس کی ملاقات کرائی جائے۔ بیٹے کو انہوں نے اکسایا بھی تھا کہ وہ لڑکی سے گھلے ملے اور اسے اپنی طرف مائل کرے۔ اس کے علاوہ دلیل سے، سختی سے اسے قائل معقول کرنے کی بھی کوشش کی تھی، لیکن کاؤنٹیس کی وجہ سے یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اتنے میں نتاشا سے الیوشا کا یہ قصہ ہو گیا اور باپ نے اس طرف سے چشم‌پوشی کر لی۔ اس نے ٹال دیا کہ ذرا وقت گزرجانے دو۔ وہ خوب آگاہ تھا کہ بیٹا خیال کا کمزور اور ارادے کا کچا ہے اور اسے امید تھی کہ یہ محبت کا جنون چار دن کی چاندنی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ کہیں الیوشا نتاشا سے شادی نہ رچا لے تو پرنس نے آخر میں اس پر اپنا دماغ کھپانا ھی چھوڑ دیا تھا۔ اور خود اس جوڑے نے شادی کا معاملہ اس دن کے لئے اٹھا رکھا تھا جب تک بیٹے کی باپ سے صلح صفائی نہ ھوجائے یا جب تک حالات میں تبدیلی نہ ھو جائے۔ بہرحال نتاشا بظاھر خود اس پر آمادہ نہ تھی کہ یہ بات چھیڑے۔ خود الیوشا کے منہ سے ایک روز میرے سامنے رازدارانہ طور پر یہ بات نکل گئی کہ ابا جان اس سارے قضیے سے کسی قدر خوش نظر آتے ھیں کہ اس معاملے میں اخمنیف کو نیچا ھونا پڑا۔ بظاھر دکھانے کو وہ بیٹے کے ساتھ ناراضگی کا سا برتاؤ کرتے رہے اور انہوں نے وہ جیب خرچ، جو پہلے ھی کچھ زیادہ نہ تھا، کم کر دیا (صاحب‌زادے کو جیب خرچ کی بڑی شکایت تھی) اور اب بالکل بند کرنے کی دھمکی دیتے تھے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ کاؤنٹیس کے پیچھے پیچھے پرنس پولینڈ چل دیا۔ کاؤنٹیس وھاں کسی کام سے گئی تھیں۔ پرنس اب کی بار بھی سنگنی کی تجویز لئے ھوئے پہنچا۔ یہ درست ھے کہ الیوشا کی عمر ابھی شادی کی نہ تھی لیکن اس کا کیا علاج کہ لڑکی کافی مالدار تھی اور اس طرح کے موقع کو ھاتھ سے جانے دینا ممکن نہ تھا۔ آخر پرنس کو اپنے منشا میں کامیابی ھوئی۔ ھم تک

یہ خبر اڑتی ہوئی پہنچی کہ اب اس معاملے نے حسب منشا رخ اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ جن دنوں کا میں ذکر کر رہا ہوں انہی دنوں پرنس پولینڈ سے پیٹرسبرگ واپس آیا تھا۔ وہ اب کے بڑے پیار سے اپنے بیٹے سے ملا لیکن اس نے جو دیکھا کہ الیوشا ابھی تک نتاشا سے تعلقات قائم رکھے ہوئے ہے، یہ اسے ناگوار گزرا اور تعجب ہوا۔ وہ شبہ کرنے لگا اور ذرا گھبرایا بھی۔ اس نے سختی کی اور بہت شدت کے ساتھ اصرار کیا کہ بیٹا ان تعلقات کا سلسلہ توڑ لے لیکن فوراً ہی حملے کا ایک اور کارگر طریقہ اسے سوجھا اور وہ بیٹے کو کاؤنٹیس کے ہاں لے کر پہنچا۔ پہلے شوہر سے کاؤنٹیس کی سوتیلی بیٹی نے اگرچہ ابھی لڑکپن سے شاید ہی قدم باہر رکھا ہوگا لیکن واقعی نہایت حسین تھی، نک‌سک سے درست، شاداب، ذہین، ہوشیار، دلکش، بےمثال شریف دل اور نفیس پاکیزہ روح کی مالک۔ پرنس نے یہ اندازہ لگایا کہ چھ مہینے ہو چکے ہیں، اس مدت کا کچھ تو اثر ضرور پڑا ہوگا۔ اب الیوشا کو نتاشا کی ذات میں نئے نویلےپن کی کشش تو نہ ملتی ہوگی، اور اب وہ باپ کی تجویز کی ہوئی منگیتر کے متعلق چھ مہینے پہلے کے مقابلے میں ذرا مختلف طریقے سے سوچےگا۔ وہ اپنے اندازے میں ایک حد تک ضرور صحیح تھا ... الیوشا واقعی اب ادھر کھنچا ہوا تھا۔ ہاں اتنا یہاں کہہ دوں کہ باپ نے ایک دم اپنا رویہ بدل دیا اور وہ غیرمعمولی طور پر بیٹے کے ساتھ شفقت اور محبت برتنے لگا (اگرچہ روپیہ دینے کو اب بھی تیار نہ تھا)۔ الیوشا کو محسوس ہوا کہ اگرچہ باپ نے زیادہ تپاک دکھایا ہے لیکن اس کے پردے میں ان کا وہی اٹل اور ضدی ارادہ پوشیدہ ہے۔ اس بات سے الیوشا کو رنج پہنچا لیکن اتنا رنج نہیں پہنچا جتنا اس وقت ہوتا اگر وہ کاتیرینا فیودوروونا سے روزانہ ملاقات نہ کر پاتا۔ مجھے معلوم تھا کہ الیوشا کو نتاشا کے پاس گئے ہوئے آج پانچ دن ہو چکے ہیں۔ اب اخمنیف سے اس کے گھر جاتے مجھے اس خیال سے پریشانی ہو رہی تھی کہ بھلا وہ مجھ سے کیا بات کہنےوالی ہے؟ ابھی گھر فاصلے پر تھا کہ مجھے نتاشا کی کھڑکی میں روشنی نظر آنے لگی۔ ہمارے درمیان بہت زمانے سے یہ طے تھا کہ جب نتاشا کو میری سخت ضرورت ہوگی اور وہ مجھے بلانے پر مجبور ہوگی تو کھڑکی میں روشنی رکھ دےگی

تاکہ میں اگر ادھر سے گزرتا ہوں (اور ادھر سے میں قریب قریب ہر شام گزرتا تھا) تو مجھے روشنی دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ میرا انتظار ہو رہا ہے اور نتاشا کو میری ضرورت ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے اس کھڑکی میں اکثر روشنی رہنے لگی تھی...

پندرھواں باب

میں مکان گیا تو نتاشا اکیلی تھی اور کمرے میں آہستہ آہستہ ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے، اپنے خیالوں میں غرق۔ میز پر سماوار رکھا تھا جس کے انگارے بجھتے جا رہے تھے۔ سماوار بڑی دیر سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ مسکراہٹ کے ساتھ نتاشا نے چپ چاپ اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ اس کا چہرہ پیلا تھا اور داستان غم سنا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک جذبۂ شہادت کی سی، صبر و سکون کی سی لطافت پائی جاتی تھی۔ صاف و شفاف نیلی آنکھیں معلوم ہوتا تھا کہ اور بڑی ہو گئی ہیں اور بال پہلے سے بھی گھنے لگتے تھے — اس کے ست جانے اور بیمار رہنے کی وجہ سے ایسا نظر آتا تھا۔

''میں سمجھی کہ تم آؤ گے ہی نہیں،، نتاشا نے مجھے ہاتھ دیتے ہوئے کہا ''میں ماورا کو تمہارے ہاں بھیجنے والی تھی کہ معلوم کرے کیا ہوا۔ ڈر تھا کہ کہیں پھر بیمار تو نہیں پڑ گئے تم۔،،

''نہیں، بیمار تو نہیں پڑا، ہاں ذرا اٹک گیا تھا۔ ابھی سب بتاتا ہوں۔ تم اپنا حال کہو۔ نتاشا، کیا گزری؟،،

'کچھ نہیں گزری،، وہ ایسے بولی جیسے اسے کچھ تعجب ہوا ہو۔ ''کیوں، کیا بات ہے؟،،

''کیوں، تم نے لکھا جو تھا، کل ہی تو لکھا تھا مجھے بلانے کو۔ اور وقت بھی مقرر کیا تھا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد نہ آؤں۔ عام طور سے تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔،،

''ہاں۔ وہ تو مجھے کل اس کا انتظار تھا۔،،

''تو کیا ہوا اسے، ابھی تک نہیں آیا یہاں؟،،

''ابھی تک نہیں، میں نے سوچا کہ لاؤ، وہ نہیں آتا ہے تو اتنے میں تم سے ہی کہہ سن ڈالوں،، اس نے ذرا دم لے کر کہا۔

''اور آج رات اس کے آنے کی امید ہے؟''
''نہیں، امید نہیں۔ وہ رات گئے تک وہاں رہے گا۔''
''تو کیا سوچتی ہو تم، نتاشا؟ کیا وہ قطعی نہیں آنے والا؟''
''آئے گا تو خیر ضرور''، اس نے مجھے کسی خاص قسم کی سنجیدگی سے نظر بھرکے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ اسے میرے تابڑتوڑ سوال پسند نہیں آئے۔ ہم دونوں چپ ہو گئے اور کمرے میں ٹہلتے رہے ادھر سے ادھر۔
''میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی وانیا، اور تمہیں خبر ہے میں کیا کر رہی تھی اس وقت؟'' نتاشا نے مسکراہٹ کے ساتھ پھر کہنا شروع کیا۔ ''میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی اور شعر گنگنا رہی تھی۔ تمہیں یاد ہے گھنٹیوں کا بجنا اور سردی کا وہ راستہ۔ 'میرا سماوار بلوط کی میز پر سنسنا رہا ہے...' ہم دونوں ساتھ پڑھا کرتے تھے:

تھم گیا طوفان، شفق نے راستے روشن کیے
ٹمٹمائے رات کی افسردہ آنکھوں کے دیے

. . . .

اور پھر یہ بول ہیں:

وہ صدا آئی، سنائی دی کسی کی لے وہاں
بج رہی ہیں گنگناتی، چھن چھناتی گھنٹیاں:
''ہائے! آتے ہوں گے ساجن، میرے ساجن آئیں گے
شاد ہوجائے گا سینہ، رکھ کے سر سو جائیں گے!
زندگی، یہ زندگی ہے! جب سویرے کی کرن
میرے شیشے کے دریچوں پر دکھاتی ہے پھبن
پھول پتی بن کے چھنتا ہے کڑے پالے کا نور
جوش کھاتا ہے سماوار، دل میں آتا ہے سرور
اور انگیٹھی میں چٹختے ہیں دہکتے کوئلے
سیج کے کاڑھے ہوئے رنگین پردوں سے پرے...''*

---

* یہ اشعار پولونسکی (۱۸۱۹ء تا ۱۸۹۸ء) کے ہیں۔ نظم کا عنوان ہے ''گھنٹی''۔ (ایڈیٹر)

''ہائے کیا خوب! کیسے پردرد اشعار ہیں وانیا، اور کس قدر خیال انگیز کہ تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔ ایک کنویس ہے جس پر ہلکا سا نقش کڑھا ہوا ہے، جو چاہو بن لو۔ دو طرح کی سنسنی ہے: پہلے کی بھی اور اب کی بھی۔ وہ سماوار، وہ گاڑھے کا موٹا پردہ — کس قدر اپناپن ہے ان میں... ایسا لگتا ہے کہ ہمارے چھوٹے سے شہر میں کوئی اوسط درجے کا بنگلہ ہے۔ اور میں جیسے اس مکان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں — نیا مکان، لٹھوں کا بنا ہوا۔ ابھی تختے بھی نہیں جوڑے گئے... اور پھر اس کے بعد یہ دوسری تصویر:

وہ صدا آئی، سنائی دی وہی آواز، ہاں!
بج رہی ہیں درد میں ڈوبی ہوئی سی گھنٹیاں:
''تم کہاں ہو، میرے ہمدم، کیا خبر، تم آہی جاؤ،
ہائے کیا ہو، تم جو آ جاؤ تو سینے سے لگاؤ!
یہ بھی کوئی زندگی ہے! دل بجھا، آنکھیں سلول،
میری نگری میں اندھیرا ہے، مری کھڑکی میں دھول
ایک جھڑبیری، دریچے سے ادھر، بےبس، نراس
سخت پالے میں لرزتی ہے، نہیں کچھ آس پاس
کون جانے، جی رہی ہے، یا کبھی کی چل بسی
رنگ پردوں کے اڑے، ہے یہ بھی کوئی زندگی!
ایک میں دکھیا ہوں، تنہا، کس کے در جا کر رہوں
کون اٹھائے ناز میرے، بول میں کس کے سہوں
بدزباں بڑھیا ہے لے دے کر، کوئی اپنا نہیں
کون بگڑے، کون چاہے، چاہنے والا نہیں...''

'''ایک میں دکھیا ہوں،... یہ لفظ 'دکھیا، کیا خوب رکھ دیا ہے یہاں پر۔ اور یہ 'تنہا، کس کے در جا کر رہوں، کون اٹھائے ناز میرے...، اس میں کیا سوز ہے، کیا گداز ہے، جسے یاد کرنے سے دل بھر آئے۔ اور سوز بھی کیسا جو خود مول لیا اور خود ہی اب عزیز ہے۔ اف خدایا، کیا خوب کہا! ٹھیک ایسے جیسے ہوتا ہے!..''

وہ خاموش ہو گئی جیسے وہ حلق میں اٹھتے ہوئے کسی طوفان سے جدوجہد کر رہی ہو۔

''وانیا، پیارے،، اس نے منٹ بھر بعد کہا اور پھر سوچ میں پڑگئی جیسے بھول گئی کہ کیا کہنا تھا یا یہ کہ بےسوچے سمجھے کسی اتفاقی جذبے میں بول گئی تھی۔

اس دوران ہم دونوں برابر کمرے میں ٹہلے جا رہے تھے۔ عبادت کے طاق میں دیا روشن تھا۔ ادھر کچھ دنوں سے نتاشا زیادہ سے زیادہ خدا سے لو لگاتی جا رہی تھی اور اس کے بارے میں بحث چھیڑنا اسے پسند نہ تھا۔

''کیا کل تہوار کا دن ہے؟،، میں نے پوچھا ''تمہارے ہاں روشنی جو ہو رہی ہے۔،،

''نہیں، کل تہوار تو نہیں ہے... وانیا، بھئی، تم بیٹھ جاؤ۔ تھک گئے ہوگے۔ کہو، چائے پیوگے تھوڑی سی؟ میرے خیال میں تم نے اب تک چائے بھی نہیں پی؟،،

''ہاں بیٹھ ہی جائیں نتاشا۔ مگر میں چائے تو پی چکا ہوں۔،،

''تم آ کہاں سے رہے ہو؟،،

''ان کے ہاں سے،، ہم اسی طرح نتاشا کے پرانے گھر کے بارے میں اشارہ کیا کرتے تھے۔

''ان کے ہاں سے؟ یعنی تم وہاں پہنچ کیسے گئے؟ خود چلے گئے تھے؟ یا انہوں نے بلوایا تھا؟،،

نتاشا نے مجھے سوالوں سے گھیر لیا۔ اندرونی کیفیت سے اس کا چہرہ اور پیلا پڑ گیا۔ میں نے تفصیل کے ساتھ اسے بتایا کہ تمہارے والد سے ملاقات ہوئی تھی۔ ماں سے بات‌چیت ہوتی رہی اور وہ جو لاکٹ والا واقعہ پیش آیا۔ میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ ایک ایک کیفیت کا نقشہ اس کے آگے کھینچا۔ میں اس سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا تھا۔ وہ بڑی توجہ اور غور سے سنتی رہی، ایک لفظ بھی نظرانداز نہیں کیا۔ اور آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ لاکٹ‌والے واقعے نے تو اسے بالکل دہلاکر رکھ دیا۔

''ٹھیرو، ٹھیر جاؤ وانیا،، وہ برابر بیان کرتے مجھے ٹوکتی رہی۔ ''مجھے ایک ایک بات خوب ٹھیک سے بتاؤ جتنا ہو سکے تفصیل سے۔ تم ذرا ٹھیک سے نہیں کہہ رہے ہو...،،

میں بار بار وہ قصہ دہراتا تھا، اور ہر لمحے مجھے تفصیل کے بارے میں اس کے مسلسل سوالوں کا جواب دینے کے لئے اٹکنا پڑتا تھا۔

''تو کیا تمہارا خیال ہے کہ واقعی وہ مجھ سے ملنے آ رہے تھے؟''
''مجھے نہیں معلوم نتاشا، اور سچ پوچھو تو میں اس کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا ہوں۔ یہ تو کھلی بات ہے کہ انہیں تمہارا صدمہ ہے اور وہ تمہیں دل سے چاہتے ہیں۔ لیکن کیا واقعی وہ تم سے ملنے چلے تھے یہ ایسا... ایسا کہ...''
''اور انہوں نے لاکٹ کو پیار کیا تھا، کیا؟''، وہ بیچ میں پھر بول پڑی ''جب انہوں نے لاکٹ چوما تو کیا کہا تھا؟''
''وہ بےقابو ہو رہے تھے۔ کچھ نہیں کہا جو منہ میں آیا چیختے گئے۔ تمہیں پیار کے ناموں سے یاد کیا۔ تمہیں بلایا ہے...''
''بلایا ہے مجھے؟''
''ہاں۔''
وہ چپ‌چاپ رو پڑی۔
''بیچارے''، وہ بولی۔ ''اور اگر انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے''، پھر ذرا چپ رہنے کے بعد اس نے اضافہ کیا ''کیا تعجب ہے۔ وہ الیوشا کے باپ کے بارے میں بھی تو سب کچھ سنتے رہتے ہیں۔''
''نتاشا''، میں نے لجاجت سے کہا ''ہمیں ان کے پاس چلنا چاہئے...''
''کب؟''، اس نے پوچھا، وہ بالکل پیلی پڑ گئی اور کرسی پر سے ذرا اٹھ گئی۔ اس نے سوچا کہ شاید میں ابھی اسی وقت چلنے کو کہہ رہا ہوں۔
''نہیں وانیا''، اس نے اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھتے ہوئے افسردگی سے مسکرا کر کہا ''نہیں، میرے دوست، تم تو ہمیشہ سے یہی کہتے رہتے ہو۔ لیکن میں... میں جانوں، اس کا ذکر ہی نہ کرو تو اچھا ہے۔''
''اچھا تو کیا یہ کم‌بخت قطع تعلق کبھی بھی، کسی وقت بھی ختم ہونے میں نہیں آئے گا؟''، میں غم‌وغصے سے چیخ پڑا۔ ''تم میں اس قدر اکڑ ہے کیا کہ پہل کرنے کو تیار نہیں ہو؟ یہ تمہاری ذمہ‌داری ہے، تمہارا فرض ہے۔ تمہیں اپنی طرف سے بڑھنا چاہئے۔ شاید تمہارے باپ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ تم جاؤ تو وہ تمہیں معاف کر دیں... وہ تمہارے باپ ہیں۔ تم

نے انہیں صدمہ پہنچایا ہے۔ ان کی عزت کا تمہیں پاس ہونا چاہئے۔ بالکل بجا ہے، قدرتی بات ہے۔ تم ہی کو پہلا قدم اٹھانا ہوگا۔ کرکے دیکھو وہ تمہیں قطعی معاف کر دیں گے۔''

''قطعی معاف — یہ تو ہو نہیں سکتا۔ مجھے ملامت نہ کرو، وانیا، یہ بیکار ہے۔ دن رات مجھے اس کا خیال رہتا ہے۔ جب سے میں نے انہیں چھوڑا ہے، ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا جب اس بات کا مجھے خیال نہ آیا ہو۔ کئی بار تم سے بھی ذکر ہوا۔ تم تو خود جانتے ہو کہ یہ بات ناممکن ہے!''

''کر دیکھو۔''

''نہیں، میرے دوست، میں نہیں کر سکتی۔ اگر میں نے تمہارے کہنے پر عمل کیا بھی تو اس سے ان کو اور اپنے خلاف کر لوں گی۔ جو ہونا تھا ہو چکا، اب اس کی تلافی ممکن نہیں اور تم جانتے ہو کہ اس معاملے میں وہ کیا شے ہے جو اب لوٹ کر نہیں آسکتی؟ وہ پیارے مسرت کے دن لوٹ کر نہیں آئیں گے جو میں نے ان کے سائے میں گزارے۔ اگر میرے باپ نے مجھے معاف بھی کر دیا تب بھی میں ان کی نظر میں وہ نہیں رہوں گی جو تھی۔ انہیں چھوٹی بچی سے پیار تھا، وہ جو ایک بڑی بچی تھی۔ وہ میری بچپن کی سادگی کو چاہتے تھے۔ مجھے تھپکتے سہلاتے تھے، وہ اب بھی میرے بالوں کو اسی طرح تھپتھپاتے تھے جیسے اس وقت جب میں سات آٹھ برس کی بچی رہی ہوں گی اور ان کے زانو پر بیٹھ کر اپنے ننھے ننھے بچوں کے سے گیت گایا کرتی تھی۔ جب میں بہت چھوٹی تھی تب سے لے کر آخری دن تک ان کا عمل یہ رہا کہ وہ رات کو میرے بستر کے پاس آتے اور دعائیں دم کیا کرتے تھے۔ میرے گھر چھوڑنے سے مہینہ بھر پہلے انہوں نے میرے لئے چپکے سے بندے خرید کر رکھے تھے (لیکن مجھے ان کا پتہ چل گیا) اور وہ بچوں کی طرح مزے میں تھے، انہیں یہ سوچ سوچ کر لطف آ رہا تھا کہ جب مجھے بندوں کا تحفہ ملے گا تو میں کیسی خوش ہوں گی۔ لیکن ہر ایک پر بگڑ گئے اور خاص طور سے مجھ پر، جب انہیں میری ہی زبانی پتہ چلا کہ مجھے بہت پہلے سے بندے خریدے جانے کی خبر ہو گئی تھی۔ گھر چھوڑنے سے تین دن پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے اندازہ کر لیا کہ میں افسردہ

رہتی ہوں۔ وہ خود اس بات سے ایسے بجھے بجھے رہے کہ بیمار پڑ گئے۔ اور تمہیں یقین آئے گا کیا کہ میرا جی بہلانے کے لئے انہوں نے تھیٹر کے ٹکٹ خریدنے کی سوچی!.. واقعی، انہوں نے سوچا اس سے میرا دل ذرا بہل جائے گا۔ ہاں، میں تم سے پھر کہتی ہوں کہ انہیں چھوٹی سی بچی سے پیار تھا، وہ اسی کو جانتے تھے، وہ تو یہ سوچنے تک کو تیار نہ تھے کہ میں بھی ایک دن عورت ہو جاؤں گی... یہ امکان ہی ان کے ذہن میں کبھی نہ آیا۔ اب اگر میں گھر گئی بھی تو وہ مجھے پہچانیں گے نہیں۔ اگر وہ مجھے معاف بھی کر دیں تو اب ان کا سامنا بالکل مختلف قسم کے وجود سے ہوگا۔ اب میں وہ نہیں رہی ہوں۔ میں اب بچی نہیں ہوں۔ میں بہت نشیب و فراز سے گزر چکی ہوں۔ اگر میں نے راضی بھی کر لیا تب بھی یہ ضرور ہے کہ پہلے والی مسرت کے لوٹ کر نہ آنے کا غم انہیں ستاتا رہے گا۔ انہیں، یہ دکھ رہے گا کہ اب میں ویسی نہیں رہی جیسی اس وقت تھی جب وہ بچی کی طرح مجھ سے پیار کرتے تھے۔ ماضی ہمیشہ سب سے اچھا لگتا ہے، بڑے درد سے اس کی یاد آتی ہے! وانیا، واقعی ماضی کس قدر پیارا تھا!،، وہ چیخ پڑی اور خود اپنے لفظوں میں بہہ گئی، یہ اچانک جملہ جو بڑے درد کے ساتھ اس کے دل سے پھوٹا تھا، نتاشا کے سلسلۂ بیان کو قطع کر گیا۔

''جو کچھ تم نے کہا، سب صحیح ہے، نتاشا!،، میں نے جواب دیا۔ ''مطلب یہ کہ انہیں چاہئے کہ تمہیں پھر سے سمجھیں اور تم سے ازسرنو محبت کریں۔ اصل بات ہے: سمجھنا۔ اچھا تو پھر، وہ تم سے کریں گے محبت، یہ تو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ وہ تمہیں سمجھ نہیں سکتے یا پہچان نہیں سکتے۔ وہ، وہ جن کا ایسا بڑا دل ہے!،،

''ہائے، وانیا، بے درد مت بنو۔ بھلا سجھ میں کیا رکھا ہے جو کوئی سمجھے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ تم جانو، اس کے علاوہ بھی کچھ ہے — باپ کی محبت میں بھی بڑی رقابت ہوتی ہے۔ انہیں لگتا ہے کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی کہ ان کی اطلاع کے بغیر سب کچھ ہو ہوا گیا، انہیں خبر نہیں ہوئی اور پتہ بھی نہیں چلا۔ وہ جانتے ہیں کہ انہیں اس بات کا تو شبہ تک نہ تھا، اور اب وہ ہماری محبت کے اور میرے گھر

سے بھاگ آنے کے سارے افسوسناک نتائج کی ذمہ‌داری میری ناشکری، رازداری پر رکھتے ہیں، کہ میں خود سے ان کے پاس شروع میں ہی نہیں گئی، میں نے اپنی محبت شروع ہوتے ہی اپنے دل کی ایک ایک دھڑکن انہیں نہیں بتا دی۔ بلکہ اس کے برخلاف جتنا بن پڑا میں نے ان سے چھپایا۔ میں نے ان سے راز رکھا۔ اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، وانیا، کہ ان کے دل کی گہرائی میں یہ بات ہماری محبت کے نتائج سے یعنی اس سے بھی بدتر ہے کہ بیٹی والدین کو چھوڑکر نکل کھڑی ہوئی اور خود کو عاشق کے حوالے کر دیا۔ فرض کرو اب وہ مجھ سے باپ کی طرح ملتے ہیں، بڑے تپاک کے ساتھ، بڑی شفقت سے، تاہم رنجش کا جو بیج پڑ چکا ہے وہ اپنی جگہ باقی رہےگا۔ دو ایک دن کے بعد مایوسیاں نمودار ہوں‌گی، غلطفہمیاں پیدا ہوں‌گی، طعنے تشنے ہوں‌گے۔ اور اس سے بڑھ‌کر یہ کہ وہ مجھے قطعی طور سے معاف کرنے پر تیار نہ ہوں‌گے۔ اچھا فرض کرو میں کہتی ہوں، تہہ‌دل سے قبول کرتی ہوں، سمجھتی ہوں کہ ہاں میں نے انہیں بڑا صدمہ پہنچایا، ان کے ساتھ کس قدر ظلم کیا۔ اور اگر انہوں نے یہ اندازہ کرنے سے انکار کر دیا کہ مجھے الیوشا کے ساتھ عیش کا کس قدر بھگتنا پڑا ہے اور خود میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں، تو اس سے مجھے صدمہ پہنچےگا، پھر بھی میں کسی نہ کسی طرح اسے سہہ جاؤں‌گی لیکن میرے سہہ جانے سے بھی ان کی تسکین نہیں ہوگی۔ وہ مجھ سے اور زیادہ سخت کفارہ چاہیں‌گے — وہ چاہیں‌گے کہ میں اپنے ماضی پر لعنت بھیجوں، الیوشا کو برا کہوں اور الیوشا کے ساتھ اپنی محبت سے اظہار بیزاری کروں۔ یہ ناممکن بات وہ مجھ سے چاہیں‌گے کہ ماضی کی تلافی ہو اور اپنی زندگی میں پچھلے چھ مہینے کو کاٹ‌کر پھینک دوں۔ لیکن مجھ سے یہ نہ ہو سکےگا کہ کسی کو بددعا دوں، میں اب پچھتاوا نہ کرسکوں‌گی۔ اب اس کا کیا چارہ ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا... نہیں وانیا، ابھی مناسب نہیں۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔"

"تو پھر وقت کب آئےگا؟"

"مجھے نہیں معلوم... ابھی ہمیں آئندہ کی مسرتیں حاصل کرنے

کے لئے اور دکھ بھرنے ہوں گے، اسے نئی مصیبتیں مول لےکر خریدنا ہوگا۔ مصائب سب کو پگھلاکر صاف کر دیتے ہیں۔ ہائے وانیا، زندگی میں کتنے دکھ بھرے ہیں!،،

میں خاموش تھا اور اپنے خیالوں میں گم اسے تک رہا تھا۔

''تم مجھے ایسے کیوں تک رہے ہو الیوشا — معاف کرنا وانیا!،، خود غلط نام لے دینے پر وہ مسکرا دی۔

''میں تمہاری مسکراہٹ کو تک رہا ہوں، نتاشا۔ تمہیں یہ ملی کہاں سے؟ پہلے تو تم اس طرح نہیں مسکراتی تھیں!،،

''کیوں، میری مسکراہٹ میں کیا خاص بات ہے؟،،

''یہ تو صحیح ہے نتاشا کہ تمہاری مسکراہٹ میں ابھی تک بچپن کی سادگی باقی ہے۔ لیکن جب تم ہنستی ہو تو ایسا لگتا ہے کہ دل کا درد بھی عین اسی وقت کروٹ لے رہا ہے۔ تم خود دبلی ہو گئی ہو لیکن تمہارے سر کے بال پہلے سے زیادہ گھنے لگتے ہیں... یہ کون سا لباس ہے؟ جب تم وہاں ان کے ہاں تھیں تبھی بنوایا تھا؟،،

''وانیا، تم مجھے کتنا چاہتے ہو!،، مجھے پیار سے دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ ''ہاں تو تم اپنی کہو۔ اب تم کیا کر رہے ہو؟ تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟،،

''جو تھا وہی ہے، ناول لکھے جا رہا ہوں۔ مگر مشکل آ پڑی ہے، کام آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔ اسنگ سر گئی۔ زور لگاؤں تو کچھ نہ کچھ بن ہی جائے گا۔ ممکن ہے ناول اچھا خاصا دلچسپ رہے۔ لیکن اچھے خیال کو برباد کر لینے کا افسوس ہے۔ یہ میرا ایک چہیتا ناول ہوتا۔ لیکن اب جیسے تیسے اسے رسالے کے لئے وقت پر تیار ہونا ہی چاہئے۔ اب تو یہ بھی سوچنے لگا ہوں کہ ناول ایک طرف رکھ کر جھٹ پٹ کہانی لکھ ڈالوں — کوئی ہلکی سی، سنبھلی ہوئی کہانی جس میں افسردگی اور اداسی کا شائبہ تک نہ ہو... یقینی طور پر ایسی کہ بس جو پڑھے خوش ہو اور مزا آ جائے۔،،

''بیچارے جفاکش! اور اسمتھ کا کیا ہوا؟،،

''مگر اسمتھ تو مر چکا۔،،

''وہ تمہیں لگتا تو نہیں؟ میں تم سے سنجیدگی سے کہتی ہوں وانیا کہ تم بیمار ہو اور تمہارے اعصاب ٹھیک نہیں ہیں۔

تم ہمیشہ ایسے ہی خوابوں میں گم رہتے ہو۔ جب تم نے مجھ سے وہ کمرہ لینے کا ذکر کیا تھا تبھی مجھے تم میں یہ بات نظر آئی تھی۔ کمرہ سرطوب ہے اور کچھ اچھا بھی نہیں ہے؟،،

''اوہو، میں تو بالکل بھول ہی گیا، تم سے آج شام کا حادثہ کہنا تھا... لیکن میں تم سے پھر کہوں گا۔،،

وہ میری بات ہی نہیں سن رہی تھی اور اپنے ہی گہرے خیالات میں غرق تھی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں چھوڑ کیسے سکی۔ مجھے بخار رہا ہوگا اس وقت،، وہ مجھے ایک ایسے تاثر کے ساتھ دیکھتے ہوئے بولی جس کے معنی تھے کہ اس سوال کا جواب کچھ ضروری نہیں ہے۔

اگر میں اس لمحے بولتا بھی تو وہ میری بات ہی نہ سنتی۔

''وانیا،، اس نے ایسی آواز میں کہا جو بمشکل سنی جا سکتی تھی ''ایک خاص وجہ سے میں نے تمہیں بلایا تھا۔،،

''وہ کیا؟،،

''یہ کہ میں اس سے الگ ہو رہی ہوں۔،،

''الگ ہو چکی ہو یا الگ ہونےوالی ہو؟،،

''بس اب مجھے یہ سب قصہ ختم کرنا چاہئے۔ میں نے اس لئے تم سے آنے کو کہا تاکہ تمہیں سب کچھ بتا سکوں۔ وہ جو کچھ اس عرصے میں ہوتا رہا ہے اور آج تک تم سے چھپائے رہی ہوں۔،، ہمیشہ مجھ سے نتاشا اپنے پوشیدہ منصوبے اسی طرح کہنا شروع کرتی تھی اور قریب ہمیشہ یہی ہوتا تھا کہ ایسے تمام منصوبے مجھے خود اسی کی زبانی بہت پہلے معلوم ہو چکے ہوتے۔

''افوہ نتاشا، میں تمہاری زبانی یہی بات ہزار بار تو سن چکا ہوں۔ تم دونوں کا ساتھ رہے جانا تو البتہ اب ممکن نہیں رہا۔ عجیب معاملہ ہے تمہارا بھی۔ تم دونوں میں کوئی بات بھی مشترک نہیں۔ لیکن... یہ سوچو کیا تم میں الگ ہونے کی طاقت بھی ہے؟،،

''پہلے تو سوائے نیت کے اور کچھ نہ تھا لیکن اب میں نے قطعی طے کر لیا ہے۔ میں اس سے بےپناہ محبت کرتی ہوں لیکن اسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میں ہی اس کی اولین دشمن ہوں اور

میں اس کا مستقبل بننے میں رکاوٹ ہوں۔ اس کو آزاد کر دینا چاہئیے۔ وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔ اس کے بس سے باھر ہے کہ وہ اپنے باپ کے خلاف جائے۔ میں بھی اسے باندھ کے نہیں رکھنا چاہتی۔ چنانچہ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ جس لڑکی سے اس کی شادی ٹھیرائی جا رہی ہے وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ اسے اب جدائی شاق نہ گزرےگی۔ اور مجھے یہ کرنا ہی ہے۔ میرا فرض ہے یہ... اگر مجھے واقعی اس سے محبت ہے تو ہر شے اس پر قربان کرنی ہوگی اور اپنی محبت کا ثبوت دینا ہوگا۔ یہ میرا فرض ہے۔ ہے کہ نہیں؟''

''لیکن تم اسے سمجھا بجھا نہ سکوگی، سمجھیں؟''

''میں بالکل نہیں سمجھاؤں بجھاؤں‌گی۔ پہلے ہی کی طرح برتاؤ کروں‌گی چاہے وہ عین اسی لمحے چلا آئے۔ لیکن مجھے کوئی ایسی تدبیر سوچنی ہوگی جس سے وہ اپنے ضمیر پر چوٹ کھائے بغیر مجھ سے جدائی آسانی سے قبول کر لے۔ یہی ایک چیز ہے جو مجھے سخت پریشان کئے ہوئے ہے، وانیا۔ میری مدد کرو۔ تمہیں کوئی تدبیر سوجھتی ہے؟''

''صرف ایک تدبیر ہے'' میں نے کہا۔ ''اس سے محبت کرنا ایک‌دم بند کرو اور کسی اور کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ لیکن شاید ہی اس سے کچھ نتیجہ نکلےگا۔ بہرحال تم اس کو خوب سمجھتی ہو۔ اب پانچ دن ہو رہے ہیں کہ وہ تم سے ملنے نہیں آیا۔ فرض کر لو کہ اس نے تمہیں بالکل چھوڑ دیا۔ اب اگر اٹھاکے ایک خط اسے لکھ دو کہ خود تم اسے چھوڑ رہی ہو تو وہ فوراً دوڑا چلا آئےگا۔''

''تم اسے ناپسند کیوں کرتے ہو وانیا؟''

''میں؟''

''ہاں، تم، تم! تم اس کے پکے دشمن ہو — کھلے اور ڈھکے! تم اس کا ذکر تک نہیں کر سکتے بغیر وار کئے۔ میں نے ایک نہیں ہزار بار دیکھا ہے کہ تم کو اس کی برائی کرنے اور عیب نکالنے میں خاص مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں عیب نکالنے میں، میں سچ کہتی ہوں!''

''اور تم نے بھی یہ بات ہزار بار تو ضرور کہی ہے۔ بس بہت ہوا نتاشا، اب اس گفتگو کو بند کرو۔''

''میں یہاں سے کسی اور مکان میں چلی جاؤں گی''، اس نے ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد پھر کہنا شروع کیا ''دیکھو، اب غصے نہ ہونا وانیا!..''

''تو کیا ہے، وہ دوسرے مکان پہنچ جائے گا۔ اور قسم ہے کہ میں غصے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔''

''محبت بڑی طاقت‌ور چیز ہے۔ نئی محبت اس کا دامن تھام لے گی۔ پھر اگر وہ میرے پاس آیا بھی تو کیا، منتوں کے لئے آیا کرے گا۔ کیوں ہے نا یہ بات؟''

''مجھے نہیں معلوم نتاشا، بات یہ ہے کہ اس کے بارے میں ہر چیز نہایت بےتکی ہے۔ وہ دوسری لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور تم سے بھی محبت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ کسی نہ کسی طرح دونوں باتیں وہی ایک ساتھ چلا سکتا ہے۔''

''اگر مجھے پکا یقین ہو جائے کہ وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے تو پھر میں فوراً فیصلہ کر لوں... وانیا! مجھ سے کچھ چھپاؤ نہیں! کیا کوئی ایسی بات تمہیں معلوم ہے جو تم مجھے بتانا نہیں چاہتے؟''

اس نے میری طرف نظر اٹھائی، نگاہ میں تردد اور جستجو تھی۔

''میری دوست، کچھ نہیں معلوم مجھے — میں قسم کھا کے کہتا ہوں۔ میں تم سے ہمیشہ صاف بات کرتا رہا ہوں۔ بہرحال، میں یہ سوچتا ہوں کہ غالباً وہ کاؤنٹیس کی صاحب‌زادی سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی ہم لوگ اپنی جگہ فرض کئے ہوئے ہیں۔ بس، ایک چلتی ہوئی کشش ہے...''

''تو یہ ہے تمہاری رائے وانیا؟ توبہ ہے میرے پروردگار، کاش مجھے اس کا یقین ہوتا! اوفوہ اس وقت کتنا جی چاہ رہا ہے اسے دیکھنے کو، صرف اتنا کہ اسے دیکھ لوں۔ اس کا چہرہ مجھے سب کچھ بتا دے گا۔ مگر اس کا تو پتہ ہی نہیں! اس کا پتہ ہی نہیں!''

''کیا تمہیں اس کی آمد کا انتظار ہے؟''

''نہیں، وہ تو اسی لڑکی کے پاس ہے۔ میں جانتی ہوں، میں نے پتہ لگایا ہے۔ کس قدر میرا دل چاہتا ہے کہ اس لڑکی کو نظر بھر کے دیکھ تو لوں... مگر سنو، وانیا، شاید میں بکواس کئے جا رہی ہوں — کیا واقعی میں اس لڑکی سے نہیں مل سکتی؟ کیا

کبھی بھی اس سے ملنا ٹھیک نہیں ہوگا؟ کیا خیال ہے تمہارا؟‘‘
وہ بےچینی سے انتظار کرتی رہی کہ میرے منہ سے کیا نکلتا ہے۔
’’تم اس سے مل تو ضرور سکتی ہو مگر صرف دیکھنے یا مل لینے سے کوئی خاص بات بنےگی نہیں۔‘‘
’’صرف اسے دیکھ لینا ہی کافی ہوگا، پھر میں خود اپنی جگہ نتیجہ نکال لوں‌گی۔ دیکھو، میں کس قدر احمق ہوتی جا رہی ہوں۔ تمام وقت یہاں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہتی ہوں — آگے پیچھے۔ ہمیشہ تنہا، ہمیشہ اکیلی، ہر وقت خیالوں میں غرق۔ دماغ کو خیال ایسے ڈبوئے دیتے ہیں جیسے بھنور ہوں۔ افوہ، کیا مصیبت ہے! ایک بات میں نے سوچی ہے وانیا، کیا تم اس لڑکی سے میل ملاقات کی صورت نہیں نکال سکتے؟ تم جانتے ہو کہ کاؤنٹیس نے تمہارے ناول کی تعریف کی تھی (خود تم نے ہی ایک بار اس کا ذکر کیا تھا)۔ تم کبھی کبھی وہاں ان پرنس ’ر‘ کی شام کی محفلوں میں بھی جاتے رہتے ہو۔ جاتے ہو نا اور وہ لڑکی بھی وہاں ہوتی ہے۔ کوشش کرو کہ اس سے تمہارا تعارف کرایا جائے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود الیوشا ہی بڑھ کر تعارف کرا دے۔ تو پھر تم مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتا دینا۔‘‘
’’نتاشا پیاری، اس کے بارے میں آئندہ بات ہوگی۔ لیکن اس وقت تو سنجیدگی سے یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنے اندر جدائی کی تاب پاتی ہو؟ ذرا اپنی طرف دیکھ لو ابھی — تمہیں قرار کہاں ہے؟‘‘
’’ہو... جائے... گا‘‘، اس نے بہت ہی دھیمی آواز میں جواب دیا۔ ’’اس کے لئے سب کچھ ہوگا! میری ساری زندگی اس کے لئے وقف ہے! لیکن تم سمجھتے ہو وانیا، جو بات میری برداشت سے باہر ہے وہ یہ کہ جب وہ اس کے ساتھ ہو تو مجھے بھول جائے۔ اب وہ اس کے پہلو میں بیٹھا ہوگا، باتیں کر رہا ہوگا، ہنس رہا ہوگا — جیسے یہاں کیا کرتا تھا، یاد ہے تمہیں؟ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا ہوگا، وہ ہمیشہ سے لوگوں کو اسی طرح دیکھنے کا عادی ہے۔ اور یہ بات بھی اس کے دماغ میں نہ گزرتی ہوگی کہ میں یہاں ہوں... تمہارے ساتھ۔‘‘

اس نے جملہ یہیں توڑ دیا اور مجھے اداس نظروں سے دیکھنے لگی۔

''کیوں نتاشا، ابھی ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ...''

''ہم دونوں ایک دوسرے سے ایک ساتھ جدا ہوں!'' اس نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک دم میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ ''بلکہ میں خود اسے دعا دوں گی... لیکن وانیا، دیکھو، یہ تو بہت کٹھن ہے کہ مجھ سے پہلے وہ مجھے بھول جائے۔ ہائے وانیا، یہ کیسے ستم کی بات ہے! میں خود اپنے من کی نہیں سمجھ پاتی — جب آدمی دلیل سوچے تو ایک بات ہوئی لیکن جب اس پر عمل کرنے چلے تو یہ اور چیز ہے۔ میرا کیا حشر ہونے والا ہے!''

''بس، بس نتاشا، صبر سے کام لو۔''

''اور اب پانچ دن ہو گئے۔ ہر گھنٹے، ہر منٹ... سوتے، جاگتے ہر دم مجھے اسی کا خیال رہتا ہے۔ بس وہی خوابوں میں سمایا رہتا ہے۔ جانتے ہو کیا، وانیا، چلو، اب ہم خود چلیں۔ تم مجھے وہاں لے چلو۔''

''نتاشا، خود کو سنبھالو۔''

''نہیں، بس اب ہمیں چلنا چاہئے۔ میں تمہاری راہ دیکھ رہی تھی، وانیا۔ تین دن سے برابر میں اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس لئے میں نے تمہیں خط بھی لکھا تھا... تمہیں مجھ کو لے کر چلنا ہی ہوگا۔ اس میں انکار نہ کرنا... مجھے تمہارا سخت انتظار تھا... تین دن سے برابر... وہاں پر آج شام کو دعوت ہے... وہ بھی وہیں ہے... چلو، چلیں۔''

بالکل معلوم ہوتا تھا کہ نتاشا کے دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے۔ ڈیوڑھی میں کچھ ہنگامہ ہوا۔ ماورا شاید کسی سے الجھ رہی تھی۔

''ٹھیرو، نتاشا۔ یہ کون آدمی ہے؟'' میں نے پوچھا ''کان لگاؤ۔''

اس نے بے اعتباری کی مسکراہٹ سے آہٹ سنی اور ایک دم سفید پڑ گئی۔

''اف، پروردگار، یہ کون؟'' نتاشا نے کہا، ایسی آواز میں جو بمشکل سنی جا سکتی تھی۔

وہ مجھے پکڑ کر پیچھے کھینچنا چاہتی تھی مگر میں ڈیوڑھی

میں ساورا کی طرف بڑھا۔ دیکھتا ہوں تو وہاں الیوشا موجود ہے۔ وہ ساورا سے کسی بات کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ اور ساورا نے اسے شروع میں تو اندر قدم رکھنے سے ہی روک دیا تھا۔

''تم آ کہاں سے رہے ہو؟'' اس نے اپنا اختیار جتاتے ہوئے کہا۔ ''اچھا کہاں ٹھانی تھی؟ خیر۔ جاؤ، جاؤ اندر! مجھے تم کیا پھسلاؤ گے! جاؤ اندر۔ دیکھیں تو اب کے کیا باتیں بناتے ہو؟''

''میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ جاتا ہوں اندر!'' الیوشا بولا، البتہ وہ کسی قدر گڑبڑا گیا تھا۔

''جاؤ اندر۔ بڑے سورما بنے ہو تو...''

''ہاں، ہاں، میں اندر جاتا ہوں۔ اوہو، آپ بھی یہاں موجود ہیں!'' مجھ پر نظر پڑی تو وہ بولا۔ ''کیا خوب ہوا کہ آپ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ تو یہ رہا میں۔ دیکھتے ہیں آپ... اب بات کیسے بتاؤں؟..''

''چلے جائیے بس'' میں نے جواب دیا۔ ''آپ ڈر کس چیز سے رہے ہیں؟''

''میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، قسم کھاکے کہتا ہوں کہ میں بالکل قصوروار نہیں ہوں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے کوئی قصور کیا ہے؟ آپ خود مان لیں گے۔ میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ نتاشا کیا میں آ سکتا ہوں تمہارے پاس؟'' وہ ایک طرح کی بناوٹی جرأت سے بند دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر پکارا۔

مگر اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا۔

''کیا معاملہ ہے؟'' اس نے بےچینی سے سوال کیا۔

''کچھ نہیں، ابھی ابھی تو وہ یہاں موجود تھی'' میں نے جواب دیا۔ ''مگر ہو سکتا ہے کہ شاید کوئی...''

الیوشا نے احتیاط سے دروازہ کھولا اور کمرے میں دبتے دبتے جھانکا۔ کوئی بھی موجود نہ تھا۔

ایک دم کونے میں اس کی نظر نتاشا پر پڑی۔ وہ الماری اور کھڑکی کے بیچ میں ایسے کھڑی تھی جیسے چھپی ہوئی ہو۔ وہ ادھ موئی ہو رہی تھی۔ آج تک جب بھی مجھے وہ سین یاد آتا

ہے بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔ الیوشا اس کے پاس قدم پھونک پھونک کے دھرتا ہوا پہنچا۔

''نتاشا، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ نتاشا، سلام!،، اس نے بہت جھجکتے ہوئے کہا اور اسے اندیشہ ناک نظر سے دیکھا۔

''اوہ، کچھ نہیں، کوئی بات نہیں...،، اس نے سخت بدحواسی کے عالم میں جواب دیا۔ گویا خود اس سے کوئی جرم ہو گیا ہو۔ ''کیا تم... تم چائے پیوگے؟،،

''نتاشا، سنو،، الیوشا نے کہنا شروع کیا لیکن اسے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا کہ کیا کہے۔ ''شاید تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ میں خطاوار ہوں... مگر میں نہیں ہوں خطاوار۔ بالکل نہیں۔ قطعی نہیں۔ تم مان لوگی۔ میں ابھی تمہیں سب سمجھائے دیتا ہوں۔،،

''کس لئے آخر؟،، نتاشا نے لب ہلائے ''نہیں، تمہیں سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سنو، تم مجھے اپنا ہاتھ دو۔ بس سب ٹھیک ہے اب... ہمیشہ کی طرح...،، اور وہ کونے میں سے نکل آئی۔ چہرے پر پھر سے رنگ دوڑنے لگا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں جیسے الیوشا کو دیکھنے سے ڈر رہی ہو۔

''توبہ توبہ!،، وہ مزے میں آتے ہوئے چیخا ''اگر واقعی کہیں میری خطا ہوتی تو مجھ میں اس کے بعد نتاشا سے آنکھیں بھی چار کرنے کی ہمت نہ ہوتی! دیکھئے، دیکھئے!،، وہ میری طرف متوجہ ہوکر بولا ''وہ سمجھتی ہے کہ خطا ہے میری۔ سب کچھ میرے خلاف پڑ رہا ہے۔ جو کچھ نظر آتا ہے میرے خلاف ہے! پانچ دن سے میں یہاں نہیں آیا۔ افواہ ہے کہ صاحب، میں اپنی منگیتر کے ہاں تھا — تو کیا ہوا؟ وہ مجھے معاف کر بھی چکی! اس نے مجھ سے کہہ بھی دیا کہ 'اپنا ہاتھ دو۔ سب ٹھیک ہے!'، نتاشا، میری پیاری، میری جان، میں قصوروار نہیں ہوں، تم کو یہ جاننا چاہئے! میں ہرگز قصوروار نہیں ہوں، ذرہ برابر نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف ہے۔ اس کے قطعی خلاف!،،

''مگر... مگر تمہیں تو اس وقت وہاں ہونا تھا... تمہیں وہاں کا بلاوا تھا نا... تم یہاں کیسے آ گئے؟.. کت... کتنے بجے ہیں؟،،

''ساڑھے دس بجے ہیں۔ میں وہیں سے آ رہا ہوں... لیکن

میں نے کہا طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور چل دیا وہاں سے۔ یہ پہلی، ہاں پہلی مرتبہ ہے کہ ان پانچ دنوں میں مجھے آزادی ملی ہے اور میں ان لوگوں سے رسی تڑاکر تمہارے پاس آ پہنچا، نتاشا۔ یوں تو میں اس سے پہلے بھی آ سکتا تھا مگر جان بوجھ کر وہاں سے نہیں آیا۔ کیوں آخر؟ تو میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ اسی لئے تو میں آیا ہوں کہ سمجھا دوں۔ صرف، قسم ہے خدا کی، اس دفعہ میں کسی طرح بھی تمہارے آگے قصوروار نہیں ہوں۔ کسی طرح بھی۔ ہرگز کسی صورت سے بھی نہیں!،،

نتاشا نے سر اٹھایا اور اس کی طرف نظر بھرکر دیکھا... لیکن اس کی جوابی نظر اس قدر راست‌باز تھی، اس کا چہرہ ایسا ہشاش بشاش تھا، دیانت‌دار اور خوش و خرم تھا کہ اس کی بات کا یقین نہ کرنا ناممکن تھا۔ میں نے سمجھا کہ بس، اب یہ دونوں چیخ مارکر ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے، کیونکہ ایک بار نہیں، نہ جانے کتنی بار پہلے بھی صلح صفائی کے وقت یہی ہوتا تھا۔ لیکن نتاشا نے، اس طرح جیسے خوشی سے ڈوبی جا رہی ہو، اپنا سر ڈھلکا دیا، سینے پر رکھ دیا... اور ایک‌دم سبکیاں لینے لگی۔ اتنا ہونا تھا کہ الیوشا بھی خود کو نہ سنبھال سکا اور نتاشا کے قدموں پر گر پڑا۔ اس نے اس کے ہاتھ چومے، پاؤں چومے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپے سے باہر ہے۔ میں نے نتاشا کی طرف آرام کرسی بڑھا دی اور وہ اس میں ڈوب گئی۔ اس کے قدم زمین پر ٹھیر نہیں رہے تھے۔

دوسرا حصّہ

پہلا باب

منٹ بھر بعد ہم سب ایسے ہنس رہے تھے جیسے نیم دیوانے ہوں۔

"ہاں تو ذرا دم لو، ذرا ٹھیرو تو میں ابھی سب کہے دیتا ہوں" الیوشا زور سے کہہ رہا تھا اور اس کی کھنکتی ہوئی آواز ہم سب کے قہقہوں سے اونچی اٹھ رہی تھی۔ "سمجھتے ہیں کہ اب کے بھی پہلے کی طرح کہنےوالا ہوں... اور کوئی فضول سی بات سنا دوں‌گا... جی نہیں، بڑے مزے کا قصہ آپ کو بتانا ہے۔ ہاں تو ذرا آپ خاموش ہوں‌گے؟"

وہ بہت ہی بےقرار تھا کہ اپنا واقعہ سنا دے۔ اس کے سارے تیور بتا رہے تھے کہ کوئی بہت ہی خاص خبر پہنچانا چاہتا ہے۔ لیکن خاص خبر اپنی مٹھی میں رکھنے سے جو خواہ مخواہ کی اکڑ اسے محسوس ہو رہی تھی اور جس طرح وہ شان جتا رہا تھا، اس پر نتاشا کو ایک دم ہنسی آ گئی۔ اور مجھ سے بھی ہنسے بغیر نہ رہا گیا۔ جتنا وہ ہم پر بگڑتا تنیا اتنا ہی زیادہ ہمیں ہنسی چھوٹتی تھی۔ الیوشا کی جھنجھلاہٹ اور پھر بچوں کی طرح ٹھنکنا، اس کی وجہ سے ہماری حالت ویسی ہو گئی تھی جیسی مصنف گوگول کے میچمن* کی تھی کہ بس ذرا کوئی انگلی ہی دکھا دے اور ہنستے ہنستے اس کے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ ماورا باورچی خانے سے نکل کر باہر دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ اسے اس بات پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ الیوشا آیا تو بجائے اس

---

* گوگول کی تصنیف "شادی" میں لفٹنٹ ژیواکن کی زبانی ایک شخص میچمن دیرکا کا قصہ سنایا گیا ہے جس پر بلاوجہ ہنسی چھوٹتی ہے۔ (ایڈیٹر)

کے کہ نتاشا، جیسا کہ ساورا ان سارے پانچ دنوں خوشی سے توقع کر رہی تھی، اس کی اچھی طرح خبر لیتی، الٹی قہقہے لگا رہی ہے اور سب مزے لے رہے ہیں۔

آخر نتاشا نے یہ محسوس کرکے کہ ہمارے قہقہے الیوشا کے جذبات کو صدمہ پہنچارہے ہیں، ہنسنا بند کر دیا۔

''اچھا، خیر، کیا بتانا چاہتے ہو تم؟''

''کیا ہے، سماوار تیار کروں کیا؟'' ساورا نے الیوشا کو ذرا بھی خاطر میں لائے بغیر سوال کیا۔

''ہٹ جاؤ ساورا، یہاں سے چل دو'' الیوشا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں تو میں آپ کو وہ سب کچھ بتا دینا چاہتا ہوں جو ہو چکا ہے، ہو رہا ہے اور ہوگا... کیونکہ مجھے اس سب کی خبر ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوستو، آپ کو یہ جاننے کی فکر ہے کہ میں پچھلے پانچ دن سے کہاں تھا۔ یہی تو میں بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں مگر آپ مجھے بولنے ہی نہیں دیتے۔ اچھا تو اول بات یہ کہ نتاشا میں تمہیں برابر دھوکا دیتا رہا۔ اس تمام عرصے میں، اب کی نہیں، بہت دن پہلے کی بات ہے کہ میں نے تمہیں دھوکا دے دیا۔ اور یہی بات ہے جو سب سے خاص ہے۔''

''دھوکا دیتے رہے؟''

''ہاں، برابر ایک مہینے سے دھوکے میں رکھا۔ ابھی میرے باپ باہر سے آئے بھی نہ تھے اس وقت کی بات ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ بالکل صاف گوئی سے کہہ دیا جائے۔ ایک مہینہ ہوا ابھی میرے ابا واپس نہ آئے تھے کہ مجھے اچانک ان کا ایک زبردست لمبا چوڑا خط ملا۔ میں نے یہ بات تم دونوں سے چھپائے رکھی تھی۔ اس خط میں ابا جان نے مجھے صاف صاف سیدھے لفظوں میں لکھا تھا — اور یہ بھی جتا دوں کہ خط کا لب و لہجہ ایسا گمبھیر تھا کہ واقعی میں چونک گیا — کہ میری رشتے کی بات بالکل طے ہو گئی ہے، میری منگیتر بے مثال اور ہر طرح سے باکمال ہے، اور میں دراصل اس کے قابل بھی نہیں تاہم مجھے اسی سے شادی کرنی ہے۔ لہذا اب اس کی تیاری کرنی چاہئے اور اپنی کھوپڑی سے یہ ساری خرافات نکال دینی چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ ہم لوگ بہرحال جانتے ہی ہیں کہ ساری خرافات کے لفظ

سے ان کا کیا مطلب تھا۔ خیر، تو وہ خط میں نے آپ سے چھپائے رکھا...،،

''بالکل نہیں چھپایا!،، نتاشا نے بیچ میں ٹوک دیا۔ ''دیکھو تو سہی خود ستائی کس بات کی ہے! اصل بات یہ ہے کہ تم نے اس کے بارے میں فوراً ہی بتا دیا تھا۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ تم ایک دم سے کیسے سعادت‌مند اور انکسارپسند ہو گئے تھے اور مجھ سے جدا نہ ہوتے تھے جیسے کسی جرم پر شرمندہ ہو اور تم نے وہ خط بھی ٹکڑوں ٹکڑوں میں سنا دیا تھا۔،،

''ہرگز نہیں۔ خاص بات، مجھے یقین ہے کہ میں نے کبھی نہیں۔ ممکن ہے کہ تم لوگوں نے خود ہی جی میں سوچ لیا ہو، بہرحال یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ میں نے تو خود سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے اسے راز رکھا اور میرا دل بہت بری طرح اس بوجھ سے دبا ہوا رہا۔،،

''اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ الیوشا آپ نے اس زمانے میں مجھ سے برابر اس کے متعلق مشورہ کیا اور سب کچھ کہہ دیا۔ البتہ یہ کہ آدھا اب، آدھا تب، جیسے اپنے من سے فرض کرکے کہہ رہے ہوں،، میں نے نتاشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں، تم نے ہم سے سب کچھ بیان کر دیا تھا۔ اب مہربانی کرکے بنو نہیں زیادہ،، نتاشا نے اسے لقمہ دیا۔ ''تو کیا واقعی تم کسی بات کو راز رکھ سکتے ہو؟ توبہ، تم کسی کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ اور تو اور، ماورا تک کو اس کی سب خبر ہے۔ کیوں ماورا، ہے نا؟،،

''کیوں نہیں،، ماورا نے ہماری طرف سر نکال کر تڑ سے جواب دیا۔ ''پہلے ہی تین دنوں میں تم نے سب کچھ کہہ سنایا تھا۔ بھلا تم کیا چالاکی دکھاؤگے!،،

''افوہ، تم سے بات کرنا بھی مصیبت ہے! نتاشا، تم یہ سب رقابت کی جلن سے کر رہی ہو اور تو بھی غلطی پر ہے ماورا۔ مجھے یاد ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب میں بالکل پاگل ہو رہا تھا۔ یاد ہے تجھے؟،،

''یاد کیوں نہ ہوتا۔ اور تم تو اب بھی پاگل ہو رہے ہو۔،،

''نہیں، نہیں، میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ یاد ہے تجھے! یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے یہاں روپیہ بالکل نہیں

رہا تھا اور تو میرا چاندی کا سگرٹ کیس رہن رکھنے گئی تھی۔ اور ہاں ایک بات ماورا میں تجھے جتائے دیتا ہوں کہ میرے سامنے تو اپنی حیثیت بھول جاتی ہے۔ نتاشا نے تجھے بگاڑ رکھا ہے۔ اچھا چلو، یوں ہی سہی — میں نے تم سے اس وقت سب کچھ کہہ دیا تھا اور ٹکڑوں ٹکڑوں میں سنا دیا تھا (اب مجھے یاد آیا)۔ تب بھی تمہیں اس خط کا لب و لہجہ تو معلوم ہی نہیں اور خط میں یہ لب و لہجہ ہی اصلی چیز ہے۔ اب اس وقت میں اسی کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو کیا تھا لب و لہجہ؟" نتاشا نے سوال کیا۔

"دیکھو، نتاشا، مجھے لگتا ہے کہ تم سوال نہیں کر رہی ہو، مذاق کر رہی ہو۔ مذاق مت کرو۔ میری مانو — یہ بہت اہم بات ہے۔ خط کا لب و لہجہ ایسا تھا کہ میرا دل بیٹھ گیا۔ ابا جان نے پہلے کبھی اس طرح مجھ سے بات نہ کی تھی۔ یعنی یہ کہ زمین آسمان اپنی جگہ سے ٹل جائیں لیکن ان کی مرضی کی خلاف‌ورزی نہیں ہو سکتی۔ بس، یہ تھا لب و لہجہ!"

"اچھا تو اب ٹھیک سے بتاؤ۔ تم نے مجھ سے یہ چھپایا کیوں؟"

"افوہ، توبہ ہے میری! چھپایا اس لئے کہ تم کہیں ڈر نہ جاؤ۔ مجھے امید تھی کہ خود ہی اس معاملے کو ٹھکانے لگا لوں گا۔ خیر، تو جب خط پہنچ گیا تو اس کے بعد ابا جان بھی آ پہنچے اور یہیں سے میری مصیبت شروع ہوتی ہے۔ میں نے جی میں ٹھان لی کہ بس، اب میں ان کو کھرے کھرے دوٹوک اور سنجیدہ جواب دے دوں گا، لیکن نہ جانے کیوں، اس کا موقع ہی نہیں آیا، اور انہوں نے بھی مجھ سے پوچھ گچھ نہیں کی۔ ہیں نا وہ بھی بڑے ہوشیار آدمی! بلکہ ہوا یہ کہ انہوں نے ایسا برتاؤ کیا جیسے سب کچھ پہلے ہی طے ہو چکا ہے اور اب ہم باپ بیٹے کے درمیان بحث مباحثے، غلط فہمی یا اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سنتی ہو؟ بحث و دلیل ممکن ہی نہیں جیسے — انہیں اس قدر اپنے اوپر بھروسہ تھا! اور وہ میرے ساتھ ایسی نرمی سے، پیار دلار سے پیش آئے کہ کیا کہوں۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ کس قدر تیز آدمی ہیں وہ، ایوان پترووچ، آپ کو اندازہ نہیں! انہوں نے سب کچھ پڑھ رکھا ہے، ہر بات انہیں معلوم ہے۔ ذرا ایک بار آپ کی نظر ان سے چار ہو جائے وہ فوراً تاڑ جاتے ہیں

کہ آپ کے دل میں کیا ہے ایسے گویا خود اپنے دل کا حال ہو۔ اسی لئے شاید ان کو لوگ یسوعی کہتے ہیں۔ نتاشا کو یہ بات پسند نہیں کہ میرے منہ سے ان کی تعریف نکلے۔ نتاشا، تم بگڑو نہیں۔ تو بس... یہ قصہ ہے۔ اور ہاں، ایک بات رہ گئی۔ کل انہوں نے مجھے کچھ رقم بھی دی اس پوری مدت کے بعد۔ نتاشا، میری جان! ہماری غریبی ختم ہو گئی ہے۔ لو، دیکھو۔ چھہ مہینے میں جتنی رقم انہوں نے میرے جیب خرچ سے کاٹی تھی کل وہ سب کی سب یک مشت دے دی۔ لو، ذرا دیکھو، کتنا روپیہ ہے۔ میں نے تو ابھی تک گنا بھی نہیں۔ ماورا، ذرا دیکھو تو، کتنی بڑی رقم لایا ہوں۔ اب یہ مجبوری نہیں رہی کہ ہم اپنے چمچے اور کفوں کے بٹن رہن رکھتے پھریں۔"

اس نے اپنی جیب سے نوٹوں کا ذرا موٹاسا بنڈل نکالا۔ ہوں گے کوئی پندرہ سو روبل۔ اور ان کو میز پر رکھ دیا۔ ماورا نے اس رقم کو مسرت بھری نظروں سے دیکھا اور الیوشا کی تعریف کی۔ نتاشا نے بہت زور سے اصرار کیا کہ وہ بات پوری کرے۔

"ہاں تو پھر، بات یہ کہ میں نے سوچا، اب کرنا کیا چاہئے؟" الیوشا بولتا چلا گیا۔ "اب میں ان کی مرضی کے خلاف کیسے منہ کھولوں؟ اگر ابھی تک ان کی بدسلوکی میرے ساتھ قائم رہی ہوتی اور وہ اس طرح پسیج نہ گئے ہوتے تو میں آپ دونوں کے آگے قسم کھاکے کہتا ہوں کہ ایک بار سے زیادہ میں نے سوچا بھی نہ ہوتا۔ میں نے تبھی صاف صاف کہہ دیا ہوتا کہ آپ جو سوچ رہے ہیں وہ مجھ سے ہونے کا نہیں۔ میں اب سیانا ہو گیا ہوں، سمجھدار آدمی ہوں، بس، ختم ہوا۔ آپ یقین کیجئے کہ یوں ہی ہوا ہوتا۔ لیکن اب اس صورت میں کیا کہتا؟ مگر آپ لوگ میری خطا مت نکالئے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ نتاشا، تم ناراض ہو مجھ سے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو کیا تک رہے ہو؟ مجھے لگتا ہے کہ آپ دونوں اپنے جی میں سوچ رہے ہیں، لو، بھئی — انہوں نے اس نوجوان کو بہرحال قابو کر ہی لیا، اس میں ذرا بھی پختگی نہیں ہے۔ جناب، مجھ میں ہے پختگی۔ جتنی آپ سمجھتے ہیں اس سے زیادہ ہی مضبوطی ہے مجھ میں! اور ثبوت یہ ہے کہ جو پوزیشن میری تھی اس کے باوجود میں نے جی میں فوراً کہا 'یہ میرا فرض ہے۔ مجھے اپنے باپ سے سب کچھ کہہ دینا چاہئے اور ان

کے کان تک پہنچا دینا چاھئے، ۔ چنانچہ میں نے زبان کھولی ۔ جو کہنا تھا کہہ ڈالا ۔ اور انہوں نے پوری طرح سن لیا ۔،،
''مگر کیا؟ ٹھیک سے بتاؤ، تم نے ان سے کیا کہہ دیا؟،،
نتاشا نے بےتابی سے پوچھا ۔
''یہی کہ بس اب مجھے کسی اور سے شادی کرنی نہیں ہے ۔ جس کو چننا تھا چن چکا — یعنی تم کو ۔ البتہ یہ بات ہے کہ میں نے ان سے یوں دوٹوک نہیں کہہ دیا بلکہ ان کو اس کے لئے تیار کر دیا اور اب کل کہہ بھی دوں گا — میں نے جی میں ٹھان لی ہے ۔ ابتدا یوں کی، میں نے ان سے کہا کہ روپے کے لئے شادی کرنا بڑی شرمناک اور سلاست‌انگیز بات ہے اور یہ کہ ہم جو خود کو خاندانی امیرزادوں میں شمار کریں اس سے بڑھ کر بےوقوفی کیا (میں نے ان سے ایسی بےتکلفی سے کہاجیسے ایک بھائی دوسرے بھائی سے کہتا ہے) ۔ پھر میں نے انہیں سمجھایا کہ دیکھئے میں tiers-état ہوں اور یہ کہ tiers-état c'est l'essentiel* یعنی مجھے اس پر فخر ہے کہ میں بھی دوسروں کی طرح ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کسی سے بھی خود کو برتر سمجھوں... میں نے بہت جوش و خروش اور قائل کرنے والے انداز سے بات‌چیت کی ۔ خود مجھے اپنے اوپر حیرت ہو رہی تھی ۔ اور ان کے اپنے نقطۂ نظر سے ھی میں نے سب ثابت کیا... میں نے ان سے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم لوگ کس قسم کے پرنس ہیں ۔ صرف خاندانی پرنس ہیں ورنہ حقیقت میں کہاں کی شہزادگی رکھی ہے ہمارے پاس؟ اول تو یہی کہ ہم کوئی خاص دولت‌مند نہیں اور دولت ھی اصلی چیز ہے ۔ فی‌الحال تو سب سے بڑا پرنس ہے روتشیلڈ ۔ اور پھر دوسرے یہ کہ ایک زمانہ ھوا اعلی سوسائٹی میں ہمارا کوئی بڑا کارنامہ سننے میں نہیں آیا ۔ ہمارے آخری بزرگ چچا سیمیون والکوفسکی تھے ۔ ان کا نام بھی صرف ماسکو تک محدود تھا اور وہ بھی اس وصف کے ساتھ کہ انہوں نے اپنی رعایا کے آخری تین سو آدمی بھی بیچ کھوچ ڈالے ۔ اور اگر خود ابا جان نے رقم پیدا نہ کی ھوتی تو ان کے

---

* سماج کا تیسرا درجہ... تیسرا درجہ سب سے اھم ہے (فرانسیسی) ۔

پوتے خود ھل چلا رہے ھوتے۔ اس طرح کے پرنس رہ گئے ھیں اب تو۔ بھلا کیا ھے ھمارے پاس جس کا غرور کریں۔ مختصر یہ کہ میں نے وہ ساری باتیں کہہ ڈالیں جو بہت دنوں سے میرے دماغ میں پک رھی تھیں۔ بس، سبھی کچھ سنا دیا — صاف دوٹوک طریقے سے بلکہ حقیقت میں کچھ اور بھی کہا میں نے۔ وہ تو چپ ھی رہے۔ جواب تک نہ دیا انہوں نے۔ الٹا اور مجھے ڈانٹنے لگے کہ میں نے کاؤنٹ نائنسکی کے ھاں آنا جانا کیوں چھوڑ دیا ھے۔ اور پھر بولے کہ مجھے کوشش کرکے پرنسس 'ک، کی نظر میں چڑھنا چاھئے جو میری دھرم ماتا کا درجہ رکھتی ھیں، کیونکہ اگر ان کے حضور میں میری پذیرائی ھوگی تو پھر ھر جگہ آؤبھگت ھوگی اور زندگی بن جائے گی۔ پھر وہ اسی کے بارے میں کہتے سنتے رہے اور سب سے زیادہ اسی بات پر زور دیتے رہے۔ ھر بات میں اسی طرف اشارہ تھا کہ جب سے نتاشا، میرا تمہارا ساتھ ھوا ھے، میں نے سب سے ترک تعلق کر لیا اور یہ تمہارا اثر ھے جو ایسا ھو رھا ھے۔ لیکن انہوں نے ابھی تک تمہارے بارے میں سیدھے طریقے سے کچھ نہیں کہا۔ دراصل وہ خود کتراتے ھیں۔ ھم دونوں بڑی چالاکی سے ایک دوسرے کی تاک لگائے بیٹھے ھیں کہ موقع ملے اور دھر لیں لیکن تم یقین کرنا نتاشا کہ جشن ھماری ھی گلی میں رہے گا۔،،

''اچھا، بہت خوب۔ یہ کہو کہ آخر میں ھوا کیا؟ انہوں نے کیا کہا؟ اصلی بات یہ ھے۔ تم بھی الیوشا کس قدر باتونی ھو...،،

''خدا ھی جانے۔ ان کے دل کی بات سمجھنا بالکل کسی کے بس کی نہیں ھے۔ میں بالکل باتونی نہیں ھوں۔ میں سمجھ کی بات کر رھا ھوں۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔ بس میری ساری بحث پر مسکرا دئے، مسکراھٹ بھی کیا تھی جیسے انہیں میری حالت پر افسوس ھو۔ میں جانتا ھوں کہ واقعی یہ زھرخند توھین آمیز ھے لیکن میں کیوں شرماؤں اس پر۔ بولے کہ تم سے مجھے اتفاق ھے لیکن چلو، ھم کاؤنٹ صاحب نائنسکی کے ھاں چلیں۔ اور دیکھو خیال رکھنا، اس قسم کی کوئی بات وھاں پر منہ سے نہ نکلے۔ میں تو تمہاری بات سمجھتا ھوں۔ وہ لوگ نہیں سمجھتے، انہوں نے اتنا کہا۔ میرے خیال میں انہیں خود وھاں

اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا ۔ وہ لوگ ان سے کسی بات پر
خوش نہیں ھیں ۔ اب سوسائٹی میں غالباً ان کا مان نہیں رھا ۔
کاؤنٹ صاحب شروع میں تو مجھ سے شان و شکوہ سے ملے، بہت
آن بان دکھائی گئی ۔ ایسے بظاھر جیسے انہیں یہ یاد ھی نہیں
رھا کہ میں بھی اسی خانوادے میں پلا بڑھا ھوں ۔ وہ کچھ ذھن
پر زور دے کر یاد کرنے لگے، ھاں واقعی! مطلب یہ ھوا کہ
وہ میرے ناشکرےپن پر ناراض ھیں کسی قدر ۔ اگرچہ سچ پوچھو
تو میری طرف سے کوئی ناشکراپن نہیں ھوا ھے ۔ ان کے محل
میں عجب بےکیفی ھے — صرف اسی لئے میں نے وھاں آنا جانا
ترک کر دیا ۔ میرے ابا جان کا وھاں بڑا رسمی سا خیرمقدم ھوا ۔
اس قدر رسمی کہ میری سمجھ میں نہ آیا کہ آخر وہ وھاں جاتے
ھی کیوں ھیں ۔ مجھے سخت ناگوار گزرا ۔ بیچارے ابا جان وھاں
خود کو نیچ بنائے لے رھے ھیں ۔ میں خوب سمجھتا ھوں کہ یہ
سب میری بدولت ھے ۔ مگر مجھے خود تو کچھ نہیں چاھئے ۔
میں نے سوچا تھا کہ جو کچھ میں محسوس کر رھا ھوں وہ بعد
میں ابا جان سے کہہ دوں گا لیکن ضبط کرکے رہ گیا ۔ اور واقعہ
یہ ھے کہ کہنے سے حاصل بھی کیا؟ انہوں نے اپنی جگہ جو
سوچ رکھا ھے اسے تو میں بدلنے سے رھا ۔ کہہ کر صرف ان کی
فکر و پریشانی میں ھی اضافہ کروں گا، ویسے بھی وہ آجکل پریشانیوں
میں رھتے ھیں ۔ خیر، تو میں نے سوچا — کوئی بات نہیں، میں
چالاکی سے کام لوں گا اور ان سب کے چھکے چھڑا دوں گا ۔ کاؤنٹ
صاحب کو میری عزت کرنی پڑے گی ۔ اور کیا سمجھے تم لوگ؟
میں اپنے مقصد میں کامیاب ھوا ۔ دن بھر کے اندر فوراً ھر چیز
بدل گئی ۔ اب جناب کاؤنٹ کی عقل شریف میں نہیں آ رھا تھا کہ
مجھے کہاں اٹھائیں، کہاں بٹھائیں ۔ یہ سب میرا کیا دھرا تھا ۔
صرف میرا ۔ محض میری چالاکی کی بدولت یہ نوبت پہنچی کہ خود
ابا جان حیران تھے اور ھاتھ پھیلا کر رہ گئے!..،،

''سنو، الیوشا، اچھا ھو کہ تم اصل معاملے کے بارے میں
ھی بات کرو!،، نتاشا بےصبری سے چیخی ۔ ''میں سمجھی تھی
کہ تم کچھ ھمارے متعلق بتاؤ گے لیکن تم ھمیں صرف یہ سنانے
پر تلے ھوئے ھو کہ کاؤنٹ نائنسکی کے یہاں تم نے کیا کمال
دکھائے ۔ بھلا مجھے تمہارے کاؤنٹ صاحب سے کیا لینا ۔،،

’’کیا لینا؟ سنتے ہیں آپ ایوان پترووچ، وہ کہتی ہیں ’کیا لینا،؟ جی ہاں، اسی میں تو اصل بات ہے۔ تم خود دیکھ لوگی ابھی۔ آخر میں پہنچ کر سب کھل جائے گا۔ ذرا مجھے کہہ لینے دو... اور آخر (آدمی صاف کھل کر کیوں نہ کہے!) بات یہ ہے کہ نتاشا اور آپ بھی ایوان پترووچ، ممکن ہے کہ میں دراصل بہت ہی، یعنی بہت ہی نامعقولیت سے کام لے رہا ہوں، بلکہ یوں فرض کریں کہ حماقت سرزد ہو رہی ہے (کیوں کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے)۔ تاہم اس قصے میں آپ یقین کیجئے گا کہ میں نے بڑی ہی ہوشیاری دکھائی ہے... بلکہ سچ پوچھو تو اصل میں عقلمندی کا کرشمہ۔ یہاں تک کہ میں تو جانوں آپ خود بہت خوش ہوں گے اس بات سے کہ میں سدا کا... بے وقوف نہیں ہوں۔‘‘

’’ارے نہیں — کیا بات کرتے ہو الیوشا، بس کرو۔ میری جان!..‘‘

نتاشا کو یہ برداشت نہیں ہو سکا کہ الیوشا کو بے وقوف سمجھا جائے۔ بارہا ایسا ہو چکا تھا کہ وہ مجھ سے خفا ہو جاتی تھی اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہتی تھی، جب کبھی میں بلاتکلف اور بے احتیاط طریقے سے الیوشا کے سامنے ثابت کرنے لگتا کہ بھئی، تم سے بے وقوفی سرزد ہوئی ہے۔ اس کی یہ دکھتی رگ تھی۔ اسے گوارا نہ ہوتا تھا کہ الیوشا کی توہین ہوتے دیکھے اور غالباً محسوس زیادہ اس لئے ہوتا تھا کہ وہ خود بھی الیوشا کی معذوریوں کو سمجھتی تھی۔ لیکن نتاشا نے اس پر کبھی اشارے میں بھی یہ بات ظاہر نہ کی تھی اس خیال سے کہ کہیں الیوشا کی خودپسندی کو ٹھیس نہ لگے۔ بہرحال وہ خود اس خاص معاملے میں بہت حساس تھا اور ہمیشہ نتاشا کی دلی کیفیت کا اندازہ کر لیتا تھا۔ نتاشا یہ دیکھتی اور اسے صدمہ پہنچتا اور پھر وہ اسی وقت الیوشا کی تعریفیں کر ڈالتی اور اس سے لاڈ کرنے لگتی۔ اسی لئے الیوشا کے الفاظ نے نتاشا کے دل میں ٹیس پیدا کی...

’’بکواس ہو چکی۔ الیوشا، تم صرف من موجی آدمی ہو۔ تم بالکل اس قسم کے نہیں ہو‘‘ نتاشا نے ٹوک کر کہا۔ ’’تم آخر خود کو گرا کیوں رہے ہو؟‘‘

’’اچھا تو خیر، یہ بھی ہوا۔ اب ذرا مجھے پورا قصہ کہہ

لینے دو - جب کاؤنٹ صاحب کے یہاں یوں استقبال ہوا تو ابا جان بھی شاید مجھ پر ناراض ہوئے - میں نے سوچا، کوئی بات نہیں، دیکھتے جاؤ - وہاں سے ہم پرنسس صاحبہ کی طرف روانہ ہوئے - میں نے بہت زمانے سے سن رکھا تھا کہ وہ اتنی بوڑھی ہیں کہ قریب قریب سٹھیا گئی ہیں اور اونچا بھی سنتی ہیں، اس کے علاوہ انہیں پلوں کا بڑا شوق ہے - کتوں کا ایک اچھا خاصا گلہ پال رکھا ہے اور انہیں جان سے پیارا رکھتی ہیں - ان سب باتوں کے باوجود سماج میں وہ بہت باأثر ہیں - یہاں تک کہ اور تو اور خود کاؤنٹ نائنسکی دی گریٹ ان کے آگے سر تعظیم خم کرتے ہیں - چنانچہ میں نے راستے میں منصوبہ گانٹھ لیا کہ اب آگے کیا کرنا ہے - اور آپ کیا سمجھے، بھلا میں نے اس کی بنیاد کس چیز پر رکھی؟ اس پر کہ کتے ہمیشہ میرے گرد ہو جاتے ہیں - خدا بچائے - میں نے خود اندازہ کیا ہے - یا تو یہ اس وجہ سے ہوگا کہ میری ذات میں کوئی مقناطیسی کشش موجود ہے یا پھر اس لئے کہ مجھے سب طرح کے جانور پسند ہیں - پتہ نہیں، کتے ہی مجھے پیار کرتے ہیں یا کیا، ہے کوئی ایسی ہی بات - اور ہاں، اب یہ مقناطیسی کشش کا جو ذکر آیا تو میں نے نتاشا تم سے اب تک اس کا تذکرہ نہیں کیا - ابھی حال کی بات ہے کہ ہم نے روحوں کو بلایا تھا، میں ایک آدمی کے پاس تھا جو روحوں کو بلانے کا عمل کرتا ہے - کس قدر عجیب لگتا ہے - ایوان پتروِوچ، واقعی مجھ پر بڑا اثر ہوا - میں نے کہا، اچھا جولیس سیزر* کو بلوائیے -"

"اف - خدایا، تمہیں جولیس سیزر کی کیا ضرورت آ پڑی تھی؟"
نتاشا قہقہوں میں ڈوب کر چلائی - "یہی رہ گیا تھا ہونے کو!"

"کیوں، کیا ہے - میں کوئی بھلا وہ ہوں کہ... مجھے جولیس سیزر کو بلوانے کا حق نہیں پہنچتا؟ اور اس سے جولیس سیزر کا کیا حرج ہوتا؟ اوپر سے ہنس رہی ہیں!"

"خیر، کچھ نہیں، کوئی حرج نہیں تھا اس کے بلوانے میں... میری جان - اچھا یہ بتاؤ، تم سے جولیس سیزر نے کیا کہا؟"

---

* سیزر، ھائی جولیس (تقریباً ۱۰۰ تا ۴۴ ق م) — روم کا بادشاہ اور مشہور سپہ‌سالار - (ایڈیٹر)

”ھائے، اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ میں نے بس ھاتھ میں پنسل تھام لی اور پنسل خود بخود کاغذ پر لکھتی چلی گئی۔ بتایا گیا کہ جولیس سیزر لکھ رہے ھیں۔ مجھے تو اس کا یقین نہیں۔“

”مگر جولیس سیزر نے لکھا کیا؟“

”ھاں تو انھوں نے کوئی ایسی چیز لکھی جیسے وہ گوگول کے ھاں ھے کہ ’اندر ڈبوؤ...، * بس بہت ھو چکا، ھنسی ٹھٹھا۔“

”اچھا اب تم وہ پرنسس والی بات تو بیان کرو۔“

”تم تو بیچ بیچ میں رخنہ ڈال رھی ھو۔ خیر، ھم پہنچے پرنسس کے ھاں۔ اور میں نے پہنچتے ھی سمی کو چمکارنا شروع کر دیا۔ یہ سمی نہایت بےھودہ اور خوفناک قسم کی بوڑھی کتیا ھے۔ بڑی لیچڑ اور منہ مارنے کی شوقین۔ پرنسس کو اس کتیا سے جنون کی حد تک پیار ھے بلکہ اس پر دل و جان سے فدا ھیں۔ میرا تو خیال ھے کہ مالکن اور کتیا دونوں کی ایک ھی عمر ھوگی۔ شروع میں نے یوں کیا کہ سمی کو مٹھائی کی گولیاں کھلانے لگا اور دس منٹ کے اندر اندر میں نے اسے ھاتھ ملانا سکھا دیا جو یہ لوگ اب تک نہیں سکھا سکے تھے۔ پرنسس خوشی سے پھولی نہیں سمائیں بلکہ فرط مسرت میں ان کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے: ’ارے سمی، سمی، سمی کو دیکھو، ھاتھ ملا رھی ھے! کوئی شخص اندر آیا: ’دیکھو تو سمی ھاتھ ملا رھی ھے! میرے منہ بولے بیٹے نے اسے ھاتھ ملانا سکھا دیا!، کاؤنٹ نائنسکی صاحب بھی آ پہنچے: ’افوہ، سمی ھاتھ ملا رھی ھے!، پرنسس صاحبہ نے میری طرف شکرگزار نگاھوں سے قریب قریب آنسو بھرکر دیکھا۔ وہ بذات خود حد سے زیادہ اچھی خاتون ھیں۔ مجھے ان کے حال پر بڑا ترس بھی آیا۔ مگر میں نے موقع کو ھاتھ سے نکلنے نہیں دیا اور ان کی تعریف میں قصیدے شروع کر دئے۔ ایک ان کے پاس نسوار کی ڈبیہ ھے جس پر ان کی شبیہ بنی ھوئی ھے۔ یہ شبیہ اس وقت کی ھے جب وہ دلہن بنی تھیں، کوئی ساٹھ سال

---

* گوگول کے منظر ”مقدمہ“ کا ایک کردار بتاتا ھے کہ اس کی ایک بیمار رشتہ‌دار نے اپنے وصیت‌نامے کے آخر میں اپنے نام کی بجائے لفظ ”اندر ڈبوؤ“ لکھ دیا تھا۔ (ایڈیٹر)

پہلے۔ ان سے وہ ڈبیہ گر گئی۔ میں نے فوراً اٹھالی اور حیرت سے چیخا جیسے پہلے مجھے معلوم نہ تھا : Quelle charmante*' peinture! واہ کیا بےمثال حسن ہے!'، بس، اس سے تو وہ بالکل ہی پگھل گئیں اور مجھ سے کبھی ادھر کی، کبھی ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں تعلیم پائی ہے، کس کس کے ہاں آنا جانا ہے؟ بولیں کہ میرے سر کے بال بہت خوب ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلے کو بڑھانے کے لئے میں نے انہیں ایک اسکینڈل سنا ڈالا جس پر انہیں ہنسی آئی۔ انہیں اس قسم کی چیزیں بہت پسند ہیں۔ انہوں نے یوں تو میری جانب انگلی اٹھائی (یعنی بری بات!) مگر اس کے باوجود انہیں ہنسی بہت آئی۔ جب انہوں نے مجھے رخصت کیا تو پیار کیا، دعائیں دیں اور وعدہ لیا کہ دیکھو روزانہ آیا کرو تاکہ جی بہلتا رہے۔ کاؤنٹ صاحب نے بھی میرا ہاتھ دبایا، ان کی آنکھوں میں چکنائی پیدا ہو گئی۔ اور ابا جان جو یوں بھی بہت شریف، نیک‌دل، مہربان اور باعزت آدمی ہیں، لیکن آپ یقین کیجئے، نہ کیجئے، اس روز جب ہم دونوں گھر واپس آئے تو وہ خوشی کے مارے روتے روتے سنبھل گئے۔ انہوں نے مجھے گلے لگایا اور کھل کر بات کرنے پر اتر آئے، مگر ذرا رازداری کے ساتھ کھل کر بات کی۔ مجھے سمجھانے لگے کہ کیریئر یعنی آدمی کا مستقبل، تعلقات، شادی اور روپیہ کتنی ضروری چیزیں ہیں۔ بہت سی ایسی باتیں انہوں نے کہیں کہ میں سمجھا بھی نہیں۔ اور اس کے بعد ہی انہوں نے مجھے یہ روپیہ بھی دیا۔ کل کا ذکر ہے یہ۔ اب مجھے پھر کل وہاں پرنسس صاحبہ کے ہاں جانا ہے۔ کچھ بھی ہو، میرے ابا جان بےحد باعزت آدمی ہیں۔ کوئی برا خیال مت رکھنا ان کے بارے میں۔ یہ اور بات ہے کہ نتاشا، وہ مجھے تم سے جدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ محض اس وجہ سے ہے کہ ان کی آنکھوں میں چکاچوندھ ہو گئی ہے اور وہ کاتیا کے لاکھوں کی رقم پر دانت لگائے ہوئے ہیں اور تمہارے پاس رقم ہے نہیں۔ وہ رقم بھی چاہتے ہیں تو صرف میرے خیال سے۔ تمہارے ساتھ ان کی ناانصافی اس لئے ہے کہ وہ تمہارے بارے میں علم نہیں رکھتے۔

---

* واہ کیا لاجواب نقاشی ہے! (فرانسیسی)

کیا سبب ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کی خوشی نہیں دیکھنا چاہتا؟ اور یہ ان کی خطا نہیں ہے جو وہ خوشی اور مسرت کو لاکھوں کی رقم سے ناپتے ہیں۔ یہ سب لوگ ایک ہی قسم کے ہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ ان کو انہی کے نقطۂ نظر سے جانچے تب کہیں آپ کو اندازہ ہوگا کہ نہیں، وہ راستی پر ہیں۔ میں نے جان بوجھ کر تمہارے پاس آنے کی جلدی مچائی نتاشا، صرف اس لئے کہ تمہیں اطمینان دلا دوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے ابا جان کی طرف سے تمہارا دل صاف نہیں ہے اور اس میں تمہاری بھی کیا خطا... میں کوئی تمہیں الزام نہیں دیتا...''

''تو معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ اس قدر کہ تم نے پرنسس کی نظر میں اپنی حیثیت بنا لی؟ تو تمہاری ساری ہوشیاری کا حاصل یہی کچھ ہوا نا؟'' نتاشا نے سوال کیا۔

''نہیں بالکل نہیں۔ میں کہوں گا کہ ایسا نہیں ہے۔ ابھی تو صرف آغاز ہے... میں نے تمہیں پرنسس کا قصہ صرف اس خیال سے سنایا کہ بتا سکوں کہ انہی کے ذریعے سے ابا جان پر میری گرفت ہوگی۔ لیکن اصل قصہ جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا۔''

''اچھا تو وہ بھی کہو۔''

''آج میرے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ بہت ہی عجیب واقعہ ہے۔ ابھی تک میں حیرت‌زدہ ہوں'' الیوشا نے بیان جاری رکھا۔ ''میں آپ کو یہاں پر یہ بتا دوں کہ اگرچہ میرے ابا جان اور کاؤنٹیس صاحبہ کے درمیان میری منگنی طے ہو چکی ہے لیکن ابھی تک کوئی باضابطہ اعلان اس بات کا نہیں ہوا ہے اس لئے کسی لمحے بھی یہ رشتہ توڑا جا سکتا ہے اور کوئی ہنگامہ یا کوئی بات نہیں ہوگی۔ صرف ایک کاؤنٹ نائنسکی صاحب ہیں جنہیں اس بات کی خبر ہے۔ مگر وہ پھر بھی ہمارے اپنے عزیز اور محسن سمجھے جاتے ہیں۔ اچھا اس سے بڑھ کر یہ کہ اگرچہ کاتیا سے میری اچھی خاصی ملاقات پچھلے دو ہفتوں سے چل رہی ہے لیکن ہم دونوں نے آج شام تک ایک بار بھی مستقبل یعنی شادی وغیرہ کے بارے میں — یعنی یوں کہو کہ محبت کا ایک لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا۔ اس کے علاوہ قاعدے کی بات ہے کہ پہلے ہمیں پرنسس 'ک' کی رضامندی حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ وہی ہیں جن سے امید ہے

کہ سرپرستی کا ھاتھ رکھیں گی اور زر و زیور کی بارش کریں گی۔ جو وہ کہہ دیں گی دنیا وھی کہے گی — ان کا اثر و رسوخ بڑا ھے... اور سب سے زیادہ جو چیز مقصود ھے انہیں وہ یہ کہ پرنسس 'ک، ھی مجھے سماج میں آگے بڑھا سکتی ھیں۔ لیکن زیادہ‌تر یہ اصرار کاتیا کی سوتیلی ماں کاؤنٹیس کی طرف سے ھو رھا ھے جو اس معاملے کو طے کرنے پر تلی ھوئی ھیں۔ نکتہ اس میں یہ ھے کہ غالباً بڑی پرنسس کو غیرسلکوں میں ان کے کرتوت سے شکایت ھے اس لئے وہ اپنے خاندان میں کاتیا کی ماں کو لینے کے لئے تیار نہیں اور بڑی پرنسس نہ مانیں، تو پھر کوئی بھی منہ نہیں لگائے گا شاید۔ چنانچہ کاتیا سے میرا رشتہ گویا انہیں ایک اچھا بہانہ مل گیا ھے۔ چنانچہ وھی کاؤنٹیس جو اس رشتے کے سخت خلاف رھی ھیں، اب اس سے بہت خوش ھوئیں کہ مجھے پرنسس کے ھاں خاص عزت نصیب ھوئی۔ مگر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات جو مجھے کہنی تھی وہ یہ ھے کہ اگرچہ کاتیرینا فیودوروونا سے میری ملاقات پچھلے سال سے ھے، پھر بھی میں اس وقت تک محض لڑکا تھا، نہ تو کچھ سمجھ سکا تھا اور نہ کچھ دیکھ سکا تھا اس لڑکی میں...،،

”یوں سمجھو کہ اس وقت تک تم مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے،، نتاشا بیچ میں بول پڑی۔ ”اور اسی لئے تم اس لڑکی میں کچھ دیکھ نہ سکے۔ اور اب...،،

”بولو مت نتاشا!،، الیوشا گرم ھوکر بولا ”تم غلطی پر ھو، اور میری توھین بھی کر رھی ھو!.. میں تمہاری بات کا جواب تک نہیں دوں گا۔ تم سنتی جاؤ۔ خود مان لوگی... اور کاش تمہیں خبر ھوتی کہ کاتیا کیا ھے! کاش تمہیں اندازہ ھوتا کہ کیا نازک، نفیس، فاختہ جیسی روح اس نے پائی ھے! مگر تمہیں معلوم ھوجائے گا، ذرا مجھے اپنی بات ختم کر لینے دو۔ کوئی دو ھفتہ پہلے جب میرے ابا جان مجھے ان لوگوں کے ھاں لے کر پہنچے، وہ لوگ ابھی ابھی سفر سے لوٹے تھے، تو میں نے غور سے اس لڑکی کا جائزہ لینا شروع کیا۔ میں نے تاڑ لیا کہ وہ بھی مجھے توجہ سے دیکھتی ھے۔ اس پر میرا تجسس بڑھ گیا۔ اور اس کے بارے میں کیا کہنا کہ اس لڑکی کے متعلق زیادہ جاننے کی طرف ایک خاص توجہ تھی ھی میری۔ اور اس وقت سے تھی جب سے مجھے ابا جان کا وہ خط ملا تھا جس کا مجھ پر اتنا اثر ھوا۔ میں اس لڑکی کے

بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں اس کی تعریف نہیں کرنے والا۔ البتہ صرف ایک بات کہوں گا — وہ کیا کہ اپنے حلقے والوں کی وہ بالکل ضد واقع ہوئی ہے۔ اس قدر اچھوتی طبیعت اس نے پائی ہے، ایسی جاندار اور راست‌باز روح ہے، صداقت اور پاکیزگی میں اس قدر پختہ‌کار مزاج ہے کہ میں تو اس کے سامنے بالکل بچہ لگتا ہوں، قطعی چھوٹا بھائی اگرچہ اس کی عمر صرف سترہ برس کی ہے۔ ایک اور بات جس کا مجھے اندازہ ہوا کہ اس میں ایک نہایت مغموم کیفیت بسی ہوئی ہے، کوئی درپردہ سی شے۔ بہت کم‌سخن ہے وہ۔ گھر پر بھی بولتی چالتی نہیں جیسے بولتے ڈرتی ہو... لگتا ہے کہ اپنے ہی کسی خیال میں غرق ہے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ شاید میرے ابا جان سے وہ گھبرائی ہوگی۔ اسے اپنی سوتیلی ماں بھی پسند نہیں ہیں۔ میرا اندازہ ہے یہ۔ خود کاؤنٹیس ہی نے اپنے کسی مطلب سے یہ خبر پھیلائی ہے کہ میری سوتیلی بیٹی مجھے بہت چاہتی ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ کاتیا بےچون و چرا اس کا کہنا مانتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ماں بیٹی میں اس بارے میں کوئی سمجھوتہ ہے۔ چار دن ہوئے تمام مشاهدوں کے بعد میں نے طے کیا کہ اب اپنے ارادے کو عمل میں لانا چاهئے۔ چنانچہ آج شام میں نے وہی کیا۔ میرا منصوبہ یہ تھا کہ کاتیا سے سب کچھ کہہ ڈالوں گا، اس کے سامنے پورا اعتراف کر لوں گا اور اسے اپنا طرفدار بنا لوں گا اور اس طرح یہ سارا قصہ ختم ہو جائے گا...،،

''کیا مطلب تمہارا؟ کیا کہنا تھا، کس بات کا اعتراف کرنا تھا؟،، نتاشا نے بےچینی سے سوال کیا۔

''سب کچھ قطعی طور سے، ہر بات،، الیوشا نے جواب دیا۔ ''خدا کا شکر کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطا کی اور میری ہمت بندھائی۔ لیکن پھر کیا ہوا، سنو! چار دن ہوئے کہ میں نے طے کر لیا کہ تم دونوں سے الگ رہوں اور آپ سے ہی آپ اس قصے کا خاتمہ کر دوں۔ اگر میں آپ لوگوں کے پاس ہوتا تو مجھے یہ سب کرنے میں جھجک ہوتی رہتی۔ صرف آپ کی باتیں سنتا رہتا اور خود کچھ کرنے کی جرأت کبھی نہ ہوتی۔ لیکن جب میں اکیلا رہ گیا اور خود کو اس پوزیشن میں کر لیا جس میں ہر منٹ اپنے آپ کو یاد دلاتا رہوں کہ مجھے یہ کرنا ہے، یہ قصہ ختم کر دینا

ہے، ختم کر ہی ڈالنا ہے، تو بہرحال میں نے جی کڑا کر لیا اور اسے ختم کر ڈالا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ کے سامنے اس وقت آؤں جب سارا قصہ نمٹ چکا ہو اور وہ اب نمٹ چکا ہے!''

''کیا؟ کیسے آخر؟ کیا صورت ہوئی؟ جلدی سے بتاؤ!''

''بڑی سیدھی سی بات ہے۔ میں نے کاتیا سے ہی نہایت صفائی، جرأت اور ایمان‌داری کے ساتھ رجوع کیا... لیکن پہلے میں آپ کو ایک اور بات بتا دوں جو اس سے ذرا پیشتر واقع ہوئی اور اس سے میں کافی چونک گیا۔ گھر سے باہر نکلنے کے منٹ بھر پہلے ابا جان کو ایک خط ملا۔ میں ان کے مطالعے کے کمرے میں جا رہا تھا، جاتے جاتے دروازے میں رک گیا۔ ان کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ اس خط کا ان پر ایسا جادو ہوا کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگے، آپ ہی آپ منہ سے ہاں، ہوں کرتے گئے، اور کمرے میں اکیلے بےخبر ٹہلتے رہے۔ اور ایک دم سے ہنسی چھوٹ گئی۔ خط اس وقت ان کے ہاتھ میں تھا۔ میں اندر قدم رکھتے گھبرایا اور منٹ بھر باہر ہی ٹھیرا رہا۔ ابا جان کسی بات پر ایسے مزے میں آئے ہوئے تھے، اس قدر لطف لے رہے تھے کہ بس، وہ مجھ سے کچھ عجب طرح مخاطب ہوئے، ایک دم بات توڑی اور کہا کہ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ اگرچہ ابھی ہمارا باہر جانے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ آج ان کے ہاں گھر میں کوئی باہر کا آدمی بھی نہ تھا، بس ہم دو ہی تھے اور ہاں، نتاشا، تمہارا اندازہ غلط ہے کہ دعوت تھی وہاں، کسی نے تمہیں غلط اطلاع دی۔''

''افوہ، اصل بات سے مت بھٹکو الیوشا، مہربانی کرکے یہ بتاؤ کہ تم نے کاتیا سے کیسے کہا؟''

''خوش‌قسمتی سے کاتیا کے ساتھ دو گھنٹے تنہائی کے مل گئے۔ اور میں نے اس سے کہا کہ اگرچہ لوگ میرا تمہارا رشتہ ٹھیرا رہے ہیں لیکن ہماری شادی ممکن نہیں ہے۔ میرے دل میں تمہاری بڑی جگہ ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تم ہی چاہو تو مجھے بچا سکتی ہو۔ پھر میں نے اس کے سامنے ہر ایک بات کا اعتراف کر لیا۔ ذرا خیال تو کرو کہ اسے ہمارے معاملے کا کچھ بھی پتہ نہیں تھا، نتاشا! میرے تمہارے قصے کا کوئی علم نہ تھا۔ کاش تم دیکھتیں کہ اس پر کس قدر اثر ہوا۔ شروع میں تو وہ چونک ہی پڑی تھی۔ چہرے سے لہو اڑ گیا۔ بالکل

سفید پڑ گئی۔ میں نے اسے سارا قصہ سنایا کہ کیسے تم نے میری خاطر اپنا گھربار چھوڑا، کیسے ہم دونوں تب سے ایک ساتھ رہتے ہیں اور اب ہم دونوں کس درجہ پریشان ہیں۔ ہر طرف سے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ آخری اپیل آپ سے کر رہے ہیں کہ (میں نے اسے تمہارا نام بھی بتا دیا، نتاشا) آپ ہماری حمایت کیجئے۔ اور اپنی سوتیلی ماں سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ مجھ سے آپ شادی نہیں کریں گی۔ بس اسی میں ہمارا چھٹکارا ہے اور کسی اور سے کوئی توقع نہیں کرنی ہے۔ اس لڑکی نے اس قدر دلچسپی اور ہمدردی سے ساری باتیں سنیں۔ اس لمحے اس کی آنکھیں، کیا کہوں کہ کیسی لگ رہی تھیں۔ ساری روح سمٹ آئی تھی ان آنکھوں میں تم جانو۔ آنکھیں اس کی قطعی نیلی ہیں۔ اول تو اس نے شکریہ ادا کیا کہ میں نے اس پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا، پھر یہ قول دیا کہ اچھا، جتنا مجھ سے ہو سکے گا مدد کروں گی۔ پھر وہ تمہارے بارے میں پوچھنے لگی۔ کہنے لگی کہ تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ مجھ سے کہا کہ تم تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ تم سے ٹھیک بہن کی طرح محبت کرتی ہے اور تم سے بھی اسی کی خواہاں ہے۔ جب اس نے میری زبانی سنا کہ میں تم سے پانچ دن سے ملنے نہیں آیا ہوں تو فوراً اصرار کرنے لگی کہ جاؤ۔ ملنے جاؤ...،،

نتاشا پر اثر ہوا۔

''اور تم تھے کہ اتنی دیر سے کسی بہری پرنسس کا قصہ سنانے میں وقت ضائع کئے چلے جا رہے تھے۔ ہائے، الیوشا، الیوشا!،، نتاشا اسے ملامت بھری نظر سے دیکھ کر چلائی۔ ''اچھا تم مجھے کاتیا کے بارے میں بتاؤ۔ خوش خوش تھی وہ؟ جب اس نے تمہیں رخصت کیا تو اچھے موڈ میں تھی؟،،

''ہاں وہ اس پر تو خوش تھی کہ ایک نیک کام کیا لیکن خود رو پڑی۔ کیونکہ وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہے، نتاشا۔ اس نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ اسے ابھی مجھ سے محبت شروع ہی ہوئی ہے۔ عام طور سے وہ لوگوں سے ملتی ملاتی نہیں ہے اور یہ کہ بہت عرصے سے اس کی چشم توجہ میری طرف تھی۔ اس کی نگاہ مجھ پر خاص طور پر اس لئے پڑی کہ چاروں طرف مکاری اور فریب ہی فریب نظر آتا ہے، اور میں اس کے خیال میں ایک مخلص

اور ایمان‌دار آدمی ٹھیرا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بولی ’اچھا تو الکسئی پتروو‌چ، خدا کا سایہ رہے آپ پر، میں نے تو سوچا تھا کہ...، جملہ پورا کئے بغیر ہی اس کے آنسو ابل پڑے اور وہ کمرے سے چل دی۔ ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کل وہ اپنی سوتیلی ماں سے کہہ ڈالےگی کہ اسے مجھ سے شادی نہیں کرنی ہے اور میں بھی کل ابا جان سے صاف صاف دلیری سے دوٹوک کہہ دوں‌گا۔ کاتیا نے مجھے اس پر ٹوکا کہ پہلے ہی میں نے ابا جان سے کیوں نہ کہہ دیا۔ ’باعزت شریف آدمی کو کسی بات سے ڈرنا نہ چاہئے!، کس قدر اچھے دل کی لڑکی ہے واقعی! وہ بھی میرے ابا جان کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی۔ کہتی ہے کہ وہ زیادہ چالاک ہیں اور روپے کے پھیر میں پڑے رہتے ہیں۔ میں نے ابا جان کی طرفداری کی۔ لیکن اسے میری بات کا یقین نہ آیا۔ اگر کل ابا جان سے میں منوا نہ سکا (اور کاتیا کا تو خیال ہے کہ میں کامیاب نہ رہوں‌گا) تو اس کی بھی رائے یہی ہے کہ پھر مجھے پرنسس ’ک، کی حمایت حاصل کرنی چاہئے۔ وہ مان جائیں تو کسی کی مجال نہیں جو مخالفت کرے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو قول دیا کہ بہن بھائی کی طرح رہیں‌گے۔ کاش تمہیں اس کی کہانی معلوم ہوتی۔ اس کا بھی دل کس قدر دکھا ہوا ہے۔ سوتیلی ماں کے ساتھ وہ اپنی زندگی کو، اپنے ماحول کو کس قدر بےزاری کے ساتھ دیکھتی ہے... اس نے صاف صاف تو مجھ سے کچھ نہیں کہا ایسے گویا مجھ سے بھی اسے اندیشہ ہو، لیکن اس کی زبان سے جو الفاظ نکلے ان سے مجھے اس کا اندازہ ہو ہی گیا۔ نتاشا جان! وہ تم کو اگر دیکھ لے تو مل کے کتنی خوش ہوگی! کیا نرم اور شریف دل اس نے پایا ہے! اس سے مل کر ایسا اپناپن لگتا ہے کہ بس! تم دونوں کو قسمت سے ایک دوسرے کی بہن ہونا اور ایک دوسرے سے محبت کرنا بدا ہے۔ سارے وقت میں بس یہی سوچتا رہا۔ اور واقعی میرا دل چاہتا ہے کہ تم دونوں کو ملا دوں اور پاس کھڑا دونوں کو پیار سے دیکھتا رہوں۔ نتاشا پیاری اپنے دل میں کوئی ایسا ویسا خیال نہ لانا، اور مجھ سے اس کا ذکر سنے جانا۔ میرا یہی جی چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے اس کا اور اس کے سامنے تمہارا ذکر کرتا رہوں۔ تم

جانتی ہو کہ میں تمہیں اتنا چاہتا ہوں کہ کسی کو نہیں چاہتا، اس کو بھی اتنا نہیں چاہتا... تم میری سب کچھ ہو!،،

نتاشا ٹک ٹک اسے دیکھتی رہی، اس کی نظر میں پیار بھی تھا اور کوئی ملال بھی۔ الیوشا کے لفظوں سے گویا اسے راحت بھی مل رہی تھی اور ساتھ ساتھ نہ جانے کس قسم کی اذیت بھی۔

''اور بہت دن کی بات ہے، کوئی دو ہفتے کی کہ کاتیا مجھے بہت ہی شاندار لگتی تھی،، وہ کہتا چلا گیا۔ ''میں ہر شام ان لوگوں کے ہاں جایا کرتاتھا، سمجھیں تم! اور جب میں گھر واپس آتا تو اسی کا خیال رہتا، تم دونوں کا خیال۔ میں سوچتا رہتا اور تم دونوں کا مقابلہ کرتا رہتا۔،،

''اچھا تو، ہم دونوں میں سے کون بہتر ٹھہرا؟،، نتاشا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کبھی تم، کبھی وہ۔ لیکن آخر میں تم ہی بہتر نکلتی تھیں۔ اور دوسری طرف یہ کہ جب میں کاتیا سے باتیں کرتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میں نہ جانے کیسے کچھ زیادہ دانش‌مند، کچھ زیادہ نیک سیرت ہو جاتا ہوں۔ لیکن کیا ہے۔ کل، بس کل کے دن سب کچھ طے ہو جائے گا۔،،

''تو کیا تمہیں اس پر ترس نہیں آتا؟ وہ تم سے پیار کرتی ہے، ہے نا؟ تم کہتے ہو کہ خود تم نے محسوس کیا۔،،

''ہاں، دل تو دکھتا ہے نتاشا۔ مگر ہم تینوں ایک دوسرے سے پیار کریں گے اور پھر...،،

''اور پھر خدا حافظ!،، نتاشا دبی زبان سے بول پڑی جیسے خود سے کہہ رہی ہو۔ الیوشا ھکا بکا رہ گیا۔

لیکن ہماری گفتگو میں نہایت اچانک طور پر کھنڈت پڑ گئی۔ باورچی‌خانے میں، جو ساتھ ساتھ ڈیوڑھی بھی تھا، ہلکا سا شور سنائی دیا جیسے کوئی اندر داخل ہوا ہو۔ منٹ بھر بعد ماورا نے دروازے کا پٹ کھولا اور الیوشا کو آہستہ سے سر کا اشارہ کیا۔ ہم سب اس کی طرف مڑ گئے۔

''کوئی تمہیں بلا رہا ہے۔ ذرا تکلیف کرو،، اس نے پراسرار آواز میں کہا۔

''مجھے اس وقت کون بلانے والا ہو سکتا ہے؟،، الیوشا نے بھونچکے ہوکر ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا جاتا ہوں۔،،

باورچی‌خانے میں اس کے باپ پرنس کا باوردی اردلی کھڑا تھا۔ معلوم ہوا کہ پرنس نے گھر واپس جاتے ہوئے نتاشا کے مکان کے سامنے گاڑی روکی اور اوپر آدمی بھیجا کہ پتہ لگائے، الیوشا یہاں موجود ہے یا نہیں۔ اردلی یہ بتا کر الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

''عجیب بات! پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا،، الیوشا نے الجھن میں پڑتے ہوئے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ ''آخر اس کا مطلب کیا؟،،

نتاشا نے فکرمند نظر سے اسے دیکھا۔ اتنے میں ماورا نے دوبارہ دروازہ کھولا۔

''خود پرنس آ پہنچے ہیں!،، ماورا نے جلدی جلدی زیرلب کہا اور فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

نتاشا پیلی پڑ گئی اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک دم اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ میز کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی اور اضطراب کے عالم میں دروازے کی طرف دیکھا جس سے ناخوانده مہمان داخل ہونےوالا تھا۔

''نتاشا، گھبراؤ نہیں۔ تم میرے ساتھ ہو۔ میں تمہاری ذلت نہ ہونے دوں‌گا،، الیوشا نے کھسر پھسر کے انداز میں کہا۔ وہ خود بھی الجھن محسوس کر رہا تھا مگر ثابت‌قدم تھا۔

دروازہ کھلا اور چوکھٹ پر پرنس والکوفسکی بہ نفس نفیس نمودار ہوئے۔

دوسرا باب

اس نے ہم سب پر ایک پھرتیلی اور ٹوہ لینے والی نگاہ ڈالی۔ اس نگاہ سے یہ قیاس کرنا ممکن نہ تھا کہ آیا وہ دوست کی طرح داخل ہوا ہے یا دشمن کی طرح۔ لیکن ذرا یہاں پر میں اس کی وضع قطع تفصیل سے بیان کرتا چلوں۔ اس شام خاص طور سے میرے ذہن پر اس کا نقش پڑا۔

میں نے اس شام کوئی پہلی بار اسے نہیں دیکھا تھا۔ عمر ہوگی یہی پینتالیس برس، اس سے زیادہ نہیں۔ خد و خال سانچے میں ڈھلے اور دلکش۔ تیور حالات کے مطابق ڈھلنے والے۔ لیکن تیوروں کے بدلنے میں ایک اچانک‌پن تھا۔ فوراً بدلتے تھے، بالکل بدل جاتے

تھے اور غیر معمولی تیزی سے بدلتے تھے کہ ابھی ابھی ان پر رضامندی طاری تھی اور دم کے دم میں انتہائی ناگواری — ایسے جیسے کمانی دب گئی ہو۔ اس کے کسی قدر زیتونی چہرے کی بیضاوی تراش، اس کے بےعیب دانت، پتلے، نازک، کشیدہ ہونٹ، ذرا زیادہ ستواں ناک، کشادہ پیشانی جس پر کہیں شکن کا پتہ نہ تھا، خوب بڑی بڑی بھوری آنکھیں — یہ سب اوصاف ایسے تھے جو اسے کافی دلکش بناتے تھے مگر ان سب کے ہوتے بھی اس کے چہرے کا اثر خوشگوار نہ پڑتا تھا۔ چہرے کو دیکھ کر اس سے ایک طرح کی بیزاری پیدا ہوتی تھی، کیونکہ اس کی کیفیت گویا اپنی نہیں تھی بلکہ ہمیشہ ہی مانگے کی، بناوٹی اور جان بوجھ کر پیدا کی ہوئی لگتی تھی اور دیکھنے والے کو اس بات کا پکا یقین دلاتی تھی کہ آپ کو اصلیت کی کبھی ہوا نہیں لگ سکتی۔ اس کے چہرے کو غور سے دیکھیں تو آپ کو یہ شبہ پیدا ہونے لگےگا کہ ان تیوروں پر سدا کی پڑی ہوئی نقاب کے پیچھے کوئی نہایت کینہ‌پرور، مکار اور حد سے زیادہ خودغرض شے چھپی ہوئی ہے۔ آپ کی توجہ خاص طور سے اس کی آنکھیں اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں جو دیکھنے میں نہایت خوب، بھوری بھوری اور کشادہ تھیں۔ صرف آنکھیں تھیں جنھوں نے لگتا تھا اس کے منشا کے مطابق پوری طرح عمل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مثلاً پرنس چاہے کہ مہربان اور خوش‌خلق نظر سے دیکھے، مگر اس کی آنکھوں کی روشنی دوغلی ہوتی تھی کہ ایک طرف ان میں نرمی اور شفقت کی چمک ہے اور اسی کے ساتھ سختی، درشتی، بےاعتباری، تجسس اور بدطینتی جھلک رہی ہے... وہ ذرا دراز قامت واقع ہوا تھا، اچھے چھریرے بدن کا آدمی اور اپنی اصلی عمر سے کم کا دکھائی دیتا تھا۔ اس کے نرم بھورے بالوں میں ابھی تک سفیدی نے اپنے نشان نہیں گاڑے تھے۔ کان، ہاتھ اور پاؤں واقعی داد طلب تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ باتیں نسلی ورثے میں اسے ملی ہوں‌گی۔ لباس میں بھی ایک خاص قسم کا رکھ رکھاؤ، تازگی اور جاذبیت تھی۔ ذرا نوجوانی کا رنگ لئے ہوئے جو کسی نہ کسی طرح اس پر پھبتی بھی تھی۔ وہ دیکھنے میں الیوشا کا بڑا بھائی لگتا تھا۔ بہرحال کچھ بھی ہو شاید ہی کوئی بھی یہ خیال کرتا کہ یہ شخص اتنے خاصے بڑے بیٹے کا باپ ہے۔

وہ سیدھا نتاشا کے پاس تک بڑھتا ہوا پہنچا اور اس کو مستعد نظر سے دیکھ کر بولا:

''میری حاضری آپ کے پاس ایسے وقت اور بغیر اطلاع کے عجیب بھی ہے اور خلاف اصول بھی۔ لیکن امید کرتا ہوں کہ آپ میری بات کا یقین کریں گی کہ کم از کم مجھے اپنی اس حرکت کے نامناسب ہونے کا احساس ضرور ہے۔ اور یہ بھی اندازہ ہے کہ کس سے مجھے واسطہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ دانش‌مند اور نیک‌دل ہیں۔ مجھے صرف دس منٹ عنایت کیجئے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ میری بات سمجھیں گی اور مجھے قصوروار نہیں ٹھیرائیں گی۔''

اس نے نہایت اخلاق کے ساتھ لیکن زور دے کر اس طرح یہ جملے ادا کئے جیسے اصرار کر رہا ہو۔

''تشریف رکھئے،'' نتاشا نے کہا۔ ابھی تک وہ حواس‌باختہ اور کسی قدر سہمی ہوئی تھی۔

اس نے ذرا تعظیماً سر جھکایا اور بیٹھ گیا۔

''پہلے تو مجھ کو دو ایک لفظ ان سے کہنے کی اجازت ہو،'' اس نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''الیوشا، جیسے ہی تم وہاں سے میرا انتظار کئے بغیر یا ہم لوگوں کو اطلاع دئے بغیر چل دئے تو کاؤنٹیس صاحبہ کو خبر کی گئی کہ کاتیرینا فیودوروونا کی طبیعت ناساز ہے۔ کاؤنٹیس صاحبہ انہیں دیکھنے دوڑنے ہی والی تھیں، کہ اتنے میں کاتیرینا فیودوروونا خود بہت ہی پریشان اور بے‌قرار آ پہنچیں۔ انہوں نے ہمارے سامنے صاف صاف کہہ ڈالا کہ وہ تم سے شادی نہیں کر سکتیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ جوگ لے لیں گی، ترک دنیا کر کے کسی خانقاہ میں جا بیٹھیں گی، تم نے خود ان سے مدد طلب کی ہے اور ان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ تمہیں نتالیا نکولائیونا سے محبت ہے... کاتیرینا فیودوروونا کی زبان سے اس قسم کا عجیب و غریب بیان، اور وہ بھی ایسے لمحے میں، لازمی طور سے نتیجہ ہے اس انتہا درجے کی عجیب اور نامناسب گفتگو کا جو تم نے ان سے کی تھی۔ وہ قریب قریب آپے سے باہر تھیں۔ سمجھتے ہو تم، میں کس قدر حیرت‌زدہ اور سکتے کے عالم میں رہ گیا۔ اب یہاں سے گزرتے ہوئے میں نے آپ کی کھڑکی میں روشنی دیکھی،'' اس نے نتاشا کی طرف رخ

کرتے ہوئے کہا۔ ''تو فوراً وہ خیال جو ایک زمانے سے میرے ذہن پر طاری رہا ہے، اس نے پھر مجھے اپنی گرفت میں اس طرح لے لیا کہ انکار کرتے، جان چھڑاتے نہ بنی۔ اور میں گاڑی سے اتر آیا کہ آپ کی طرف ہوتا چلوں۔ کس لئے؟ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ لیکن پہلے میری آپ سے درخواست ہے کہ اگر میرے بیان میں کسی قدر سختی آئے تو اس پر حیران نہ ہوں۔ کیونکہ یہ سب کچھ ناگہانی ہو گیا ہے...''

''مجھے امید ہے کہ سمجھوں گی اور کماحقہ اس کی قدر کروں گی... آپ جو فرمائیں گے'' اندر سے مضطرب نتاشا نے کہا۔

پرنس نے نہایت گمبھیر نظر سے نتاشا کو دیکھا، ایسے جیسے ایک ہی لمحے میں اس کے سارے وجود کو آنکھوں میں اتار لینا چاہتا ہو۔

''مجھے آپ کی معاملہ فہمی پر کافی اعتماد ہے۔ اور میں نے جو یہاں اس وقت آنے کی جرأت کی تو صرف اسی بنا پر کہ مجھے معلوم تھا کہ کس سے میرا سابقہ ہوگا۔ بہت زمانے سے میں آپ کو جانتا ہوں اگرچہ ایک وقت ایسا بھی گزرا جب میں نے آپ کے ساتھ ناانصافی کی اور اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ آپ میری پوری بات سن لیجئے — آپ جانتی ہیں کہ میرے اور آپ کے والد کے درمیان پرانی رنجش چلی آ رہی ہے۔ میں خود کو حق بجانب نہیں ثابت کرنا چاہتا۔ ہو سکتا ہے کہ جتنا میں اب تک خود کو سمجھتا رہا ہوں اس سے کہیں زیادہ مورد الزام ہوں۔ لیکن اگر ایسا ہے بھی تو اس کی وجہ یہ کہ میں خود دھوکے میں رکھا گیا۔ میں وہمی شکی انسان ہوں، مانتا ہوں۔ مجھے نیکی کی بہ‌نسبت بدی کا زیادہ شک گزرتا ہے — یہ ایک بری خصلت ہے جسے سنگدلی کی خصوصیت کہنا چاہئے۔ لیکن میری یہ عادت نہیں کہ اپنی کمزوریوں کو چھپاؤں۔ مجھے آپ کے خلاف افواہوں کا یقین تھا اور جب آپ اپنے والدین کو چھوڑکر نکلیں تو الیوشا کی طرف سے مجھے سخت فکر ہو گئی۔ لیکن تب تک میں آپ کو نہیں جانتا تھا۔ جو تھوڑی بہت خبر آپ کے بارے میں ملتی رہی ہے اس سے رفتہ رفتہ میرا دل صاف ہو گیا ہے اور شک و شبہ دور ہو چکا ہے۔ میں آپ پر نظر رکھتا رہا ہوں اور خوب غور سے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا ہوں اور آخر اب مجھے اس بات کا اطمینان ہو

گیا ہے کہ میرے تمام شکوک و شبہات بے بنیاد تھے - اب مجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے گھروالوں سے جھگڑا کیا - اور اسی کے ساتھ یہ بھی اطلاع مل چکی ہے کہ آپ کے والد اس کے خلاف ہیں کہ آپ کی میرے بیٹے سے شادی ہو جائے - اور تمام باتوں کے علاوہ خود یہ بات کہ آپ کا الیوشا پر اتنا گہرا اثر ہے اور بالفاظ دیگر اتنا زور سے لیکن اس وقت تک آپ نے اس اثر سے کام لے کر الیوشا کو شادی پر مجبور نہیں کیا، یہی ایک ایسی بڑی بات ہے جو آپ کی طرف سے پوری وکالت کر لیتی ہے - اب میں آپ کے سامنے پوری طرح اعتراف کرتا ہوں کہ تب تک میں نے اپنے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ آپ کی اپنے بیٹے سے شادی کے ہر امکان کی سخت مخالفت کروں گا - میں خود سمجھ رہا ہوں کہ میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی صاف گوئی سے کام لے رہا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ امر بھی ہے کہ میری جانب سے اس وقت صاف گوئی سب سے زیادہ درکار ہے - آپ خود مجھ سے اتفاق کریں گی جب آپ میری پوری گفتگو آخر تک سن لیں گی - جب آپ نے اپنا گھربار چھوڑا اس کے کچھ دن بعد میں پیٹرسبرگ سے باہر چلا گیا - لیکن اس وقت مجھے الیوشا کی جانب سے کچھ اور پریشانی نہیں تھی - آپ کی شرافت پر کافی بھروسہ تھا - میں سمجھتا تھا کہ آپ خود اس وقت تک شادی پر اصرار نہ کریں گی جب تک کہ ہمارے پرانے خاندانی قصے قضیے پاک نہ ہو جائیں - اور آپ خود اس کے لئے تیار نہ تھیں کہ میرے اور الیوشا کے درمیان باپ بیٹے کا جو خوشگوار رشتہ ہے اسے مٹا ڈالیں - کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ میں اس شادی کے قصور کو کبھی دل سے معاف نہ کرتا، اور پھر آپ یہ بھی پسند نہ کرتیں کہ بعد میں آپ کے متعلق کہا جائے کہ آپ نے ایک پرنس کو شوہر بنانے کی چال چلی اور اسے پنجے میں لے لیا تاکہ آپ کا ہمارے خاندان سے ناطہ جڑ جائے - بلکہ اس کے برخلاف آپ نے ہم کو نظر انداز ہی کر دیا اور غالباً آپ اس لمحے کے انتظار میں رہیں جب میں خود آپ کے پاس آؤں اور درخواست کروں کہ میرے بیٹے کا رشتہ قبول کیجئے - مگر اس کے باوجود میں اپنی ہٹ پر قائم رہا اور آپ کی بدخواہی میرے دل میں باقی رہی - میں خود کو حق بجانب ثابت نہیں کر رہا ہوں لیکن جو بات برحق ہے اسے چھپانا بھی نہیں چاہتا - اور وہ یہ ہے کہ اول تو آپ کے پاس

نہ دولت ہے نہ پوزیشن - اگرچہ میرے پاس کچھ جائداد وغیرہ موجود ہے لیکن وہ ناکافی سمجھئیے، ہمیں اس سے زیادہ کی ضرورت ہے - ہمارا خاندان اپنے مقام سے گرتا جا رہا ہے - ہمیں روپے کی بھی ضرورت ہے اور اثرورسوخ کی بھی - اگرچہ کاؤنٹیس زینائیدا فیودورونا کی سوتیلی بیٹی کا بڑے لوگوں میں کچھ زیادہ رسوخ نہیں ہے تاہم دولت تو ہے - اگر ہم نے دیر کی تو اتنے میں دوسرے رشتہ مانگنےوالے پہنچ جائیںگے اور اسے اچک لے جائیںگے - اس طرح کا زریں موقع آدمی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے - اور اگرچہ ابھی الیوشا کم‌عمر ہے لیکن اس کے باوجود میں نے اس رشتے کا فیصلہ کیا - آپ دیکھتی ہیں کہ میں آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا - ممکن ہے آپ کی نظر میں اس باپ کی حیثیت گر جائے جو خود اپنی زبان سے یہ اعتراف کر رہا ہے کہ کسی تعصب سے اور روپے کی خاطر وہ اپنے بیٹے کو ایسے عمل کی جانب لے جانا چاہتا ہے اور اسے ایک ایسی نیک طینت عالی‌ظرف لڑکی کو چھوڑ دینے کے لئے کہہ رہا ہے جس نے اپنا سب کچھ اس کی محبت پر قربان کر دیا اور جس پر اس کے اس قدر احسانات ہیں - یہ ایک نامناسب حرکت ہے - لیکن میں اس کے جواب میں اپنی صفائی دینا نہیں چاہتا - دوسرا سبب جو رشتے کی اس تجویز پر مجھے مجبور کرتا ہے، یہ ہے کہ وہ لڑکی واقعی محبت اور عزت کی انتہائی مستحق ہے - وہ خوبصورت بھی ہے، نہایت اعلی درجے کی تعلیم و تربیت بھی ملی ہے، دلکش عادات بھی پائی ہیں اور نہایت ذہین بھی ہے اگرچہ ابھی کئی باتوں میں بچی ہے - الیوشا کی طبیعت میں ذرا بھی استقلال نہیں - وہ ایک ناسمجھ نوجوان ہے - اس میں قوت فیصلہ نام کو نہیں - ۲۲ برس کی عمر ہونے آئی لیکن اس پر بھی وہ بچہ ہی ہے - ہاں، البتہ اگر کوئی خوبی ہے اس میں تو وہ یہ کہ الیوشا دل کا اچھا ہے - لیکن دوسری کوتاہیوں کو نظر میں رکھئے تو یہ خوبی خطرناک ہو جاتی ہے - میں کافی دنوں سے یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ اس پر سے میرا اثر کافور ہوتا جا رہا ہے اور نوجوانی کا جوش اور شوخی اس پر غالب آتی جاتی ہے اور جو بعض فرائض عائد ہوتے ہیں ان پر بھی یہ خصوصیات حاوی ہوتی جاتی ہیں - میں اس سے بہت ہی والہانہ محبت کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی اب یہ بھی محسوس کرنے لگا ہوں کہ میرے اکیلے کا اثر

کافی نہیں ہے - کوئی نہ کوئی اور بھی ہونا چاہئے جو مستقل طور سے اپنے اثر میں اسے رکھے - اس کی طبیعت میں سپردگی، کمزوری اور محبت‌بھرا ایثار ہے جو محبت کرنا اور حکم ماننا بہ‌نسبت حکم چلانے کے زیادہ پسند کرتی ہے - وہ ساری عمر ایسے کا ایسا ہی رہےگا - اب آپ ذرا سوچئے کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی ہوگی جب کاتیرینا فیودوروونا جیسی بےمثال لڑکی مجھ کو ملی جسے میں اپنی بہو بنانے کی آرزو کر سکوں - لیکن میری خوشی کی بیل چڑھنے میں دیر ہو گئی - الیوشا اس سے پہلے ہی ایک ایسے اثر میں پوری طرح جکڑا جا چکا تھا جس کو اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا — یعنی آپ کا اثر - ایک مہینہ ہوا جب میں پیٹرسبرگ واپس آیا تبھی سے میں نہایت نزدیک سے اس پر نظر رکھتا رہا ہوں اور مجھے اس میں ایک خوشگوار تبدیلی دیکھ کر حیرت ہوئی - غیرذمہ‌داری اور بچپن تو خیر جوں کے توں ہیں - شاید ہی ذرا تبدیلی ہوئی ہو لیکن کچھ شرافت کے جذبات نے اس میں گہری جڑیں پکڑی ہیں - اب وہ صرف کھیل تماشے سے ہی دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ ان چیزوں کی طرف بھی راغب ہونے لگا ہے جو شاندار ہیں، شریفانہ اور درحقیقت دیانت‌داری کی چیزیں ہیں - اس کے خیالات عجیب، بےتکے، ڈانواڈول اور کبھی کبھی تو واہیات ہوتے ہیں مگر اس کی خواہشات، اس کے فطری رجحانات اور اس کا دل نہایت پاکیزہ ہیں - اور یہی اصل بنیاد ہے ہر چیز کی - الیوشا میں جو اعلیٰ اوصاف ہیں وہ یقیناً آپ کی ہی طرف سے اس کو ملے ہیں - آپ نے اس کی کایاپلٹ دی ہے - میں آپ کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ خیال مجھے تبھی آیا تھا کہ غالباً اکیلی آپ کی ذات ہے جو اسے مسرت عطا کر سکے گی — لیکن میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا — میں دیر تک اس خیال سے لطف‌اندوز نہیں ہو سکتا تھا - میں نے محسوس کیا کہ چاہے کچھ ہو جائے لیکن الیوشا کو آپ سے جدا کرنا ہی ہوگا - چنانچہ میں نے اسی کے مطابق عمل کیا اور میرا خیال تھا کہ اپنے مقصد میں مجھ کو کامیابی ہوئی ہے - صرف ایک گھنٹہ پہلے تک میں اسی گمان میں تھا کہ فتح میرے ہاتھ ہے- لیکن ابھی کاؤنٹیس صاحبہ کے ہاں جو واقعہ پیش آیا اس نے میرے سارے اندازے الٹ کر رکھ دئے - اور سب سے بڑھ کر جس چیز نے مجھ پر ضرب لگائی وہ ایک غیرمتوقع چیز تھی، مطلب یہ کہ آپ

کی محبت میں اس کا یہ استقلال اور شدت کے ساتھ مبتلا رہنا اور اس جذباتی شدت میں یہ پائداری اور قوت، جو اس جیسے انسان میں ایک عجیب چیز ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آپ نے اس کی کایاپلٹ دی ہے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ الیوشا میں جو تبدیلی آئی ہے وہ خود میرے اندازے سے کہیں دور رس ہے۔ آج الیوشا نے ہوشیاری کا ایک ایسا عجوبہ ثبوت دیا ہے کہ اس کی ذات سے مجھے اس قسم کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا اور پھر اسی کے ساتھ غیرمعمولی باریک نظری اور احساس کی تہہ‌داری۔ اس نے خود کو اس پوزیشن سے نکال لے جانے کا، جسے وہ دشوار سمجھ رہا تھا، ایک پکا اور اچوک راستہ اختیار کیا۔ انسان کے دل میں جو سب سے نازک اور پاکیزہ تار ہوتا ہے، الیوشا نے اسے چھیڑ دیا، یعنی معاف کر دینا اور برائی کے بدلے میں نیکی برتنا۔ اس نے خود کو اسی وجود کے قدموں میں ڈال دیا جسے وہ دکھ دے رہا تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اسی وجود یعنی کاتیرینا فیودوروونا سے ہمدری اور مدد بھی چاہی۔ وہ لڑکی جو اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی، اسی سے کھلم کھلا یہ کہہ کر کہ میں دوسری کو چاہتا ہوں، عورت کا غرور اس میں جگا دیا اور پھر ساتھ ساتھ رقیب لڑکی کے لئے ہمدردی اور معافی کی بھی درخواست کر دی اور یہ وعدہ کر لیا کہ میں تم سے بےلوث محبت، بہنوں کی سی محبت کرتا رہوں گا۔ توہین کئے یا دکھ دئے بغیر اس قسم کی صفائی پیش کرنے کی جرأت کر جانا ایسی بات ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور تہہ‌دار آدمی بھی ہمیشہ نہیں کر سکتا۔ یہ تو صرف تازہ، پاکیزہ اور ایسے ہی دل والے کر سکتے ہیں جن کو نہایت دانائی سے راہ دکھائی جا رہی ہو جیسے الیوشا کو۔ نتالیا نکولائیونا، مجھے یقین ہے کہ آج جو واقعہ پیش آیا اس میں زبانی یا اشارتاً بھی آپ کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ آپ نے تو شاید یہ بات خود اسی کی زبانی ابھی ابھی سنی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ہے غالباً— ہے نا؟،،

”جی ہاں۔ آپ نے غلط نہیں فرمایا،، نتاشا کے چہرے پر آب و تاب آ گئی تھی اور آنکھوں میں ایک عجیب والہانہ روشنی تھی۔ پرنس والکوفسکی کا زور بیان اس پر اثر دکھانے لگا تھا۔ ”پانچ دن ہو گئے کہ میں نے الیوشا کو دیکھا تک نہیں،، نتاشا بولی۔ ”اس نے یہ سب کچھ خود ہی سوچا اور خود ہی اس پر عمل بھی کیا۔،،

''بالکل درست،، پرنس نے تصدیق کر دی - ''لیکن اس کے باوجود یہ جو کچھ حیرت‌انگیز معاملہ‌فہمی، قوت فیصلہ اور احساس فرض اور قابل داد جوان مردی اس نے دکھائی ہے — یہ سب آپ ھی کے اثر کا نتیجہ ہے - مکان جاتے ہوئے واپسی میں یہی بات میں سوچتا رہا - میں نے خوب اچھی طرح اس کو سمجھ لیا اور مجھے محسوس ہوا کہ فوراً قطعی فیصلہ کر سکتا ہوں - کاؤنٹیس کی سوتیلی بیٹی سے جو رشتہ ہونا تھا وہ ٹوٹ چکا ہے، اب اسے پھر سے نہیں جوڑا جا سکتا - اور فرض کیجئے پھر سے جوڑنا ممکن بھی ہوتا تب بھی حاصل کچھ نہ تھا - خیر، تو اب مجھے بالکل اطمینان ہو چکا ہے کہ صرف آپ ھی وہ عورت ہیں جو اسے مسرت عطا کر سکتی ہیں، آپ ھی اس کی صحیح رہنما ہیں اور آپ نے اس کی آئندہ مسرت کی بنیاد ڈال دی ہے - میں نے اب تک آپ سے کچھ نہیں چھپایا اور نہ اب آپ سے کچھ چھپا رہا ہوں - مجھے کامیابی سے، ترقی سے، روپے سے، شہرت و عزت سے یہاں تک کہ عہدے سے محبت ہے - میں خوب سمجھتا ہوں کہ ان میں سے اکثر چیزیں محض رسمی ہیں - لیکن یہ رسمی چیزیں مجھے پسند ہیں اور میں ان کے خلاف رخ اختیار کرنے کو قطعی پسند نہیں کروں گا - لیکن حالات ایسے بھی ہوتے ہیں جب کچھ دوسری چیزیں درپیش ہوتی ہیں اور عام باٹوں سے تولا نہیں جاتا... اس کے علاوہ مجھے اپنے بیٹے سے بہت والہانہ محبت ہے - قصہ مختصر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ الیوشا کو آپ سے جدا نہ کیا جائے کیونکہ آپ سے الگ ہوکر وہ بالکل غارت ہو جائے گا - کیا مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہئے؟ غالباً ایک مہینے سے میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں لیکن اب جا کر مجھے پکا یقین ہوا ہے کہ ہاں، یہ نتیجہ صحیح ہے - یہ کہتا چلوں کہ میں یہی باتیں کل بھی آپ سے آکر کر سکتا تھا بجائے اس کے کہ آج ھی آدھی رات کو آپ کا وقت خراب کروں - لیکن میری بےصبری ھی آپ کو یہ جتانے کے لئے کافی ہے کہ میں کس قدر شدت سے اور اس سے زیادہ اہم بات یہ کہ کس قدر خلوص سے اس معاملے کو سوچ رہا ہوں - میں لڑکا نہیں ہوں اور اب اس عمر میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا جسے پہلے سے اچھی طرح جانچ تول نہ لیا ہو - اس سے پہلے کہ میں نے آپ کے ہاں قدم رکھا ہے ہر بات کو خوب اچھی طرح غور و فکر کے ساتھ طے کیا ہے - تاہم میں سمجھتا

هوں کہ مجھے آپ کو اپنے خلوص کا یقین دلانے میں ابھی کافی وقت لگے گا... خیر، تو اب ہمیں اصل موضوع کی طرف آنا چاہئے۔ کیا یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ میں یہاں اپنا فرض ادا کرنے آیا ہوں اور نیک نیتی کے ساتھ دل کی گہرائی سے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے بیٹے کو یہ عزت بخشئے کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے دیجئے۔ آپ ہرگز اپنے دل میں یہ خیال نہ کیجئے گا کہ میں کوئی بےرحم باپ تھا جس نے آخر میں تھک کر اپنی اولاد کو معاف کر دینے کا فیصلہ کیا اور اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھ لینے پر مجبور ہو گیا۔ جی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر آپ نے مجھ سے ایسا خیال وابستہ بھی کیا تو میرے ساتھ ناانصافی کریں گی۔ آپ یہ بھی نہ سمجھئے کہ مجھے پہلے سے آپ کے رضامند ہو جانے کا یقین تھا کیونکہ آپ اس قدر قربانیاں میرے بیٹے کی خاطر کر چکی ہیں۔ جی یہ بھی نہیں۔ میں باآواز بلند یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کروں گا کہ میرا بیٹا الیوشا آپ کے قابل نہیں ہے اور خود وہ بھی... (شریف اور عالی‌ظرف ہوتے ہوئے) اس حقیقت کا اپنی زبان سے اعتراف کرے گا۔ مگر بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ صرف اتنی بات کہنے کی بےتابی مجھے یہاں اس وقت نہیں لائی ہے... میں یہاں اس لئے آیا ہوں...،، (یہ کہتے ہوئے وہ اپنی نشست سے نہایت وقار، احترام اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ سیدھا کھڑا ہوا) ،،میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کا خیرخواہ بن جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا بلکہ حقیقت اس کے برخلاف رہی ہے۔ لیکن مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ حق حاصل کروں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی توقع رکھوں!،،

وہ نتاشا کے جواب کا انتظار کرنے لگا اور ادب و احترام کے انداز میں اس کے سامنے کھڑا رہا۔ جتنے عرصے وہ بولتا رہا تھا میں اس کو خوب غور سے دیکھتا رہا اور اسے بھی اس بات کا احساس تھا کہ میں دیکھتا رہا ہوں۔

اس نے اپنی تقریر بالکل جذبات کے بغیر پوری کی۔ اس میں کہیں کہیں استدلال بھی تھا اور بعض موقعوں پر یوں ہی بےدلی سی۔ اس کی پوری تقریر کا لب و لہجہ اکثر جگہ اس جذبے سے میل نہیں کھاتا تھا جو ایسے ناوقت اسے یہاں مجبور کرکے لایا

تھا ۔ ناوقت خاص طور سے پہلی ملاقات کے لئے اور وہ بھی اس قسم کی رشتہ‌داری میں ۔ اس کے بعض جملے تو صاف طور سے بنائے سنوارے لگتے تھے اور اس طول طویل تقریر کے بعض حصوں سے — جس کا طول بھی عجیب لگتا تھا ۔ ایسا نظر آتا تھا کہ وہ خواہ مخواہ ایک ایسا بےتکا آدمی بن رہا ہے جو جملہ‌بازی، لاپروائی اور مذاق میں کوئی گہرا اندرونی جذبہ چھپانے کی کوشش کر رہا ہو ۔ مگر یہ سب باتیں مجھے اس واقعے کے بعد سوجھیں ۔ واقعے کے وقت مجھ پر دوسرے قسم کا اثر ہو رہا تھا ۔ اس نے اپنی گفتگو کے آخری الفاظ ایسا خلوص طاری کر کے، اتنا جذبہ اور نتاشا کی نہایت سچی پکی عزت دکھا کر ادا کئے کہ ہم سب اس کی تاثیر میں گرفتار ہو گئے ۔ بلکہ سچ پوچھئے تو اس کی پلکوں پر قطرۂاشک بھی اس وقت لرزا تھا ۔ نتاشا کا کھلا دل تو پوری طرح جیتا جا چکا تھا ۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور نہایت متاثر ہوکر اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا ۔ اس نے ہاتھ تھاما اور نہایت نرمی اور دل‌دوزی سے اسے بوسہ دیا ۔ الیوشا خوشی کے مارے جامے میں نہیں سما رہا تھا ۔

”دیکھا، میں نے تم سے کیا کہا تھا، نتاشا؟“ وہ چیخ پڑا ۔ ”تم کو میری بات کا یقین نہ تھا ۔ تم ہی نہیں مانتی تھیں کہ میرے ابا دنیا میں شرافت کا جواب نہیں رکھتے ۔ اب دیکھ لو ۔ خود دیکھ لو !..“

وہ تیزی سے باپ کی طرف بڑھا اور جوش و خروش میں ان سے لپٹ گیا ۔ باپ نے بھی اسی تپاک کا اظہار کیا لیکن اس جذباتی منظر کو مختصر کرنے میں تیزی دکھائی گویا اسے اپنے دل کی حالت دکھاتے شرم آ رہی ہو ۔

”بس“ اس نے کہا اور اپنا ہیٹ اٹھا لیا ۔ ”اب مجھے چلنا چاہئے ۔ میں نے تو آپ سے صرف دس منٹ کی اجازت چاہی تھی اور اب ایک گھنٹہ ہونے آیا“ اس نے مسکراتے ہوئے جملہ پورا کیا ۔ ”اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں اس بےتابی کے ساتھ کہ جتنی جلد ممکن ہوگا پھر ملیں‌گے ۔ کیا آپ اس کی اجازت دیں‌گی کہ میں آپ کے ہاں بار بار آ سکوں؟“

”جی، ضرور، ضرور !“ نتاشا نے جواب دیا ۔ ”جتنی زیادہ بار آپ تشریف لا سکیں ۔ میری آرزو ہے کہ جلد سے جلد... آپ سے

محبت کر سکوں،، اس نے اضطراب کی حالت میں جواب دیا۔
''آپ کس قدر مخلص ہیں، کتنی سچی!،، پرنس نے اس کے لفظوں پر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آپ انکسار کی خاطر بھی تو چالاکی نہیں برت سکتیں۔ مگر آپ کا خلوص اس تمام مصنوعی انکسار سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہے۔ جی ہاں، میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بہت وقت، بہت وقت لگےگا اس میں کہ آپ کی محبت کا حقدار بن سکوں۔،،
''نہیں، نہیں، آپ مجھے شرمندہ نہ کیجئے... بہت ہوا!،، نتاشا نے الجھ کر زیرلب کہا۔ اس لمحے وہ کیسی پیاری لگ رہی تھی!
''خیر، یوں ہی سہی،، پرنس نے آخری بات کہی۔ ''اچھا اب دو لفظ کام کے اور کہہ دوں۔ کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ میں کس قدر بدبختی کا شکار ہوں۔ آپ کو معلوم ہے، میں کل بھی آپ کے ہاں حاضر نہیں ہو سکتا، اور پرسوں بھی حاضری نہیں ہوگی۔ کیونکہ آج شام ہی مجھے خط ملا ہے، بہت اہم خط ہے (مجھے فوراً ایک کام میں لگ جانا ہے) اور میں کسی طرح اس سے غفلت نہیں کر سکتا۔ کل صبح میں پیٹرسبرگ سے باہر جا رہا ہوں۔ آپ براہ مہربانی یہ خیال نہ فرمائیے کہ میں رات گئے اس وقت آپ کے ہاں اسی وجہ سے آیا کہ کل یا پرسوں مجھے آنے کی فرصت نہ ملتی۔ یقیناً آپ نے ایسا سوچا بھی نہ ہوگا لیکن یہ بھی میری شکی طبیعت کا ایک نمونہ ہے۔ بھلا یہ گمان ہی کیوں گزرا کہ آپ نے ایسا سوچا ہوگا۔ واقعی، میری اس بےاعتمادی نے زندگی میں بارہا نقصان پہنچایا ہے اور آپ کے خاندان والوں سے جو جھگڑا چل رہا ہے، اس سارے جھگڑے کی جڑ میں بھی غالباً میرے اس منحوس مزاج کا ہی قصور ہوگا!.. آج منگل ہے، بدھ، جمعرات اور جمعہ، ان تین دن میں پیٹرسبرگ میں نہیں رہوں‌گا۔ اتوار تک بہرحال لازمی طور پر شہر میں واپس آ جاؤں‌گا اور اسی روز آپ کے ہاں پہنچوں‌گا۔ ابھی سے بتا دیجئے، اس روز آدھی رات تک کا وقت کیا میں آپ کے ہاں گزار سکوں‌گا؟،،
''ضرور، ضرور، بےشک!،، نتاشا چیخ پڑی۔ ''میں ہفتے کی شام کو آپ کی منتظر رہوں‌گی۔ بےچینی سے آپ کا انتظار کرتی رہوں‌گی!،،
''مجھے اس کی بڑی خوشی ہے! اور آپ سے زیادہ سے زیادہ

قربت ہوتی جائےگی۔ لیکن... اب مجھے چلنا چاہئے۔ میں آپ سے ہاتھ ملائے بغیر نہیں جا سکوں‌گا اگرچہ،، اس نے ایک دم میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ,,معاف کیجئےگا کہ ہم اس طرح بےربطی سے باتیں کرتے رہے... آپ کے کئی سوقعوں پر دیدار ہو چکے ہیں اور ایک بار تو کم از کم تعارف بھی ضرور کرایا گیا ہے۔ یہ عرض کئے بغیر رخصت لینا میرے لئے دشوار ہوگا کہ آپ سے ملاقات تازہ کرکے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔،،

,,ہم مل چکے ہیں، یہ تو درست فرمایا آپ نے،، میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ,,لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہمارے تعارف کی نوبت نہیں آئی۔،،

,,پرنس 'ک، صاحب کے ہاں، پچھلے سال۔،،

,,معاف کیجئےگا، میں بھول گیا تھا۔ لیکن اس بار آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز نہیں بھولوں‌گا۔ آج کی شب ہمیشہ میری یاد میں محفوظ رہےگی۔ ،،

,,جی‌ہاں۔ صحیح کہتے ہیں آپ۔ میں بھی یہی محسوس کرتا ہوں۔ بہت دنوں سے مجھ کو معلوم ہے کہ آپ نتالیا نکولائیونا کے اور میرے بیٹے کے اچھے اور سچے دوست ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ تینوں مجھ کو چوتھے دوست کی حیثیت سے اپنا شریک بنا لیں‌گے۔ بنائیں گے نا؟،، اس نے نتاشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

,,جی ہاں۔ صحیح معنوں میں یہ ہمارے دوست ہیں۔ اور ہم سب کو یکجا ہونا چاہئے!،، نتاشا نے رقت‌آمیز لہجے میں جواب دیا۔ بیچاری لڑکی! وہ خوشی کے مارے چمکنے لگی کہ آخر پرنس نے مجھے نظرانداز نہیں کیا۔ کتنا چاہتی تھی مجھ کو نتاشا!

,,میں بہت سے ایسے لوگوں سے مل چکا ہوں جو آپ کی لیاقت کے مداح ہیں،، پرنس نے گفتگو جاری رکھی۔ ,,اور ان میں سے دو خاص قدردانوں کو تو میں خود جانتا ہوں۔ کاؤنٹیس صاحبہ جو میری سب سے قریبی دوست ہیں اور ان کی سوتیلی بیٹی کاتیرینا فیودوروونا فیلیمونووا۔ ان دونوں کو ذاتی طور پر آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔ کیا میں آپ سے یہ امید کروں کہ آپ مجھے اس شرف سے محروم نہ کریں‌گے کہ میں ہی ان دونوں معزز خواتین سے آپ کا تعارف کراؤں۔،،

''مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔ اگرچہ آجکل بہت کم لوگوں سے ملتا ہوں...''

''خیر آپ مجھے اپنا پتہ تو دے دیں گے۔ آپ کا قیام کہاں ہے؟ میں خود ہی یہ شرف حاصل کر لوں گا....''

''اپنے ہاں تو میں کسی سے ملتا نہیں، جناب والا، کم از کم آجکل۔''

''خیر میں اس اصول سے مستثنا ہونے قابل نہ سہی.... پھر بھی....''

''ضرور، شوق سے، کیونکہ آپ کا اصرار ہے، مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ میں وہاں رہتا ہوں فلاں گلی، کلوگن بلڈنگ میں۔''

''کلوگن بلڈنگ میں!'' حیرت کے مارے اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ''کیا معنی؟ کیا آپ وہاں... میرا مطلب ہے کہ کیا بہت زمانے سے رہتے ہیں؟''

''جی نہیں، بہت زمانہ تو نہیں ہوا'' میں نے جواب دیا اور بے اختیار اسے دیکھتا رہ گیا۔ ''میں نمبر ۴۴ میں رہتا ہوں۔''

''۴۴ نمبر؟ آپ وہاں... اکیلے رہتے ہیں — کیا؟''

''بالکل تنہا۔''

''اچھا، اچھا، میں نے آپ سے یہ سوال اس... لئے کیا کہ میں غالباً اس مکان سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ اور بھی اچھا ہوا... میں ضرور آؤں گا، آپ کے ہاں۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں آپ سے تو۔ اور آپ سے مجھے بڑی امیدیں ہیں۔ آپ میرے بڑے کام آ سکتے ہیں۔ دیکھئے تو — چھوٹتے ہی میں نے غرض بیان کر دی۔ خیر، رخصت، پھر ایک بار ہاتھ ملائیے!''

اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا، الیوشا سے ہاتھ ملایا، نتاشا کے ہاتھ کو ایک بار پھر بوسہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ الیوشا سے اپنے ساتھ چلنے کے لئے نہیں کہا۔

ہم تینوں کے تینوں بھونچکے بیٹھے رہ گئے۔ سب کچھ اس قدر اچانک، اتنا ایکدم سے ہو گیا تھا۔ ہم سب کو ایسا لگا کہ لو، پلک جھپکتے میں سب کچھ بدل گیا اور اب کوئی نئی اور قطعی انجانی بات شروع ہوتی ہے۔ الیوشا دم مارے نتاشا کے پہلو میں بیٹھ گیا اور آہستہ سے اس کے ہاتھ کو چوما۔ ذرا ذرا وقفے سے وہ اس کا منہ تکتا تھا کہ دیکھے وہ کیا کہتی ہے۔

''الیوشا، پیارے، تم کل جاؤ اور کاتیرینا فیودوروونا سے مل آؤ''
آخر وہ بولی۔
''میں خود ہی یہ سوچ رہا تھا'' الیوشا بولا ''ضرور جاؤں گا۔''
''لیکن تم سے مل کر شاید اسے دکھ ہوگا... تو پھر کیا کرنا چاہئے؟''
''پتہ نہیں کیا کرنا چاہئے۔ مجھے خود بھی اس بات کا خیال آیا تھا... خیر میں سوچوں گا... ذرا دیکھتا ہوں کیسا رہتا ہے... پھر فیصلہ کروں گا۔ اچھا تو نتاشا، اب تو سب کچھ بدل گیا نا؟''
الیوشا بولا۔ اس سے رہا نہیں جا رہا تھا۔
وہ مسکرا دی اور اسے دیر تک پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔
''اور دیکھو، شائستہ کتنے ہیں۔ خود دیکھا کہ تمہارے مکان کی حالت کیسی خستہ ہے۔ مگر اس کے بارے میں ایک لفظ بھی...''
''کس کے بارے میں؟''
''یہ کہ... یہاں سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جانے کے... یا اور کچھ'' کہتے ہوئے الیوشا کے منہ پر سرخی دوڑ گئی۔
''فضول بات! الیوشا بھلا اس کی ضرورت کیا تھی؟''
''یہی تو میں کہتا ہوں۔ ان میں اس قدر نفاست ہے۔ اور تمہاری کتنی تعریف کر رہے تھے۔ میں نے تو تم سے کہا تھا... کہہ چکا تھا میں۔ واقعی وہ ہر چیز کو سمجھ سکتے ہیں اور خوب محسوس کر سکتے ہیں۔ مگر میرا ذکر ایسے کرتے تھے جیسے میں کوئی بچہ ہوں۔ یہ سب لوگ مجھے بالکل بچہ سمجھتے ہیں۔ مگر میں جانوں کہ ہوں بھی بچہ ہی۔''
''ہاں تم بچے تو ہو ہی لیکن ہم سب سے زیادہ تیز ہو۔ الیوشا، تم بہت اچھے ہو!''
''اور انہوں نے کہا کہ میری نیک دلی نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔ بھلا کیا مطلب ہوا اس کا؟ میری تو سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا خیال ہے نتاشا — میں ابھی لپک کر ان کے ساتھ نہ چلا جاؤں؟ کل دن کا اجالا ہوتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''
''ہاں، جاؤ۔ چلے جاؤ پیارے۔ اچھا ہوا کہ تمہیں اس کا خیال آیا۔ اور ہاں، سنتے ہو — ان سے مل ضرور لینا۔ اور کل

جتنی جلدی ممکن ہو، آجانا۔ اب تم پانچ دن کے لئے مجھ سے بھاگ نہیں سکتے، سمجھے!،، بن کر اس نے کہا۔ مگر آنکھوں میں الیوشا کے لئے پیار بھرا تھا۔

ہم سب ایسے عالم میں تھے کہ خاموشی اور پرسکون مسرت طاری تھی۔

''تم بھی آتے ہو میرے ساتھ، وانیا؟،، الیوشا نے باہر جاتے ہوئے چلا کر پوچھا۔

''نہیں، یہ ابھی ٹھیریں گے۔ وانیا، تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اچھا دیکھو، کل دن نکلتے ہی۔،،

''دن نکلتے ہی۔ اچھا رخصت ماورا!''

ماورا بری طرح بےتاب تھی۔ اس نے پرنس کی ساری گفتگو باہر سے ہی سن لی تھی۔ اس تقریر میں ایسی بہت باتیں تھیں جو وہ نہیں سمجھی۔ اسے یہ بےچینی تھی کہ کچھ تو خود قیاس دوڑائے اور کچھ پوچھ پاچھ کر سمجھ لے۔ اس کی صورت پر ایسی سنجیدگی برس رہی تھی بلکہ فخر نظر آ رہا تھا۔ اسے بھی یہ ضرور اندازہ ہو گیا تھا کہ بہت کچھ بدل چکا ہے۔

ہم دونوں اکیلے رہ گئے۔ نتاشا نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر بالکل خاموش رہی، جیسے کچھ کہنے کی تلاش میں ہو۔

''میں تھک گئی،، آخر اس نے بہت نقاہت ماری آواز میں کہا۔

''سنو، کل تم جاؤ گے نا ہمارے گھروالوں کے ہاں؟،،

''ضرور۔،،

''اماں کو تو بتا دینا مگر ان سے مت کہنا کچھ۔،،

''اور ویسے بھی تمہارے بارے میں ان سے بات نہیں کرتا ہوں میں۔،،

''ہاں یہ تو ہے۔ مگر اس کے بغیر ہی انہیں پتہ چل جاتا ہے۔ ذرا خیال رکھنا کیا کہتے ہیں وہ اور ان پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اف توبہ ہے پروردگار، وانیا! کیا واقعی وہ سچ مچ اس شادی کی بنا پر مجھے مردود ٹھیرا دیں گے؟ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا!،،

''پرنس صاحب کو پورا معاملہ چکانا پڑے گا،، میں نے جلدی سے اسے لقمہ دیا۔ ''انہیں چاہئے کہ تمہارے والد سے جو جھگڑا چل رہا ہے اسے نمٹائیں۔ اور پھر سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔،،

''اف خدایا! کاش یوں ہی ہو، کاش!'' وہ التجاآمیز انداز میں چلائی۔

''فکر مت کرو نتاشا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یقیناً ایسے ہی آثار نظر آتے ہیں۔''

اس نے نظر بھرکر مجھے دیکھا۔

''وانیا، کیا خیال ہے تمہارا پرنس کے بارے میں؟''

''جو کچھ اس نے آج کہا ہے اگر خلوص دل کے ساتھ کہا ہے تو میری رائے میں وہ خاصا شریف آدمی ہے۔''

''اگر — اگر وہ مخلص ہے؟ کیا مطلب؟ یقیناً انہوں نے خلوص سے ہی کہا ہوگا۔''

''میں بھی کچھ یہی سوچتا ہوں'' میں نے جواب دیا۔ ''اور گویا اس کے ذہن میں بھی ایسا ہی خیال آیا'' میں نے سوچا۔ ''عجیب بات ہے یہ!''

''تم لگاتار ان کی طرف تکتے ہی رہے... غور سے...''

''ہاں، وہ ذرا عجیب سے لگ رہے تھے۔''

''میں بھی یہی سوچتی تھی۔ وہ ایسے بولتے چلے گئے... میرے دوست، میں تو تھک گئی۔ میں جانوں — اب تم آرام کرو گھر جا کے۔ اور کل ہمارے گھروالوں سے مل کر جتنی جلدی ہو سکے آ جانا۔ ہاں، ایک بات اور ہے، بتاؤ تو — کیا میری جانب سے بدتمیزی نہیں تھی جو میں نے کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ آپ سے محبت کرنے لگوں؟''

''نہیں... اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے؟''

''تو کیا... یہ بےوقوفی نہیں تھی؟ دیکھو نا — یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے میں نے کہہ دیا کہ ابھی تک تو میں آپ کو پسند نہیں کرتی تھی۔''

''بالکل نہیں۔ اس کے برعکس۔ یہ تو بہت خوبصورت، سادہ اور بے اختیار جملہ تھا۔ اس لمحے تم ایسی پیاری لگ رہی تھیں۔ اگر وہ اپنے اونچے گھرانے کی تربیت کی بدولت اس بات کو سمجھ نہیں سکے تو خود بےوقوف ہیں!''

''تم ان سے ناراض معلوم ہوتے ہو، وانیا۔ لیکن کس قدر حواس باختہ ہوں میں بےوقوف، کیسے شکوک میں گھری ہوئی ہوں اور اپنی ہی فکر میں پڑی ہوں! مجھ پر ہنسنا نہیں۔ تم جانتے

ہو ، میں تم سے کچھ چھپا کے نہیں رکھتی۔ ہائے وانیا، میرے عزیز، سب سے پیارے دوست! اگر پھر دوبارہ مجھ پر بپتا پڑی، اگر پھر مصیبت بھوگنی ہوئی تو میں جانتی ہوں تم میرے ساتھ ہوگے بلکہ شاید تم اکیلے ہی میرا ساتھ دوگے، بھلا میں تمہارے احسان کیسے چکا سکتی ہوں! مجھے کبھی ٹھکرانا نہیں، وانیا!،،

گھر واپس آتے ہی میں نے فوراً کپڑے بدلے اور بستر پر دراز ہو گیا۔ کمرے میں ایسی تاریکی اور سیلن تھی جیسے تہہ‌خانہ ہو۔ عجیب طرح کے خیالات اور وسوسے مجھ پر ٹوٹنے لگے اور دیر تک آنکھ نہیں لگی۔

لیکن عین اسی وقت ایک شخص جب اپنے آرام‌دہ بستر پر ٹانگیں پھیلا کر سونے‌والا ہوگا تو ہم پر کتنا ہنسا ہوگا۔ وہ بھی تب جب اس نے ہمیں اس قابل سمجھا ہو کہ ہماری ہنسی اڑائی جائے۔ کیا عجب کہ ہمیں اس قابل بھی نہ سمجھا ہو!

تیسرا باب

دوسرے دن صبح کو کوئی دس بجے جب میں اپنے گھر سے نکلنے‌والا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ پہلے واسی لیفسکی جزیرے میں اخمنیف گھرانے کے یہاں جاؤں‌گا، پھر وہاں سے نتاشا کے ہاں، تو اچانک کل‌والی ملاقاتی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہی اسمتھ مرحوم کی نواسی دروازے پر ٹکرائی۔ وہ مجھے دیکھنے آئی تھی۔ معلوم نہیں کیوں، لیکن اتنا یاد ہے کہ اسے دیکھ‌کر مجھے بےحد خوشی ہوئی۔ کل تو اتنا بھی موقع نہ مل سکا تھا کہ اسے نظر بھر کے دیکھ ہی لوں لیکن دن کی روشنی میں جو نظر پڑی تو اور بھی حیرت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لڑکی سے زیادہ عجیب اور اچھوتی صورت کی ہستی کم از کم ظاہرا حلیے میں تو ملنا مشکل تھی۔ چھوٹا سا جثہ، چمکتی ہوئی سیاہ آنکھیں جو کچھ غیرروسی لگتی تھیں، سر پر بھاری الجھے ہوئے بالوں کا گچھا، بالکل خاموش، ایک جگہ گڑی ہوئی اور مبہم نظریں۔ یہ ایسی چیزیں تھیں جنہیں دیکھ‌کر سڑک پر کوئی بھی راہ‌گیر ٹھٹک سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت واقعی کھٹک پیدا کرتی تھی — ان میں ذہانت

کی چمک سی تھی اور ساتھ ساتھ تجسس کی بےاعتمادی بھی بلکہ کہنا چاہئے شک و شبہ پایا جاتا تھا۔ دن کی روشنی میں اس کی پرانی، میلی کچیلی فراک اور بھی زیادہ خستہ‌حال دکھائی دی۔ دیکھ کر مجھ کو ایسا لگا جیسے کوئی پرانی بیماری ہے اسے جو اندر ہی اندر گھلائے دے رہی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا جسم کھائے جا رہی ہے۔ اس کے زرد اور سوکھے چہرے پر ایک طرح کی غیرفطری سانولے رنگ کی زردی لئے ہوئے بجھی بجھی کیفیت تھی۔ لیکن غریبی اور بیماری کی اس تمام پھٹکار کے باوجود وہ ذرا دیدہ زیب لگتی تھی۔ اس کی بھویں بڑی تیکھی، کھنچی ہوئی، اور خوبصورت تھیں۔ لیکن ناک نقشے میں سب سے بڑھ کر جو چیز نمایاں تھی وہ تھی اس کی کشادہ اور ذرا جھکی ہوئی پیشانی اور ہونٹ۔ ہونٹوں کی نہایت نفیس تراش جس میں فخر و خودداری کے ساتھ دلیری پائی جاتی تھی۔ لیکن تھی بالکل پیلی۔ بس نام کو چہرے پر رنگ تھا۔

''اوھو۔ تو پھر تم آ گئیں!،، میں چیخ پڑا۔ ''اچھا، مجھے معلوم تھا کہ تم آؤگی۔ آ جاؤ اندر۔،،

وہ اندر چلی آئی۔ اور جیسے کل دھیرے دھیرے قدم رکھتی ہوئی ڈیوڑھی میں سے بڑھی تھی، اسی طرح اب کے بھی دھیرے قدموں سے اپنے چاروں طرف بےاعتماد نظروں سے دیکھتی ہوئی آ گئی۔ اس نے کمرے میں ہر طرف نظر اٹھاکر غور سے دیکھا جہاں اس کے نانا ابا رہا کرتے تھے گویا وہ پتہ چلانا چاہتی ہو کہ اب نئے کرایہ‌دار کی آمد سے یہاں کیا کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ ''خیر تو جیسے نانا تھے ویسی نواسی، کہیں اس کی عقل میں بھی فتور تو نہیں ہے!،، میں نے سوچا۔ وہ چپ رہی اور میں بھی انتظار کرتا رہا کہ وہ بولے۔

''کتابیں لینے!،، اس نے آخر نگاہیں جھکاکر آہستہ سے زبان کھولی۔

''ہاں، ہاں، تمہاری کتابیں، یہ رہیں کتابیں۔ اٹھا لو۔ میں نے تمہارے لئے ہی خاص طور سے رکھ چھوڑی تھیں۔،،

اس نے مجھ پر ٹوہ لینےوالی نظر ڈالی اور اس کے ہونٹ ایسے عجیب طرح سے سکڑے کہ گویا اب بےاعتباری کی مسکراہٹ ان پر پھیل جائےگی۔ لیکن مسکراہٹ پھیلتے پھیلتے رک گئی

اور اس کی جگہ وہی سخت اور مبہم آثار ظاہر ہوئے۔

''تو کیا، نانا ابا نے میرے متعلق آپ سے کچھ کہا تھا؟'' اس نے سوال کیا اور طنز کی نگاہ سے سر سے پیر تک مجھے دیکھا۔

''نہیں، انہوں نے تو کچھ نہیں کہا تھا، لیکن...''

''تو پھر آپ کیسے سمجھے کہ میں آؤں گی۔ کس نے بتایا آپ کو؟'' لڑکی نے جلدی سے میری بات کاٹ کر سوال کیا۔

''کیونکہ میں نے اندازہ لگایا کہ تمہارے نانا ابا اکیلے نہیں رہتے ہوں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب سے الگ تھلگ پڑے ہوں۔ وہ اس قدر بوڑھے اور کمزور تھے کہ مجھے خیال گزرا کہ کوئی نہ کوئی ضرور ان کی دیکھ بھال کرتا ہوگا... یہ رہیں تمہاری کتابیں۔ اٹھا لو۔ کیا ان ہی سے سبق پڑھتی ہو؟''

''نہیں۔''

''تو پھر تم ان کتابوں کا کیا کروگی؟''

''نانا ابا مجھے پڑھایا کرتے تھے، جب میں ان کے پاس آتی تھی...''

''پھر تم نے آنا چھوڑ دیا؟''

''بعد میں... پھر میں نہیں آئی۔ بیمار ہو گئی تھی'' اس نے کہا جیسے اپنی صفائی دے رہی ہو۔

''اچھا، یہ بتاؤ — تمہارا گھر ہے؟ ماں باپ ہیں تمہارے؟''

اس نے ایک دم تیوری چڑھالی اور مجھے ایسے دیکھا جیسے کوئی اندیشہ ہو۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں جھکا لیں، خاموشی سے مڑی اور دبے پاؤں کمرے سے باہر چل دی، اسے جواب دینے کی بھی فکر نہ تھی۔ بالکل ویسے ہی جیسے کل کر چکی تھی۔ میں حیرت سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ لیکن وہ ڈیوڑھی میں دم بھر کو رکی۔

''کاہے سے ان کا انتقال ہو گیا؟'' اس نے مجھ سے اچانک سوال کیا اور میری جانب ذرا سا مڑی، ٹھیک اسی طرح اور اسی انداز سے جیسے کل مڑی تھی جب اس نے ازورکا کتے کے بارے میں جاتے جاتے منہ دروازے کی طرف کئے ہوئے پوچھا تھا۔

میں اس کی طرف بڑھا اور پاس جا کر جو کچھ مجھے بڑے میاں کی موت کے بارے میں معلوم تھا اسے بتا دیا۔ خاموشی اور

تجسس کے ساتھ وہ سنتی رہی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور پیٹھ میری طرف تھی۔ ساتھ ہی میں نے یہ بھی بتا دیا کہ بڑے میاں نے مرتے وقت سڑک نمبر ٦ کا کس طرح ذکر کیا تھا۔

"ان کے اس ذکر سے مجھے یہ خیال ضرور گزرا تھا کہ ہو نہ ہو سڑک نمبر ٦ پر ان کا کوئی بہت عزیز قریب رہتا ہے اور اسی وجہ سے امید تھی کہ کوئی نہ کوئی آئےگا اور ان کے بارے میں پوچھ گچھ کرےگا۔ انہیں تم سے بڑی محبت ہوگی جو اس طرح آخری وقت تمہیں یاد کیا۔"

"نہیں" اس نے دبی زبان سے کہا گویا یہ لفظ منہ سے بےسوچے سمجھے نکل گیا ہو۔ "انہیں مجھ سے قطعی محبت نہیں تھی۔"

اس کے تن بدن میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔ جب میں بڑے میاں کی موت کا واقعہ بیان کر رہا تھا تو ذرا جھک کر میں نے اس کے چہرے پر نگاہ کی۔ دیکھا کہ وہ اس بات کی انتہائی کوشش کر رہی تھی کہ شدید جذبے کو اندر ہی دبا لے جیسے اسے حیا آ رہی ہے کہ کہیں میں دیکھ نہ لوں۔ وہ پیلی پڑتی چلی گئی اور اپنا نچلا ہونٹ چباتی رہی۔ لیکن جس چیز نے مجھے خاص طور سے حیرت‌زدہ کیا وہ اس کے دل کی دھڑکن تھی۔ دل کی دھڑکن اتنے زور کی تھی کہ اس کی آواز برابر بڑھتی جا رہی تھی اور دو تین قدم کے فاصلے سے بھی سنی جا سکتی تھی جیسے انیورزم (اعصابی بیماری) میں ہوتا ہے۔ میں ڈرا کہ بس اب وہ پھوٹ پڑےگی جیسے کل ایک دم رو پڑی تھی۔ لیکن نہیں روئی۔ ضبط کئے رہی۔

"اور وہ جنگلہ کہاں ہے؟"

"کون سا جنگلہ؟"

"جس کے نیچے ان کا انتقال ہوا۔"

"دکھا دوں‌گا... جب ہم باہر چلیں‌گے۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

"کیا ضرورت ہے..."

"'کیا ضرورت ہے' کا کیا مطلب؟"

"کوئی ضرورت نہیں... کچھ نہیں... میرا کوئی نام نہیں"

اس نے رک رک کر کہا جیسے تنگ ہو رہی ہو اور باہر نکلنے کے لئے بڑھی۔ میں نے اسے روک لیا۔

''ذرا ٹھیرو، کیسی عجیب لڑکی ہے! میں تو تمہارا بھلا چاھتا تھا۔ کل سے مجھے تم پر ترس آ رہا ہے جب میں نے تمہیں سیڑھیوں پر ایک کونے میں روتے دیکھا تھا۔ مجھ سے تو وہ منظر یاد بھی نہیں کیا جاتا... پھر اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ تمہارے نانا ابا نے میرے بازوؤں میں دم توڑا ہے۔ اور یقین ہے کہ جب ان کے منہ سے سڑک نمبر ٦ کا لفظ نکلا ہے تو وہ تمہارے بارے میں ھی سوچ رہے تھے۔ اس لئے مجھے لگتا ہے کہ وہ تمہیں میری ھی نگرانی میں دے گئے ھیں۔ مجھے وہ خوابوں میں نظر آتے ھیں... تمہارے لئے میں نے یہ کتابیں بھی اٹھا رکھی تھیں۔ لیکن تم پر ایسی وحشت سوار ہے کہ جیسے مجھ سے ڈر رھی ہو۔ میرے خیال میں تم بہت تکلیف سے بسر کر رھی ہو اور تمہارے والدین بھی نہیں ھیں اور غیروں میں تمہاری زندگی کٹ رھی ہے۔ کیا میں غلط کہتا ہوں؟،،

میں نے اس بچی کو ھموار کرنے کی بہت کوشش کی۔ میں خود بھی نہیں بتا سکتا کہ اس کا میرے دل و دماغ پر اتنا زبردست اثر کیوں تھا۔ میرے دل میں اس بچی کے لئے جو جذبہ بھرا تھا اس میں رحم یا ترس کے علاوہ کچھ اور بھی ضرور تھا۔ ممکن ہے کہ اس پورے واقعے کے یوں پراسرار ہونے کا دخل ہو۔ ممکن ہے اسمتھ کا جو میرے ذھن پر اثر تھا، وہ دخیل ہو، یا خود میرا وھمی موڈ اس کا سبب ہو، میں کہہ نہیں سکتا۔ لیکن کوئی بات تھی جو مجھے اس بچی کی طرف بےحد کھینچتی تھی۔ معلوم ہوا کہ میرے الفاظ اس کے دل کو لگے۔ اس نے مجھے ایک اور ھی نظر سے دیکھا۔ نظر عجیب تھی مگر اس میں اب کرختگی نہیں تھی بلکہ نرمی تھی، وہ دیر تک دیکھتی رھی، پھر نظریں جھکائیں جیسے کچھ سوچ میں پڑ گئی ہو۔

''یلینا،، اس نے ایک دم آھستہ سے کہا اور بےحد نرمی سے۔

''تمہارا نام ہے یلینا؟،،

''جی ھاں...،،

''اچھا تو کیا اب تم میرے یہاں آیا کروگی؟،،

''مناسب نہیں... مجھے نہیں معلوم... آؤں گا،، اس طرح اس نے زیرلب کہا جیسے اندر ھاں اور نہیں کی کشمکش جاری ہو اور وہ سوچ میں پڑ گئی ہو۔ عین اسی وقت کہیں دیواری گھنٹہ

بجا۔ وہ ایک دم چونک سی گئی اور دل مسوس کر رہ جانےوالی درد بھری کیفیت میں ڈوب کر اس نے آہستہ سے پوچھا ''اب کیا بجا ہے؟،،

''ہو نہ ہو، ساڑھے دس بجے ہیں۔،،

خوف سے اس کی چیخ نکل گئی۔

''اف خدایا!،، بےاختیار اس کے منہ سے نکلا اور وہ تیزی سے باہر کی طرف بڑھی مگر میں نے اسے پھر ڈیوڑھی میں روک لیا۔

''میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گا،، میں نے کہا۔ ''تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟ کیا دیر ہو گئی؟،،

''جی ہاں — میں چپکے سے کھسک آئی تھی۔ اب مجھے جانے دیجئے، وہ ماریں گی مجھے!،، اس کے منہ سے چیخ نکل گئی، اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ جو وہ کہنا چاہتی تھی اس سے زیادہ کہہ گئی ہے۔ اور فوراً مجھ سے جان چھڑانے لگی۔

''مگر سنو، بھاگو مت۔ تم وہیں جاؤگی نا واسی لیفسکی؟ میں بھی وہیں جا رہا ہوں، سڑک نمبر ۱۳ پر۔ مجھے بھی دیر ہو گئی ہے اور گاڑی لوں گا۔ ساتھ چلنا چاہتی ہو؟ میں تمہیں پہنچا دوں گا۔ پیدل جانے سے پہلے پہنچ جاؤگی۔ سمجھتی ہو؟،،

''آپ میرے ساتھ نہ چلئے۔ میرے ساتھ نہیں!،، وہ ایسے بولی جیسے اور زیادہ ڈر گئی ہو۔ محض اس خیال سے ہی کہ کہیں میں اس کے ساتھ وہاں نہ پہنچ جاؤں جہاں وہ رہتی ہے اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

''مگر میں نے تم سے کہا کہ مجھے اپنے کام سے سڑک نمبر ۱۳ پر جانا ہے۔ میں تمہارے گھر نہیں جاؤں گا۔ تمہارا پیچھا نہیں کروں گا۔ گاڑی سے چلیں گے تو ذرا جلدی پہنچ جائیں گے۔ آؤ، چلو ساتھ!،،

ہم جلدی جلدی زینہ اتر گئے۔ پہلا ہی کوچوان جو مجھے اپنی خستہ‌حال گھوڑا گاڑی لئے ہوئے ملا اس کو میں نے پکار لیا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ یلینا چونکہ میرے ساتھ جانے پر رضامند ہو گئی تھی تو اسے اضطراب تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ میں نے اس سے پوچھ کچھ کرنے کی جرأت بھی نہیں کی کیونکہ جیسے ہی میں نے پوچھا کہ گھر پر کون ہے جس سے تمہیں اتنا ڈر لگتا ہے تو اس نے اپنے ہاتھ ہلائے اور گھبراہٹ

کے مارے گاڑی سے بالکل کودنے لگی۔ میں نے جی میں سوچا ”آخر یہ راز کیا ہے؟“

گھوڑا گاڑی میں بیٹھنا اس کے لئے ایک مصیبت ہو گیا تھا۔ ہر ایک جھٹکے پر وہ اپنے ننھے سے بائیں ہاتھ سے میرا کوٹ مضبوط تھام لیتی تھی۔ سیلے کھرونچ پڑے ہاتھ سے وہ میرا کوٹ پکڑکے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی اور دوسرے ہاتھ میں مضبوطی سے کتابیں تھامے ہوئے تھی۔ ظاہر تھا کہ یہ کتابیں اس کے لئے بڑی بیش قیمت چیز تھیں۔ جب اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تو اتفاق سے اس کی ٹانگ سامنے آ گئی اور اس وقت یہ دیکھ کر میں حیرت‌زدہ رہ گیا کہ بچی کی ٹانگوں میں موزے تک نہ تھے، بس سوائے پھٹے جوتوں کے اور کچھ نہ تھا۔ اگرچہ میں نے جی میں ٹھان لی تھی کہ اس سے کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہ کروں‌گا لیکن پھر بھی تاب ضبط نہ رہی اور میں پوچھ بیٹھا۔

”کیا واقعی تمہارے پاس موزے نہیں ہیں؟ ایسے پانی بارش کے موسم میں اور اتنی ٹھنڈ میں تم ننگے پاؤں باھر کیسے نکل آئیں؟“

”میرے پاس ہیں ہی نہیں“ اس کے منہ سے بےسوچے سمجھے نکل گیا۔

”اف توبہ، مگر تم کسی نہ کسی کے ساتھ ہی تو رہتی ہوگی۔ جب باھر نکلنا ہوا کرے تو کسی سے تھوڑی دیر کو مانگ لیا کرو، کیا ہے!“

”نہیں، میں خود یہی چاہتی ہوں۔“

”اور ایسے تو تم بیمار پڑ جاؤگی، مر جاؤگی۔“

”مر جانے دو۔“

ظاہر تھا کہ وہ جواب نہیں دینا چاہتی تھی اور میرے سوالوں سے اسے دکھ ہوا۔

”دیکھو، یہ ہے جگہ، جہاں وہ مرے تھے“، میں نے اس مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس کے نزدیک اسمتھ کا انتقال ہوا تھا۔

اس نے کڑی نگاہ سے دیکھا اور ایک دم میری طرف رخ کرکے التجا کرنے لگی:

”خدارا، آپ میرا پیچھا نہ کیجئے۔ میں آؤں‌گی۔ پھر آؤں‌گی آپ کے ھاں۔ جیسے ہی موقع ملےگا، آؤں‌گی!“

''بہت اچھا، میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ پیچھا نہیں کروں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ، کس چیز سے اس قدر ڈری ہوئی ہو؟ کوئی بات ہے جس سے تم دکھی ہو۔ تمہیں دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے...''

''مجھے کسی کا ڈر نہیں''، اس نے جواب دیا مگر آواز میں ایک طرح کا چڑچڑاپن تھا۔

''مگر ابھی تو تم نے کہا: وہ مجھے ماریں گی!''

''مارنے دو!''، وہ بولی۔ اور اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''مارنے دو، بلا سے!''، اس نے تلخی سے یہی جملہ پھر دھرایا۔ اس کا اوپر کا ہونٹ ناگواری سے مڑا اور لرز گیا۔

آخر ہم واسی‌لیفسکی جزیرے میں پہنچ گئے۔ اس نے چھٹی سڑک کے نکڑ پر گاڑی رکوائی اور وہیں سے چھلانگ لگا کر اتر گئی۔ اترتے ہوئے اس نے فکرمندی سے چاروں طرف دیکھا۔

''اب آپ بڑھ جائیے۔ میں آؤں گی، آؤں گی ضرور!''، اس نے دھرایا۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اور چاہتی تھی کہ میں اس کا گھر تک پیچھا نہ کروں۔ ''جائیے، جلدی سے چلے جائیے!''

میں نے گاڑی آگے بڑھوائی۔ لیکن دریا کنارے کنارے چند گز آگے بڑھنے کے بعد میں نے گاڑی رکوائی اور اسے چکا کر سڑک نمبر ۲ کی طرف چل دیا۔ میں سڑک تیزی سے پار کر رہا تھا کہ پھر میں نے اسے دیکھا، اگرچہ تیز قدموں سے جا رہی تھی تاہم ابھی وہ دور نہیں گئی تھی اور بار بار پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ بلکہ وہ رک گئی اور پیچھے مڑکر دیکھا کہ کہیں میں تعاقب میں تو نہیں ہوں۔ لیکن میں ایک پھاٹک کی آڑ میں ہو گیا اور اسے نظر نہیں آیا۔ وہ پھر آگے چل دی اور میں بھی سڑک کی دوسری پٹری پر پیچھے پیچھے ہو لیا۔

میرے دل کو انتہا درجے کی کرید لگی ہوئی تھی۔ اگرچہ میں سوچ چکا تھا کہ گھر کے دروازے تک پیچھا نہیں کروں گا پھر بھی یہ جاننے کی بےتابی رہی کہ ذرا اتنا تو پتہ چلا ہی لوں کہ وہ آخر کس مکان میں رہتی ہے۔ مجھے پھر ایک بار عجیب قسم کا ناگوار دھڑکا ہو رہا تھا۔ اور یہ کیفیت اس سے بہت مختلف نہیں تھی جو اس کے نانا نے مجھ پر چھوڑی تھی اس وقت جب مٹھائی والے کی دکان میں ازورکا مرا ہے...

چوتھا باب

ہم دور تک چلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ مالی پراسپکٹ (چھوٹی سڑک) آگئی۔ وہ قریب دوڑ رہی تھی۔ آخر وہ ایک چھوٹی سی دکان میں چلی گئی۔ میں وہیں ٹھیرگیا اور تاک میں رہا کیونکہ میں نے سوچا ''یہ تو ہونے سے رہا کہ وہ اس دکان میں رہتی ہو''۔

واقعی، کوئی منٹ بھر بعد وہ دکان سے نکل آئی۔ لیکن اب اس کے پاس کتابیں نہیں تھیں۔ کتابوں کے بجائے ہاتھوں میں مٹی کا برتن تھا۔ ذرا آگے بڑھ کر وہ ایک بھونڈی شکل کی عمارت کے پھاٹک میں داخل ہو گئی۔ مکان بڑا نہیں تھا۔ اینٹوں کا بنا ہوا، پرانا اور دو منزلہ، میلے پیلے رنگ سے لپا ہوا۔ نیچے کی منزل کی تین کھڑکیوں میں سے ایک پر کسی معمولی سے تابوت‌ساز کا تجارتی اشتہار بنا ہوا تھا یعنی ایک چھوٹا سا لال تابوت۔ اور اوپر کی منزل کی کھڑکیاں بہت ہی چھوٹی چھوٹی اور قطعی چوکور تھیں جن پر بھدے سبز رنگ کے ٹوٹے ہوئے شیشے لگے تھے۔ ان میں سے مجھے گلابی رنگ کی چھینٹ کے پردے جھلکتے نظر آئے۔ میں نے سڑک پار کی، مکان تک گیا اور دروازے پر لوہے کی تختی پر یہ نام لکھا ہوا دیکھا: ''مکان ببنووا بیگم''۔

مگر ابھی میں نے بمشکل اس تحریر کے حرفوں کو پڑھا تھا کہ اتنے میں ببنووا بیگم کے مکان کے احاطے سے ایک عورت کے دھاڑنے کی آواز آئی اور اسی کے بعد فوراً گالی کوسنے کی بوچھار۔ دروازے کے اندر جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لکڑی کے زینے پر ایک دھرے بدن کی ادھیڑ عورت، بیگماتی لباس میں، سر پر ٹوپی لگائے اور سبز شال ڈالے کھڑی ہے۔ اس کا چہرہ ایسے گھرے لال رنگ کا تھا کہ دیکھ کے گھن آئے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی ابلی ہوئی سرخ آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ پیے ہوئے ہے حالانکہ ابھی دن شروع ہوا تھا۔ غریب یلینا پر اس کے گالی کوسنے پڑ رہے تھے اور یلینا اس کے سامنے ہاتھوں میں مٹی کا برتن لئے سہمی کھڑی تھی۔ اس کٹھور بیگم کی پیٹھ کے پیچھے سیڑھی پر سے لالی پوڈر تھوپے

ہوئے ایک عورت جھانک رہی تھی جس نے ابھی کنگھی چوٹی بھی نہیں کی تھی۔ ذرا دیر بعد تہہ‌خانے کی طرف اترنے والی سیڑھیوں کے پاس ایک دروازہ کھلا اور خستہ حال لباس میں ادھیڑ عمر کی ایک عورت جو دیکھنے میں شریف اور تمیزدار لگتی تھی، سیڑھیوں پر نمودار ہوئی۔ غالباً شور پکار نے اسے متوجہ کیا ہوگا۔ تہہ خانے‌والی منزل کے دوسرے رہنے‌والے، ایک بہت بوڑھا مرد اور جوان لڑکی، بھی ایک پٹ سے جھانکنے لگے۔ ایک بڑے تن و توش کا دیہاتی جو غالباً چوکیدار ہوگا، احاطے کے بیچوں بیچ جھاڑو ہاتھ میں لئے کھڑا تھا اور اس تماشے کو یوں ھی بےپرواھی اور بےدلی سے دیکھ رہا تھا۔

''اری تو بڑی حرافہ ہے، جونک! گوہ کا کیڑا!،، وہ عورت پھٹ پڑی، جتنے گالی کوسنے اسے یاد تھے، سب ایک سانس میں انڈیلنے شروع کر دئے۔ بےنقط اور بےتحاشا سنا رہی تھی۔ ''میرا کلیجہ کھا جائےگی تو خصم کھانی! میں نے اسے کھیرے لینے بھیجا اور یہ کھسک گئی! بھیجتے وقت ھی میرے دل نے کہہ دیا تھا کہ دیکھنا یہ چمپٹ ہو جائےگی، وھی ہوا نا۔ کلیجہ پکا دیا اس نے! کل شام اسی بات پر جھونٹے پکڑکے دو دو گھڑی کی مار دی ہے، مگر آج پھر یہ اڑ گئی! کہاں جاتی ہے تو، چھنال؟ کون دھگڑا بیٹھا ہے تیرا، جس کے پاس چھپ چھپ‌کے پہنچتی ہے؟ شیطان کی بچی، سانپ کی جنی، کس کے پاس جاتی ہے؟ بول، اب، منہ پھوٹے سے کچھ بول تو سہی۔ دلدل کی سڑانڈ! بول، نہیں تو گلا گھونٹ دوں‌گی!،،

اور طیش میں بھری ہوئی سنڈی اس بچی پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ نیچے کی کرایہ‌دار عورت نکل‌کر باھر دوباری میں آ گئی ہے، اور وھاں سے دیکھ رہی ہے وہ ایک دم رک گئی، اس عورت کی طرف رخ کرکے اور بھی اونچی آواز سے چیخ پڑی، ھاتھ ھلانے لگی گویا اپنے اس بےبس شکار کے خوفناک جرم کے لئے گواہ طلب کر رہی ہو۔

''دیکھنا بہن، اس کمبخت کی ماں مر گئی۔ بھلے آدمیو، تم تو جانتے ہو — اب یہ دنیا جہان میں اکیلی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس پڑی ہے اور آپ کو خود ھی روٹی کے ٹوٹے ھیں۔ تو میں نے سوچا کہ حضرت نکولاس کے نام پر میں ھی ایک کارخیر

کر دوں اور اس بن ماں باپ کی بچی کو لے لوں۔ لے تو لیا میں
نے۔ اور آپ نے کیا سمجھا؟ دو مہینے سے اسے اپنے پاس رکھے
ہوئے ہوں۔ ان دو مہینے میں اس نے میرا لہو پی لیا اور ہڈیوں
کا ڈھنڈار کرکے رکھ دیا مجھے۔ جونک کہیں کی! سنپولیا! شیطان
کی انگلی! اب کیسی دم سادھے ہوئے ہے — مارو، چاہے نکال
باہر کرو، دم سادھے رہے گی۔ جیسے منہ میں گھنگھنیاں بھر
رکھی ہوں — بولتی نہیں! اس کے دم سادھنے سے میرا دل الٹا
جاتا ہے۔ اب تو کس کا دم بھر رہی ہے، چھنال کہیں کی؟ ہرے
منہ کی بندریا؟ تو سڑک پر پڑی پڑی بھوکوں مر گئی ہوتی اگر
میں نہ ہوتی تو۔ تجھے تو چاہئے تھا کہ میرے پاؤں دھو دھوکے
پیتی، چڑیل، کالی چمٹی۔ میرے بغیر تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتی
پھرتی!،،

’’مگر آپ کو کیا ہو گیا؟ اپنا جی کیوں جلا رہی ہیں،
آننا تریفونوونا؟ کیا بات ہو گئی جو اس نے پھر آپ کو غصہ
دلا دیا؟،، اس عورت نے احترام کے ساتھ پوچھا جسے اس بھوتنی
نے مخاطب کیا تھا۔

’’کیا بتاؤں، نیک بخت، تم سے کیا کہوں! مجھے اچھا نہیں
لگتا کہ میری مرضی کے خلاف کام کیا جائے۔ اپنی مرضی کا اچھا
بھی ہو تو مت کرو، مگر میری مرضی کا برا بھی ہو تو کرو —
میں اس مزاج کی عورت ہوں۔ آج تو اس نے مجھے قبر میں ہی اتار دیا
تھا۔ میں نے اسے دکان پر کھیرے لانے بھیجا تھا اور اب وہ لوٹی
ہے تین گھنٹے میں۔ جب میں نے اسے باہر بھیجا تھا تبھی میرے
دل کو دھڑکا ہوا تھا۔ دل کھرچا جا رہا تھا، ہوک اٹھ رہی
تھی۔ کہاں رہ گئی؟ کہاں چلی گئی؟ کون سے اسے اپنے ہوتے
سوتے مل گئے، میں نے اس کے ساتھ کون سی بھلائی نہیں کی تھی؟
کیا کسر رکھی بتاؤ، اس چھنال کی اماں کے کفن دفن پر اپنی
گانٹھ سے چودہ روبل لگائے، اور اب اس شیطان کی بچی کی پال پوس
اپنے ذمے لی۔ تم تو جانتی ہو بہن۔ تمہیں تو سب خبر ہے۔
تم سے کیا پردہ! اب اس کے بعد بھی میرا اس پر کوئی حق نہیں
رہا؟ اسے خود سمجھنا ماننا چاہئے۔ احسان ماننا تو رہا ایک طرف
اور الٹی میری مرضی کے خلاف چلتی ہے۔ میں تو اس کا بھلا
چاہتی ہوں! میں نے تو اس چڑیل کے لئے ململ کا فراک بنوایا۔

گوستینی دوور* سے میں نے اس کے لئے بوٹ خریدے۔ سور کی طرح بنانے سنوارنے کی سوچی جیسے کوئی تہوار میں بن ٹھن کے نکلتا ہے۔ اور آپ کو یقین آئے گا، بھلے آدسیو! دیکھئے، اس نے دو دن میں کپڑوں کے چیتھڑے لگا دئے — پرزے پرزے کرکے رکھ دئے۔ اور اب یوں گھومتی پھرتی ہے، ایسے گھوم رہی ہے۔ اور آپ کو کیا خبر، آپ کیا سمجھتے ہیں — اس لونڈیا نے جان بوجھ کے کپڑوں کے پرزے کئے ہیں! میں کوئی آپ سے جھوٹ کہوں گی — میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ میں تو چیتھڑوں میں ہی پھروں گی۔ مجھے سلمل وائل نہیں چاہئے۔ اچھا تو پھر میں نے دو چوٹ کی مار دی۔ اس کی طبیعت صاف کر دی۔ بعد میں مجھی کو دوادارو کرنی پڑی اور اس پر جیب سے روپیہ خرج ہوا۔ کمینی کہیں کی! تجھے جوں کی طرح اگر پیس ڈالوں تو میرا کیا بگڑے گا! یہی کہ ہفتے بھر دودھ کے خرچ کا نقصان ہو جائے۔ تیرا خون کرنے کی اس سے زیادہ کیا سزا ملنی ہے! میں نے کہا، اچھا تو فرش دھو — یہ تیری سزا ہے۔ اور آپ کیا سمجھتے ہیں — فرش دھونے پر جو لگی ہے، تو بس دھوئے چلی جا رہی ہے۔ میرے دل میں چنگاریاں اٹھنے لگیں — فرش دھو رہی ہے۔ اب یہ ٹھیرے گی نہیں — میں نے سوچا — بھاگ لے گی یہاں سے۔ ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ مڑکر جو دیکھتی ہوں تو نکل بھاگی۔ آپ نے بھلے آدسیو سنا ہی ہوگا کہ کل میں نے اس کو بھاگ جانے پر کیا مار دی ہے۔ مارتے مارتے میرے ہاتھ دکھ گئے۔ اس کے موزے جوتے سب اتروا لئے کہ اب ننگے پاؤں باہر کیسے نکلے گی۔ پھر دیکھوں تو آج پھر غائب ہے۔ کہاں تھی؟ بتا مجھ سے! کس سے میری شکایت کرنے گئی تھی؟ پاجی کہیں کی! اب بتا تو سہی، کس کے کان بھرنے گئی تھی؟ بتا، اٹھائی گیری؟ بے ہنگم ھڈو، بول نا؟''

اور غضبناک بیگم اس خوف سے تھرتھر کانپتی ہوئی بچی پر جھپٹی اور اس کے جھونٹے پکڑکے زمین پر گرا دیا۔ کھیروں کے اچار کا مرتبان اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور تڑاک سے ٹوٹا۔ اس سے مست ہتھنی کا پارہ اور چڑھ گیا۔ اس نے بچی کے منہ اور

---

* گوستینی دوور — پیٹرسبرگ کا بازار جس میں لباس، کپڑوں، جوتوں وغیرہ کی دکانیں تھیں۔ (ایڈیٹر)

سر پر دوھتڑوں کی بوچھار کر دی۔ لیکن یلینا کی زبان اس پر بھی بند رھی۔ ایک بھی آواز اس کے منہ سے نہ نکلی۔ وہ چیخی چلائی تک نہیں۔ جب دوھتڑوں، گھونسوں، طمانچوں کی بوچھار ھو رھی تھی تب بھی اس نے آہ نہیں بھری۔ غصے اور نفرت کے مارے مجھے اپنے آپے کی خبر نہیں رھی، اور میں سیدھا اس بےقابو بیگم کی طرف لپکا۔

''یہ کیا کرتی ھو؟ ایک غریب بےماں باپ کی بچی پر یوں ھاتھ اٹھاتے شرم نہیں آتی!،، میں زور سے بولا اور اس ابلتی ھوئی جوالا کا بازو پکڑ لیا۔

''یہ کیا حرکت ھے اور تم کون بولنےوالے؟،، یلینا کو ایک طرف چھوڑ کر وہ زور سے بولی۔ اس نے دونوں ھاتھ کمر پر رکھ لئے اور چلائی ''تم کون میرے گھر میں دخل دینےوالے؟،،

''دخل یہ دینا ھے کہ تم بےدرد عورت ھو۔ بیچاری بچی کو مار مارکے ادھ سوا کئے دے رھی ھو۔ تمھاری اولاد نہیں ھے یہ۔ ابھی ابھی میں اپنے کانوں سے سن چکا ھوں کہ بیچاری بن ماں باپ کی بچی کو تم نے رکھ لیا ھے۔ بس...،، میں نے ڈانٹ کر کہا۔

''اوف، یسوع مسیح!،، وہ بلا چیخی۔ ''مگر میں پوچھتی ھوں، تم کون بیچ میں ٹانگ اڑانے والے! تم کیا اس لڑکی کے ساتھ آئے ھو، کیا بات ھے آخر؟ میں ابھی پولیس میں رپٹ کر دوں گی۔ آندرون تیموفیئچ بھی مجھ سے تمیز سے پیش آتے ھیں۔ کیا یہ تمہارے ھی پاس جاتی ھے؟ تم ھو کون؟ دوسرے کے گھر میں بن بلائے دخل دینے آ پہنچے۔ ھائے دوڑیو!،،

وہ مجھ پر گھونسے تان کر جھپٹی۔ عین اسی لمحے ایک غیرانسانی ھولناک چیخ بلند ھوئی۔ میں نے مڑکے دیکھا — یلینا جو اس وقت تک بےسدھ بنی کھڑی تھی، ایک دم زمین پر دھڑام سے گر پڑی۔ گرتے وقت اس کے حلق سے خوفناک، غیرانسانی چیخ نکلی اور بدن بری طرح تڑپنے لگا۔ چہرہ بگڑ گیا۔ اس پر مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ یہ بپھری ھوئی حرافہ اور وہ عورت جو تہہ‌خانے والی منزل سے نکلی تھی دونوں دوڑیں۔ انہوں نے یلینا کو زمین پر سے اٹھایا اور افراتفری میں اسے اوپر لے چلیں۔

''جہنم رسید ھو جا، چڑیل!،، پیچھے سے بیگم چیخی۔ ''مہینے

میں اسے یہ تیسرا دورہ پڑا ہے... نکل جا یہاں سے، بھڑوے!،، اور ڈانٹ کر پھر وہ مجھی پر جھپٹی۔ ''کھڑا منہ کیا تک رہا ہے، چوکیدار! تجھے تنخواہ کس کام کی ملتی ہے؟،،

''چل یہاں سے! چلتا بن! نہیں تو گدی سہلا دی جائے گی،، چوکیدار نے مری ہوئی آواز میں بھبکی دی جیسے صرف دکھاوے کو کہہ رہا ہو۔ ''دو کے بیچ میں تیسرے کی صحیح نہیں۔ سلام کر اور دفان ہو!،،

اب کیا ہوتا۔ میں مجبوراً پھاٹک سے نکل آیا۔ مجھے احساس تھا کہ دخل اندازی بیکار ثابت ہوئی۔ لیکن غصے اور نفرت کی لو اٹھ رہی تھی مجھ میں۔ مکان کے سامنے جو فٹ پاتھ تھا میں وہاں ٹھیر گیا اور پھاٹک میں سے دیکھنے لگا۔ میرے وہاں سے ہٹ جانے پر وہ بلا زینے سے اوپر چلی گئی اور چوکیدار اپنا کام کرکے کسی طرف غائب ہو گیا۔ منٹ بھر بعد میں نے دیکھا کہ تہہ خانے والی منزل کی وہ عورت جس نے یلینا کو اوپر لے جانے میں ہاتھ بٹایا تھا، تیز قدموں سے اترنے لگی۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ ٹھٹھک گئی اور تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے پرسکون مہربان چہرے کو دیکھ کر میری ہمت پڑی۔ میں پھر احاطے میں داخل ہوا اور سیدھا اس کے پاس پہنچا۔

''معاف کیجئے گا، کیا میں پوچھ سکتا ہوں — یہ بچی کون ہے؟ اور اس ذلیل عورت کا اس سے کیا واسطہ ہے؟ آپ ہرگز یہ خیال نہ کیجئے گا کہ میں محض جاننے کی خاطر پوچھ رہا ہوں۔ جی نہیں۔ میں اس بچی سے مل چکا ہوں اور خاص وجوہ سے مجھے بچی کے معاملے سے دلچسپی بھی ہو گئی ہے۔،،

''اگر آپ کو ایسی ہی دلچسپی ہے تو اچھا ہے کہ اسے یہاں سے لے جائیں یا اس کے لئے کوئی جگہ ڈھونڈھ دیجئے۔ یہاں تو وہ بالکل خاک میں مل جائے گی،، عورت نے بظاہر بے نیازی سے کہا اور اس طرح اشارہ کیا کہ اب وہ چلی۔

''لیکن اگر آپ مجھے بتائیں گی ہی نہیں، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں۔ غالباً یہی مالکہ مکان ہے بنبووا؟،،

''جی ہاں، مالکہ مکان۔،،

''تو یہ بچی اس کے ہاتھ کیسے پڑ گئی؟ کیا اس کی ماں یہیں اسی کے پاس مری تھی؟''
''بس اس کے ہاتھ پڑ گئی۔ ہمیں اس سے کیا واسطہ؟''
پھر وہ چلنے لگی۔
''آپ ایک عنایت کیجئے مجھ پر۔ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ مجھے اس معاملے سے خاص دلچسپی ہے۔ شاید میں کچھ کام آسکوں۔ یہ بچی کون ہے؟ اس کی ماں کون تھی؟ آپ کو معلوم ہے؟''
''کچھ پردیسی سی لگتی تھی۔ یہیں نیچے ہمارے ساتھ کے حصے میں رہتی تھی۔ اتنی بیمار تھی کہ بس۔ کچھ ہی دن میں تپدق کے مارے دنیا سے سدھار گئی۔''
''تو مطلب غریب رہی ہو اگر وہ تہہ خانے کے ایک کمرے میں کرایہ‌دار تھی؟''
''غریب بھی کیسی غریب۔ دل چھلنی ہو گیا۔ ہمیں خود روٹی کے ٹوٹے ہیں۔ لیکن پھر بھی پانچ مہینے میں اس پر ہمارے چھہ روبل قرض چڑھ گئے۔ مری تو کفن دفن بھی ہم نے کیا۔ میرے شوہر نے ہی تو تابوت بنایا تھا۔''
''مگر بینووا تو کہتی تھی کہ کفن دفن کا انتظام اس نے کیا تھا۔''
''وہ کیا کرتی کفن دفن!''
''اس کا خاندانی نام کیا تھا؟''
''میں ادا نہیں کر سکتی بھائی، ذرا کہنا مشکل ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ جرمن نام ہوگا۔''
''اسمتھ؟''
''نہیں، یہ تو نہیں تھا۔ اور بعد میں آننا تریفونوونا نے اس لاوارث بچی کو لے لیا، بقول اپنے، سرپرستی میں دیکھ بھال کے لئے لے لیا۔ مگر یہ کچھ ٹھیک نہ رہا۔''
''ممکن ہے کسی خاص غرض سے اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو؟''
''ہاں، اس کے رنگ ڈھنگ تو اچھے نہیں ہیں'' وہ عورت ایسے بولی جیسے کچھ سوچ میں پڑ گئی ہو کہ منہ سے کہے یا نہ کہے۔ ''مگر ہمیں کیا، ہم باہر کے لوگ...''

''بس بہتر ہے کہ ذرا زبان کو قابو میں رکھو،، پشت پر سے ایک سرد کی آواز سنائی دی۔ میں نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی گھریلو چوغہ پہنے اور اس پر سے بھاری کوٹ ڈاٹے نکلا۔ دیکھنے میں دستکار لگتا تھا، اس عورت کا شوہر تھا۔

''بھائی صاحب، آپ سے اسے بات چیت کرنے کی کیا ضرورت بھلا۔ اس معاملے سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں،، وہ میری طرف کچھ اکتائے ہوئے انداز میں دیکھ کر بولا۔ ''جا، ری، گھر میں جا۔ معاف کیجئے گا۔ خدا حافظ، جناب! ہم تو تابوت‌ساز ہیں۔ اگر اس لائن میں آپ کی کوئی خدمت کر سکیں تو خوشی سے حاضر ہیں... لیکن دیکھئے، اس کے علاوہ ہمارا آپ کا کیا لینا دینا؟،،

میں وہاں سے اپنے خیال میں غرق اور نہایت پیچ و تاب کھاتا چل دیا۔ مجھ سے کچھ کرتے تو بن نہیں پڑی لیکن اس طرح چل دینا بھی طبیعت پر سخت گراں گزرا۔ اس تابوت‌ساز کی بیوی کی زبان سے جو کچھ تھوڑا بہت پتہ لگا اس نے اور دکھ پہنچایا۔ اس تمام قصے کی تہہ میں کوئی بری بات ضرور تھی۔ مجھے آپ ہی آپ ایسا محسوس ہونے لگا۔

میں سر نیچے جھکائے اپنی ادھیڑبن میں لگا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں کسی نے تیز آواز میں میرا خاندانی نام لے کر پکارا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے، نشے میں بالکل دھت اور ڈگمگانے سے خود کو سنبھالے ہوئے۔ کپڑے اندر سے صاف ستھرے لیکن اوپر ملا دلا اوورکوٹ اور چکٹی میل کھائی ٹوپی منڈھے۔ صورت دیکھنے سے بہت جانی پہچانی لگتی تھی۔ میں نے اور قریب سے دیکھا۔ اس نے مجھے آنکھ ماری اور چھیڑخانی کے طور پر مسکرا دیا۔

''پہچانتے بھی نہیں ہو!،،

پانچواں باب

''ارے یہ تو تم ہو، مسلوبویف!،، میں پکارا۔ فوراً میں نے پہچان لیا کہ یہ تو میرا اسکول کا پرانا ساتھی ہے۔ ضلع کے مڈل اسکول تک اس کا میرا ساتھ تھا۔ ''ارے، واہ، کیا ملاقات ہوئی ہے!،،

''ہاں، خوب ملاقات ہوئی۔ کوئی چھ برس تو ہو گئے ہوں گے ملے ہوئے۔ مطلب ملاقات تو ہوئی تھی۔ مگر حضوروالا، عالی جناب تو نظر بھی ڈالنے کو تیار نہ تھے۔ پتہ نہیں جناب کہیں کے جنرل ہو گئے، بڑی کوئی ادبی شخصیت ہو گئے، کیا ہو گیا!،، طنز کے ساتھ مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔

''اچھا تو یار مسلوبویف، بکواس شروع کر دی تو نے،، میں نے اس کی بات کاٹی۔ ''اول تو بات یہ ہے کہ جنرل چاہے وہ ادبی ہی کیوں نہ ہو جائے، دیکھنے میں ایسا نہیں ہوتا ہے جیسے میں۔ اور دوسرے یہ بتا دوں کہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ سڑک پر تم دو تین بار نظر آئے مگر تم ہی، میرے خیال میں کترا گئے۔ اور میں بھلا کسی کے پاس کیوں جاؤں اگر میں سمجھوں کہ وہ مجھ سے بچ کر نکلنا چاہتا ہے۔ اور جانتے ہو میں کیا سوچتا ہوں؟ اگر کہیں تو اس وقت پیئے ہوئے نہ ہوتا تو اس وقت بھی مجھے پکارتا نہیں۔ بتا سچ کہا کہ نہیں؟ اچھا بول، کیا حال ہے تیرا؟ یار، مجھے بہت بس بہت ہی خوشی ہو رہی ہے کہ تجھ سے ملاقات ہو گئی۔،،

''سچ کہنا — تمہاری آبرو کو بٹہ تو نہیں لگےگا اس بات سے کہ اپنا... اپنا ایسا حلیہ ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ یار تجھ سے کیا تکلف — مجھے تو ہمیشہ وہ یاد آتا ہے کہ وانیا، تو کیسا شریف چھوکرا تھا۔ یاد ہے تجھے کہ ایک دفعہ میری وجہ سے تیری مرمت ہو گئی تھی؟ تو بالکل زبان بند کئے رہا اور میرا نام نہیں بتایا اور میں تھا کہ تیرا احسان ماننے کے بجائے بعد میں ہفتے بھر تک تجھے چھیڑتا اور مذاق اڑاتا رہا۔ یار تو نے بڑا ہی شریف دل پایا ہے! تجھ سے مل کے بڑی خوشی ہوئی، خوش رہو، میرے اچھے دوست، خوش رہو!،، (ہم نے ایک دوسرے کو پیار کیا۔) ''یار کتنے سال سے میں زندگی کو خود ہی گھسیٹ رہا ہوں — صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے، عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے۔ پرانا زمانہ دل سے بھولتا نہیں۔ بھلایا نہیں جاتا! اچھا یہ تو بتا، کر کیا رہا ہے تو آجکل؟،،

''میں، ارے میں کیا، بس میں بھی زندگی کو خود ہی گھسیٹ رہا ہوں۔،،

اس نے مجھے دیر تک دیکھا ایسے طاقتور جذبے کے ساتھ

جو عام طور سے شراب کے ہاتھوں بےطاقت آدمی میں پایا جاتا ہے ۔ اتنا کہہ دوں کہ وہ نشے کے بغیر بھی نہایت ہی نیک‌دل انسان تھا ۔

''نہیں، نہیں، وانیا، تو ایسا آدمی نہیں ہے ۔ میں بھلا کیا،، اس نے آخر ایک درد بھرے لہجے میں کہا ۔ ''یار، میں پڑھ چکا ہوں ۔ میں نے پڑھا ہے وانیا، پڑھی تمہاری کتاب! .. اچھا، سن تو، آ، دل کھول کے باتیں کریں ۔ تجھے کیا جلدی ہے؟،،

''ہاں، جلدی تو ہے ۔ تیرے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ ایک معاملے میں بری طرح الجھا ہوا ہوں ۔ اچھا تو یہ بتا کہ تیرا بسیرا کہاں ہے؟،،

''بتاؤں گا ۔ مگر یہ ٹھیک نہیں رہےگا ۔ بتاؤں کیا رہےگا؟،،

''ہاں، کیا؟،،

''یہ رہا وہ، دیکھتا ہے؟،، اور اس نے وہاں سے دس قدم پر ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا ''دیکھتا ہے، یہ مٹھائی والے کی دکان بھی ہے اور رستوران بھی یعنی یوں کہہ لو کہ کھانا وغیرہ ملتا ہے ۔ مگر جگہ اچھی ہے یہ ۔ میرے خیال میں تو نہایت معقول جگہ ہے ۔ اور پھر وادکا کی تو بس پوچھو مت! سیدھی کیئف شہر سے پیدل چل کے آتی ہے برخوردار ۔ پی چکا ہوں کئی بار ۔ مجھے خوب معلوم ہے ۔ یہ لوگ گھٹیا مال دےکر نہیں ٹال سکتے ۔ فلپ فلیپچ کو خوب پہچانتے ہیں — یہ خاکسار ہے فلپ فلیپچ ۔ کیا بات؟ منہ کیوں بناتا ہے؟ خیر، ذرا مجھے بات پوری کر لینے دے ۔ اب سوا گیارہ بج رہے ہیں — ابھی میں نے دیکھا ہے ۔ تو جب بارہ بجنے میں پچیس منٹ رہ جائیں‌گے، ٹھیک اس وقت میں تجھے چھوڑ دوں‌گا ۔ بس اتنی دیر کو ذرا ہونٹ تر کر لیں ۔ صرف بیس منٹ کی بات ہے ۔ پرانے دوست کے لئے بیس منٹ کی کیا حقیقت! چلےگا؟،،

''اگر صرف بیس منٹ کی بات ہے تو خیر، ٹھیک ہے ۔ کیونکہ میرے پیارے، قسم کھا کے کہتا ہوں، کام ہے مجھے...،،

''چلےگا، سب چلےگا ۔ ہاں تو بات کہوں تجھ سے ۔ اول کے دو لفظ کہہ دوں — آج تیری صورت بگڑی ہوئی ہے ۔ ضرور کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے تیرے ساتھ ۔ سچ بتا!،،

''ہاں، ہے تو ۔،،

"تو میں ٹھیک ہی سمجھا۔ یار، میں اب قیافہ شناسی کے چکر میں پڑ گیا۔ خیر، یوں بھی جی بہلتا ہے۔ اچھا تو اب چلو، باتیں کریں۔ اس بیس منٹ میں پہلے تو میں اڈمرل چائنسکی کے بارے میں ذرا غور کرنے کا وقت نکالوں گا*، پھر ذرا برچ کی شراب کا ایک گلاس انڈیلا جائے گا، پھر ایک روح افزا پیالہ ہو جائے گا اور تیسرا گلاس اورینج کا، پھر Parfait Amour اور اس کے بعد کچھ نہ کچھ اور زیر غور آئے گا۔ پیسے رہتا ہوں یار۔ صرف تہوار کے دن عبادت سے پہلے تک ہوش میں ہوتا ہوں۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ تم نہ چاہو تو مت پینا۔ صرف تمہارا موجود رہنا ضروری ہے۔ اور اگر پی لوگے تو اپنی عالی‌ظرفی اور شرافت کا ثبوت دوگے۔ چلو، چلیں، ذرا گپ رہےگی اور اس کے بعد پھر دس سال کی جدائی۔ یار، وانیا، معاف کیجئو، میں تیری جوڑ کا نہیں ہوں!"

"...اچھا، اچھا، بس، زیادہ بکواس نہ کر۔ جلدی چلنا چاہئے۔ یہ بیس منٹ تیرے رہے، مگر ہاں، اس کے بعد مجھے چھٹی۔"

رستوران میں پہنچنے کے لئے ہمیں لکڑی کے ایک زینے پر چڑھنا پڑا۔ یہ ایک دو منزلہ زینہ تھا اور سڑک سے سیدھا عمارت کی دوسری منزل پر پہنچتا تھا۔ زینے پر اتفاق سے دو صاحبوں سے ہماری مٹھ بھیڑ ہوئی۔ یہ دونوں بہت بری طرح پیے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی یہ دونوں جھومتے جھامتے ایک طرف کو ہو گئے۔

ان میں سے ایک تو بالکل نوعمر لڑکا تھا صورت سے عنفوان شباب لیکن چہرے بشرے سے حماقت کی پوٹ۔ مونچھوں کی جگہ صرف ہلکا سا سبزہ آغاز، اور سبزۂ خط غائب۔ چھیلوں کے سے کپڑے پہنے، مگر دیکھنے میں ایسے کہ ہنسی آئے — جیسے مانگے کے ہوں۔ انگلیوں پر نہایت قیمتی انگوٹھیاں چڑھائے، ٹائی میں بیش قیمت پن لگائے اور بال انتہا درجے کے احمقانہ بنا رکھے تھے، پتہ نہیں کس طرح کا سنگار کیا گیا تھا۔ وہ برابر مسکرائے اور کھی کھی کئے جاتا تھا۔ اس کے ساتھ کا آدمی کوئی پچاس برس سے اوپر کا تھا۔ موٹا

---

* مذاق میں — مطلب یہ کہ چائے پیوں گا۔ (ایڈیٹر)

تازہ، توندیل، لباس میں بے پروائی، مگر ٹائی میں بڑا پن وھاں
بھی موجود، چہرہ پھولا ھوا، نشے میں دھت، چیچک‌زدہ۔ پھلکی
جیسی ناک پر چشمہ۔ اور گنجی چندیا کے گرد جگہ جگہ اڑے
ھوئے بالوں کی جھالر۔ اس کے چہرے کی کیفیت بتاتی تھی کہ
بدطینت بھی ھے اور عیاش بھی۔ اس کی کینہ‌ور اور بےاعتماد
آنکھوں کو چربی نے ڈھک رکھا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ
چلمن میں سے جھانک رھی ھیں۔ صاف ظاھر تھا کہ مسلوبویف
سے ان دونوں کی ملاقات تھی۔ لیکن توندوالے کی نظر جو ھم پر
پڑی تو اس نے صورت دیکھتے ھی لمحہ بھر کو برا سا منہ بنایا
اور نوجوان ایسا پگھلا کہ اس کے چہرے پر ایک قسم کی خوشامدانہ
میٹھی مسکراھٹ آئی۔ بلکہ اس نے تعظیماً ٹوپی بھی اتاری۔ وہ
ٹوپی پہنے تھا۔

''معاف کیجئیے گا، فلپ فلیپچ،، چکنے چپڑے انداز سے دیکھتے
ھوئے وہ نوجوان بدبدایا۔

''کیوں کیا ھوا؟،،

''جی، معاف کیجئیے گا۔ وہ میں...،، (اس نے گلے پر چٹکی ماری۔
مطلب یہ کہ پی گیا ھوں۔) ''میتروشکا بیٹھا ھے وھاں۔ بڑا ھی
پاجی ھے وہ، فلپ فلیپچ...،،

''مگر بات کیا ھے؟،،

''جی ھاں، وہ دیکھئیے نا کہ وہ... اس کے ساتھ،، (اس نے اپنے
ساتھی کی طرف اشارہ کیا) ''پچھلے ھفتے... میتروشکا کی بدولت اس
کی تھوتھنی پر کالک لگ چکی ھے۔ کھی کھی...،،

اس کے ساتھی نے برا مان کر کہنی ماری۔

''ھمارا ساتھ کیوں نہ رھے، فلپ فلیپچ؟ ھم تو چل کے ایک
آدھی درجن شمپین پی ڈالتے، دیوسو* کے ھاں، ھے نا۔ پھر ھو
جائیے حکم!،،

''نہیں، بھئی، اس وقت نہیں،، مسلوبویف نے جواب دیا۔ ''ابھی
ذرا کام ھے۔،،

---

* دیوسو — پیٹرسبرگ میں ایک مہنگے رستوران کا مالک۔
(ایڈیٹر)

''کھی کھی، مجھے بھی ذرا سا کام ہے... وہ آپ سے...''
اس کے ساتھ والے نے پھر کہنی کا ٹھوکا مارا۔
''اچھا تو پھر سہی، پھر سہی۔''
مسلوبویف بظاہر ان لوگوں سے آنکھ چار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خیر، جیسے ہی ہم نے پہلے کمرے میں قدم رکھا، دیکھتے کیا ہیں کہ پورے کمرے کی لمبائی میں ایک صاف ستھری کاؤنٹر لگی ہے، اس پر بڑی تعداد میں شراب کے ساتھ گزک کی پلیٹیں دھری ہیں — کیک، پھلیاں اور رنگ برنگی شرابوں سے بھری شیشے کی صراحیاں — مسلوبویف جلدی سے مجھے ایک کونے میں لے گیا اور بولا:

''جانتے ہو اس لڑکے کو، یہ سیزوبریوخوف کا بیٹا ہے، وہ جو اناج کا مشہور بیوپاری تھا۔ باپ کے مرنے پر اسے کوئی پانچ لاکھ روبل کی رقم ہاتھ آئی تھی اور اب لٹا رہا ہے۔ پیرس گیا تھا وہاں دونوں ہاتھوں سے خوب دولت لٹائی۔ دامن جھاڑ چکا ہوگا وہاں کہ اتنے میں چچا مر گئے اور ان کا ورثہ بھی اسی کو ملا۔ وہ پیرس سے لوٹ آیا۔ اب جو بچا ہے اسے یہاں اڑائےگا۔ کوئی سال بھر میں ٹھنڈک پڑ جائےگی۔ بالکل الو کی دم فاختہ ہے — اعلی درجے کے ہوٹلوں میں، تاڑی خانوں اور شراب‌خانوں میں، ایکٹریسوں میں اڑا پھرتا ہے۔ اب **اس** نے خاص شاہی رسالے میں بھرتی کی درخواست دے رکھی ہے۔ دوسرا جو تھا، عمر رسیدہ آدمی، وہ ہے ارخی‌پوف، یہ صاحب، پتہ نہیں کچھ لین دین کرتے ہیں یا ایجنٹی میں ہیں، پہلے لگان پر زمین لےکر کاشت بھی کرایا کرتا تھا۔ ذلیل، کمینہ، بگڑا ہوا، آجکل سیزوبریوخوف کا یار غار بنا پھرتا ہے۔ یہوداہ بھی ہے اور فالسٹاف* بھی — ایک ساتھ دونوں۔ دو بار تو دیوالیہ ہونے کا اعلان کر چکا ہے۔ نفرت‌انگیز حد تک بگڑے ہوئے کیرکٹر کا آدمی ہے۔ طرح طرح کے عیب اس میں بھرے ہیں۔ اس کی لائن میں مجھے ایک مجرمانہ حرکت کا پتہ ہے جس سے ان صاحب کا خاص واسطہ تھا۔ مگر اس سے یہ بچ نکلا۔ ایک وجہ سے مجھے بہت خوشی ہوئی اس وقت کہ

---

* شیکسپیر کے ڈراموں کا مشہور کردار، شوقین اور شیخی‌باز۔ (ایڈیٹر)

اس سے یہاں اس جگہ ملاقات ہوئی۔ میں اس کی تلاش میں ہی تھا... ارخی پوف ضرور اس نوجوان کو چاٹ جانے کی فکر میں ہے۔ بہت سی ایسی اندھیرے اجالے کی جگہیں اسے معلوم ہیں جس کی بنا پر اس قسم کے نوجوانوں میں قدر ہوتی ہے۔ یار، بہت زمانے سے اس آدمی پر میں دانت تیز کئے ہوئے ہوں۔ اور سیتروشکا نے بھی اس پر دانت تیز کر رکھے ہیں، وہ کڑیل جوان، جو قیمتی اوورکوٹ میں کھڑکی کے پاس کھڑا ہے، خانہ بدوشوں کی سی صورت کا۔ گھوڑوں کا لین دین کرتا ہے۔ آس پاس کے سارے سواروں میں مشہور ہے۔ میں تجھے بتاتا ہوں، یہ ایسا جعلیا اور چنٹ آدمی ہے کہ بس۔ آپ کے سامنے جعلی نوٹ بنائے گا اور آپ اپنی جیب سے اسے بھنا دیں گے۔ اوورکوٹ پہنتا ہے، بالکل اصلی مخمل کا۔ سلاویانوفیل * سے کس قدر ملتا ہے (میرے خیال میں یہ تشبیہ اس پر ٹھیک بیٹھتی ہے) لیکن ذرا اسے اچھا سا کوٹ ووٹ پہنا دیجئے، اور ٹھیک ٹھاک کرکے کسی انگریزی کلب میں لے جائیے اور کہہ دیجئے کہ جناب بہت بڑے تعلقہ دار ہیں، رئیس زادے برابانوف صاحب، وہاں دو گھنٹے تک سب اسے بڑا تعلقہ دار رئیس زادہ ہی سمجھے جائیں گے — وہ وہاں وھسٹ کھیلتا رہے گا، رئیس زادوں کی سی آن بان رکھے گا اور کسی کو جھوٹ سوٹ بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس آدمی کا انجام برا ہونے والا ہے۔ تو یہ ہیں جناب سیتروشکا۔ اس توند والے سے آجکل بہت پرخاش ہے اس کو کیونکہ سیزوبریوخوف سے پہلے اسی کی گاڑھی چھنتی تھی مگر ابھی وہ ٹھیک سے اس کی حجامت بھی نہ کرنے پایا تھا کہ توندیل اس لڑکے کو لے بھاگا۔ اگر وہ ابھی یہاں ہوٹل میں مل گئے ہوتے تو سچ کہتا ہوں، کچھ نہ کچھ ہوکر رہتا۔ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ کیا ہوتا کیونکہ سیتروشکا ہی تھا، کوئی اور نہیں، جس نے مجھے خبر دی کہ ارخی پوف اور

---

* سلاویانوفیل — ۱۸۴۰ء اور ۱۸۵۰ء کے زمانے میں روس کے ایک خاص سماجی نظریہ رکھنے والے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ روس ایک خاص تاریخی راہ سے آگے بڑھے گا جس میں اس کے سماجی نظام اور سلاف انداز (آرتھوڈکس چرچ) کو دخل ہے۔ یہ لوگ یورپی لباس کے مقابلے میں قومی لباس کو ترجیح دیتے تھے۔ (ایڈیٹر)

سیزوبریوخوف یہاں موجود ہوں گے اور کسی گندے معاملے کے پھیر میں ادھر کا چکر کاٹتے پھرتے ہوں گے۔ میں بھی اس فکر میں ہوں کہ ارخیپوف اور میتروشکا کی باھمی عداوت سے فائدہ اٹھا لوں کیونکہ میرے بھی دل میں ہے کچھ۔ اور اصل بات یہ ہے کہ میں یہاں آیا بھی تھا اسی فکر میں۔ میں نہیں چاھتا کہ میتروشکا کو اس کی بھنک پڑے اور تم بھی ادھر اس کی طرف مت دیکھے جاؤ۔ جب ہم یہاں سے چلنے لگیں گے تو وہ میرے خیال میں خود ھی دوڑا آئے گا اور جو میں جاننا چاھتا ہوں بتا جائے گا... اچھا چلیں، وانیا، وہ ہے، نا وہ ادھر کا کمرہ، اس میں چلتے ھیں۔ اچھا تو، استیپان!،، اس نے ایک بیرے کو متوجہ کرتے ہوئے کہا ،،سمجھے کیا چاھئے؟،،

،،سمجھا صاف!،،

،،تو پھر لاتے ہو؟،،

،،لاتا ہوں صاب!،،

،،اچھا تو لے آؤ۔ آؤ وانیا، بیٹھیں۔ تو مجھے یار ایسے کیوں دیکھ رہا ہے؟ دیکھتا ہوں کہ تو مجھے تکے جا رہا ہے۔ کیا کوئی تعجب کی بات ہے؟ تعجب نہ کر۔ آدمی کے ساتھ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہو جاتا ہے جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہو۔ اور خاص طور سے اس وقت جب... ھاں اس وقت بھی جب میں اور تو بیٹھے ہوئے کارنیلی نیپوٹ* رٹا کرتے تھے۔ ھاں تو وانیا دوست، ایک بات مان جا — چاھے مسلوبویف سیدھے راستے سے پھر گیا ہو، لیکن اس کا دل نہیں پھرا — وہ راستی پر ہے۔ صرف حالات ھیں جو بدل گئے ھیں۔ میں اچھا آدمی نہ سہی، مگر دوسروں سے برا بھی نہیں ہوں۔ کیا سے کیا ہو جاتا ہے — ڈاکٹر بننے چلا، روسی زبان کے ادب کا استاد بننے کی تیاری کی، گوگول پر ایک مضمون لکھ مارا۔ پھر سوچا، سونے کی کان کھو دوں گا، پھر شادی کی تیاری کر ڈالی — جیتی جاگتی

---

* کارنیلی نیپوٹ (تقریباً سو سال قبل مسیح پیدا ھوا۔ ۳۲ سال قبل مسیح انتقال کیا) — قدیم روم کا مورخ اور اھل قلم، جس کی تصانیف کے مطابق روس کے اعلی اسکولوں میں لاطینی زبان پڑھائی جاتی تھی۔ (ایڈیٹر)

روح اس روح میں مری جاتی ہے کہ جھولا جھولے۔ وہ راضی بھی ہو گئی تھی، مگر اپنی تنگ دستی کا یہ حال کہ بلی کے لئے چھیچھڑے تک نہ جڑیں۔ میں شادی کے موقع کے لئے کسی سے اچھے مضبوط سے جوتے تک مانگ لینے کو آمادہ ہو گیا تھا، کیونکہ تم جانو، میرے جوتوں کے تلے میں تو ڈیڑھ سال سے بھمبق کھلے تھے... مگر خیر، شادی ٹل گئی۔ لڑکی نے تو ایک ٹیچر سے بیاہ کر لیا، رہ گئے ہم، سو ہم نے دفتر میں نوکری کر لی — کسی فرم کا دفتر نہیں بلکہ یوں ہی معمولی سا دفتر۔ پھر ایک بار دھن بدل گئی، سال تہہ ہوتے چلے گئے۔ اب آجکل میں نوکری نہیں کرتا پھر بھی روپیہ آسانی سے بنا لیتا ہوں — جھوٹ سچ رشوت مارتا ہوں اور پھر بھی سچ کا دم بھرتا ہوں۔ بھاگتے کے آگے، مارتے کے پیچھے۔ میرے بھی کچھ اصول ہیں: میں جانتا ہوں مثال کے طور پر کہ ایک اکیلا آدمی میدان نہیں مارتا ہے۔ مجھے تو اپنے کام سے کام ہے۔ میرا کام زیادہ‌تر چھپے چوری کے معاملوں میں چلتا ہے۔ سمجھے؟،،

''کہیں تم جاسوسی یا مخبری وغیرہ تو نہیں کرتے؟،،

''نہیں، بالکل مخبری تو نہیں خیر، مگر ہاں جس طرح کے کاموں میں لگا رہتا ہوں وہ کچھ تو پیشہ‌ورانہ ہوتے ہیں اور کچھ ایسے جو میں اپنے طور پر سنبھال لیتا ہوں۔ کچھ یوں ہے، وانیا — میں وادکا ضرور پیتا ہوں۔ لیکن ہوش کبھی نہیں کھوتا اور اپنا انجام جانتا ہوں۔ میرا وقت گزرچکا ہے۔ اب کالے گھوڑے کو مل مل‌کے کوئی سفید نہیں کر سکتا۔ ایک بات تجھ سے کہتا ہوں — اگر میرے اندر کا انسان جواب دے چکا ہوتا تو آج میں تیرے پاس نہ پھٹکتا۔ تو ٹھیک کہتا ہے — پہلے بھی کئی بار تجھے دیکھ چکا ہوں، ایک نہیں کئی بار، جی بھی چاہا کہ تجھ سے ملوں مگر ہمت نہیں پڑی۔ بس میں ٹالتا ہی رہا۔ میں تیرے قابل نہیں ہوں۔ اور تو نے سچ کہا وانیا، میں تیرے پاس صرف اس لئے آ پہنچا کہ پیسے ہوئے تھا۔ ہے تو یہ خیر، بڑی واہیات سی چیز، مگر اب اپنے بارے میں ختم کئے دیتے ہیں۔ اچھا ہو کہ کچھ تیرے بارے میں بات ہو جائے۔ ہاں، تو جان‌من، میں نے پڑھا وہ۔ اور شروع سے آخر تک پڑھ گیا۔ دوست، میں تمہارے پہلوٹی کے بچے کا ذکر کر رہا ہوں۔

ھاں جب پڑھا تو میرے بھائی، مجھے ایسا لگا کہ بس شریف آدمی بن جاؤں گا، ذرا سی کسر رہ گئی۔ پھر ذرا میں نے سوچا تو نتیجہ نکلا کہ اچھا ہے، نامعقول آدمی ہی رہوں۔ تو وھی ہوں...،،

اس نے اور بہت سی باتیں کیں۔ اس پر نشہ برابر چڑھتا چلا گیا اور وہ برابر پگھلتا نرم پڑتا چلا گیا، بس قریب تھا کہ رو پڑے۔ مسلوبویف سدا کا بھلا آدمی تھا، لیکن تھا بڑا ہوشیار، اس کی ہوشیاری عمر سے آگے آگے چلتی تھی۔ اسکول کے زمانے سے ھی وہ نہایت تیز، چالاک، جوڑ توڑ کرنے والا، اور بڑوں کے کان کترنے والا بن چکا تھا مگر دل کا برا آدمی نہیں تھا پھر بھی بالکل تباھی کے راستے پر پڑ گیا تھا۔ روسیوں میں ایسے آدمی بہت ملیں گے، ان میں اکثر بڑی بڑی صلاحیتیں ہوتی ھیں مگر سب ایک دوسرے میں الجھی ہوئی۔ اور اس پر مزید یہ کہ خوب اچھی طرح سے جان بوجھ کر وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بعض جانی پہچانی حالتوں میں ضمیر کے خلاف عمل کرتے ھیں اور اس کے انجام میں جو بربادی لکھی ہے وہ اس کا شکار ھی نہیں ہوتے بلکہ جو پہلے سے جان لیتے ھیں کہ انجام میں بربادی ہونی ہے۔ مسلوبویف کو ھی لے لیجئے، وہ خود کو شراب میں غرق کر رھا تھا۔

''اچھا، دوست، ایک بات اور کہوں،، اس نے بات جاری رکھی۔ ''میں نے سنا کہ شروع شروع میں تیری شہرت بہت زور سے ہوئی۔ پھر میں نے تیرے بارے میں کئی تنقیدیں پڑھیں۔ (بھئی، واقعی میں نے پڑھی تھیں، تو سمجھتا ہے کہ میں بالکل کچھ پڑھتا ھی نہیں۔) پھر میں نے دیکھا کہ تو ٹوٹے پھٹے جوتوں میں چلا جا رھا ہے اور کیچڑ میں پہننے کو تیرے پاس جوتاپوش تک نہیں ہے۔ مڑاتڑا سا ہیٹ ہے۔ اس سے میں نے اپنے طور پر کچھ قیاس کر لیا کہ تو ادھر ادھر سے تھوڑا بہت کما لیتا ہوگا اخباروں میں لکھ لکھا کر؟،،

''ھاں، یہ تو ہے، مسلوبویف۔،،

''مطلب یہ کہ ادبی سرپھروں میں نام لکھا لیا تو نے؟،،

''ھاں، کچھ ایسی ھی بات ہے۔،،

''اچھا، تو میں بتاؤں تجھے، سن — پینا زیادہ اچھا ہے! مجھے دیکھ، پی لیتا ہوں اور اس کے بعد صوفے پر ٹانگیں پسار دیتا ہوں

(میرے پاس عالیشان صوفہ ہے اسپرنگ‌دار) ۔ پھر اپنے جی میں سوچ لیتا ہوں کہ لو ، جی، ہم بھی وہ ہیں، کیا کہ کوئی ہومر* یا کوئی دانتے** یا سمجھو فریڈرک باربروسا***۔ اپنے آپ کو آدمی جو چاہے فرض کرلے۔ کیا ہے۔ مگر تو اپنے آپ کو نہ دانتے فرض کر سکتا ہے نہ فریڈرک باربروسا۔ اول تو اس لئے کہ تو اپنی جگہ پر خود کچھ بننا چاہتا ہے۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ تیرے لئے ساری خواہشیں منع ہیں کیونکہ ٹھیرا ادبی سرپھرا۔ میرے لئے خواب خیال کا عالم ہے اور تیرے لئے حقیقت کا۔ میری بات سن، مجھ سے صاف صاف دوٹوک کہہ دے، بالکل سگے بھائی کی طرح بتا (ورنہ دس سال تک مجھے تجھ سے شکایت رہےگی اور میں اسے اپنی توہین سمجھے جاؤں‌گا) تجھے روپے کی ضرورت ہے کیا؟ میرے پاس ہے کچھ۔ اب منہ مت بنا۔ روپیہ لے لے، پبلشر کی رقم ادا کر دے، اپنی گردن کا بوجھ اتار ڈال۔ اور جب تیرے پاس سال بھر کا اطمینان ہو جائے تو اپنے دل‌پسند خیال پر جم کر بیٹھ جا، نہایت شاندار کتاب لکھ ڈال۔ بتا، کیسی کہی؟''

''سن دوست مسلوبویف، ویسے مجھے تیری برادرانہ پیش‌کش کی قدر ہے۔ مگر اس وقت میں کچھ بتا نہیں سکتا۔ وجہ کیا؟ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ حالات ہوتے ہیں آدمی کے۔ لیکن وعدہ کرتا ہوں کہ بعد میں تجھے سگے بھائی کی طرح سب کچھ بتا دوں‌گا ذرا۔ تیری پیش‌کش کا شکریہ — وعدہ رہا کہ میں تیرے ہاں آؤں‌گا اور اکثر آتا رہوں‌گا۔ اب میں بتاتا ہوں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ تو نے مجھ سے کھل کر بات کی۔ اور میں نے بھی اب

---

* ہومر — قدیم یونانی شاعر جسے قبول عام اور شہرۂ‌دوام حاصل ہوا۔ ''ایلیڈ'' اور ''اوڈیسی'' جیسے رزمیہ شاہکاروں کا مصنف۔ (ایڈیٹر)

** دانتے (۱۲۶۵ء تا ۱۳۲۱ء) — زبردست اطالوی شاعر ''دوائن کامیڈی'' (طربیہ خداوندی) کا شہرۂ آفاق مصنف۔ (ایڈیٹر)

*** فریڈرک باربروسا — جرمن شہنشاہ فریڈرک اول باربروسا (۱۱۵۲ء تا ۱۱۹۰ء)۔ (ایڈیٹر)

طے کرلیا ہے کہ تجھ سے مشورہ کروں گا۔ خاص کر اس وجہ سے کہ تیرا ہاتھ ایسے معاملات میں بہت صاف لگتا ہے۔،،

میں نے اسی وقت مسلوبویف سے اسمتھ کا اور اس کی نواسی کا سارا قصہ اس مٹھائی فروش کی دکان سے لے کر آخر تک کہہ ڈالا۔ عجیب بات! جب میں اس سے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا تو میں نے اس کی آنکھوں سے بھانپ لیا کہ اس قصے کا کچھ نہ کچھ اسے پتہ ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بارے میں تو وہ بولا:

''نہیں، بالکل تو نہیں۔ البتہ اسمتھ کے بارے میں کچھ میرے کان میں پڑا ضرور تھا۔ وہ جو کوئی بوڑھا آدمی دکان کے اندر سر گیا تھا۔ مگر ھاں بنووا بیگم کے بارے میں مجھے تھوڑا بہت ضرور معلوم ہے۔ ابھی دو مہینے کی بات ہے کہ میں نے ان بیگم صاحبہ سے کچھ رقم اینٹھی ہے۔ Je prends mon bien, oú je le trouve * اور اس معاملے میں سولیر سے میں ذرا ملتا ہوں۔ اگرچہ تب تو میں نے اس سے سو روبل اگلوا لئے تھے لیکن دل میں اسی وقت قسم کھا لی تھی کہ سو نہیں بلکہ پانچ سو روبل وصولوں گا۔ بڑی منحوس عورت ہے! ناجائز کاموں سے واسطہ ہے اس کا۔ خیر، یہ بھی کچھ نہیں۔ مگر کبھی کبھی وہ بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔ کہیں تو یہ مت سمجھیو کہ میں کوئی ڈان کوئزوٹ** ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں خوب اچھی طرح اس پر ھاتھ ڈال سکتا ہوں۔ اور ابھی آدھ گھنٹہ پہلے جو یہ صاحب زادے سیزوبریوخوف ملے تو میں بہت خوش ہوا۔ سیزوبریوخوف جان بوجھ کر یہاں لایا گیا تھا اور وہی توندیل اسے لایا تھا۔ اور چونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس توندیل کا خاص کاروبار کیا ہے اس لئے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ... میں یہ بات چھوڑوں گا نہیں۔ ھاتھ ڈالوں گا اس پر! مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہاری زبانی میں نے اس بچی کا قصہ سنا، اب مجھے ایک اور شوشہ ھاتھ آ گیا۔ بھائی میرے،

---

* سولیر کا پسندیدہ فرانسیسی مقولہ: ''میں وھیں سے اپنا حق وصول کرلیتا ہوں جہاں اسے پاتا ہوں،،۔ (ایڈیٹر)

** ڈان کوئزوٹ — ھسپانوی مصنف میگیل سیروانٹیس (۱۵۴۷ء تا ۱۶۱۶ء) کے ناول کا ھیرو۔ انصاف کی خاطر جانثاری اور خلوص سے لڑنے والا۔ (ایڈیٹر)

میں تو سب طرح کے پرائیویٹ دھندے اپنے ھاتھ میں لیتا ھوں۔ اور کیا بتاؤں، کیسے کیسے لوگوں سے میرا واسطہ رھتا ھے! ابھی کچھ دن پہلے ایک پرنس صاحب کے لئے میں نے کھوج نکالا۔ کیا معاملہ تھا وہ بھی۔ ان پرنس سے کسی کو اس بات کا گمان تک نہیں ھو سکتا۔ ھاں، سنتے ھو تو ایک اور کہانی سناؤں تمہیں ایک شادی‌شدہ عورت کی؟ تم آؤ اور مجھ سے ملو۔ میرے دوست، ایسے ایسے پلاٹ تمہارے آگے دھر دوں‌گا کہ تم لکھ دو تو لوگوں کو یقین نہ آئے کہ دنیا میں ایسا بھی ھوتا ھے...،،

''بھلا ان پرنس صاحب کا خاندانی نام کیا تھا؟،، میرا ساتھا ٹھنکا تو میں نے پوچھا۔

''تجھے اس سے کیا لینا۔ خیر، تو نام تھا والکوفسکی۔،،

''پیوتر؟،،

''یہی، کیا تیری جان پہچان ھے؟،،

''معمولی سی۔ اچھا تو مسلوبویف، میں ان حضرت کے بارے میں جاننے کے لئے تیرے ھاں آؤں‌گا، اور ایک بار نہیں، کئی بار،، میں نے اٹھتے ھوئے کہا ''تو نے تو غضب کی کرید پیدا کر دی!،،

''خیر، دیکھ لو۔ میرے یار، جتنی بار ھو سکے آتے رھو، میں خوب خوب قصے سنا سکتا ھوں مگر ایک حد میں رہ کر، سمجھے میری بات؟ نہیں تو میری آبرو بھی جاتی رھےگی اور ساکھ بھی بگڑ جائےگی۔ بس سارا قصہ یہی ھے لے دے کے۔،،

''اچھی بات ھے، جہاں تک تمہاری ساکھ بنی رھے وھاں تک سہی۔،،

مجھ میں ھلچل پیدا ھو گئی تھی اور اس نے یہ تاڑ لیا۔

''اچھا، اس قصے کے بارے میں جو میں نے ابھی تجھ سے بیان کیا ھے تجھے کچھ پتہ ھو تو بتا، کچھ تو نے خیال دوڑایا کہ نہیں؟،،

''تمہارا قصہ؟ اچھا ذرا دو منٹ کو ٹھیرو، میں پیسے ادا کر آؤں۔،،

وہ کاؤنٹر کی طرف گیا اور وھاں جیسے اتفاق سے ھو گیا ھو اس جوان سے اس کی مٹھ بھیڑ ھو گئی جسے یوں بے‌تکلفی سے میتروشکا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ھوا کہ مسلوبویف نے جتنا مجھے بتایا تھا اس سے کہیں زیادہ نزدیک سے

اسے جانتا تھا۔ بہرحال کچھ بھی ہو، یہ ظاہر تھا کہ وہ دونوں اس وقت پہلی بار نہیں ملے تھے۔ میتروشکا دیکھنے میں کچھ نرالی وضع کا آدمی لگتا تھا۔ بےآستین کی صدری اور لال ریشم کی قمیص میں، اس کا تیکھا اور کسی قدر دلکش ناک نقشہ، خاصا جوان چہرہ، سانولا رنگ، تیز اور جرأت‌مند آنکھیں — یہ سب مل کر دیکھنےوالے کو اپنی طرف متوجہ کرنےوالی اور تجسس پیدا کرنےوالی کیفیت رکھتے تھے۔ اس نے جو رویہ اختیار کیا اس میں جرأت کا اعلان پایا جاتا تھا لیکن ساتھ ساتھ خود کو لئے دئے بھی تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ذرا کاروباری اور صرف کام سے کام والی بےنیازی دکھائے۔

"ہاں تو سنو، وانیا"، مسلوبویف نے اس کے پاس سے واپس آکر کہا "آج شام کو سات بجے میرے ہاں آ جاؤ، شاید میں کچھ تھوڑا بہت بتا سکوں۔ میں بذات خود تو خیر، کیا چیز ہوں جو کسی کام آسکوں۔ کبھی کسی زمانے میں کوئی حیثیت تھی، اب کیا، اب تو صرف شرابی رہ گیا ہوں اور معاملوں سے کوئی خاص واسطہ نہیں رہ گیا۔ البتہ پرانے تعلقات اب بھی باقی ہیں۔ ممکن ہے کسی بات کا اتہ پتہ نکال سکوں۔ مختلف طرح کے تیز لوگوں میں سونگھ کر کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بس یہی ہے اپنا دھندا۔ جب خالی وقت ہوتا ہے، یعنی یوں کہو، جب ہوش میں ہوتا ہوں تو کچھ آپ سے بھی کر لیتا ہوں، یہ صحیح ہے کہ دوستوں کی مدد سے... خیر، زیادہ‌تر کھوج لگانے کے دھندے ہوتے ہیں یاروں سے۔ مگر اس میں کیا رکھا ہے۔ بس بہت ہوا... اچھا، یہ لے میرا پتہ یہ رہا — شیستیلاوچنایا سڑک پر۔ مگر اس وقت یار، میں بہت پی چکا۔ ایک سونے کا گھونٹ اور اتاروں‌گا اور پھر سیدھا گھر کو۔ ذرا لیٹوں‌گا۔ آؤگے نا؟ میں تمہیں الیکساندرا سیمیونوونا سے ملاؤں‌گا۔ اور وقت رہا تو شاعری پر بات ہوگی۔"

"اچھا مگر — وہ، اس کے بارے میں؟"

"وہ بھی دیکھا جائےگا۔"

"اچھا تو میں آؤں‌گا، یقیناً آؤں‌گا۔"

چھٹا باب

آننا اندریئونا کو بہت دیر سے میرا انتظار تھا۔ نتاشا کے بھیجے ہوئے پرزے کے بارے میں جو میں نے ان سے کل ذکر کیا تھا، اس سے ان کا اضطراب اور پریشانی بہت بڑھ گئی تھی۔ اور انہیں امید تھی کہ میں صبح ہوتے ہی ان کے ہاں پہنچوں گا۔ زیادہ سے زیادہ دس بجے تک تو ضرور ہی پہنچ جاؤں گا۔ مگر مجھے پہنچتے پہنچتے ایک بج گیا۔ اور اس وقت تک بیچاری ماں کا کلیجہ پک گیا تھا اور بےقراری کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ انہیں اس بات کی بھی بےچینی تھی کہ کل کی گفتگو سے ان میں جو نئی امیدیں پیدا ہوئی ہیں ان کے بارے میں مجھ سے بات کریں اور بڑے میاں نکولائی سرگیئچ کے بارے میں، جو اسی وقت سے بیمار پڑے تھے، اداس ہو گئے تھے اور ساتھ ساتھ بڑی بی کی جانب ان میں زیادہ نرمی اور دلجوئی آ گئی تھی۔ جیسے ہی میں نے اپنی صورت انہیں دکھائی تو اول تو بڑی بی نے سردمہری کا رویہ اختیار کیا اور چہرے پر ناراضی طاری کرلی۔ منہ تک نہیں کھولا اور بالکل روکھی بن گئیں۔ ایسے جیسے اب کہنے والی ہوں ''آخر تم چاہتے کیا ہو؟ اور کیا روزانہ ہی تم پر یہاں کا آنا فرض ہو گیا ہے؟،، میرے اتنی دیر سے پہنچنے پر انہیں غصہ تھا۔ مگر مجھے جلدی پڑی تھی چنانچہ میں نے تکلف یا تاخیر کئے بغیر وہ سب واقعہ تفصیل سے انہیں سنا دیا جو کل رات نتاشا کے ہاں پیش آیا تھا۔ جیسے ہی میرے منہ سے نکلا کہ پرنس خود وہاں آئے تھے اور انہوں نے باقاعدہ رشتہ تجویز کیا تو بڑی بی کا تکلف اور رکھ رکھاؤ ایک دم غائب ہو گیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو میں بیان کر سکوں کہ آننا اندریئونا کس قدر خوش ہوئیں، وہ پھولی نہیں سماتی تھیں۔ فوراً انہوں نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا، آنکھوں سے آنسو بہا دئے، شبیہ پاک کے سامنے سجدۂ شکر ادا کیا، مجھے گلے لگا لیا اور قریب تھا کہ دوڑتی ہوئی نکولائی سرگیئچ کے کمرے میں پہنچ جائیں اور ان سے اپنی خوشی کا ماجرا کہہ سنائیں۔

''سمجھتے ہو میرے بچے، سب انہی ذلتوں اور رسوائیوں کی وجہ سے ان کے دماغ پر برا اثر پڑا ہے، اور جیسے ہی انہیں

خبر ہوگی کہ نتاشا کی کافی عزت‌افزائی ہوئی ہے تو پلک جھپکتے میں سب بھول جائیں گے۔،،

بڑی مشکل سے میں نے انہیں روکا۔ اگرچہ یہ نیک بخت پچیس برس شوہر کے ساتھ رہی تھیں لیکن اس پر بھی وہ انہیں ٹھیک سے نہیں پہچانتی تھیں۔ انہیں غضب کی بے‌چینی لگی ہوئی تھی اس بات کی کہ فوراً میرے ساتھ نتاشا کے ہاں چل پڑیں۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ دیکھئے اول تو خود نکولائی سرگیئچ غالباً اس حرکت کو ناپسند کریں گے اور پھر یہ بھی ہے کہ آپ کا جانا بنے بنائے کھیل کو بگاڑ سکتا ہے۔ سخت مشکل سے ان کی سمجھ میں یہ بات آئی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے خواہ مخواہ مجھے کوئی ڈیڑھ گھنٹے روکے رکھا اور تمام وقت خود ہی بولتی رہیں۔

''اور بھلا کس سے بات کروں۔ سینے میں ایسی خوشی بھرے ہوئے میں چاردیواری میں بیٹھی رہوں؟،، انہوں نے کہا۔ آخر میں نے بمشکل انہیں راضی کیا کہ مجھے رخصت دیں، یاد دلایا کہ وہاں نتاشا میرے انتظار میں بیٹھی اکتا رہی ہوگی۔ جب میں چلا تو انہوں نے راستے میں میری سلامتی کے لئے کئی بار سجھ پر صلیب کا نشان بنایا، نتاشا کو خاص طور سے دعائیں بھیجیں اور جب میں نے کہا کہ اگر نتاشا کے ساتھ کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا ہوگا تو میں آج شام کو دوبارہ آپ کے ہاں نہ آؤں گا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔ اس موقع پر میں نکولائی سرگیئچ سے نہیں ملا۔ رات بھر ان کی آنکھ نہیں لگی تھی، درد سر کی شکایت کرتے رہے تھے، جسم کی تھرتھری کی تکلیف تھی۔ اور اب وہ مطالعہ کے کمرے میں سو رہے تھے۔

نتاشا کو بھی صبح سے میرا سخت انتظار تھا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو وہ حسب معمول کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، ہاتھ باندھے ہوئے، اور کسی گہری سوچ میں غرق۔ اب بھی جب مجھے اس کا خیال آتا ہے تو آنکھوں کے آگے تصویر پھر جاتی ہے کہ وہ ایک حقیر سے کمرے میں اکیلی ہے، خواب آلود ہے، اداس اور اجڑی اجڑی ہے، ہاتھ کمر کے اوپر باندھے راہ دیکھ رہی ہے۔ آنکھیں ڈوبی ہوئی ہیں۔ اور ادھر سے ادھر بلاوجہ ٹہلے جا رہی ہے۔

ٹہلتے ٹہلتے ہی اس نے دبی آواز میں مجھ سے پوچھا کہ آنے میں اتنی دیر کیوں ہو گئی؟ میں نے مختصر طور پر آج کی بیتی سب اسے سنا ڈالی۔ لیکن جیسے اس نے سنی ان‌سنی کر دی۔ مجھے صاف نظر آتا تھا کہ وہ کسی معاملے میں سخت پریشان تھی۔

''کوئی نئی بات؟،، میں نے پوچھا۔

''کوئی نئی بات نہیں،، اس نے جواب دیا مگر اس کے چہرے سے میں نے فوراً قیاس کر لیا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے اور اسی لئے نتاشا کو بےچینی سے میرا انتظار تھا۔ اور فوراً ابھی نہیں بتائےگی بلکہ جیسا کہ وہ ہمیشہ کرتی تھی اس وقت کہےگی جب میں چلنے کو آمادہ ہوں‌گا۔ میرے ساتھ اس کا ہمیشہ سے یہی برتاؤ تھا۔ مجھے بھی اس کی عادت سی ہو گئی تھی چنانچہ میں نے انتظار کیا۔

ظاہر ہے، ہم نے گزشتہ رات کا قصہ چھیڑا۔ خاص بات جو مجھے لگی یہ تھی کہ پرنس والکوفسکی کے بارے میں ہم دونوں قطعی متفق تھے — نتاشا کو وہ شخص کسی طرح بھی پسند نہ تھا اور کل سے پہلے تو کہیں زیادہ ناپسند تھا۔ جب ہم دونوں نے اس کی آمد کا تجزیہ ایک ایک بات لےکر کیا تو نتاشا ایک دم بولی :

''سنو، وانیا، تم جانتے ہو، ہمیشہ یہی ہوتا ہے، اگر کوئی آدمی شروع میں ہی ناپسند ہو تو یہ یقینی علامت ہے اس بات کی کہ بعد میں چل‌کر وہ پسند آ جائےگا۔ کم از کم میرے ساتھ تو ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے۔،،

''خدا یوں ہی کرے، نتاشا۔ اس معاملے میں میرا خیال یہ ہے اور یہ بالکل قطعی رائے ہے — میں نے اس پورے واقعے کو سامنے رکھ‌کر غور کیا اور سلجھا کر یہ نتیجہ نکالا کہ پرنس خواہ عیاری ہی کیوں نہ کر رہا ہو لیکن وہ دل سے تمہاری شادی کی رضامندی دے رہا ہے اور سنجیدگی سے اس پر راضی ہے۔،،

نتاشا کمرے کے بیچوں بیچ ایک دم تھم گئی اور اس نے کڑی نگاہ سے مجھے دیکھا۔ اس کا چہرہ بالکل متغیر تھا۔ یہاں تک کہ ہونٹ بھی ذرا سکڑے۔

''مگر بھلا وہ اس جیسے معاملے میں دھوکا فریب کیسے کر

سکتے ھیں اور ... جھوٹ بول سکتے ھیں؟،، اس نے اکڑ کے ساتھ حیرت کے عالم میں پوچھا۔

''یہی تو ــ بھلا یہی تو،، میں نے گھبراھٹ میں اس کی ھاں میں ھاں ملائی۔

''یقیناً وہ کوئی جھوٹ تھوڑئی بول رہے تھے۔ میں تو جانوں اس کا کوئی سوال ھی پیدا نہیں ھوتا ہے۔ کسی طرح کی مکاری کی کوئی وجہ ھی نہیں ھو سکتی۔ اور پھر یہ کہ بھلا ان کی نظر میں میری ھستی کیا ہے جو یوں مجھے چڑائیں گے وہ؟ کیا کوئی شخص بھی اس قسم کی زیادتی کر سکتا ہے؟،،

''قطعی نہیں، قطعی نہیں،، میں نے ھاں کر دی۔ حالانکہ میں اپنے جی میں سوچ رھا تھا ''جب تم اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رھی تھیں تو تم بھی غالباً یہی بات سوچ رھی تھیں، میری بیچاری! اور ممکن ہے تمہیں مجھ سے بھی زیادہ شبہات ھوں۔،،

''ھائے، کیسا میرا دل چاھتا ہے کہ وہ جلدی سے واپس آ جاتے!،، وہ بولی۔ ''وہ آدھی رات گئے تک یہیں میرے ھاں رھنا چاھتے تھے اور پھر ... ایسا ھی کوئی بڑا ضروری کام ھوگا جو انہیں سب چھوڑ چھاڑ کر جانا پڑا۔ وانیا، تمہیں معلوم ہے کہ بھلا کیا کام ھوگا؟ تم نے کسی سے کچھ سنا تو نہیں؟،،

''خدا ھی جانے۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ ھمیشہ وہ روپیہ بنانے کی فکر میں لگے رھتے ھیں۔ سنا ہے کہ وہ پیٹرسبرگ کے کسی ٹھیکے میں ساجھا کر رہے ھیں۔ ھمیں کیا خبر کاروبار کیا ھوتا ہے، نتاشا۔،،

''ھاں واقعی، ھمیں کیا خبر۔ الیوشا نے کل کسی خط وط کا ذکر کیا تو تھا البتہ۔،،

''کوئی خیر خبر۔ کیا الیوشا آیا تھا؟،،

''ھاں۔،،

''صبح سویرے؟،،

''بارہ بجے آیا تھا۔ تمہیں تو معلوم ہے وہ دیر سے سوتا ہے۔ تھوڑی دیر یہاں ٹھیرا۔ میں نے اسے کاتیرینا فیودوروونا کے یہاں چلتا کر دیا، بھیجنا ھی تھا، وانیا۔،،

''تو کیا وہ آپ سے وھاں نہیں جانےوالا تھا؟،،

''نہیں، آپ سے ھی جانے والا تھا...،،

وہ کچھ اور کہتی مگر زبان روک لی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور انتظار کرتا رہا کہ اب کہے۔ اس کا چہرہ اداس تھا۔ میں اس کی وجہ پوچھ لیتا مگر اسے کبھی کبھی یہ بات سخت ناپسند تھی کہ سوال پر سوال کئے جائیں۔

''عجیب لڑکا ہے یہ،، آخر وہ بولی، یہ جملہ کہتے وقت اس کا منہ ذرا بگڑا۔ وہ صاف اس کی کوشش کر رہی تھی کہ مجھ سے نظر چار نہ ہو۔

''کیوں، کیا کچھ ہو گیا؟،،

''نہیں ہوا تو کچھ نہیں... یوں ہی میں نے سوچا... بلکہ وہ ذرا زیادہ ہی مہربان تھا۔ بس اتنا ہے کہ...،،

''اب تو اس کی ساری فکریں اور پریشانیاں ختم ہو گئیں نا،، میں نے کہا۔

نتاشا نے مجھے ایسے دیکھا جیسے کسی بات کا کھوج لگانا چاہتی ہو۔ اس کے جی میں آئی غالباً کہ میری بات کا جواب دے دے: ''پہلے بھی اسے کون‌سی فکریں اور پریشانیاں تھیں؟،، لیکن اس نے اپنی جگہ خود سوچ لیا کہ میرے الفاظ کے پردے میں یہی خیال پوشیدہ ہے اور اس سے اس کا جی گھٹنے لگا۔

تاہم اسی وقت وہ پھر سے بےتکلفی اور خوشگواری کی باتوں پر اتر آئی۔ اس روز وہ غیرمعمولی طور پر خوش‌اخلاقی برت رہی تھی۔ اس کے پاس میں کوئی گھنٹے بھر سے زیادہ رہا۔ اندر سے اس کو بےچینی بھی بہت تھی۔ پرنس نے اسے گھبرا دیا تھا۔ مجھے اس کے بعض سوالوں سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ ٹھیک ٹھیک یہ جاننے کو بےچین ہے کہ پرنس پر اس نے کیسا اثر ڈالا۔ کیا وہ ٹھیک سے پیش آئی تھی؟ کہیں اس نے اپنی خوشی حد سے گزرکر ظاہر تو نہیں کر دی؟ کیا بات بات پر وہ برا تو نہیں ماننے لگتی تھی؟ یا اس کے برخلاف ہر بات انگیز کرنےوالی تو نہیں معلوم ہوتی تھی؟ کہیں وہ کچھ اور نہ سمجھیں؟ کہیں وہ اس کی ہنسی نہ اڑائیں؟ وہ ان کی نظر میں گر نہ جائے؟.. اس خیال سے ہی اس کے گال آگ کی طرح تمتما اٹھے۔

''بھلا، اس ادھیڑ بن سے کیوں خود کو پریشان کیا جائے کہ ایک برا آدمی جانے کیا سوچےگا، سوچتا ہے تو سوچے بلا سے!،، میں نے کہا۔

"تم نے انہیں برا آدمی کیوں کہا؟"، اس نے سوال کیا۔
نتاشا شکی مزاج کی تو تھی مگر دل بہت کھرا اور طبیعت صاف دوٹوک پائی تھی۔ اسے جو وہم گزرتے تھے وہ کسی ناپاک مقصد سے نہیں۔ اس میں خودداری کا بھی مادہ تھا مگر بےجا نہیں، البتہ یہ برداشت نہیں تھی کہ جس چیز کو اس نے اپنے خیال میں بہت اونچا سمجھا ہے لوگ اسی کے سامنے اس کا مذاق اڑائیں۔ اگر کوئی کمینہ آدمی اس کی توہین کرتا تو وہ بھی اسے ذلت کی نظر سے دیکھتی اور بس۔ مگر جس کو اس نے پاک و پاکیزہ یا احترام کے قابل سمجھا ہو اس کا کوئی مذاق اڑائے تو نتاشا کا دل ضرور دکھتا چاہے کوئی بھی مذاق اڑائے۔ یہ اس لئے نہیں کہ نتاشا کی طبیعت میں استقلال نہ تھا بلکہ وجہ اس کی کچھ تو یہ تھی کہ اسے دنیا کا علم بہت محدود تھا اور دوسرے لوگوں کا صحیح اندازہ نہیں تھا اور وہ اپنی چھوٹی سی چاردیواری میں ہی پلی بڑھی تھی۔ اس نے اپنی ساری زندگی اپنے تنگ گوشے میں ہی بتائی تھی اور بمشکل اس سے باہر نکلی تھی۔ اور بڑی وجہ اس کی وہی تھی جو نیکسیرت لوگوں کی خصوصیت ہوتی ہے اور یہ نتاشا کو باپ سے ورثے میں ملی ہوگی کیونکہ انہیں عادت تھی کہ جن لوگوں سے ابھی ابھی ملے ہیں ان کے بارے میں بڑی اچھی رائے قائم کر لیں گے اور جیسے وہ درحقیقت ہوتے ہیں، اس سے بہتر سمجھ بیٹھیں گے، ان کی خوبیوں کو بڑھا چڑھا کر دیکھیں گے — یہ عادت نتاشا میں بھی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لوگوں کے لئے ذرا مشکل ہوتا ہے کہ وہ بعد میں لوگوں کے متعلق اپنی خوش‌فہمی سے باز آ جائیں۔ اور سب سے زیادہ دشوار اس وقت ہوتا ہے جب یہ نیکسیرت لوگ خود کو ہی قابل الزام قرار دے لیتے ہیں کہ بھلا اس سے زیادہ کی ہم نے توقع ہی کیوں رکھی تھی؟ ایسے لوگوں کو ہمیشہ اسی طرح کی مایوسی مقدر ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے سب سے اچھا یہی ہے کہ اپنے الگ تھلگ کونے میں پڑے رہیں اور باہر کی دنیا میں نہ نکلیں۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے تو ایسے نیکسیرت لوگوں میں یہ بات بھی دیکھی ہے کہ وہ اپنے گوشۂ عافیت میں اتنے مگن رہتے ہیں کہ باہر نکلنے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے کھچنے لگتے ہیں۔ نتاشا اب تک بہت سی بدبختیاں سہہ چکی تھی، بڑی ذلتیں اٹھا چکی تھی۔ پہلے ہی اس کا دل دکھا ہوا تھا اور اس پر

کوئی الزام نہیں آتا اگر اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں کوئی بات قابل الزام ہو تب بھی۔
ہاں تو، مجھے جانے کی جلدی تھی۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے حیرت ہوئی اور میرے اٹھنے پر تو وہ جیسے رو پڑی اگرچہ اتنی دیر سے جو میں اس کے پاس بیٹھا تھا تو اس نے کوئی خاص نظرالتفات نہیں کی تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف وہ ذرا غیرمعمولی بےتکلفی سے کام لے رہی تھی۔ اس نے بڑی چاہ سے مجھے پیار کیا اور دیر تک عجب نظروں سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھا کی۔
''تمہیں خبر ہے،، وہ بولی ''الیوشا آج صبح تو بہت مسخرےپن کی حرکتیں کر رہا تھا، اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا۔ بہت ھی پیارا، دیکھنے میں بڑا مگن، اڑا جاتا تھا، تتلی کی طرح، چھیلا بنا ہوا، اور آئینے کے سامنے بنتا سنورتا رہا۔ ذرا کچھ زیادہ ھی مزے میں نظر آیا... دیر تک ٹھیرا بھی نہیں۔ ذرا سوچو تو، میرے لئے آپ مٹھائی کی گولیاں لے کے آئے تھے۔،،
''مٹھائی کی گولیاں، بھئی، بہت خوب! کیا عنایت ہے، کیا سادگی ہے۔ تم دونوں بھی بس کیا ہو! ابھی سے یہ شروع ہو گیا کہ ایک دوسرے پر کڑی نظر رہنے لگی۔ بھانپا جانے لگا، ایک دوسرے کا چہرہ پڑھنے لگے اور دل کا حال معلوم کرنے لگے (حالانکہ سمجھ میں خاک نہیں آتا)۔ خیر، وہ کوئی برا نہیں ہے۔ جیسا پہلے تھا ایسا ھی اب بھی ہنستا کھیلتا ہے اسکولی لڑکے کی طرح۔ مگر تم؟ تم تو؟،،
اور ھمیشہ جب بھی نتاشا کا انداز بدلتا اور وہ الیوشا کی کوئی شکایت میرے سامنے لےکر آتی تھی یا کسی پیچیدہ نازک سوال کے سلجھانے میں مجھ سے مدد لینی ہوتی، یا مجھے کوئی راز کی بات بتانے لگتی، اس امید میں کہ میں ایک لفظ سے سب سمجھ لوں گا تو مجھے یاد ہے کہ وہ ھمیشہ میری طرف ایک دبی دبی مسکراھٹ سے دیکھتی اور ایسا لگتا جیسے وہ التجا کر رہی ہے کہ ایسا جواب دوں جو اس کے دماغ کا بوجھ ہلکا کر دے۔ مگر مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں خاص انھی موقعوں پر سخت اور بےرحم لہجہ اختیار کر لیتا تھا جیسے کسی کو ملامت کر رہا ہوں۔ مجھ سے یہ حرکت بےارادہ سرزد ہوا کرتی تھی مگر ھمیشہ کارگر رہتی تھی۔ میری

سختی اور سنجیدگی نہایت مناسب ثابت ھوتی تھیں ۔ ان میں فیصلہ کن انداز ھوتا تھا ۔ اور لوگوں میں بھی یہ ھے کہ وہ کبھی کبھی دل سے اس کے مشتاق ھوتے ھیں کہ کوئی انہیں ڈانٹے پھٹکارے ۔ کم از کم نتاشا کو تو میری اس سرزنش سے بعض اوقات بڑی تسکین ھوتی تھی ۔

''نہیں، نہیں وانیا، دیکھو،، وہ میرے کاندھے پر اپنا ایک ھاتھ رکھے ھوئے اور دوسرے سے میرا ھاتھ دباتے ھوئے اور آنکھوں ھی آنکھوں میں ٹٹولنے کی کوشش کرتے ھوئے بولی ۔ ''مجھے تو ایسا خیال آیا کہ وہ کچھ ٹھنڈا سا تھا ۔ جیسے گرھست سرد ھوتا ھے، کوئی شادی کو دس ایک برس گزر گئے ھیں تاھم بیوی کے ساتھ وضعداری نباھی جا رھی ھے ۔ کیا یہ بات قبل از وقت نہیں ھے؟.. وہ خوب ھنستا رھا، گھومتا، سٹکتا رھا مگر ایسے جیسے مجھ سے اس کا کوئی خاص واسطہ نہیں ھے ۔ جیسا ھوا کرتا تھا ویسا بہرحال نہیں ھے... اسے بڑی جلدی پڑی تھی کاتیرینا فیودوروونا سے ملنے جانے کی ۔ میں اس سے بات کرتی ھوں وہ سنتا ھی نہیں یا کوئی اور بات چھیڑ دیتا ھے ۔ تم تو جانتے ھو کہ اونچے خاندانی لوگوں کی یہ بےھودہ، گری ھوئی عادت، اس سے چھڑانے کی ھم دونوں کتنی کوشش کرتے رھے ھیں ۔ اصل میں وہ اس قدر وہ تھا... یعنی لگتا تھا کہ کوئی واسطہ ھی نہیں... مگر میں یہ کہہ کیا رھی ھوں! میں نے یہ سب کیونکر کہہ ڈالا؟ ھم لوگ بھی کس درجہ قابل نفریں اور مردود لوگ ھیں، وانیا اب جا کے مجھے یہ نظر آنے لگا ھے! ھم کسی شخص کے چہرے کی معمولی سی تبدیلی بھی گوارا نہیں کر پاتے ۔ مگر خدا جانے، اس کے چہرے میں یہ تبدیلی آئی کس وجہ سے؟ تم سچ کہتے تھے وانیا، تم نے جو ملامت کی ابھی تو ٹھیک ھی کی ۔ سب میرا قصور ھے! خود اپنے ھاتھوں ھم مصیبتیں مول لیتے ھیں اور پھر ان کا رونا روتے ھیں... خیر، تمہارا شکریہ وانیا کہ تم سے میرے دل کو تسکین تو ھوئی ۔ ھائے، کاش وہ آج ھی آ جائے ۔ مگر کیا! افسوس، آج صبح جو کچھ ھوا ھے اس پر وہ اب بھی ناراض ھی ھوگا ۔،،

''کہیں ایسا تو نہیں ھے کہ تم اس سے لڑ بیٹھی ھو؟،، میں حیرت سے چیخا ۔

''ویسے تو میں نے اظہار بھی نہیں کیا ۔ ذرا دلگرفتہ تھی ۔ وہ آیا تو ہنستا کھیلتا مگر فوراً ہی سوچ میں پڑ گیا اور مجھے ایسا لگا کہ چلتے وقت اس نے خدا حافظ بھی بےدلی سے ہی کہا ۔ مگر میں اسے بلا بھیجوں‌گی... اور تم بھی آنا آج وانیا ۔''
''ضرور بشرطیکہ ایک معاملے میں اٹک نہ گیا ۔''
''اچھا — تو وہ معاملہ کیا؟''
''خود اپنے سر لے لیا ہے ۔ خیر، کچھ بھی سہی، خیال ہے کہ آ ہی جاؤں‌گا ۔''

ساتواں باب

ٹھیک سات بجے ہوں گے کہ میں مسلوبویف کے ہاں پہنچ گیا ۔ وہ شیستیلاوچنایا سڑک کے ایک چھوٹے سے ملحقہ مکان میں رہتا تھا ۔ اس کے پاس تین کمرے تھے جو صاف ستھرے تو نہیں کہے جا سکتے البتہ خاصے معقول فرنیچر سے سجے ہوئے تھے ۔ مکان دیکھنے سے کچھ خوش‌حالی ٹپکتی تھی مگر اسی کے ساتھ سلیقے کی کمی بھی ۔ مکان کا دروازہ ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی نے کھولا، عمر ہوگی اس کی کوئی انیس سال ۔ کپڑے سادہ مگر دیدہ زیب اور خود خاصی نفاست لئے ہوئے، آنکھیں نرم اور ہشاش بشاش ۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی ہے الیکساندرا سیمیونوونا جس کا اس نے صبح رواروی میں ذکر کیا تھا اور گویا اس طرح اس کے تعارف کو میرے لئے ایک ترغیب کا ذریعہ بنایا تھا ۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کون ہوں اور جب اس نے میرا نام سنا تو بولی ''وہ آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے مگر اس وقت اپنے کمرے میں سو رہے ہیں'' ۔ مجھے وہ کمرے تک لے گئی ۔ دیکھتا ہوں کہ مسلوبویف ایک نہایت عمدہ صوفے پر اپنا میلا کچیلا اوورکوٹ اوڑھے اور میلا سا چمڑے کا تکیہ سر کے نیچے رکھے سورہا ہے ۔ وہ کچی نیند سو رہا تھا — جیسے ہی ہم کمرے میں داخل ہوئے اس نے مجھے نام لےکر پکارا ۔
''اچھا، تو تم آ گئے ۔ تمہارا ہی انتظار تھا ۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ تم آئے ہو اور مجھے جگا رہے ہو ۔ وقت بھی ہو گیا ۔ چلو، چلتے ہیں ۔''

''کہاں چلتے ہیں؟''
''ایک خاتون سے ملنے۔''
''کیسی خاتون؟ کس لئے؟''
''مادام بینووا سے ملنے۔ اس کا حساب چکا دیا جائے۔ واہ، کیا حسینہ ہے!'' اس نے الیکساندرا سیمیونوونا کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے یہ الفاظ ذرا کھینچ کر کہے بلکہ مادام بینووا کے خیال پر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بھی چٹ چٹ چوم لیا۔
''ہاں، تو اب چل دئے — سوجھ گئی کچھ!'' الیکساندرا سیمیونوونا نے ذرا سا غصہ دکھانے کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ جملہ کہا۔
''تم دونوں کا تعارف نہیں ہے؟ تعارف ہو جائے۔ بھئی، الیکساندرا سیمیونوونا، یہ ہیں وہ صاحب جن سے میں تجھے ملاتا ہوں، بڑے ادبی سورما ہیں۔ صرف سال میں ایک بار دیکھنے کو مفت ملتے ہیں ورنہ اور وقت ملو تو روپیہ لگتا ہے۔''
''ہاں تو بنا رہے ہو بےوقوف، آپ اس شخص کی باتوں پر نہ جائیے، یہ تو یوں ہی مجھ پر ہنستا ہے۔ بھلا کہاں کے سورما رکھے ہیں؟''
''یہی بات تو میں کہہ رہا تھا تم سے کہ خاص آدمی ہیں یہ۔ مگر حضوروالا، آپ کہیں یہ نہ سمجھ لیجئےگا کہ ہم بس بےوقوف ہی ہیں۔ ہم اس سے کہیں زیادہ ہوشیار سمجھدار ہیں جتنے پہلی نظر میں دکھائی دیتے ہیں۔''
''اس کی باتوں پر نہ جائیے آپ۔ یہ ہمیشہ اچھے شریف آدمیوں کے سامنے میری پوزیشن نازک کر دیتا ہے۔ بےشرم کہیں کا۔ کاش مجھے کبھی تھیٹر لے جانے کی توثیق ہوتی۔''
''الیکساندرا سیمیونوونا، تم اپنے گھریلو دھندے سے پیار کرو۔ کہیں تم بھول تو نہیں گئیں کہ کس چیز سے محبت کرنی چاہئے۔ کہیں وہ لفظ تمہاری یاد سے جاتا تو نہیں رہا؟ وہ جو میں نے تمہیں سکھایا تھا؟''
''قطعی نہیں بھولی۔ توبہ، کیا فضول سا لفظ ہے۔''
''اچھا تو بھلا وہ کیا لفظ تھا؟''
''ہاں، میں مہمان کے سامنے تو ضرور ہی کہہ دوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شرم کی بات ہو اس لفظ کے مطلب میں۔ منہ سے نکل جائے تو زبان کٹ جائےگی میری۔''

''مطلب یہ کہ تم بھول گئیں؟''
''بھولتی کیوں، یاد ہے، پیناتی* - اپنے پیناتی سے محبت کرو ... دیکھئے تو کیا لفظ سوجھا ہے ان کو - ممکن ہے دنیا میں یہ کوئی پیناتی تھے نہ ہوں گے - بھلا آدمی ان سے کیوں محبت کرے؟ فضول کی بات!''
''اسی لئے مادام بنووا کے پاس...''
''تف ہے تم پر اور تمہاری مادام بنووا پر!'' الیکساندرا سیمیونوونا پھٹکار برساتی ہوئی کمرے سے نکل بھاگی -
''وقت ہو گیا، چل دئیے - الیکساندرا سیمیونوونا، رخصت!''
ہم دونوں روانہ ہو گئے -
''دیکھتے ہو وانیا، اول تو ہم اس گھوڑا گاڑی میں بیٹھ لیں - ایسے، اور پھر دوسرے یہ کہ میرے بھائی، صبح تجھ سے جدا ہونے کے بعد جو میں چلا تو تھوڑا بہت اور پتہ چلا، اور یوں ہی نہیں قیاس یا گمان سے، بلکہ ٹھیک ٹھیک - میں واسی‌لیفسکی جزیرے میں گھنٹہ بھر اور ٹھیرا رہا - وہ جو توندیل ہے نا، ایک ہی حرامی ہے — منحوس، پاجی کہیں کا، بگڑا ہوا، عیبی، طرح طرح کی چاٹ اسے لگی ہوئی ہے - اور مادام بنووا بھی اسی قسم کے کرتوتوں میں کچھ تھوڑا بہت ہاتھ رکھتی ہیں - آج نہیں، ایک زمانے سے ناسور ہیں - ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے کسی اچھے شریف خاندان کی ایک لڑکی کو بس پھنسا ہی لیا تھا - وہ جو اس نے ململ کی فراکوں میں اس بن ماں باپ کی بچی کو سجانا شروع کر دیا ہے (تم ہی نے مجھ سے بیان کیا تھا) تو اس نے میرا چین آرام چھین لیا - کیونکہ میں نے اس سلسلے میں کچھ اور بھی سن رکھا ہے - اتفاق کی بات کہ آج صبح ہی میرے ہاتھ کچھ اور مسالہ بھی لگا، مگر اعتبار کے قابل بات لگتی ہے - بھلا، لڑکی کی کیا عمر ہوگی؟''
''صورت سے تو کوئی تیرہ برس کا اندازہ ہوتا ہے -''
''قد میں اس سے بھی چھوٹی ہے - یہی حرکتیں ہیں اس عورت کی - جب ضرورت سمجھے‌گی کہہ دے‌گی، ابھی گیارہ برس کی ہے -

---

* پیناتی — روم قدیم میں یہ گھرگرہستی کے خاص دیوتا سمجھے جاتے تھے - (ایڈیٹر)

اور کسی اور وقت اسے پندرہ برس کی بتا دے گی۔ اب چونکہ بچی کا کوئی گھربار نہیں ہے اور نہ کوئی ہے جو اس کی دیکھ بھال کر سکے تو بیچاری کو...،،

''کیا واقعی؟ سچ؟،،

''اور تم کیا سمجھے تھے؟ کیا مادام بینووا نے بن ماں باپ کی بچی کو یوں ہی خدا ترسی کے مارے اپنی نگرانی میں لیا ہے؟ خاص طور سے جب وہ توندیل اس کے چکر کاٹ رہا ہو تو سمجھ لو، عین مین یہی معاملہ ہے۔ وہ آج ہی صبح اس سے ملا تھا۔ اور اس بدھو سیزوبریوخوف سے آج ایک حسینہ کا وعدہ کیا گیا ہے، جو شادی‌شدہ عورت ہے، کسی افسر کی بیوی، اونچے گھرانے کی حسینہ۔ یہ بیوپاریوں کی بگڑی ہوئی اولاد اسی پر مرتی ہے۔ بس اسے تو اونچا گھرانا چاہئے۔ یہ ویسا ہی اصول ہے جیسا وہ لاطینی زبان کی گرامر کا ہے، یاد ہے تمہیں؟ معنی مطلب سے لفظ کا آخر طے ہوتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ صبح سے نشے میں ہوں۔ مگر بینووا کے حق میں یہی اچھا ہے کہ وہ ان معاملات میں ٹانگ نہ اڑائے۔ اور پولیس کو غچہ دینے چلی ہے۔ مگر میں بھی وہ ہاتھ دوں‌گا کہ بس، یاد رکھے... جانتی تو ہے پرانی یادداشت کی بدولت۔ خیر باقی یہ ہے کہ... سمجھے تم؟،،

میں حددرجہ حیران ہوگیا۔ یہ جو تمام باتیں کھلی ہیں تو میری روح دہل گئی۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں ہمیں دیر نہ ہو جائے اور برابر گاڑی والے سے تیز چلنے کو کہتا رہا۔

''فکر مت کرو۔ سب بندوبست کر لیا گیا ہے،، مسلوبویف بولا۔ ''میتروشکا وہاں پہنچ چکا ہے۔ سیزوبریوخوف کے تو مال پر ہی پڑےگی لیکن اس توندیل کی کھال پر۔ کمینہ کہیں کا۔ آج صبح سب طے ہو چکا تھا۔ اچھا بینووا میرے حصے میں آتی ہے... کیونکہ پھر اس کی ہمت نہیں پڑےگی...،،

ہم اسی ہوٹل کے پاس پہنچے مگر اس وقت میتروشکا وہاں موجود نہیں تھا۔ گاڑی‌والے سے ہم نے کہا کہ یہیں ہوٹل کے پاس ہمارا انتظار کرو اور پیدل مادام بینووا کے مکان تک ٹہلتے چلے گئے۔ میتروشکا دروازے پر ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔ کھڑکیوں میں بہت تیز روشنی ہو رہی تھی۔ سیزوبریوخوف کے بدمست قہقہے خوب سنائی دے رہے تھے۔

''سب کے سب یہیں موجود ہیں، کوئی پندرہ منٹ سے،،
میتروشکا نے بتایا۔ ''بس ابھی موقع ہے۔،،
''مگر اندر کیسے جائیں گے؟،، میں نے پوچھا۔
''مہمانوں کی طرح،، مسلوبویف نے جواب دیا۔ ''وہ مجھے جانتی ہے اور میتروشکا سے بھی واقف ہے۔ ٹھیک ہے کہ سب دروازے بند ہیں مگر ہمارے لئے تھوڑئی۔،،
اس نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ فوراً کھل گیا۔ چوکیدار نے پھاٹک کھولا اور میتروشکا کو آنکھ کے اشارے سے سلام کیا۔ ہم آہستہ سے اندر داخل ہو گئے۔ گھر میں کسی کو آہٹ تک نہیں ملی۔ چوکیدار نے ہی ہمیں زینے تک پہنچایا اور وہاں دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے پوچھا گیا ''کون ہے؟،، اس نے جواب دیا کہ اکیلا وہی ہے اور ضرورت سے اندر آنا چاہتا ہے۔ دروازہ کھلا اور ہم سب کے سب اندر داخل۔ چوکیدار غائب ہو گیا۔
''ہے — کون ہے یہ؟،، مادام ببنووا جو شراب کے نشے میں چور اور بکھری ہوئی وہیں تنگ ڈیوڑھی میں شمعدان لئے کھڑی تھی، اس نے دبنگ آواز سے پوچھا۔
''کون؟،، مسلوبویف نے تڑک کر جواب دیا۔ ''تم پوچھتی ہو آننا تریفونوونا، معزز مہمانوں کو نہیں پہچانتی ہو؟.. ہمارے سوا کون ہوگا — فلپ فلیپچ۔،،
''اوہ — فلپ فلیپچ ہیں! تو یوں کہیے، آپ ہیں معزز مہمان! کیسے معلوم ہو کہ آپ ہیں... کوئی بات نہیں... ادھر آ جائیے اس طرف...،،
اور او وہ بالکل بوکھلا گئی۔
,,کہاں — ادھر؟ مگر یہاں تو روک لگی ہوئی ہے۔ نہیں، ایسے نہیں، آپ ذرا تواضع کیجئے ہماری۔ ہم تھوڑی سی شمپین پیئیں گے۔ کیوں آج کوئی سندر چھوکری نہیں ہے کیا؟،،
اس عورت کو ایک دم جیسے اطمینان سا ہو گیا۔
''ایسے معزز مہمانوں کے لئے کیا کمی ہے۔ پاتال سے بھی لانا پڑے تو نکال لاؤں گی۔ آپ جیسوں کے لئے تو چین کی سلطنت سے بلوانی پڑے تو بلوا لوں گی۔،،
''دو لفظ، آننا تریفونوونا، میری جان، سیزوبریوخوف ہے یہاں؟،،

''ہاں — یہ... یہاں ۔''

''بس اسی سے کام ہے مجھے ۔ اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ پاجی، مجھے چھوڑ کے خود شراب لنڈھاتا پھرتا ہے؟''

''میں تو جانوں، وہ آپ کو نہیں بھولا ۔ پتہ نہیں کسی کا انتظار تھا اسے، آپ ہی کا انتظار ہوگا، میں تو جانوں ۔''

مسلوبویف نے دروازہ کو دھکا دیا اور ہم نے خود کو ایک چھوٹے سے کمرے میں پایا ۔ اس کمرے میں دو کھڑکیاں تھیں، جن پر پھولوں کے گملے رکھے تھے ۔ بید کی کرسیاں تھیں اور ایک شکستہ سا پیانو ۔ وہ سب چیزیں جن کی ایسے مقام پر توقع کی جا سکتی تھی ۔ مگر ہمارے اندر قدم رکھنے سے پہلے ہی، اس وقت جب ہم ڈیوڑھی میں کھڑے بات کر رہے تھے، میتروشکا غائب ہو چکا تھا ۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اس نے تو چوکھٹ بھی پار نہیں کی تھی بلکہ دروازے کی پشت پر ہی انتظار میں رک گیا تھا ۔ بعد میں اس کے لئے دروازہ کھلنا تھا ۔ وہ بکھری ہوئی اور رنگوں میں ڈوبی ہوئی عورت جسے میں نے صبح کو مادام ببنووا کے پس پشت جھانکتا ہوا دیکھا تھا میتروشکا کی کچھ لگتی تھی ۔

سیزوبریوخوف نقلی سھاگنی کے ایک پتلے سے صوفے پر میزپوش پڑی ہوئی ایک گول میز کے سامنے بیٹھا تھا ۔ میز پر نیم گرم شمپین کی دو بوتلیں رکھی تھیں ۔ اور ایک تھی جس میں گھٹیا قسم کی رم بھری تھی ۔ اور کئی پلیٹوں میں مٹھائی، بسکٹ، تین طرح کے خشک میوے رکھے تھے ۔ سیزوبریوخوف کے سامنے جو میز تھی اس پر دوسری طرف ایک بھاری بھدی، چیچک ماری صورت کی عورت بیٹھی تھی جس کی عمر چالیس کے قریب ہوگی، سیاہ تفتیان کا فراک پہنے اور کانسی کی مالا اور چوڑیاں پہنے ۔ یہی تھی گویا، افسر کی بیوی، بنی ہوئی ۔ سیزوبریوخوف مست تھا اور اپنے آپ میں بہت مگن ۔ وہ توند والا یار اس وقت اس کے پاس موجود نہ تھا ۔

''لوگوں کو ذرا دیکھو، کیا حرکتیں کرتے ہیں!''، مسلوبویف پورا حلق پھاڑ کر بولا ''اور پھر دیوسو ہوٹل میں ملنے کی دعوت دیتے ہیں اوروں کو!''

''اوھو، فلپ فلیپچ، کیا عزت بخشی ہے آپ نے مجھ کو!..''

سیزوبریوخوف بدبدایا اور بڑی مدارات کے انداز میں ہمیں لینے کے لئے اٹھا۔

''پی رہے ہو، کیوں؟''

''معاف کیجئے گا، میں...''

''معافی وافی کا کیا سوال، مہمانوں کو بھی دعوت دے ڈالو۔ ہم تو آج تمہارے ہی ساتھ عیش اڑانے آ پہنچے اور ایک اور مہمان کو لیتے آئے — اپنے دوست ہیں'' مسلوبویف نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بڑی خوشی — واہ، کیا کہتے ہیں — خوش نصیبی کہ — ہی ہی!''

''اوف، اسی کو شمپین کہتے ہیں۔ یہ تو کھٹے گوبھی کا عرق لگتا ہے۔''

''آپ کے منہ سے ایسی بات!''

''جان پڑتا ہے کہ تم خود بھی وہاں دیوسو ہوٹل میں نہیں پھٹکتے ہو اور دوسروں کو وہاں کا بلاوا دیتے ہو!''

''ابھی تو یہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ پیرس رہ کے آیا ہے'' افسر کی بیوی بولی ''یوں ہی اڑاتا ہوگا۔''

''فیدوسیا تیتیشنا، مجھے غصہ مت دلاؤ۔ ہاں ہاں، وہاں رہ آیا ہوں میں، سچ۔''

''ارے ایسا دیہاتی لٹھ اور پیرس میں!''

''ہاں ہم گئے تھے وہاں۔ میں تھا اور کارپ وسی‌لیچ۔ کمال دکھائے ہم نے۔ آپ جانتی ہیں کارپ وسی‌لیچ کو؟''

''بھلا مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ تمہارے کارپ وسی‌لیچ کو جانتی پھروں۔''

''ہاں، یہی تو بات ہے۔ وہاں ہم دونوں ساتھ تھے وہ جو جگہ کہلاتی ہے پیرس ویرس۔ وہاں مادام ژبیر کے یہاں ہم نے ایک قدآدم انگریزی آئینہ توڑ دیا تھا۔''

''کیا توڑ دیا تھا؟''

''قدآدم آئینہ، اور کیا — اتنا بڑا آئینہ کہ زمین سے چھت تک لگا ہوا اور کارپ وسی‌لیچ کو ایسی چڑھی ہوئی تھی کہ وہ مادام ژبیر سے روسی زبان ہی جھاڑنے لگا۔ وہ آئینے سے لگا کھڑا تھا، ذرا اس پر جھک گیا۔ مادام ژبیر اس پر اپنی زبان میں چیخ پڑیں

کہ میرا شیشہ سات سو فرانک کا ہے۔ ٹوٹ جائےگا! وہ مسکرایا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ میں سامنے کے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک بلا کی حسینہ پہلو میں تھی، ارے ایسی تھوڑئی تھی جیسی یہ ھڈو ہے۔ وہ تو بس، کیا بتاؤں، واہ کیا لاجواب چیز تھی! کارپ وسی‌لیچ زور سے بولا 'استیپان ترینتیچ، اے استیپان ترینتیچ، توڑتا ہوں اسے، آدھوں آدھ ہو جائے؟،، میں نے بھی جواب دیا 'ہاں ہو جائے!، اس نے دھڑاق سے ایک گھونسہ جو اس آئینے پر جمایا ہے تو اس کے پرزے اڑ گئے۔ مادام ژبیر غریب کی چیخ نکل گئی اور وہ اس پر برس پڑی اور سیدھی اس کے تھوبڑے کی طرف بڑھی — 'بڑا آیا ڈاکو کہیں کا، (یہ بات اس نے اپنی ھی زبان میں کہی تھی) - اس پر وہ بولا 'مادام ژبیر، تم اپنا ہرجانہ لے لو مگر میری مرضی میں دخل مت دو،۔ بس فوراً اس نے ساڑھے چھہ سو فرانک کھن کھن گن دئے اور باقی کے پچاس سول بھاؤ میں کٹ گئے۔،،

عین اسی وقت ایک خوف‌ناک چیخ سنائی دی جو کئی دروازوں سے گزرکر پہنچی تھی۔ جس کمرے میں ہم تھے اس کے دو تین کمرے کے فاصلے سے یہ آواز آ رہی تھی۔ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی اور میں بھی چیخ پڑا۔ میں نے یہ چیخ پہچان لی تھی، صاف یلینا کی آواز تھی۔ جب وہ دردناک چیخ ہمارے کان میں پڑی ھے اس کے فوراً بعد ڈانٹنے کی، قسمیں کھانے کی، گتھم گتھا ہونے کی اور پھر آخر میں تڑاتڑ طمانچے مارنے کی صاف اور بلند آوازیں سنائی دیں۔ یہ غالباً میتروشکا اپنے پینترے دکھا رہا تھا۔ ایک دم دروازہ دھڑ سے کھلا اور یلینا کمرے میں ہڑبڑائی ہوئی آئی۔ اس کے چہرے پر لہو کا پتہ نہ تھا، آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں، سفید ململ کے فراک میں جو ملا دلا اور پھٹا ہوا تھا۔ اس کے بال جو نہایت اہتمام سے بنائے گئے ہوں‌گے اب کھینچ تان کی وجہ سے بری طرح بگڑے ہوئے تھے۔ میں دروازے کے ٹھیک سامنے کھڑا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی بدحواس آئی اور اپنی باھوں سے مجھے بھینچ لیا۔ ہر شخص چونک‌کر اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ جب وہ اندر سے نکل‌کر آئی تو ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اتنے میں میتروشکا دروازے پر نمودار ہوا۔ وہ اپنے پیچھے بال پکڑکر اس توندیل دشمن کو گھسیٹ رہا تھا۔ اس

کی حالت بڑی ابتر تھی۔ وہ اسے کھینچ کر دروازے تک لایا اور کمرے میں جھونک دیا۔

''یہ رہا وہ۔ سنبھالئے اسے!،، میتروشکا نے نہایت اطمینان کے انداز میں زور سے اعلان کیا۔

''سنو،، مسلوبویف نے میرے قریب آکر شانہ تھپتھپایا اور بولا ''ہماری گاڑی ہوگی، وہ لے لو اور بچی کو اپنے ساتھ گھر لے جاؤ۔ بس، اب یہاں تمہارا کوئی کام نہیں۔ باقی ہم کل دیکھیں گے۔،،

دوبارہ کہنے کی دیر نہیں تھی۔ میں نے یلینا کا بازو تھاما اور اسے بدمعاشی کے اڈے سے باھر لے آیا۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ وھاں پر معاملہ کیسے نمٹا۔ کسی نے ہمیں روکا ٹوکا نہیں۔ مکان کی مالکہ پہلے ہی دھشت کے مارے حواس‌باختہ ہو گئی تھی۔ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ وہ بیچ میں دخل دے ہی نہ سکی۔ گھوڑا گاڑی ہمارے انتظار میں کھڑی تھی۔ بیس منٹ کے اندر ہم اپنے گھر پہنچ گئے۔

یلینا بالکل ادھ موئی ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے فراک کے بند کھول دئے، اس پر پانی چھڑکا اور اسے صوفے پر لٹا دیا۔ اس پر بخار اور غشی کی حالت طاری ہو چلی تھی۔ اس کے ننھے سے پیلے چہرے کو دیکھا، رنگ اڑے ہوئے ہونٹوں کو دیکھا، سیاہ بالوں پر نظر کی جو ایک طرف کو ڈھیر ہو گئے تھے اگرچہ انہیں بڑے اہتمام سے بنایا سنوارا گیا ہوگا اور ان میں خوشبو بھی لگائی گئی ہوگی، اس کے تمام سنگار کو دیکھتا رہا، ان گلابی فیتوں کو دیکھا جو اب بھی کپڑوں میں کہیں کہیں اٹکے رہ گئے تھے اور پوری طرح اس گھناؤنے معاملے کی اصلیت مجھ پر کھل گئی۔ بیچاری ننھی سی بچی! اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ میں نے اسے اکیلا نہیں چھوڑا اور سوچ لیا کہ نتاشا کے ہاں آج نہیں جاؤں گا۔ ذرا ذرا دیر سے یلینا اپنی دراز پلکیں اوپر اٹھاتی تھی اور مجھ پر نظر ڈال‌لیتی تھی۔ وہ دیر تک اس طرح جم کر دیکھتی تھی گویا مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ آدھی رات گزرچکی تھی اور کافی وقت ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھ لگی اور میں بھی اس کے پاس ہی فرش پر تھک کر لیٹ گیا۔

آٹھواں باب

میں صبح تڑکے ہی اٹھ گیا۔ یوں بھی رات بھر قریب آدھے آدھے گھنٹے سے میری نیند اچٹتی تھی اور اپنے ننھے سے بیچارے مہمان کو اٹھ کر دیکھ لیتا تھا۔ اسے بخار تھا اور کچھ سرسامی کیفیت تھی۔ لیکن صبح ہوتے ہوتے اسے گہری نیند آ گئی۔ میں نے سوچا، یہ اچھی علامت ہے۔ مگر جیسے ہی صبح کو میری آنکھ کھلی تو میں نے طے کیا کہ جب تک وہ بچی غریب سو رہی ہے جلدی سے ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔ ایک ڈاکٹر سے میری ملاقات تھی، اچھا خوش‌مزاج آدمی تھا، بڑی عمر کا کنوارا، پتہ نہیں کس زمانے سے ولادیمرسکی سڑک پر اپنی اکیلی جرمن ملازمہ کے ساتھ رہتا چلا آتا تھا۔ میں فوراً اسے بلانے چلا۔ اس نے وعدہ کیا کہ دس بجے پہنچ جاؤں گا۔ جب میں اس سے وعدہ لے کر چلا ہوں تو آٹھ بجے تھے۔ بہت‌ہی دل تڑپا کہ مسلوبویف کا مکان راستے میں پڑتا ہے، اس سے ملتا چلوں۔ مگر خیال آیا، اس وقت مناسب نہیں — کل رات کے واقعے کے بعد وہ ابھی تک سویا پڑا ہوگا۔ اور اس کے علاوہ اندیشہ یہ بھی تھا کہ یلینا کی آنکھ کھل جائے اور اپنے آپ کو میرے کمرے میں تن تنہا پا کر شاید ڈر جائے۔ اس سرسامی حالت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے یاد نہ آئے کہ کب اور کس طرح وہ یہاں پہنچ گئی۔

جب میں واپس اپنے کمرے میں داخل ہوا ہوں، عین اسی وقت یلینا کی آنکھ کھل گئی۔ میں اس کے قریب گیا اور بہت رکتے رکتے اس سے پوچھا کہ اب طبیعت کیسی ہے؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ مجھے اپنی بولتی ہوئی سیاہ آنکھوں سے ٹکرٹکر تکتی رہی۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت دیکھ کر میں نے جی میں سوچا کہ وہ پوری طرح ہوش میں ہے اور ہر بات سمجھ گئی ہے۔ یہ کہ اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا غالباً اس کی مستقل عادت بن چکی تھی۔ کل بھی اور اس سے پہلے کے دن بھی جب وہ مجھے دیکھنے آئی تھی اس نے میرے بعض سوالوں کے جواب میں ایک لفظ زبان سے نہیں کہا تھا بلکہ صرف میرا منہ تکتی رہی تھی ایسی جمی ہوئی اور خاموش نظر سے جس میں عجیب قسم کی اکڑ بھی تھی اور حیرت اور وحشیانہ تجسس بھی۔ اب میں نے اس کی

نگاہ میں درشتی، بلکہ یوں کہوں کہ بےاعتباری جھلکتی دیکھی۔ میں اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا کہ دیکھوں اب بخار ہے یا نہیں۔ مگر اس نے اپنے چھوٹے سے ننھے ہاتھ سے میرا ہاتھ ایک طرف ہٹا دیا۔ نہایت آہستگی اور خاموشی کے ساتھ اور میری طرف سے کروٹ بدل کر دیوار کی جانب ہو گئی۔ میں اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تاکہ اسے بےچین نہ کروں۔

میرے پاس ایک بڑی سی تانبے کی کیتلی تھی۔ میں سماوار کے بجائے اسے عرصے سے استعمال کر رہا تھا اور اسی میں پانی گرم کر لیتا تھا۔ ایندھن بھی بہت پڑا تھا، چوکیدار اتنا رکھ گیا تھا کہ پانچ دن چلتا۔ میں نے چولھا روشن کیا، تھوڑا سا پانی لیا اور کیتلی چڑھا دی۔ میز پر چائے کا سامان لگا دیا۔ یلینا میری طرف مڑی اور اس نے مجھے یہ سب کرتے دیکھا حیرت اور تجسس سے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کچھ چاہئے؟ لیکن پھر اس نے دوسری طرف کروٹ لے لی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ''یہ بھلا مجھ سے کیوں ناراض ہے؟،، میں نے سوچا۔ ''عجب لڑکی ہے!،،

وعدے کے مطابق میرے بوڑھے ڈاکٹر صاحب ٹھیک دس بجے آ گئے۔ انہوں نے جرمنوں کی عام عادت کے مطابق بڑی چھان‌بین کے ساتھ مریض کو دیکھا بھالا۔ اور مجھے یہ کہہ کر بڑا اطمینان بخشا کہ اگرچہ بچی کو بخار ہے مگر ایسی کوئی خاص خطرے کی بات نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ غالباً اسے کوئی اور پرانی بیماری ہے — دل ٹھیک سے کام نہیں کرتا، اس کی کوئی خرابی ہوگی۔ ''لیکن اس میں خاص معائنے کی ضرورت ہوگی، فی‌الحال تو مریض خطرے سے باہر ہے۔،، ضرورت کے بجائے رسمی طور سے انہوں نے ایک نسخہ بھی لکھ دیا جس میں پینے کی اور پھانکنے کی دوا تھی اور فوراً ہی مجھ سے پوچھا کہ وہ یہاں میرے پاس آئی کیسے؟ ساتھ ہی انہوں نے میرے کمرے میں چاروں طرف ذرا تعجب کی نظر ڈالی۔ بڑے میاں تھے بڑے ہی باتونی۔

یلینا نے تو ڈاکٹر صاحب کو حیرت میں ہی ڈال دیا۔ جب انہوں نے اس کی نبض دیکھنی چاہی تو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور زبان دکھانے سے بھی انکار کر دیا۔ ڈاکٹر نے جو کچھ پوچھا، وہ چپ سنتی رہی، ایک لفظ نہ بولی اور آنکھیں گاڑ کر ڈاکٹر کی

گردن سے لٹکتے ہوئے بڑے سے استانیسلاف تمغے * کو تکتی رہی۔
''غالباً اس کے سر میں سخت درد ہو رہا ہے،، بڑے میاں بولے
''مگر وہ دیکھتی کیسے ہے!،، میں نے اس وقت ضروری نہیں سمجھا کہ یلینا کے بارے میں ان کے سوالوں کا جواب دوں اور سب بتاؤں، اس لئے میں یہ کہہ کر ٹال گیا کہ یہ لمبی کہانی ہے۔
''اگر میری ضرورت ہو تو مجھے بتانا،، انہوں نے چلتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، اب خطرے کی کوئی بات نہیں۔،،
میں نے طے کر لیا کہ یلینا کے ہی پاس دن بھر رہوں گا اور جب تک وہ تندرست نہ ہو جائے کوشش کروں گا کہ جہاں تک بن پڑے اسے اکیلا چھوڑکر باہر نہ جاؤں۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ اگر ان کا انتظار لاحاصل رہا تو نتاشا اور اس کی ماں آنّا اندریئونا پریشانی کے عذاب میں مبتلا رہیں گی، میں نے تدبیر سوچی کہ نتاشا کو خط لکھ کر اطلاع کر دوں کہ آج اس کے ہاں نہیں پہنچ سکوں گا۔ مگر آنّا اندریئونا کو تو خط لکھ کر بھی خبر نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ ایک بار جب نتاشا بیمار تھی اور میں نے خط سے انہیں اطلاع دی تھی تو انہوں نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ آئندہ کبھی خط نہ لکھنا۔ ''بڑے میاں تمہارا خط دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں،، انہوں نے مجھ سے کہا تھا ''کیونکہ وہ بیچارے، خط کا مضمون تو جاننا چاہتے ہیں مگر پوچھ نہیں سکتے۔ خود سے پوچھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ کش مکش رہتی ہے اور سارے دن ان کا موڈ بگڑا رہتا ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ تمہارے خطوط سے میری بےتابی اور بڑھ جاتی ہے۔ درجن بھر سطریں لکھنے سے حاصل کیا۔ میں کرید کرید کر پوچھنا چاہتی ہوں اور تم موجود نہیں ہوتے۔،، چنانچہ میں نے صرف نتاشا کو ہی خط لکھ دیا اور جب دواخانے سے دوا لینے گیا تو خط ڈاک میں ڈال دیا۔
اتنے میں یلینا کو پھر گہری نیند آ گئی۔ وہ سوتے میں کراہتی جاتی تھی اور اس کے بدن میں جھرجھری آتی تھی۔ ڈاکٹر کا اندازہ صحیح نکلا ــ اس کے سر میں سخت درد تھا۔ ذرا ذرا دیر

---

* مقدس استانیسلاف کا تمغہ، پرانے روس میں نچلے درجے کے شہری اور فوجی تمغوں میں سے ایک تمغہ۔ (ایڈیٹر)

سے وہ چیخ مارتی اور آنکھ کھل جاتی۔ مجھے وہ سچ سچ غصے بھری نظر سے دیکھتی، جیسے میری یہ دیکھ بھال خاص طور سے ناگوار گزر رہی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اس بات سے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

گیارہ بجے مسلوبویف آیا۔ وہ اپنے خیالوں میں الجھا ہوا اور ذہنی طور پر گم تھا۔ صرف دم بھر کو آیا تھا اور اسے جلدی سے جانے کی پڑی تھی۔

''اچھا یار، میں تو سمجھتا تھا کہ تم ٹھاٹھ سے نہیں رہتے ہوگے،، اس نے چاروں طرف نظر گھما کر جملہ کسا ''مگر ہاں واقعی یہ خیال کب تھا کہ تمہیں ایسے صندوق میں رکھا ہوا پاؤں گا۔ بھلا، یہ مکان ہے کہ صندوق! خیر کوئی ایسی بات نہیں۔ اصل مصیبت تو یہ ہے کہ تمہیں باہر کی فکریں جو لگی ہیں وہ کام سے توجہ ہٹاتی ہیں۔ کل جب ہم ببنووا کے ہاں جا رہے تھے، اس وقت بھی مجھے اس کا خیال آیا تھا۔ تم جانو، یار، طبیعت کچھ ایسی پائی ہے اور پھر سوشل حالات میرے ایسے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے آپ سے تو کوئی بھلا کام کرتے دھرتے نہیں، ہاں دوسروں کو نصیحت کیے جاتے ہیں۔ سنو، میں یا تو کل آؤں گا شاید، یا پھر پرسوں۔ اور تم بھول مت جانا، اتوار کو مجھ سے ملنے ضرور آنا۔ امید ہے مجھے کہ اس وقت تک اس بچی کا معاملہ بالکل طے ہو جائے گا۔ تو پھر ہم ذرا بیٹھ کے سنجیدگی سے بات کریں گے کیونکہ یار، تجھے تو سنجیدگی سے مٹھی میں لینے کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے تیری زندگی ٹھیک نہیں رہے گی۔ میں نے کل صرف اشارے میں بات کہی تھی مگر اب میں دلیل سے تجھے قائل معقول کروں گا۔ ایک بار قطعی طور سے مجھے بتا دے کہ کیا عارضی طریقے سے مجھ سے روپیہ لیتے تجھے ذلت معلوم ہوتی ہے؟،،

''خیر، چلو، جھگڑا نہ کرو،، میں نے اس کی بات کاٹی۔ ''اچھا ہو جو اتنا بتا دو کہ وہاں کل تم لوگوں کا وہ قصہ کیسے ختم ہوا؟،،

''ہاں، وہ تو نہایت مناسب طریقے سے انجام پا گیا تھا اور مقصد بھی پورا ہو گیا تھا، سمجھے؟ میرے پاس اب وقت بالکل نہیں ہے۔ میں منٹ بھر کے لئے تم سے صرف یہ کہنے آیا تھا کہ بہت

مصروف ہوں اور تمہارے لئے فرصت نہیں نکال سکوں گا، یوں ہی جاننا چاہتا تھا کہ آگے کیا ارادہ ہے، اس لڑکی کو کہیں اور رکھوگے یا اپنے پاس ہی رکھ لینے کا خیال ہے؟ کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے جس پر غور کرکے فیصلہ کرنا چاہئے۔"

"ابھی تک کچھ یقینی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی کہہ دوں کہ مجھے انتظار ہی تھا کہ تم سے مشورہ لوں گا۔ اچھا تو کس بنیاد پر میں اسے اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟"

"اس میں کیا رکھا ہے، تم نوکرانی کی حیثیت سے رکھ سکتے ہو..."

"صرف ایک درخواست ہے کہ ذرا دھیمے بولو۔ اگرچہ وہ بیمار ہے لیکن ہوش میں ہے۔ میری نظر پڑی کہ تمہیں دیکھتے ہی وہ چونک گئی تھی۔ مطلب یہ کہ کل جو کچھ گزری ہے وہ اسے یاد آ گیا..."

پھر میں نے اسے اس بچی کا طورطریقہ اور جتنی باتیں اس میں نوٹ کی تھیں، سب بتائیں۔ میرے اس بیان سے مسلوبویف کو دلچسپی معلوم ہوئی۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ ممکن ہے ایک خاندان میں اسے رکھ دوں جس سے میرے مراسم ہیں اور ساتھ ہی اپنے پرانے مراسم والے گھرانے کا ذکر کر دیا۔ مجھے یہ جان کے حیرت ہو گئی کہ اسے نتاشا کا قصہ کچھ نہ کچھ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ اور جب میں نے سوال کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تو وہ بولا:

"بہت دن ہوئے ایک خاص کام کے سلسلے میں کچھ بھنک میرے کان میں پڑی تھی۔ تمہیں بتا تو چکا ہوں کہ پرنس والکوفسکی سے میری ملاقات ہے۔ تمہارا یہ خیال مناسب لگتا ہے کہ لڑکی کو انہی لوگوں میں بھیج دو۔ نہیں تو تمہارے کام میں ہی ہرج پڑےگا اس سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لڑکی کو کسی نہ کسی حیثیت کی ضرورت ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرنا۔ یہ ذمہ‌داری میں اپنے سر لئے لیتا ہوں۔ اچھا رخصت۔ مجھ سے ملنے آتے رہا کرو۔ کیا اس وقت وہ سو رہی ہے؟"

"لگتا تو یہی ہے" میں نے جواب دیا۔

لیکن جیسے ہی وہ نکل کے گیا یلینا نے مجھے پکارا۔

"یہ کون تھے؟" اس نے سوال کیا۔ آواز کانپ رہی تھی اور

اب کی بار بھی اس نے مجھے اسی جمی ہوئی نظر سے ناک چڑھا کے دیکھا۔ ناک چڑھا کے دیکھنے کے علاوہ اور کوئی مناسب لفظ اس کے لئے ملتا نہیں۔

میں نے یلینا کو مسلوبویف کا نام بتایا اور یہ بھی کہا کہ اسی کی مدد سے میں نے تمہیں ببنووا کے ہاں سے بچا کر نکالا اور یہ کہ ببنووا اس سے بہت ڈرتی ہے۔ لڑکی کے گال ایک دم تیزی سے تمتما اٹھے۔ یہ بات لازمی طور پر کل رات کے واقعے کے یاد آ جانے سے ہوئی ہوگی۔

''اور اب وہ نہیں آئے گی یہاں کبھی؟،، یلینا نے پتہ چلانے والی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے اسے جلدی سے اطمینان دلایا۔ وہ چپ ہو گئی اور میرا ہاتھ اپنی جلتی ہوئی انگلیوں میں لے لیا مگر فوراً ہی چھوڑ دیا جیسے سنبھل گئی ہو۔

میں نے سوچا ''یہ تو ہونے سے رہا کہ اسے درحقیقت مجھ سے اس درجہ نفرت ہے مگر ہاں یا تو یہ اس کی عادت بن گئی ہے، یا پھر... پھر یہی ہے کہ بیچاری لڑکی نے اپنی چھوٹی سی زندگی میں اتنے دکھ جھیلے ہیں کہ دنیا میں اب اسے کسی پر اعتبار نہیں رہا۔،،

مقررہ وقت پر میں دوا لینے نکلا اور اسی دوران ایک ہوٹل میں چلا گیا جہاں میری جان پہچان تھی اور ادھار مل جایا کرتا تھا۔ گھر سے نکلتے وقت میں نے اپنے ساتھ ایک ناشتہ‌دان بھی لے لیا تھا چنانچہ یلینا کے لئے مرغی کا شوربہ اس میں ڈلوا لیا۔ مگر اس نے کھانا ہی نہ چاہا اور شوربہ چولھے پر رکھا رہ گیا۔

میں نے یلینا کو دوا پلا دی اور خود اپنے کام پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا، وہ سو رہی ہے۔ لیکن جیسے ہی نظر گھما کر اس کی جانب دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سر اٹھا کر بہت غور سے مجھے لکھتے دیکھ رہی ہے۔ میں ایسے بن گیا جیسے اسے دیکھا ہی نہیں۔

آخر وہ خود ہی گہری نیند سو گئی۔ اور مجھے یہ جان کے بڑا اطمینان ہوا کہ وہ مزے سے سوئی ہے، اب نہ کراہ ہے اور نہ سرسام کی تکلیف۔ اب مجھے یہ فکر پڑ گئی کہ نتاشا کو اصل سبب تو معلوم ہے نہیں، اسے مجھ پر بڑا غصہ آئے گا کہ آنے کا وعدہ

کیا اور آیا نہیں، پھر یہ بھی سوچا کہ اس وقت جب اسے خاص طور پر میری ضرورت ہے، غالباً میری لاپرواہی سے بڑا رنج ہوگا۔ ممکن ہے جب وہ کسی خاص پریشانی میں مبتلا ہو اور مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہو، بدقسمتی سے عین اسی وقت میں وہاں موجود نہ ہوں۔

آننا اندریئونا کے معاملے میں تو کچھ بھی نہ سوجھتی تھی کہ کل جاکر کیسے معذرت کروں گا۔ میں سوچتا رہا، سوچتے سوچتے آخر ایک دم سے میں نے جی میں ٹھانی کہ جلدی سے دونوں کے ہاں کا ایک چکر لگا لوں۔ اس طرح گھر سے صرف دو گھنٹے غائب رہوں گا اور بس۔ یلینا گہری نیند سو رہی تھی اور خیال تھا کہ اسے میرے جانے کی آہٹ تک نہ ہوگی۔ میں نے فوراً جھپٹ کر فراک کوٹ اور ٹوپی اٹھائی۔ مگر ابھی باہر نکلنے ہی والا تھا کہ یلینا نے مجھے آواز دی۔ سخت حیرت ہوئی — کیا واقعی وہ جھوٹ موٹ سوتی بن گئی تھی؟

میں یہاں ایک جملہ معترضہ کہتا چلوں کہ اگرچہ یلینا ظاہر یہی کرتی تھی کہ وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی لیکن بار بار اس کا مجھ سے مخاطب ہونا، اور جب شک‌وشبہ ہو تو مجھ سے اس کی صفائی چاہنا ہی بتا رہا تھا کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اور اس بات سے میرے دل کو تسکین ہوئی۔

''آپ مجھے کہاں بھیجنے والے ہیں؟،، جب میں قریب آیا تو اس نے سوال کیا۔ سوال کرنے کا اس کا اپنا ایک انداز تھا کہ اچانک پوچھ بیٹھتی تھی جب اس کا گمان بھی مجھے نہیں ہوتا تھا۔ اس بار میں قطعی نہیں سمجھ پایا کہ وہ کیا معلوم کرنا چاہتی ہے۔

''ابھی آپ اپنے دوست سے کہہ رہے تھے نا کہ مجھے کسی کے گھر میں رکھ دینے والے ہیں۔ میں اب کہیں نہیں جانا چاہتی۔،،

میں ذرا اس پر جھکا۔ دیکھا کہ سارا جسم پھنک رہا ہے۔ بخار کا ایک اور حملہ شروع ہو گیا تھا۔ میں اسے تسلی دینے اور تھپکنے لگا اور یہ اطمینان دلاتا رہا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو میں تمہیں کسی کے ہاں نہیں بھیجوں گا۔ یہ کہہ کر میں نے اپنا کوٹ اور ٹوپی اتار لی۔ دل نہ مانا کہ ایسی حالت میں اسے مکان میں تن تنہا چھوڑ کر چل دوں۔

''نہیں، نہیں، آپ جائیے!،، اس نے یہ اندازہ کرکے کہ میں نے

جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے، کہا۔ ''مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ ابھی آنکھ لگ جائے گی۔''

''مگر تم تن تنہا کیسے رہوگی؟'' میں نے بےیقینی سے کہا۔ ''اگرچہ مجھے واپس آنے میں بس دو گھنٹے لگیں گے...''

''اچھا تو آپ جائیے۔ فرض کیجئے کہ میں سال بھر بیمار رہوں تو بھی کیا آپ ہر وقت گھر بیٹھے رہیں گے؟ نہیں'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی اور مجھے عجب طریقے سے دیکھا جیسے دل میں کوئی مہربانی کی لہر اٹھ رہی ہے اور وہ اس سے کشمکش کر رہی ہے۔ بیچاری ننھی سی لڑکی! اس کا صاف پاکیزہ اور نرم و نازک دل اس پر بھی کہ وہ بےنیاز اور بظاہر چڑچڑی لگتی تھی، اپنی جھلک دکھا ہی جاتا تھا۔

اول تو میں دوڑا ہوا آننا اندریئونا کے ہاں پہنچا۔ وہ میرا انتظار ہی کر رہی تھیں، اور بےصبری سے ان کے غصے کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ مجھ پر لعنت ملامت کی بوچھار برس پڑی۔ بےحد موڈ بگڑا ہوا تھا — نکولائی سرگیئچ تیسرے پہر کا کھانا کھاتے ہی گھر سے باہر چلے گئے تھے۔ معلوم نہیں کہاں۔ مجھے یہ احساس ہو گیا کہ بڑی بی کے منہ سے ضرور سب کچھ نکل گیا ہے۔ وہ ضبط نہیں کر سکیں اور اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق اشاروں کنایوں میں سب کچھ کہہ دیا ہوگا۔ بلکہ انہوں نے خود ہی اس کا اعتراف کر لیا اور مجھے بتایا کہ ایسی خوشی کی لہر کو شوہر سے روک کر نہیں رکھ سکتی ہیں۔ لیکن نکولائی سرگیئچ سن کر، بقول ان کے ''کالی گھٹا'' بن گئے، ''منہ سے انہوں نے کچھ نہیں کہا اور ایسی چپ لگی کہ میرے سوالوں تک کا جواب نہیں دیا''۔ کھانے سے نمٹ کر فوراً تیار ہوئے اور چل دئے۔ یہ بیان کرتے وقت آننا اندریئونا کا حال یہ تھا کہ وہ خوف سے بس کانپ رہی تھیں۔ مجھ سے التجا کرنے لگیں کہ نکولائی سرگیئچ کے آنے تک ٹھیر جاؤں۔ میں نے مجبوری ظاہر کی اور ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کل بھی شاید آپ کے ہاں نہ آ سکوں گا اور اسی لئے جلدی جلدی یہاں پہنچا تھا کہ آپ کو پہلے سے یہ بتا دوں۔ اس بار ہمارا جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا۔ وہ رو پڑیں اور مجھے بہت سخت سست کہہ ڈالا۔ اور جب میں اٹھ کر چل دیا اور دروازے کے پاس پہنچ گیا تو وہ لپکیں اور انہوں نے میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ دونوں

بازوؤں سے مضبوط پکڑ لیا اور کہنے لگیں کہ مجھ جیسی بیچاری "اکیلی" عورت سے خفا نہ ہونا اور میری بات کا برا مت ماننا۔

نتاشا کو خلاف توقع میں نے پھر اکیلا ہی پایا۔ اور یہ کہنا عجیب لگتا ہے کہ اس بار کسی طرح بھی وہ مجھے دیکھ کے اتنی خوش نہیں ہوئی جتنی کل ہوئی تھی یا دوسرے موقعوں پر ہوا کرتی تھی۔ جیسے میری آمد سے کسی کام میں خلل پڑ گیا ہو یا میں اسے تنگ کر رہا ہوں۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ کیا الیوشا آیا تھا آج؟ تو وہ بولی:

"ہاں آیا تو تھا، مگر دیر تک ٹھیرا نہیں۔ وعدہ کر گیا تھا کہ آج شام کو پھر ادھر ہوتا جائے گا" جھجکتے ہوئے اس نے کہہ دیا۔

"تو پھر کل رات آیا؟"

"نہیں، اسے روک لیا گیا" اس نے جلدی سے کہا۔ "ہاں، وانیا، تم اپنی سناؤ، کیسے چل رہا ہے؟"

میں نے دیکھا کہ وہ اس گفتگو کو ٹال دینا اور موضوع سخن کو بدل دینا چاہتی ہے۔ میں نے ذرا غور سے اس پر نظر ڈالی — واقعی وہ الجھن میں تھی۔ مگر جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ میں اس کی ٹوہ لینا چاہتا ہوں اور غور کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں تو اس نے فوراً چمک کر ایک غضبناک نظر مجھ پر ڈالی، اس زور سے گویا وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے جلا ڈالے گی۔ "بیچاری پھر مصیبت میں ہے" میں نے جی میں سوچا "لیکن مجھ سے اس کے بارے میں کہنا سننا نہیں چاہتی۔"

اس نے پوچھا تو میں نے یلینا کا پورا قصہ تفصیل کے ساتھ اسے سنا دیا۔ بہت ہی زیادہ دلچسپی ہوئی اس کو اور واقعے کا اثر بھی بہت ہوا۔

"توبہ، توبہ! اور تم اس غریب کو اکیلا اور بیمار چھوڑ کر چلے آئے!" وہ چیخ پڑی۔

میں نے نتاشا سے کہا کہ آج میرا آنے کا ارادہ قطعی نہیں تھا لیکن ڈر لگا کہ تم مجھ سے ناراض ہو جاؤگی اور ممکن ہے تمہیں میری ضرورت ہو۔

"ضرورت" اس نے اپنے طور پر کسی اور طرف خیال دوڑاتے

ہوئے کہا ”غالباً مجھے تمہاری ضرورت تو ہے، وانیا۔ مگر بہتر ہو کہ پھر کبھی۔ ہمارے گھر والوں کے ہاں گئے تھے؟“
میں نے اس سے بیان کر دیا۔
”ہاں، خدا جانے، میرے ابا ان نئے معاملات کو کس طرح قبول کریں۔ مگر اب اس میں قبول کرنے کو کیا رکھا ہے!..“
”مطلب کیا تمہارا؟ قبول کرنے کو کیا رکھا ہے؟“ میں نے دھرایا ”یعنی ایسی الٹ پلٹ!“
”ہاں، یوں ہی سمجھو... بھلا وہ کہاں گئے ہوں گے اب؟ پچھلی بار تو تمہارا خیال تھا کہ وہ مجھ سے ملنے نکلے تھے۔ سنو، وانیا، اگر ہو سکے تو کل تم یہاں ہو جاؤ۔ تب میں تمہیں کچھ بتا سکوں گی... تمہیں تکلیف دیتے ہوئے مجھے شرم تو آتی ہے۔ مگر اس وقت تم کو اپنے مہمان کے پاس گھر واپس جانا چاہئے۔ نکلے ہوئے، میرے اندازے سے، دو گھنٹے تو ہو گئے ہوں گے تمہیں!“
”ہو تو گئے۔ اچھا، رخصت، نتاشا۔ چلا میں۔ مگر ہاں، الیوشا آج تمہارے ساتھ پیش کیسے آیا؟“
”الیوشا کا کیا۔ کچھ نہیں... تمہارے تجسس پر تو خاصا تعجب ہوتا ہے مجھے۔“
”اچھا۔ خدا حافظ، دوست!“
”خدا حافظ۔“
اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دیا، ایسے جیسے یوں ہی بےخیالی میں، اور میری آخری رخصتی نگاہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں باہر چلا آیا — بہت ہی حیران اور متعجب۔ میں نے سوچا ”واقعی کتنی باتیں ہیں جن پر وہ سوچتی رہتی ہوگی۔ یہ معاملات کوئی ہنسی کھیل تو ہیں نہیں۔ اور کل ہونے دو، وہی پہلے مجھ سے سب کچھ کہہ ڈالے گی۔“
جب میں گھر لوٹا ہوں تو دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اور گھر کا دروازہ کھولتے وقت بہت ہی خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ شام ہو چکی تھی۔ اندھیرے میں یہ تو نظر آ گیا کہ یلینا صوفے پر بیٹھی ہے اور اس کا سر سینے پر اس طرح جھکا ہوا ہے جیسے بہت غور میں ڈوبی ہو۔ اس نے مجھے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ معلوم ہوتا تھا ہر چیز سے بےنیاز ہے۔ میں اس کے پاس

پہنچا۔ وہ آپ ہی آپ کچھ بدبدا رہی تھی۔ ’’کہیں دماغ کو گرمی تو نہیں چڑھ گئی؟،، میں نے سوچا۔
’’یلینا، میری بچی، کیا ہوا تجھے؟،، میں نے اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اور اسے اپنے بازو کی لپیٹ میں لیتے ہوئے پوچھا.
’’میں چلی جانا چاہتی ہوں... اچھا ہے کہ اسی کے پاس چلی جاؤں،، اس نے جواب دیا مگر مجھے دیکھنے کو سر تک نہیں اٹھایا۔
’’کہاں؟ کس کے پاس؟،، میں نے حیران ہوکر کہا۔
’’اسی کے، بنووا کے پاس۔ وہ ہمیشہ کہتی رہتی ہے کہ اس کا مجھ پر بہت روپیہ چاہئے۔ اماں کے کفن دفن کا خرچ اسی نے اٹھایا تھا... میں نہیں چاہتی کہ وہ میری اماں کو کوسے... میں اس کے گھر کام کروں گی اور سارا روپیہ اتار دوں گی... اور پھر میں خود ہی وہاں سے چل دوں گی۔ اور اب تو میں لوٹ کے وہیں جاؤں گی۔،،
’’صبر کرو، یلینا۔ تمہیں وہاں نہیں جانا چاہئے،، میں نے کہا۔ ’’وہ تمہیں دکھ دے گی۔ تمہیں بالکل برباد کر دے گی...،،
’’برباد کر لینے دو۔ دکھ دینے دو،، یلینا نے تیزی میں آکر میرے وہی لفظ پکڑ لئے۔ ’’میں پہلی ہی تھوڑی ہوں، اور بھی کئی، مجھ سے اچھی اچھی دکھ جھیل رہی ہیں۔ سڑک پر ایک بھکاری عورت نے مجھے بتایا یہ۔ میں غریب ہوں، غریب ہی رہنا چاہتی ہوں۔ عمر بھر غریب رہوں گی۔ جب میری اماں مرنے لگی تھیں تو انہوں نے مجھے یہی نصیحت کی تھی۔ میں کام کروں گی... مجھے یہ کپڑے نہیں پہننے...،،
’’میں کل تمہیں دوسرے کپڑے دلوا دوں گا۔ تمہارے لئے کتابیں لا دوں گا۔ تم میرے پاس رہوگی۔ کسی کے حوالے ہرگز نہیں کروں گا جب تک تم خود نہ جانا چاہو۔ اطمینان رکھو اب...،،
’’میں گھر کی نوکری کروں گی۔،،
’’اچھا، اچھا، کر لینا... ابھی آرام کرو۔ لیٹ جاؤ۔ سو جاؤ۔،،
مگر بیچاری بچی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ دھیرے دھیرے اس کے آنسو سبکیوں میں تبدیل ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں اس کا۔ میں نے اسے پانی دیا۔ کنپٹیوں کو اور سر کو

بھگویا۔ آخر وہ نڈھال ہوکر صوفے پر گر پڑی اور بخار سے پھر کانپنے لگی۔ جو کچھ مجھے مل سکا وہ میں نے اس کو اڑھا دیا۔ اور وہ بےچینی کی نیند سو گئی۔ بار بار چونکتی تھی اور جاگ پڑتی تھی۔ اگرچہ اس روز میں بہت زیادہ نہیں چلا تھا لیکن تھکن بہت ہو گئی تھی اور میں نے طے کیا کہ جتنی جلدی ہو سکے سو جاؤں۔ دماغ میں سخت پریشان کن خیالات کا ھجوم تھا۔ پہلے سے ھی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس بچی کی وجہ سے آئندہ بڑی مصیبت جھیلنی ہوگی۔ لیکن اصل فکر تو نتاشا اور اس کی پریشانیوں کی تھی۔ اب بھی جب مجھے یاد آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ اس بدبخت رات کو سوتے وقت میں جتنا پریشان اور فکرمند تھا اتنا شاید ھی کبھی اور رہا ہوں گا۔

نواں باب

میں صبح کو دیر سے کوئی دس بجے سو کر اٹھا۔ طبیعت ذرا خراب تھی۔ چکر آ رہے تھے اور سر میں درد تھا۔ میں نے یلینا کے بستر کی طرف دیکھا۔ بستر خالی تھا۔ اسی وقت داھنے ھاتھ پر جو میرا چھوٹا کمرہ تھا وھاں سے آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی فرش پر جھاڑو دے رہا ہو۔ میں دیکھنے گیا۔ یلینا کے ایک ھاتھ میں جھاڑو تھی اور دوسرے ھاتھ سے اپنی اس خوبصورت فراک کو اوپر چڑھائے ہوئے جو پرسوں رات سے اس کے بدن پر تھی، وہ جھاڑو دےرھی تھی۔ ایندھن کی لکڑی چولھے میں رکھنے کے لئے ایک کونے میں چن دی گئی تھی۔ میز جھاڑ پونچھ کر صاف کی جا چکی تھی اور کیتلی دھلی ہوئی تھی۔ ایک لفظ میں یوں کہئے کہ یلینا نے گھر کا کام کاج شروع کر دیا تھا۔

''سنو، یلینا!،، میں نے باآواز بلند کہا ''فرش صاف کرنے کو تم سے کس نے کہا تھا؟ میں یہ بالکل پسند نہیں کرتا۔ تم بیمار ہو۔ تو کیا تم میرے ھاں نوکرانی بن کے آئی ہو؟،،

''تو پھر فرش کون صاف کرےگا؟،، وہ سیدھی ہوکر سامنے سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں اب بیمار نہیں ہوں۔،،

''مگر میں تمھیں کام کرانے نہیں لایا ہوں، یلینا۔ شاید یہ ڈر لگتا ہے تمھیں کہ میں بھی ببنووا کی طرح ڈانٹوں ڈپٹوں گا کہ مفت میں

کیوں میرے ساتھ رہتی ہو ۔ اور تم نے یہ واھیات جھاڑو کہاں سے پا لی؟ میرے ہاں تو جھاڑو تھی ہی نہیں،، میں نے اسے تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

’’یہ میری جھاڑو ہے ۔ میں ہی لائی تھی ۔ نانا جب رہتے تھے تو میں ہی ان کے کمرے میں جھاڑ پونچھ کیا کرتی تھی ۔ تبھی سے جھاڑو چولھے کے نیچے پڑی ہوئی تھی ۔،،

میں سوچتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا ۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں لیکن مجھے ایسا اندازہ ہوا کہ یلینا میری دیکھ بھال اور خاطر تواضع سے خود کو دبا ہوا محسوس کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ جیسے بھی بن پڑے وہ یہ ثابت کر دے کہ رہتی ہے تو کام بھی کرتی ہے ۔ ’’کیسی تلخی بھری ہے اس کردار میں،، اس وقت مجھے خیال آیا ۔

دو ایک منٹ بعد وہ اندر چلی آئی اور منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر کل کی طرح صوفے پر خاموش بیٹھ گئی اور مجھے ایسے دیکھنے لگی جیسے کچھ جاننا چاہتی ہو ۔ اسی اثنا میں میں نے کیتلی تیار کر دی اور چائے بنا کر ایک پیالی اس کی طرف بڑھائی ۔ چائے کے ساتھ گیہوں کی ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا بھی تھا ۔ اس نے چپ چاپ سر جھکا کر چائے اور روٹی لے لی ۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے کہ اس نے قریب قریب کچھ کھایا نہیں تھا ۔

’’دیکھو، جھاڑو سے تم نے اپنا یہ اچھا فراک بگاڑ لیا نا،، میں نے اس کے فراک کے دامن پر کوڑے کا ایک دھبہ دیکھ کر کہا ۔

اس نے اوپر سے نیچے تک خود پر نظر ڈالی اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا — پیالہ ایک طرف رکھ دیا اور بڑے اطمینان اور خاموشی سے ململ کے فراک کے عرض میں سے ایک سرا دونوں ہاتھ میں پکڑ کر اوپر سے نیچے تک کھینچ ڈالا اور فراک سے سر تا پا دھجی اڑ گئی ۔ یہ حرکت کرنے کے بعد اس نے اپنی ضدی اور چمکتی ہوئی آنکھیں خاموشی سے میری جانب اٹھائیں ۔ چہرہ پیلا پڑ گیا تھا ۔

’’یہ کیا کر رہی ہو، یلینا؟،، میں چیخا، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اس پر پاگل پن سوار ہے ۔

’’یہ فراک ہی نحس ہے،، اس نے زیرلب کہا اور طیش کے مارے حلق میں اس کا سانس پھنس گیا ۔ ’’آپ نے اسے اچھا فراک کیوں کہا؟ میں اسے بالکل پہننا نہیں چاہتی،، اپنی جگہ سے اچھل کر

اس نے ایک دم زور سے کہا۔ ''میں اس کے ٹکڑے کر دوں گی، میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھے کپڑے بنوا دو۔ اس نے خود ہی زبردستی مجھے یہ بنوا کے دیا۔ اور اس سے پہلے بھی ایک ایسے فراک کے ٹکڑے اڑا چکی ہوں۔ اس کی بھی دھجیاں کر ڈالوں گی۔ دھجیاں کر ڈالوں گی! پرزے پرزے کر دوں گی! ٹکڑے اڑا دوں گی!..''

غصے کی آگ میں بھری ہوئی وہ اس کمبخت لباس پر ٹوٹ پڑی۔ لمحے بھر میں اس کی تمام دھجیاں اڑ چکی تھیں۔ یہ کر چکنے کے بعد اس کا چہرہ ایسا پیلا پڑا کہ وہ بمشکل اپنی جگہ کھڑی رہ سکتی تھی۔ میں اس کے طیش کو حیرت سے تک رہا تھا اور وہ مجھے ایسے نافرمانی کے انداز سے دیکھ رہی تھی جیسے میں نے بھی اس کی کوئی نہ کوئی توہین کر دی ہو۔ مگر اب میری سمجھ میں آگیا کہ کیا کرنا چاہئے۔

میں نے طے کیا کہ آج ہی صبح کو اس کے لئے نیا لباس خرید کر لاؤں گا۔ یہ وحشی اور بپھری ہوئی ننھی سی چڑیا صرف مہربانی کے برتاؤ سے ہی رام ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ پہلے کسی نے مہربانی کا سلوک ہی نہیں کیا۔ اگر ایک بار سخت سزا پانے کے باوجود وہ اسی قسم کے لباس کے ٹکڑے اڑا چکی ہے تو اس نئے فراک سے بھی اسے کیسی نفرت لگتی ہوگی، کیونکہ اسے دیکھ کر ابھی دو دن پہلے کے ہیبت‌ناک لمحے اسے یاد آ جاتے ہوں گے۔

پرانے کپڑوں کے بازار میں سادہ، اچھے خاصے دیدہ زیب کپڑے مل جاتے ہیں اور بہت سستے۔ مشکل یہ تھی کہ ان دنوں میرے پاس پیسہ بالکل نہیں تھا۔ مگر کل رات جب میں سونے لیٹا تو اسی وقت سوچ لیا تھا کہ صبح کو ایک جگہ جاؤں گا جہاں سے کچھ روپیہ مل جانے کی امید تھی، پھر یہ جگہ پرانے کپڑوں کے بازار کے راستے میں بھی پڑتی تھی۔ میں نے ٹوپی اٹھائی۔ یلینا غور سے دیکھتی رہی جیسے اسے کسی بات کی توقع ہو۔

''کیا پھر آپ مجھے تالے میں بند کر کے جانے والے ہیں؟'' اس نے سوال کیا جب میں نے چابی اٹھائی کہ جاتے وقت دروازے کو تالا لگا دوں گا جیسے کل اور پرسوں کر چکا تھا۔

''میری پیاری بچی'' میں نے اس کے نزدیک جا کر کہا ''تم اس پر خفا مت ہو۔ میں تو دروازے میں اس لئے تالا لگاتا ہوں کہ

کوئی اور آ نہ جائے۔ تم بیمار ہو اور تمہیں ڈر لگےگا۔ پتہ نہیں کون خواہ مخواہ چلا آئے۔ کیا ہو جو بنووا ہی آ پہنچے...،،

میرے دل میں یہ بات نہیں تھی۔ میں تو اس لئے تالا لگاتا تھا کہ مجھے لڑکی پر اعتبار نہیں تھا۔ اور ڈر تھا کہ کہیں اس کے دماغ میں ایک دم یہ بات نہ آ جائے کہ چلو، چھوڑو ان کو۔ میں تھوڑے دنوں بہت احتیاط سے کام لینا چاھتا تھا۔ یلینا کچھ نہ بولی اور میں نے پھر اسے تالے میں بند کر دیا۔

ایک پبلشر سے میری ملاقات تھی جو پچھلے دو سال یا اس سے زیادہ عرصے سے کئی کئی جلدوں کی تالیفیں شائع کرنے میں لگا ہوا تھا۔ جب کبھی مجھے فوری کام سے روپیہ کمانے کی ضرورت پڑتی تو میں اس کے ھاں سے کچھ کام لے لیا کرتا تھا۔ وہ وقت پر روپیہ ادا کر دیتا تھا۔ میں نے اسی کے یہاں دستک دی اور اس نے مجھے پچیس روبل پیشگی دے دئے اس شرط پر کہ ھفتے کے آخر تک ایک مضمون تیار کر دوں‌گا۔ مجھے امید تھی کہ ناول کے لئے بعد میں وقت نکال لوں‌گا۔ جب کبھی روپے سے ھاتھ بہت تنگ ہوتا تو میں اکثر یہی کیا کرتا تھا۔

روپیہ مل گیا تو میں بازار کی طرف چلا۔ پہنچتے ھی ایک جان‌پہچان کی بڑی بی مل گئیں جو ھر قسم کے پرانے کپڑے فروخت کیا کرتی تھیں۔ میں نے انداز سے انہیں یلینا کا سائز بتایا اور انہوں نے فوراً میرے لئے ھلکے رنگ کا ایک سوتی لباس چن کر نکال دیا جس کی قیمت بھی بہت ھی کم تھی اگرچہ یہ لباس دیکھنے میں اچھا مضبوط تھا اور ایک بار سے زیادہ دھلا بھی نہیں تھا۔ ساتھ ھی میں نے ایک گلوبند اٹھا لیا۔ قیمت ادا کرتے وقت مجھے خیال آیا کہ یلینا کو ایک پوستین کا کوٹ یا اوڑھنی یا اسی قسم کی کوئی چیز درکار ھوگی۔ موسم سرد ھو چلا تھا اور اس کے پاس قطعی کوئی چیز ھی نہیں تھی۔ مگر سوچا کہ اس خریداری کو آئندہ کسی وقت کے لئے ملتوی رکھا جائے۔ یلینا میں اکڑ اس قدر تھی کہ وہ بات بات پر برا مان جاتی تھی۔ خدا جانے، یہ بھی وہ کیسے گوارا کرے اگرچہ میں نے جان بوجھ‌کر بہت ھی سستے قسم کا کپڑا اور جتنا سادہ اور صوفیانہ ممکن تھا، خریدا تھا۔ بہرحال میں نے اس کے لئے دو جوڑ تو سوتی اور ایک جوڑ اونی موزے خرید لئے۔ یہ کہہ‌کر اسے موزے دئے جا سکتے تھے کہ

م بیمار ہو اور کمرے میں سردی ہے۔ نیچے پہننے کا لباس
ھی اسے چاہئے ہوگا۔ مگر یہ بھی اس وقت تک کے لئے چھوڑ دیا
جب میرے اس کے درمیان تکلف ذرا اور کم ہو جائے۔ پھر میں
ے بستر کے لئے کچھ پرانے پردے خریدے۔ ان کی ضرورت بھی
تھی اور اس سے یلینا کو خوشی بھی ہوتی۔

سہ پہر کا ایک بجا تھا جب گھر لوٹا۔ تالے میں چابی گھمائی
تو اس کی آواز تک نہ ہوئی۔ میں کمرے میں سامان لئے داخل
ہوا تو آہٹ کے بغیر اس طرح کہ یلینا نے مجھے آتے نہیں دیکھا۔
میں نے دیکھا کہ وہ میز کے پاس کھڑی میری کتابوں اور کاغذوں
کو الٹ پلٹ رہی ہے۔ اندر آنے کی آہٹ پاتے ہی اس نے جلدی
سے وہ کتاب بند کر دی جسے اس وقت پڑھ رہی تھی اور میز
سے ہٹ گئی اور گھبراہٹ کے مارے سرخ ہو گئی۔ میں نے
کتاب پر نظر ڈالی — یہ میرا پہلا ناول تھا جو کتابی شکل میں
چھپا تھا۔ اور سرورق پر میرا نام لکھا ہوا تھا۔

''جب آپ گئے ہوئے تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا،، اس
نے ایسے لہجے میں کہا جس کا مطلب یہ لگتا تھا کہ وہ مجھے
تالا لگا کر چلے جانے کا طعنہ دے رہی ہے۔

''ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر ہو۔ تم نے پکار کر پوچھا نہیں
یلینا؟،،

''نہیں۔،،

پھر میں نے کچھ نہیں کہا بلکہ سامان کا بنڈل رکھ دیا،
اسے کھولا اور جو کپڑے خریدے تھے اس میں سے نکالے۔

''لو، یہ ہے یلینا، میری بچی،، میں نے اس کے پاس پہنچ کر
کہا ''یہ جو چیتھڑے تم لگائے ہوئے ہو، ان میں تو کہیں
آ جا بھی نہیں سکتیں۔ تو میں نے تمہارے لئے کپڑے خرید لائے
ہیں۔ یوں ہی معمولی سے ہیں، سستے، روزمرہ کے۔ تم اس کی فکر
مت کرو۔ ایک روبل بیس کوپک میں کام چل گیا۔ شوق سے
پہن ڈالو۔،،

میں نے کپڑے اس کے پاس ہی رکھ دئے۔ ایک دم سرخ ہو کر
وہ ذرا دیر تک میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتی رہی۔

اسے سخت حیرت تھی۔ ساتھ ہی مجھے یوں لگا کہ وہ کسی
بات سے بےانتہا شرمائے جا رہی ہے۔ لیکن اس کی آنکھوں میں

ہلکی سی، نرم سی روشنی جگمگائی۔ یہ دیکھ کر کہ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا میں اپنی میز کی طرف مڑ گیا۔ جو کچھ میں نے کیا اس سے وہ ظاہراً متاثر تو ضرور ہوئی تھی لیکن کوشش کرکے خود کو روکے رہی اور آنکھیں جھکا کر بیٹھ گئی۔

میرا سر چکرا رہا تھا اور درد بڑھتا جا رہا تھا۔ تازہ ہو کھانے سے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں مجھے نتاشا کے ہاں بھی جانا تھا۔ کل سے اس کے بارے میں میرے تفکرات ذرا بھی کم نہ ہوئے تھے بلکہ اس کے برخلاف برابر بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ ایک دم مجھے خیال گزرا کہ یلینا نے مجھے پکارا؛ میں اس کی طرف مڑا۔

''جب آپ باہر جایا کریں تو مجھے تالے میں بند نہ کیجئے،'' اس نے دور کہیں دیکھتے ہوئے اور صوفے کے کنارے کو ٹھونکتے ہوئے اس طرح کہا گویا وہ بس، اسی میں غرق رہی ہو۔ ''میں آپ کے پاس سے کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''اچھا، یلینا۔ میں مانتا ہوں، لیکن کوئی اجنبی آ گیا تو کیا ہوگا؟ پتہ نہیں کون آ جائے!''

''اچھا تو چابی مجھے دے جائیے۔ میں اندر سے تالا لگا لوں گی اور اگر کوئی دروازہ کھٹکھٹائے گا تو کہہ دوں گی: گھر پر نہیں ہیں۔'' اور اس نے مجھے یوں تیکھے پن سے دیکھا گویا کہتی ہو ''لو، اب کہو، کیسی سیدھی سی بات ہے''۔

''آپ کے کپڑے کون دھوتا ہے؟'' اس نے ایک دم سوال کیا، ابھی میں اسے جواب بھی نہ دینے پایا تھا۔

''یہاں ایک عورت ہے اس مکان میں، وہی دھو دیتی ہے۔''

''مجھے کپڑے دھونے آتے ہیں۔ اور آپ کو کل کھانا کہاں سے ملا؟''

''ایک ہوٹل سے۔''

''میں کھانا بھی پکا سکتی ہوں۔ آپ کا کھانا پکا دیا کروں گی۔''

''بس، بس، یلینا۔ تمہیں کیا آتا ہے کھانا پکانا، فضول کی بات کر رہی ہو...''

یلینا چپ رہ گئی اور اس نے آنکھیں نیچی کر لیں۔ صاف ظاہر

تھا کہ اسے میرے جملے سے ٹھیس پہنچی ہے۔ کم از کم دس منٹ یوں ہی گزر گئے۔ ہم دونوں خاموش تھے۔

”شوربہ،، وہ اچانک بول پڑی۔ مگر سر ویسے ہی جھکا ہوا تھا۔

”شوربہ، کیا مطلب تمہارا شوربے سے؟ کیسا شوربہ؟،، میں نے تعجب سے پوچھا۔

”میں شوربہ بنا سکتی ہوں۔ اماں کے لئے بھی بنایا کرتی تھی جب وہ بیمار تھیں۔ میں بازار سامان خریدنے بھی جایا کرتی تھی۔،،

”یہ دیکھو، یلینا، دیکھتی ہو، تم کیسی نک چڑھی ہو،، میں نے اس کے پاس جاتے ہوئے اور صوفے پر برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارے ساتھ وہ برتاؤ کرتا ہوں جو میرا دل کہتا ہے۔ تم اکیلی ہو۔ کوئی عزیز رشتہ‌دار نہیں۔ دکھ میں ہو۔ میں چاھتا ہوں کہ تمہارے کام آؤں۔ اگر مجھ پر مصیبت ہوگی تو تم بھی اسی طرح میرے کام آؤگی۔ لیکن تم نہیں چاھتی ہو کہ اس طرح سے معاملے کو جانچو۔ تمہیں تو مجھ سے نہایت معمولی درجے کی چیز لیتے بھی گراں گزرتا ہے۔ تم چاھتی ہو کہ ھاتھ کے ھاتھ اس کا بدلہ کر دو اور اجرت کے طور پر چیز حاصل کرو۔ یعنی میں کوئی بنووا ہوں اور تمہیں اس کے طعنے دوں‌گا۔ اگر یہ بات ہے تو بڑے شرم کی بات ہے، یلینا۔،،

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف منہ بسورکر رہ گئی۔ لگتا ہے کہ وہ کچھ کہنا چاھتی تھی۔ لیکن ضبط سے کام لیا اور چپ رھی۔ میں نتاشا کے ھاں جانے کو اٹھا۔ اب کے میں نے چابی یلینا کے ہی پاس رہنے دی۔ اس سے کہہ دیا کہ کوئی آئے اور دروازہ کھٹکھٹائے تو تم پکارکر پوچھ لینا کہ کون ہے۔ میرے دل کو پکا یقین تھا کہ نتاشا کے ساتھ کوئی بڑی ناگوار بات پیش آئی ہے مگر وہ فی‌الحال مجھے بتا نہیں رھی ہے جیسا کہ پہلے بھی کئی بار کر چکی ہے۔ بہرحال میں نے طے کیا کہ ذرا دم بھر کو اس کے ھاں ہوتا آؤں تاکہ کہیں اسے میرے بار بار آ بیٹھنے سے چڑ نہ ہو جائے۔

جو میں نے انداز کیا تھا صحیح نکلا۔ وہ پھر مجھ سے سخت ناگواری کی نظر سے ملی۔ میں اسے فوراً اسی حال میں چھوڑکر چل دیتا لیکن قدسوں نے جواب دے دیا۔

''میں تو صرف منٹ بھر کو آیا تھا، نتاشا،، میں نے زبان کھولی ''تم سے مشورہ لینے کہ مجھے اپنے مہمان کا کیا کرنا چاہئے۔،، پھر میں نے اسے یلینا کے متعلق سب کچھ بتانا شروع کیا۔ نتاشا خاموش میری بات سنتی رہی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کیا مشورہ دوں، وانیا،، اس نے جواب دیا۔ ''ہر بات سے یہی ثبوت ملتا ہے کہ وہ بالکل ہی عجیب و غریب قسم کی بچی ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ بہت برا سلوک ہوا ہو اور اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا ہو۔ وقت دو کہ وہ ذرا ٹھیک ہو جائے کچھ۔ کیا تمہارے خیال میں اس کو میرے گھروالوں کے پاس رکھ دینا ٹھیک ہوگا؟،،

''وہ تو برابر یہ کہتی رہتی ہے کہ اب میرے پاس سے کہیں اور کسی جگہ نہیں جائےگی۔ اور خدا جانے، تمہارے گھر والے اسے کس طرح قبول کریں۔ ایسی حالت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اچھا، تم یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا حال ہے؟ کل کچھ طبیعت ناساز معلوم ہوتی تھی،، میں نے دبی زبان سے کہا۔

''ہاں... آج بھی میرے سر میں درد ہو رہا ہے،، اس نے بےخیالی سے جواب دیا۔ ''آج تم ہمارے گھر والوں میں سے تو کسی سے نہیں ملے تھے؟،،

''نہیں۔ وہاں کل جاؤں‌گا، کل ہفتے کا دن ہے نا...،،

''کیوں، کل کی کیا خصوصیت؟،،

''شام کو پرنس جو آ رہے ہیں...،،

''تو کیا ہے؟ میں بھولی نہیں ہوں۔،،

''نہیں، میں تو...،،

وہ بالکل میرے سامنے کھڑی ہو گئی اور دیر تک میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہی۔ اس کی آنکھوں میں کسی عزم کی، کسی قسم کے ضدی‌پن کی جھلک تھی، جیسے حدت اور شدت طاری ہو۔

''جانتے ہو کیا، وانیا،، وہ بولی ''مجھ پر بس یہ کرم کرو کہ یہاں سے ٹل جاؤ۔ تم میرے کام میں بہت حارج ہوتے ہو...،،

میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف بھونچکے ہوکر دیکھنے لگا۔

''نتاشا، پیاری، کیا ہوا تمہیں؟ کیا معاملہ ہے؟'' میں خوف سے چیخ پڑا۔
''کچھ نہیں ہوا۔ کل تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔ مگر اس وقت میں تنہائی چاہتی ہوں۔ سنتے ہو وانیا؟ ابھی چلے جاؤ۔ بس۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تمہیں دیکھنا بھاری پڑتا ہے!''
''مگر کم سے کم یہ تو بتاؤ...''
''سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کل سب پتہ چل جائے گا۔ اف خدایا، جاؤ گے کہ نہیں؟''
میں چلا گیا۔ اس قدر حواس‌باختہ ہو گیا تھا کہ کچھ احساس ہی نہ رہا کہ کیا کر رہا ہوں۔ ماورا ڈیوڑھی میں میرے پیچھے پیچھے دوڑی ہوئی آئی۔
''غصے میں ہیں؟'' اس نے پوچھا۔ ''میں ان کے پاس جاتے ڈرتی ہوں۔''
''مگر ہوا کیا ان کو؟''
''تین دن ہو گئے ہیں کہ صاحب‌زادے نے ادھر آ کر جھانکا بھی نہیں۔''
''کیا کہتی ہو؟'' میں نے حیرت سے دھرایا ''ابھی کل ہی تو اس نے مجھ سے خود کہا تھا کہ وہ صبح آیا تھا اور پھر شام کو آنے کا کہہ گیا تھا۔''
''شام میں آنا کیا ہوتا، وہ تو صبح کو بھی نہیں آیا۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ ہم نے تین دن سے اس کی صورت تک نہیں دیکھی ہے۔ کیا واقعی انہوں نے کل تم سے کہا تھا کہ وہ صبح آیا تھا؟''
''ہاں، ہاں، خود نتاشا نے کہا۔''
''تو یہ بات ہے'' ماورا سوچتے ہوئے بولی ''بڑی مصیبت میں پڑ گئی ہیں وہ کہ تمہارے سامنے بھی اقرار کرنا نہیں چاہتی ہیں کہ وہ نہیں آیا۔ کمال ہے!''
''مگر یہ سب قصہ کیا ہے؟'' میں چیخ پڑا۔
''قصہ یہ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا کیا کروں'' ماورا نے مجبوری اور بےبسی سے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''وہ تو کل مجھے بھیج رہی تھیں اس کے پاس۔ لیکن دو

بار راستے سے ھی واپس بلا لیا۔ اور آج مجھ سے بات بھی نہیر
کر رھی ھیں۔ اچھا ھوتا کہ تم اسے دیکھ آتے۔ میں ان کو
چھوڑکر جا نہیں سکتی۔،،

میں آپے سے باھر ھوکر زینے سے اترنے لگا۔

’’آج شام کو آؤگے تم؟،، ماورا نے پیچھے سے مجھے پکارکر
پوچھا۔

’’دیکھا جائےگا،، میں نے راستے ھی میں جواب دیا۔ ’’ممکن
ھے ذرا دیر کو تمھارے پاس ھوتا جاؤں اور پوچھ لوں کہ کیا
ھے، کیسے ھے؟ اگر خود میری زندگی رھی تو۔،،

مجھے واقعی ایسا لگ رھا تھا کہ خاص دل پر کوئی کڑی
چوٹ لگی ھے۔

دسواں باب

میں سیدھا الیوشا کے ھاں پہنچا۔ وہ باپ کے ساتھ مالایا
مارسکایا میں رھتا تھا۔ پرنس والکوفسکی کے پاس کافی کشادہ بڑا
مکان تھا اگرچہ وہ اس میں تنہا رھتا تھا۔ اس مکان میں الیوشا کے
پاس دو نہایت شاندار کمرے تھے۔ اتفاق سے ھی میں کبھی
اس سے ملنے گیا ھوں‌گا۔ ایک بار گیا تھا مجھے یاد ھے۔ وہ البتہ
مجھ سے ملنے اکثر آتا رھا، خاص طور سے شروع میں، جب نتاشا
سے اس کے تعلقات کا ابتدائی زمانہ تھا۔

وہ مکان پر موجود نہیں تھا۔ میں سیدھا اس کے کمرے میں
پہنچا اور اسے یہ رقعہ لکھا:

’’الیوشا، معلوم ھوتا ھے، آپ کا دماغ چل گیا ھے۔ منگل کی
رات کا واقعہ، کہ آپ کے والد نے بذات خود نتاشا سے درخواست کی
کہ وہ آپ کی بیوی بننے کا شرف آپ کو عطا کرے، اور آپ کو
اس بات کی خوشی بھی ھوئی تھی، جس کا میں خود گواہ ھوں،
تو آپ خود تسلیم کریں‌گے کہ موجودہ صورت‌حال میں آپ کا رویہ
کسی قدر عجیب ھے۔ آپ کو خبر بھی ھے کہ نتاشا کے ساتھ
کیا کر رھے ھیں؟ بہرحال میری یہ سطریں آپ کو جتا دیں‌گی کہ
اپنی ھونےوالی بیوی کے ساتھ آپ کا یہ برتاؤ نہایت نامناسب اور

حد درجہ لاپروائی کا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے
کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ کو ٹوکوں یا نصیحت کروں لیکن
مجھے اس کی قطعی کوئی پروا نہیں ہے۔
بعد نوشت۔ اس رقعے کے بارے میں نتاشا کو کچھ خبر نہیں۔
بلکہ آپ کے بارے میں اس نے مجھے کچھ بتایا بھی نہیں ہے۔''

میں نے خط کو سربمہر کیا اور اس کی میز پر رکھ دیا۔
میرے پوچھنے پر ملازم نے بتایا کہ چھوٹے صاحب گھر پر بہت
کم رہتے ہیں اور وہ غالباً صبح تڑکے سے پہلے گھر نہیں لوٹیں گے۔
بڑی مشکل سے گھر پہنچا۔ سر چکرا رہا تھا اور ٹانگیں جواب
دے رہی تھیں، پاؤں کانپ رہے تھے۔ دروازے پر تالا نہیں لگا
تھا۔ دیکھتا ہوں کہ نکولائی سرگیئچ اخمنیف میرے انتظار میں
بیٹھے ہیں۔ وہ میز کے پاس بیٹھے خاموش حیرت سے یلینا کو تک رہے
تھے۔ اور یلینا بھی اسی حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی اگرچہ
بالکل ہونٹ سیے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا ''وہ انہیں عجیب نظر
آتی ہوگی''۔
''ہاں، بھائی، تمہارا پورے گھنٹے بھر سے انتظار کر رہا
ہوں۔ اور یہ بھی کہہ دوں کہ مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا
کہ... تمہیں اس حال میں پاؤں گا'' انہوں نے کمرے میں چاروں
طرف نظر دوڑا کر کہا اور یلینا کی طرف اس طرح اشارہ کیا کہ
وہ نہ دیکھ پائے۔ ان کے چہرے پر حیرت کی جھلک تھی۔ مگر
جب میں نے انہیں اور قریب سے دیکھا تو ان کے اندر بےتابی اور
اندرونی پریشانی نظر آئی۔ ان کا چہرہ غیرمعمولی طور پر زرد تھا۔
''بیٹھ جاؤ، بیٹھو'' انہوں نے مجھ سے بہت گھبرائے ہوئے
اور فکرمند انداز میں کہا ''میں تمہارے پاس اس لئے دوڑا ہوا
آیا کہ کام تھا۔ ہاں، تمہیں کیا ہوا؟ صورت پر ہوائیاں اڑ
رہی ہیں۔''
''طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ صبح سے سر چکرا رہا ہے۔''
''ذرا خیال رکھو۔ لاپروائی سے کام نہیں چلے گا، کہیں سردی
تو نہیں لگ گئی؟''

''نہیں - بس ذرا اعصابی حملہ ہے - کبھی کبھی ہو جاتا ہے - آپ اپنی تو سنائیے - بخیریت ہیں آپ؟،،

''ٹھیک ہے - سب ٹھیک ہے - بس، یوں ہی کچھ پریشان ہو گیا ہوں - کام ہے تم سے - بیٹھ جاؤ -،،

میں نے ایک کرسی موڑی اور میز پر ان کے سامنے منہ کرکے بیٹھ گیا - بڑے میاں میری طرف اور جھک گئے اور بہت دھیمے دھیمے کہنے لگے :

''خیال رکھو — اس لڑکی کی طرف نہ دیکھنا - بلکہ ایسے بن جاؤ جیسے ہم کوئی اور بات کر رہے ہیں - ہاں، یہ بتاؤ — کون ہے یہ جو تمہارے ہاں آئی ہوئی ہے؟،،

''نکولائی سرگیئچ، یہ سب قصہ میں آپ کو بعد میں سنا دوں گا . یہ غریب بیچاری لڑکی ہے جس کا کوئی والی وارث نہیں - یہ اسی اسمتھ مرحوم کی نواسی ہے جو اس مکان میں رہتا تھا اور مٹھائی والے کی دکان میں مرا تھا -،،

''اچھا تو گویا، اس کی نواسی بھی تھی! مگر سنو، بیٹے، یہ لڑکی بہت عجیب ہے - دیکھو تو کیسے آنکھیں گاڑ کے دیکھتی ہے! صاف کہوں تم سے — اگر تم آ نہ گئے ہوتے تو میں اور پانچ منٹ اس کی تاب نہیں لا سکتا تھا - اول تو وہ دروازہ ہی نہیں کھول رہی تھی، پھر تب سے اس نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا ہے - اسے دیکھ‌کے ہول آتا ہے — عام انسانوں کا طور طریقہ ہی نہیں ہے اس میں - مگر وہ یہاں پہنچ کیسے گئی؟ اچھا تو میں سمجھا، میں جانوں وہ اپنے نانا سے ملنے آئی ہوگی اور اسے معلوم بھی نہیں ہوگا کہ مر چکے ہیں؟،،

''جی ہاں، یہ لڑکی بہت دکھ جھیل چکی ہے - بڑے میاں کو مرتے وقت اس کا خیال آیا تھا -،،

''ہونہہ، تو جیسا نانا ویسی نواسی - تم مجھے اس کے بارے میں بعد میں بتانا - ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی کچھ مدد کر سکیں کسی صورت سے، بیچاری جب اس قدر تکلیف میں ہے تو - ہاں، مگر بیٹے، کیا اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اس سے تھوڑی دیر کو کہیں اور چلے جانے کو کہہ دو - کیونکہ مجھے تم سے ایک سنجیدہ معاملے پر بات کرنی ہے -،،

''مگر جانے کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ یہیں رہتی ہے وہ۔''

میں نے بڑے میاں کے سامنے جس قدر بھی مجھ سے ہو سکا، وضاحت کی کہ آپ فکر نہ کیجئے، اس کی موجودگی میں ہی بات کیجئے کیونکہ وہ تو بچی ہے۔

''اچھا... ہاں تو بچی ہی ہے۔ تم نے تو بھئی مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ بھلا تمہارے ساتھ رہتی ہے — خدایا رحم کر!''

اور بڑے میاں نے ایک بار پھر اسے حیرت کی نظر سے دیکھا۔

یلینا کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم اسی کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی اور صوفے کا کنارہ انگلیوں سے مروڑ رہی تھی۔ اس نے اپنا نیا لباس پہن لیا تھا اور وہ اس پر بالکل ٹھیک بیٹھا تھا۔ بال خاص طور سے اچھی طرح بنے سنورے تھے شاید نئے لباس کی خوشی میں۔ یوں کہنا چاہئے کہ اگر اس کی نگاہ میں اس قدر عجیب وحشی پن نہ ہوتا تو وہ بڑی ہی خوبصورت بچی لگ رہی تھی۔

''مختصر اور صاف صاف۔ اب بتاؤں تمہیں کہ اصل بات کیا ہے، میرے بھائی'' بڑے میاں نے پھر گفتگو شروع کی۔ ''معاملہ ذرا طولانی ہے۔ اہم معاملہ ہے...''

وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ چہرے پر گمبھیر اور گہری سوچ بچار کی کیفیت تھی۔ اگرچہ انہوں نے جلدی مچائی تھی اور ''مختصر اور صاف صاف'' کی بات کی تھی لیکن انہیں بات شروع کرنے کو لفظ نہیں ملے۔ میں نے سوچا ''دیکھئے، اب یہ کیا کہتے ہیں''۔

''تم جانو وانیا، میں تمہارے پاس ایک خاص غرض سے آیا ہوں۔ لیکن اول تو... جیسا کہ میں اب اندازہ کر رہا ہوں، تمہارے سامنے وہ خاص حالات رکھ دوں... تمہیں سمجھا دوں کہ کیسے نازک حالات ہیں...''

وہ ذرا کھنکھارے اور کنکھیوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھا اور سرخ ہو گئے۔ شرما کے سرخ ہو گئے اور اپنے اوپر پیچ و تاب کھایا کہ ان سے بات نہیں بن رہی ہے۔ اور پیچ و تاب کھانے میں ہمت پڑ گئی۔

''بتانے کو رہا کیا ہے۔ تم خود جانتے ہو، لے دے کے ساری

بات یہ ہے کہ میں پرنس کو ڈوئل* کی دعوت دیتا ہوں ۔ اور تم سے میری عرض اتنی ہے کہ اس کا انتظام کر دو اور میرے وکیل بن کر ساتھ کھڑے ہو جانا ۔،،

دھچکے سے میری پیٹھ کرسی پر لگی اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں تکنے لگا ۔

''میرا منہ کیا تک رہے ہو ۔ دماغ نہیں چلا میرا ۔،،

''مگر معاف کیجئے نکولائی سرگیئچ، آخر اس کا سبب کیا ہے؟ کس مقصد سے؟ اور پھر یہ بھی کہ ایسا ہونا ممکن کیوں کر ہوگا...،،

''سبب؟ مقصد؟،، بڑے میاں چیخ پڑے ۔ ''اچھی کہی!..،،

''اچھا، بہت اچھا، میں جانتا ہوں اب آپ کیا کہیں گے ۔ لیکن آپ کے اس فعل سے حاصل کیا ہوگا؟ اس ڈوئل سے کیا نتیجہ نکلے گا؟ میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے ۔،،

''میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ تم کچھ نہیں سمجھوگے ۔ تو سنو — ہمارا مقدمہ ختم ہو گیا (یعنی یہ کہ آجکل میں ختم ہو جائے گا ۔ بس، ایک آدھ خالی خولی خانہ پری رہ گئی ہے) ۔ میں مقدمہ ہار گیا ۔ مجھے کوئی دس ہزار کی رقم ادا کرنی ہوگی — عدالت کی ڈگری ہے یہ ۔ اخمنیفکا کی جائداد سے ادا ہوگا ۔ چنانچہ اب اس کمینے پاجی کو روپیے کی طرف سے اطمینان ہے ۔ اور میں اخمنیفکا کی جائداد سے ہاتھ دھوکر بالکل فارغ ہو جاتا ہوں ۔ تب تو میں اپنے سر کی بازی لگا سکتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں: 'حضور والا، دو سال سے میری توہین کر رہے ہیں ۔ میرے نام کو اور میرے خاندان کے نام کو آپ نے بٹہ لگایا ۔ اور مجھے یہ ساری رسوائیاں سہنی پڑی ہیں ۔ اس وقت میں آپ کو ڈوئل کے لئے للکار نہیں سکتا تھا ۔ ورنہ آپ کہتے کہ 'بڑے ہوشیار ہو ۔ اب مجھے گولی سے اڑا دینے کا چیلنج دے رہے ہو تاکہ وہ رقم دینے سے بچ جاؤ جو تم خود سمجھتے ہو کہ جلد یا بہ‌دیر تمہیں ادا کرنی ہی پڑے گی ۔ ذرا ٹھیر جاؤ ۔ پہلے مقدمے کا فیصلہ دیکھ لیں اور پھر ڈوئل کا چیلنج بھی دے دینا' ۔ اچھا، تو اب،

---

* آمنے سامنے گولی چلانے کا مقابلہ ۔ (مترجم)

حضور والا، پرنس صاحب، لیجئے، مقدمہ فیصل ہو چکا۔ اب آپ کو اطمینان ہے، کوئی خطرہ نہیں رہا، کوئی رکاوٹ نہیں رہی اب تو۔ کیا آپ اتنی عنایت فرمائیں گے کہ مجھ سے گولی کی باڑھ پر ملاقات فرمائیں؟، مجھے بس، تم سے یہی کہنا تھا۔ اچھا تو کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے بالآخر اپنا انتقام لینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا؟ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس سب کا، اس سب کا انتقام!،،

ان کی آنکھوں میں بجلی دوڑ گئی۔ میں دیر تک زبان سے کچھ کہے بغیر انہیں تکتا رہا۔ میں ان کے خیالات کی تہہ میں اتر جانا چاہتا تھا۔

''سنئے، نکولائی سرگیئچ،، میں نے آخر یہ ٹھان کر کہا کہ جو اصل بات ان سے کہنی ہے اور جس کے بغیر ہم ایک دوسرے کی بات سمجھ نہیں سکتے، کہہ ڈالوں۔ ''کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مجھ سے قطعی کھل کر بات کریں؟،،

''ہاں، ضرور،، انہوں نے ڈٹ کر جواب دیا۔

''تو آپ مجھے صاف صاف بتائیے۔ کیا صرف ایک انتقام کا ہی جذبہ ہے جو اس چیلنج کے لئے آپ کو اکسا رہا ہے یا کوئی اور مقصد بھی ہے آپ کی نظر میں؟،،

''وانیا،، انہوں نے جواب دیا ''تم جانتے ہو کہ بعض ایسے سوال ہیں جن پر میں کسی کی بات سننا پسند نہیں کرتا۔ مگر اس بار استثنا کئے دیتا ہوں کیونکہ تم نے اپنی دوررس نظر سے یہ قیاس کر لیا کہ اس سوال سے قطع نظر کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ہاں، ایک اور مقصد بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اپنی گمراہ بیٹی کو بچاؤں اور اسے بربادی کے اس راستے سے ہٹا لوں جس پر حال کے واقعات لئے جا رہے ہیں۔،،

''مگر آپ ڈوئل کرکے اسے بچا کیسے سکتے ہیں؟ سوال اصل میں یہ ہے۔،،

''جو کچھ وہ لوگ ان دنوں سازش کر رہے ہیں اس میں کھنڈت ڈال کر۔ بات سنو — یہ کہیں مت سمجھ لینا کہ میں پدرانہ شفقت سے یا اسی طرح کی کسی اور کمزوری سے جوش میں آ گیا ہوں۔ یہ تو سب بکواس ہے۔ میں اپنا دل چیر کر تو کسی کو دکھانے سے رہا۔ خود تمہیں بھی اس کی خبر نہیں۔ بیٹی نے

مجھے چھوڑ دیا - میرا گھر چھوڑ کے وہ اپنے چہیتے کے ساتھ فرار ہو گئی - تو میں نے بھی اسے دل سے نکال پھینکا - اسی رات کو میں نے اسے بالکل اپنے دل سے محو کر دیا، ہمیشہ کے لئے - یاد ہے تمہیں؟ اگر نتاشا کی تصویر پر مجھے تم نے روتا دیکھ لیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اسے معاف کر دینا چاہتا ہوں - میں نے اسے تب بھی معاف نہیں کیا تھا، میں اپنی گمشدہ مسرت کے لئے رویا - میرے خوابوں کی دنیا اجڑ گئی، اس پر رویا - مگر یہ نہیں کہ بیٹی پر، یعنی جیسی وہ اب ہے، اس پر رویا ہوں - ہو سکتا ہے کہ میں اکثر رو پڑتا ہوں... مجھے اس کا اقرار کرتے شرم نہیں ہے، بالکل ایسے جیسے مجھے اس بات پر شرم نہیں ہے کہ مجھے کبھی اپنی بیٹی دنیا کی ہر شے سے پیاری تھی - ہو سکتا ہے کہ اب اسی سے میرے قول کی تردید نکالی جائے - مثلاً تم کہوگے کہ اچھا اگر ایسا ہے اور آپ کو اس کی تقدیر سے کوئی واسطہ مطلب نہیں ہے جسے آپ اب اپنی بیٹی نہیں سمجھتے تو آپ اس میں کیوں دخل دیں کہ وہ لوگ کیا منصوبہ گانٹھ رہے ہیں - میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اول تو یہ ہے کہ میں اس کمینے اور تکڑمی آدمی کی فتح نہیں دیکھ سکتا، دوسرے عام انسان‌دوستی کا سوال ہے - اگر وہ میری بیٹی نہیں ہے تب بھی ایک کمزور، بےبس اور فریب خوردہ ہستی تو ضرور ہے جسے اب اور زیادہ دغا دی جا رہی ہے، اور اندیشہ ہے کہ وہ بالکل ہی غارت ہو جائے - میں سامنے سے سیدھے سیدھے تو نہیں البتہ بالواسطہ دخل دے سکتا ہوں - ڈوئل کرکے - اگر میں اس میں مارا گیا یا میرا خون بہا تو یقین ہے کہ وہ میری کھٹیا پر سے، بلکہ میری لاش پر سے گزرکر میرے قاتل کے بیٹے کا ہاتھ میں ہاتھ لئے کلیسا کے محراب و منبر کے سامنے نہیں کھڑی ہوگی - جیسے اس بادشاہ کی بیٹی نے کیا تھا (تمہیں خیال ہوگا اس کتاب کا جس سے تم نے پڑھنا سیکھا تھا) کہ اپنے رتھ میں سوار باپ کی لاش پر سے گزر گئی تھی* - اور پھر اس کے علاوہ اگر

---

* یہاں روم کے ایک مورخ ٹیٹس لیویئس (۵۹ق‌م تا ۱۷ء) کی کتاب سے ایک واقعے کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں روم کے بادشاہ سیرویئس ٹولیئس کے قتل اور ترکوینیئس کے ہاتھوں اس کا تخت

ڈوئل کی ٹھہر گئی تو خود ہمارے پرنس آپ ہی شادی کا خیال ترک کر دیں گے۔ مختصر یہ کہ میں اس شادی کو ہونے نہیں دینا چاہتا۔ اور جیسے بھی سجھ سے بن پڑے گا میں اس میں رکاوٹ ڈالوں گا۔ اب سمجھے تم میری بات؟،،

''نہیں، اگر آپ نتاشا کا بھلا چاہتے ہیں تو آپ جان بوجھ کر اس کی شادی میں رکاوٹ کیسے ڈال سکتے ہیں؟ یعنی ایسی چیز میں رکاوٹ جو اس کی آبرو پھر سے بحال کر سکتی ہے۔ اس کے آگے پوری زندگی پڑی ہے۔ اور نیک نامی اس کے لئے بے حد ضروری ہے۔،،

''اور دنیا بھر کی رائے کی پروا کرنے کی اسے کیا ضرورت! اس طرح سوچنا چاہئے اس کو۔ اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ سب سے بڑھ کر ذلت اس کے لئے اس شادی میں ہے، یعنی ان کمینے لوگوں سے رشتہ رکھنے میں، اس پاجی برادری سے تعلق قائم کرنے میں۔ شریفانہ خودداری — بس اعلی سوسائٹی کو اس کا یہی جواب ہونا چاہئے۔ تب شاید میں بھی اس کی طرف ہاتھ بڑھانے پر راضی ہو جاؤں گا اور پھر دیکھوں تو کس کی مجال ہے کہ میری بچی پر انگلی اٹھا سکے۔،،

حد سے گزرے ہوئے اس آدرش واد (آئڈیل ازم) نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ مگر فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اس وقت وہ آپے میں نہیں ہیں اور طیش میں بول رہے ہیں۔

''کچھ زیادہ ہی خیال پرستی ہے اس میں،، میں نے جواب دیا ''اور اسی لئے بے دردی بھی ہے۔ آپ اس سے اتنی قوت کا مطالبہ کر رہے ہیں جو غالباً آپ نے اسے پیدائش کے وقت نہیں دی تھی۔ کیا وہ اس شادی پر اس وجہ سے رضامند ہے کہ پرنسس بننا چاہتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ محبت کرتی ہے۔ یہ جذبہ ہے، یہ آدمی کی مجبوری ہے۔ پھر اس کے علاوہ آپ نتاشا سے چاہتے ہیں کہ وہ رائے عامہ کو ٹھوکر مار دے اور خود رائے عامہ کے

الٹنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ سیرویئس ٹولیئس کی لاش باہر پھینک دی گئی تھی اور اس کی بیٹی، ترکوینیئس کی بیوی، جو ترکوینیئس کو بادشاہ قرار دئے جانے کی رسم سے واپس آ رہی تھی، اپنے رتھ میں سوار باپ کی لاش پر سے گزر گئی تھی۔ (ایڈیٹر)

آگے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ پرنس نے آپ کی توہین کی اور آپ پر کھلم کھلا یہ الزام لگایا کہ آپ اندر جوڑ توڑ کرکے پرنس کے خاندان سے رشتہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور اب آپ اپنے جی میں سوچ رہے ہیں کہ جب ان لوگوں کی طرف سے شادی کے رشتے کی باقاعدہ تجویز ہو چکی ہے تو اس شادی کی تجویز کو ٹھکرا کر پرانی بدنامی کا بھرپور اور منہ‌توڑ جواب دیا جا سکتا ہے۔ آپ خود پرنس کی رائے کے آگے سر جھکائے دے رہے ہیں۔ آپ اس کوشش میں ہیں کہ وہ اپنی غلطی کو مان لے۔ یعنی آپ کے دل میں ہے کہ لوگ پرنس پر ہنسیں اور آپ اس سے اپنا انتقام لے لیں۔ اور اس غرض کے لئے آپ اپنی بیٹی کے راحت و آرام کو قربان کر دینے پر تلے ہیں۔ کیا یہ خودغرضی نہیں ہے؟‘‘

بڑے میاں منہ پھلا کر دیر تک چپ بیٹھے رہے۔ ایک لفظ کا بھی جواب نہیں دیا۔

’’وانیا، تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا،‘‘ آخر انہوں نے کہا اور پلکوں میں آنسو کی بوند جھلک کر رہ گئی۔ ’’میں قسم کھا کے کہتا ہوں، تم نے زیادتی کی۔ خیر، مگر اس کو چھوڑو۔ میں تمہارے سامنے دل نکال کر رکھنے سے رہا،‘‘ وہ کہتے چلے گئے اور اٹھے، اٹھ کر اپنا ہیٹ لیا۔ ’’ایک بات کہتا ہوں — تم نے ابھی میری بیٹی کے راحت و آرام کا ذکر کیا۔ مجھے قطعی طور پر اور حرف بحرف اس عیش و راحت کا بھروسہ نہیں ہے۔ اور اس سے قطع‌نظر یہ بھی ہے کہ اگر میں دخل نہ دوں تب بھی یہ شادی ہونے‌والی نہیں ہے۔‘‘

’’مگر یہ کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں سوچا؟ کیا آپ کو کچھ اطلاع ہے؟‘‘ میں استعجاب سے چیخ پڑا۔

’’نہیں، مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہے۔ لیکن وہ منحوس لونڈی کی اولاد کسی طرح اس پر آئے گا نہیں۔ یہ سب بکواس ہے۔ بس جال بچھایا جا رہا ہے۔ مجھے اس کا پکا یقین ہے۔ اور میرے لفظ یاد رکھنا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی ہو کر رہے گا۔ اچھا اور مان لو کہ شادی ہو بھی گئی — اور یہ شادی تبھی ہو سکتی ہے کہ اس کمینے پاجی کی کوئی خاص پوشیدہ غرض اس سے پوری ہوتی ہو، وہ خاص غرض کیا ہوگی کوئی نہیں کہہ سکتا اور میں تو بالکل خیال ہی نہیں دوڑا سکتا کہ وہ کیا

ہوگی — تو مجھے بتاؤ، خود اپنے دل سے پوچھو، کیا نتاشا کو اس شادی سے راحت مل جائے گی؟ ملامتیں، ذلتیں، برا بھلا سننا۔ اور ایسے لڑکے کی رفاقت جو ابھی سے اس کی محبت سے اکتا گیا ہے۔ اور ادھر شادی ہوئی ادھر اس کی عزت کرنا وہ ترک کر دے گا، توہین کرنا شروع کرے گا، اس کی ذلت کرے گا، نگاہ سے گرائے گا۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ نتاشا کی طرف سے محبت کی شدت ہوگی اور دوسری طرف سے سردمہری۔ پھر رقابت، جلن، صدمے، جہنم، طلاق اور ہو سکتا ہے کہ کوئی نازیبا حرکت... نہیں، وانیا! اگر تم لوگ ایسی کوئی کھچڑی پکا رہے ہو اور تم بھی اس میں سہارا دے رہے ہو تو میں تمہیں پہلے سے خبردار کر دوں، خدا کو جواب دینا پڑے گا تمہیں اور وقت نکل جائے گا۔ اچھا، اب رخصت!''

میں نے انہیں روک لیا۔

''سنئے نکولائی سرگیئچ، یوں طے کریں — ابھی ٹھیرتے ہیں، دیکھتے ہیں۔ یقین کیجئے صرف دو آنکھیں ہی اس پورے معاملے کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی حل نکل آئے آپ سے آپ، نہایت ہی مناسب طریقے سے، بغیر کسی زبردستی یا مصنوعی حل نکالنے کے، مثلاً یہی ڈوئل والی بات۔ وقت سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور پھر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ نے جو تدبیر سوچی وہ تو بالکل ہی ناممکنات میں سے ہے۔ کیا آپ واقعی ایک لمحے کے لئے یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ پرنس آپ کا چیلنج قبول کر لے گا؟''

''کیوں؟ قبول کیوں نہیں کرے گا؟ تم کیا سمجھتے ہو؟''

''آپ سے قسم کھاکے کہتا ہوں، وہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔ اور میری مانئے، وہ کوئی سبیل نکال لے گا جس سے صاف بچ نکلے۔ وہ ایسا نقشہ جمائے گا کہ اپنا کام کر جائے گا اور آپ دوسروں کی ہنسی کا نشانہ بن کر رہ جائیں گے۔''

''نہیں، نہیں، میرے بھائی، مانو! تم تو بالکل مجھے ہڑبڑائے دیتے ہو۔ بھلا وہ چیلنج قبول کرنے سے انکار کیسے کردے گا؟ نہیں وانیا، تم تو جیسے کوئی شاعر ہو، واقعی سچ مچ کے شاعر ہو تم! یہ کیوں سمجھتے ہو کہ مجھ سے مقابل ہونا اس کے درجے سے گری ہوئی بات ہے؟ واہ، میں کوئی اس سے نیچا ہوں!

میں ایک عمررسیدہ باپ ہوں جس کی ذلت کی گئی ہے۔ تم روسی ادیب ہو اور اس لئے صاحب حیثیت آدمی ہو۔ تم میری طرف سے وکیل بن سکتے ہو... اور... اور... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اور تم کیا چاہتے ہو؟...،،

''اچھا تو دیکھ لیجئے گا آپ۔ وہ ایسے ایسے بہانے تراش کر نکالے گا کہ سب سے پہلے خود آپ ہی مان جائیں گے کہ اس کو مقابلے پر لانا آپ کے لئے بالکل ممکن نہیں ہے۔،،

''ہونہہ تو... میرے دوست، اچھا، جیسے تم کہتے ہو ویسے ہی ہونے دو۔ میں ایک خاص وقت تک انتظار کروں گا۔ دیکھتے ہیں کہ وقت کیا کرتا ہے۔ ہاں، مگر ایک بات ہے، میرے بھائی، وعدہ کرو مجھ سے کہ نہ تو وہاں اس گفتگو کے بارے میں کچھ کہوگے اور نہ آننا اندریئونا کو کچھ بتاؤگے۔،،

''وعدہ کرتا ہوں۔،،

''ایک اور عنایت کرنا وانیا، کہ اب آئندہ اس معاملے پر مجھ سے بھی کبھی بات نہ کرنا۔،،

''اچھا یہ بھی وعدہ رہا۔،،

''آخری درخواست اور ہے — مجھے معلوم ہے میرے پیارے کہ شاید ہمارے یہاں تمہارا جی نہیں لگتا ہوگا پھر بھی آتے رہا کرو جب بھی بن پڑے۔ میری بیچاری آننا اندریئونا تم سے اس قدر محبت کرتی ہیں اور... اور یہ بھی ہے کہ تم نہیں آتے تو وہ بےچین رہتی ہیں... سمجھے میری بات؟،،

اور انہوں نے تپاک سے میرا ہاتھ دبایا۔ میں نے تہہ دل سے وعدہ کر لیا۔

''آخر میں اب ایک نازک سوال ہے۔ تمہارے پاس روپیہ تو نہیں ہوگا؟،،

''روپیہ؟،، میں نے تعجب سے وہی لفظ دھرایا۔

''ہاں،، (اور بڑے میاں کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی اور وہ دور دیکھنے لگے) ''میرے بھائی، میں تمہارا فلیٹ دیکھتا ہوں... تمہارے حالات پر نظر کرتا ہوں... اور خیال آتا ہے کہ تمہارے دم کے ساتھ دوسرے خرچے بھی لگے ہوں گے، ایسے جن کا پہلے سے گمان نہیں ہوتا (اور آجکل تو ہو ہی سکتے ہیں) تو یہ ہے

کہ... میرے بھائی، ڈیڑھ سو روبل ہونا چاہئے جو وقت پڑے پر ہاتھ تلے ہو...''

''ڈیڑھ سو روبل... اور وہ بھی وقت پڑے پر ہاتھ تلے۔ ایسے عالم میں جب کہ آپ مقدمہ ہار چکے ہیں؟''

''وانیا، میں دیکھتا ہوں کہ تم میری بات سمجھے نہیں قطعی۔ ایسے اتفاقی خرچے آجاتے ہیں آدمی پر۔ تم سمجھو یہ بات۔ بعض موقعوں پر روپیہ یہ کام کر جاتا ہے کہ آدمی کو مشکل سے نجات دلا دے اور وہ آزادی سے فیصلہ کر سکے۔ ممکن ہے تمہیں فی الحال اس کی ضرورت نہ ہو مگر کیا کبھی کسی وقت آئندہ بھی ضرورت نہ پڑ جائےگی؟ احتیاط کے طور پر میں یہ رقم تمہارے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔ بس کل یہی ہے جو میں جمع کر سکا۔ اگر خرچ نہ ہو تو واپس کر دینا۔ اور اب میں چل دیا۔ افوہ! خدایا، تم کس قدر پیلے پڑ گئے ہو۔ بالکل بیمار لگتے ہو...''

میں نے کچھ اعتراض نہ کیا اور رقم لے لی۔ یہ بات کافی صاف تھی کہ انہوں نے روپیہ میرے پاس کیوں چھوڑا ہے۔

''مشکل سے قدموں پر کھڑا ہوں'' میں نے انہیں جواب دیا۔

''اس کی طرف سے غفلت مت برتو۔ وانیا، میرے پیارے غفلت مت برتو! آج کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آننا اندریئونا سے تو خیر، میں خود کہہ دوں‌گا کہ تم کس حال میں ہو۔ ڈاکٹر کی تو ضرورت نہیں تمہیں؟ کل آکر دیکھ جاؤں‌گا، اپنی سی پوری کوشش کروں‌گا اگر میری ٹانگوں نے جواب نہ دے دیا تو۔ اور اب تم بستر پر لیٹ جاتے تو ٹھیک تھا... اچھا رخصت... اے لڑکی، خدا حافظ۔ اس نے تو منہ ہی پھیر لیا! سنو، میرے دوست! یہ اور پانچ روبل رہے، اس بچی کے لئے۔ اتنا کہہ دوں کہ تم اسے مت بتانا کہ میں نے دئے تھے۔ بس اس پر خرچ کر دینا۔ جوتے ووتے خرید دینا، یا چھوٹے کپڑے وغیرہ... جن کی ضرورت سمجھو۔ اچھا، خدا حافظ میرے بھائی...''

میں نے انہیں پھاٹک تک پہنچا دیا۔ مجھے چوکیدار سے ویسے بھی کہنا ہی تھا کہ کھانا لے آئے کیونکہ یلینا نے ابھی تک تیسرے پہر کا کھانا نہیں کھایا تھا...

گیارھواں باب

مگر ابھی میں گھر لوٹا ھی تھا کہ میرا سر چکرانے لگا اور میں کمرے کے بیچوں بیچ گر پڑا۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں سوائے یلینا کی چیخ کے۔ وہ ھاتھ پر ھاتھ مار کر میری طرف لپکی کہ مجھے گرنے سے سنبھال لے۔ یہی آخری لمحہ تھا جو مجھے یاد رہ گیا ہے...

اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو بستر پر لیٹا ھوا تھا۔ بعد میں یلینا نے بتایا کہ چوکیدار جو اس وقت ھمارے لئے کھانا لےکر آیا تھا اس کی مدد سے اس نے مجھے صوفے پر لٹایا۔ کئی بار میری آنکھ کھلی اور ھر بار میں نے دیکھا کہ یلینا کا فکرمند، پریشان اور حواس باختہ ننھا سا چہرہ میری خبرگیری میں جھکا ھوا ہے۔ یہ سب ایسا یاد ہے جیسے خواب میں دیکھا ھو، جیسے کہرے میں نظر آیا ھو۔ اور بیچاری لڑکی کا پیارا چہرہ جب کبھی ذرا ھوش آ جاتا تھا تو خواب کی طرح، تصویر کی طرح جھلک جاتا تھا۔ وہ میرے پاس کچھ پینے کو لائی، اس نے میرا بستر ٹھیک کیا یا میرے سامنے بیٹھی رھی، غمزدہ، سہمی ھوئی اور اپنی ننھی ننھی انگلیوں سے میرا سر سہلاتی رھی۔ ایک بار یہ بھی خیال پڑتا ہے کہ اس نے دھیرے سے میرے چہرے پر پیار کیا۔ ایک بار اچانک رات کو میری آنکھ کھل گئی تو صوفے کے قریب چھوٹی میز پر موم‌بتی کی ٹمٹماتی ھوئی لو کے پاس میں نے دیکھا کہ یلینا میرے تکیے پر سر رکھے اور اپنے گرم گالوں کو ھاتھ کا سہارا دئے ھوئے لیٹی ہے اور اس کے پیلے ھونٹ ادھ کھلے ھیں جس کے معنی ھیں کہ نیند بےفکری کی نہیں ہے۔ دوسرے دن صبح سویرے کہیں مجھے ٹھیک سے ھوش آیا۔ موم‌بتی جل کر بالکل ختم ھو گئی تھی اور صبح تڑکے کی پہلی گلابی کرنیں دیوار پر چمچما رھی تھیں۔ یلینا میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے بیٹھے گہری نیند سو رھی تھی اور اس نے اپنا تھکا ماندہ سر بائیں ھاتھ کے سہارے سے ٹکا رکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت دیر تک میں اس کی صورت تکتا رھا۔ بچکانہ چہرہ، جو نیند کی حالت میں بھی ایسے غم سے بھرا ھوا تھا جو بچوں میں نہیں ھوا کرتا اور اس پر عجب حسنِ بیمار کی سی کیفیت تھی۔ پیلا چہرہ،

لمبی لمبی پلکیں ان سوکھے گالوں پر، اس کے گرد گھنے سیاہ بالوں کا حلقہ جو ڈھیر کے ڈھیر اور الجھے ہوئے لچھے بن کر ایک طرف یوں ہی بےپروائی سے پڑے ہوئے تھے۔ اور اس کا دوسرا ھاتھ میرے تکیے پر پسرا تھا۔ بہت دھیرے سے میں نے اس کے ننھے سے پتلے ھاتھ کو چوم لیا۔ لیکن بچی کی نیند میں خلل نہیں پڑا صرف مسکراھٹ کی ھلکی سی لکیر اس کے ھونٹوں پر لہراتی گزر گئی۔ میں اس کی صورت دیر تک تکتا رھا اور تکتے تکتے خود میری آنکھ لگ گئی اور خوب گہری سکون‌بخش نیند آ گئی۔ اس بار ایسی آنکھ لگی کہ دوپہر تک سوتا رھا۔ اور جب اٹھا ھوں تو ایسا لگا کہ قریب قریب تندرست ھو گیا ھوں۔ صرف کمزوری اور اعضا کا بھاری‌پن ھی ایسی علامتیں رہ گئی تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ میں بیمار تھا۔ اس قسم کے اچانک اعصابی حملے مجھ پر پہلے بھی ھو چکے تھے۔ میں ان سے خوب واقف تھا۔ یہ دورہ کوئی چوبیس گھنٹے میں گزر جاتا تھا۔ مگر جب پڑتا تھا تو چوبیس گھنٹے میں ھی بہت سخت ھوتا تھا اور ھلا ڈالتا تھا۔

دوپہر کا وقت تھا۔ آنکھ کھلتے ھی پہلی نظر جس چیز پر پڑی وہ پردے تھے جو میں کل خرید کر لایا تھا، وہ کونے میں ایک طرف لٹکے ھوئے تھے۔ یلینا نے پردے لٹکا کر اپنے لئے ایک الگ کمرہ نکال لیا تھا۔ وہ چولھے کے آگے بیٹھی پانی کے جوش کھانے کا انتظار کر رھی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ میں جاگ گیا ھوں وہ خوشی سے مسکرائی اور اٹھ کر میرے پاس آئی۔

"میری بچی"، میں نے اس کا ھاتھ تھامے ھوئے کہا "تم رات بھر میری دیکھ بھال کرتی رھیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اس قدر اچھی ھو۔"

"آپ کو کیسے معلوم ھوا کہ میں رات بھر دیکھ بھال کرتی رھی ھوں؟ ممکن ہے میں رات بھر سوتی رھی ھوں"، اس نے مجھے دیکھا اور زندہ‌دلی اور شرمیلے‌پن سے چھیڑتے ھوئے پوچھا۔ پھر اپنے ھی لفظوں پر شرما کر وہ سرخ ھو گئی۔

"کئی بار میری آنکھ کھلی اور میں نے تمہیں دیکھا۔ تم صرف صبح ھوتے سوئی ھو..."

"چائے پیئیں گے آپ؟"، اس نے بات کاٹ کر کہا گویا اس

گفتگو کو جاری رکھنا اسے دشوار ہو رہا ہو۔ ان تمام شریف
نیک‌دل اور راست‌باز لوگوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے جن کی ان
کے منه پر تعریف کی جا رہی ہو۔

''ہاں پیوں‌گا،، میں نے جواب دیا۔ ''لیکن تم نے کل سه‌پہر
کا کھانا بھی کھا لیا تھا یا نہیں؟،،

''تیسرے پہر کا تو نہیں، البته رات کا کھانا کھا لیا تھا۔
چوکیدار لے آیا تھا۔ مگر آپ بولئے نہیں۔ چپ چاپ لیٹے رہئے۔
ابھی آپ کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی ہے،، اس نے میرے
پاس چائے لاتے ہوئے اور میرے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''چپ کیسے لیٹا رہوں، لیٹوں‌گا شام ہونے تک۔ پھر باہر
جانا ہے مجھ کو۔ جانا ہی ہوگا یلینا!،،

''کیا واقعی؟ جانا ہوگا! اور کس کے پاس جانا ہے آپ کو؟
انہیں کے پاس جو کل ہمارے گھر مہمان آئے تھے؟،،

''نہیں، ان کے ہاں نہیں۔،،

''تب تو اچھا ہے که ان کے ہاں نہیں جانا۔ کل وہی آپ
کی طبیعت خراب کر گئے۔ تو کیا ان کی بیٹی کے ہاں جائیں‌گے؟،،

''تمہیں کیسے خبر ہو گئی ان کی بیٹی کی؟،،

''کل میں نے سب کچھ سن لیا،، اس نے نظریں نیچی کرکے
جواب دیا۔ وہ چہرہ پھلائے ہوئے تھی اور بھویں چڑھی ہوئی تھیں۔

''برے آدمی ہیں وہ بڑے میاں،، تھوڑی دیر میں اس نے
اضافه کیا۔

''تو کیا تم انہیں جانتی ہو؟ اس کے برعکس وہ بہت نیک‌دل
شریف آدمی ہیں۔،،

''نہیں نہیں۔ بد آدمی ہیں — میں سن چکی ہوں،، اس نے
زناٹے سے جواب دیا۔

''کیا سن لیا تم نے بھلا؟،،

''یہی که وہ اپنی بیٹی کو معاف کرنے پر تیار نہیں ہیں...،،

''لیکن وہ اسے بہت چاہتے ہیں۔ وہی لڑکی قصوروار ہے اور
اب وہ اس کی وجه سے دکھ بھر رہے ہیں اور پریشان رہتے ہیں۔،،

''تو پھر معاف کیوں نہیں کر دیتے اسے؟ اگر وہ اسے معاف
کر دیں تو بھی بیٹی ان کے پاس واپس نہیں جائےگی۔،،

''کیوں، بھلا ایسا کیوں؟،،

''کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ بیٹی ان سے محبت کر سکے،، اس نے گرم ہوکر جواب دیا۔ ''بلا سے بیٹی ہمیشہ کے لئے انہیں چھوڑ دے۔ اچھا ہے کہ وہ بھیک مانگتی پھرے در در اور وہ بیٹی کو بھیک مانگتے دیکھیں اور زیادہ دکھ بھریں۔،،

اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور گال تمتما گئے۔ میں نے سوچا ''یہ لفظ بےسبب اس کی زبان سے نہیں نکلے ہیں۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔،،

''تو کیا آپ انہی بڑے میاں کے گھر مجھے بھیجنےوالے تھے؟،، اس نے ذرا تھم کر پوچھا۔

''ہاں، یلینا۔،،

''نہیں، اس سے تو اچھا ہے کہ میں کہیں نوکرانی بن کر رہ لوں۔،،

''افوہ، سب بےجا ہے، جو تم کہہ رہی ہو، یلینا! کیا فضول کی بات ہے۔ اور تمہیں نوکر کون رکھےگا؟،،

''کوئی بھی گنوار رکھ لےگا،، اس نے بےصبری سے جواب دیا اور وہ زیادہ سے زیادہ ڈوبی ہوئی لگ رہی تھی۔ اسے بری طرح طیش آتا تھا۔

''کسی گنوار کو تم جیسی نوکرانی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،، میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا تو کوئی شریف گھرانا سہی۔،،

''ایسا مزاج لےکر تم گویا کسی شریف گھرانے میں رہ بھی سکتی ہو؟،،

''میں گزر کر لوں‌گی۔،،

جتنا وہ بگڑتی گئی اتنے ہی اس کے جواب بےتکے ہو گئے۔

''تم خود ہی وہاں نہیں ٹھیروگی۔،،

''ہاں، ضرور ٹھیر جاؤں‌گی۔ وہ ڈانٹیں ڈپٹیں‌گے، میں جان بوجھ کر چپ لگا جاؤں‌گی۔ وہ ماریں پیٹیں‌گے، میں بولوں‌گی ہی نہیں۔ بالکل زبان نہیں کھولوں‌گی۔ مارنے دو۔ چاہے کچھ ہو جائے — میں روؤں‌گی ہی نہیں۔ وہ غصے سے جل جائیں‌گے کہ یہ تو روتی بھی نہیں۔،،

''کیسی باتیں کرتی ہو یلینا! تم میں کتنا زہر بھرا ہے۔ کتنی اکڑ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے زندگی میں بہت دکھ جھیلے ہیں...،،

میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بڑی میز کی طرف بڑھا۔ یلینا صوفے پر ہی بیٹھی رہی اور سوچ میں ڈوبی ہوئی فرش کو دیکھتی رہی۔ اور صوفے کا کنارہ انگلیوں سے سروڑتی رہی۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ مجھے خیال آیا کہ ''کہیں یہ میری بات سے رنجیدہ تو نہیں ہو گئی؟''

میز کے پاس کھڑے کھڑے میں نے یوں ہی بےخیالی میں وہ کتابیں کھولیں جو کل تالیف کی غرض سے لےکر آیا تھا اور رفتہ رفتہ مطالعے میں محو ہوتا گیا۔ اکثر میرے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ میں یوں ہی کوئی کتاب ذرا کھول لیتا ہوں نظر ڈالنے کے لئے اور پھر پڑھنے میں ایسا گم ہوتا ہوں کہ دین دنیا کی کچھ خبر نہیں رہتی۔

''آپ ہمیشہ کیا لکھتے رہتے ہیں؟'' یلینا نے خاموشی سے میرے پاس میز تک آتے ہوئے دبی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

''سبھی طرح کی چیزیں، یلینا۔ اس کام کا مجھے روپیہ ملتا ہے۔''

''درخواستیں، اپیلیں؟''

''نہیں، وہ نہیں'' پھر جتنا ہو سکتا تھا میں نے اسے سمجھایا کہ مختلف قسم کی کہانیاں، مختلف قسم کے لوگوں کے بارے میں لکھتا ہوں۔ اور پھر یہ کہانیاں جڑکر کتابیں تیار ہو جاتی ہیں جنہیں لمبی کہانیاں اور ناول کہتے ہیں۔ اس نے میری باتیں نہایت تجسس سے سنیں۔

''اور جو باتیں آپ لکھتے ہیں وہ کیا سچ ہوتی ہیں؟''

''نہیں، میں اپنی طرف سے گڑھ لیتا ہوں۔''

''تو بھلا جھوٹی سچی کیوں لکھتے ہیں؟''

''اچھا تو لو، یہ پڑھو۔ دیکھتی ہو، یہ رہا کتابچہ۔ ایک بار تم اسے دیکھ ہی چکی ہو۔ تمہیں پڑھنا تو آتا ہے نا؟''

''ہاں آتا تو ہے۔''

''تب تو خود دیکھ لو۔ یہ کتاب میں نے لکھی ہے۔''

''آپ نے لکھی ہے؟ پڑھوں‌گی...''

کوئی بات تھی جو وہ کہنا تو بہت چاہتی تھی مگر شدت اضطراب میں کہنا مشکل ہو گیا۔ اس کے سوالوں کے پس‌پردہ کوئی نہ کوئی چیز پوشیدہ تھی۔

"کیا اس کے آپ کو بہت روپے ملتے ہیں؟"، اس نے بالآخر پوچھ لیا۔

"ہاں، جیسا موقع ہوا۔ کبھی بہت سے، کبھی کچھ بھی نہیں کیونکہ کام ہو نہیں پاتا۔ یلینا، یہ کام بڑا کٹھن ہے۔"

"تو گویا آپ مالدار آدمی نہیں ہیں؟"

"ہاں، مالدار نہیں ہوں میں۔"

"اچھا تو میں کام کروں گی اور آپ کا سہارا بنوں گی..."

اس نے مجھے تیزی سے دیکھا۔ جھینپ آ گئی۔ آنکھیں جھکا لیں۔ جلدی سے میری طرف دو قدم بڑھا کر اس نے اپنی باھوں سے مجھے جکڑ لیا اور چہرہ بہت ہی زور سے میرے سینے سے بھینچا۔ میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"میں آپ سے محبت کرتی ہوں... میں مغرور لڑکی نہیں ہوں" اس نے کہا۔ "آپ نے کل کہا تھا کہ میں بہت مغرور ہوں۔ نہیں، نہیں۔ میں ایسی نہیں ہوں... **میں** آپ سے پیار کرتی ہوں۔ صرف اکیلے آپ ہیں جو مجھے چاہتے ہیں..."

آنسوؤں سے اس کا گلا رندھ گیا۔ اور منٹ بھر بعد ایسے پھوٹ کے روئی جیسے دورہ پڑنے کے وقت کل رو چکی تھی۔ میرے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی اور میرے ھاتھوں کو، پیروں کو چومنے لگی...

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں!.." اس نے وھی جملہ دھرایا "آپ ہی اکیلے ہیں جنہیں میرا خیال!.."

اس نے بےاختیار ہوکر میرے دونوں گھٹنے اپنے ھاتھوں میں تھام لئے۔ وہ تمام جذبات جو اتنے دن سے گھونٹے ہوئے تھی ایک دم بےقابو ہوکر پھٹ پڑے اور تب میں سمجھا کہ اس دل کا عجیب و غریب اکھڑپن کیا ہوتا ہے جو معصومیت سے وقتی طور پر خود کو پردے میں رکھتا ہے اور ایسے وقت سخت ضبط و برداشت سے کام لیتا ہے جب کہ اظہار و بیان کی ضرورت شدید سے شدیدتر ہوتی جا رہی ہو۔ پھر یہاں تک نوبت آ جاتی ہے کہ یہ بند ٹوٹ جائے اور دل اچانک پوری سپردگی کے ساتھ خود کو فراموش کرکے محبت کے دھارے میں، احسان‌مندی، جذبات اور آنسوؤں کے دھارے میں بہہ جائے...

وہ سبکیاں لیتی رہی یہاں تک کہ اسے دورہ پڑ گیا اور جسم

اکڑ گیا۔ بہت زور لگاکر میں نے اس کے ہاتھ کھولے جو اب تک مجھے جکڑے ہوئے تھے۔ اسے اٹھایا اور صوفے تک لے گیا۔ دیر تک وہ سبکتی رہی۔ اپنا چہرہ تکیے میں چھپائے رہی جیسے مجھے دیکھتے شرماتی ہو۔ لیکن میرا ہاتھ اس نے بڑی سختی سے پکڑ رکھا تھا اور اسے اپنے دل سے لگاکر بھینچے ہوئے تھی۔

آہستہ آہستہ اسے سکون ہوتا گیا۔ لیکن اس پر بھی وہ میری طرف سر نہیں اٹھا رہی تھی۔ دو ایک بار اس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بڑی نرمی اور ایک طرح جھینپ تھی۔ آخر چہرے پر سرخی دوڑی اور وہ دھیرے سے مسکرائی۔

''اب سکون ہو گیا تمہیں؟،، میں نے پوچھا۔ ''میری بچاری چھوٹی سوئی یلینا، میری بیمار بچی۔،،

''نہیں، یلینا نہیں...،، وہ بدبدائی اور اب تک مجھ سے منہ چھپائے جا رہی تھی۔

''یلینا نہیں تو پھر کیا؟،،

''نیلی۔،،

''نیلی؟ مگر نیلی ہی کیوں؟ اگرچہ یہ بھی بہت اچھا نام ہے۔ خیر، میں تمہیں اسی نام سے پکاروں گا اگر تم خود یہی چاہتی ہو۔،،

''اماں مجھے اسی نام سے پکارا کرتی تھیں... اور کسی نے مجھے اس نام سے نہیں پکارا۔ کسی نے بھی نہیں سوائے ان کے... اور میں خود نہیں چاہتی تھی کہ کوئی مجھے اس نام سے پکارے سوائے اماں کے... اور اب آپ پکارئے، میں یہی چاہتی ہوں... میں آپ سے ہمیشہ محبت کروں گی۔ ہمیشہ محبت کروں گی...،،

''یہ محبت کرنے والا دل پرغرور ہے،، میں نے اپنے جی میں سوچا۔ ''کتنا وقت لگ گیا مجھے یہ حق حاصل کرنے میں کہ تمہیں 'نیلی، کے نام سے پکار سکوں!،، مگر اب میں سمجھ گیا کہ اس کا دل سدا کے لئے میری محبت میں اسیر ہو گیا ہے۔

''نیلی، سنو،، جیسے ہی اسے پوری طرح سکون ہو گیا میں نے فوراً سوال کیا۔ ''تم نے ابھی کہا تھا کہ صرف ماں نے تم سے محبت کی اور کسی نے نہیں۔ تو کیا تمہارے نانا سچ سچ تمہیں نہیں چاہتے تھے؟،،

"نہیں، وہ نہیں چاہتے تھے..."
"پھر بھی تم ان پر رو پڑیں۔ یاد ہے جب تم زینے پر روئی تھیں؟"
وہ منٹ بھر سوچتی رہی۔
"نہیں، وہ مجھے نہیں چاہتے تھے... وہ برے آدمی تھے۔"
اور کوئی دردناک احساس اس کے چہرے پر جھلکا۔
"مگر انہیں کیا الزام دیا جا سکتا ہے، نیلی۔ تم جانو — ان کی تو عقل میں بالکل فتور آ چکا تھا۔ موت بھی ایسی ہوئی ان کی بالکل پاگل کی سی۔ میں تمہیں سنا تو چکا ہوں کہ وہ کیسے مرے۔"
"یہ تو عمر کے آخری مہینے میں ہی ان کا حال ہوا تھا کہ ہر بات بھولنے لگے تھے۔ بیٹھے ہیں بس، سارے سارے دن بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اگر میں ان کے پاس نہ آتی تو دو تین دن ایسے ہی بھوکے پیاسے بیٹھے رہتے۔ پہلے ایسے نہیں تھے، اس سے کہیں اچھے تھے۔"
"پہلے کے لفظ سے کیا مطلب، کب؟"
"جب اماں زندہ تھیں۔"
"تو مطلب یہ کہ تم ہی ان کے لئے کھانے پینے کو لایا کرتی ہوگی، نیلی؟"
"ہاں میں بھی لے آتی تھی۔"
"کہاں سے لاتی تھیں تم۔ بنووا کے یہاں سے؟"
"نہیں، میں نے اس کے ہاں سے کبھی کچھ بھی نہیں لیا۔"
اس نے بہت سختی سے جواب دیا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔
"پھر تم کہاں سے لاتی تھیں؟ تمہارے پاس تو کچھ تھا نہیں، ہے نا؟"
نیلی اس پر چپ ہو گئی اور بری طرح پیلی پڑ گئی۔ پھر مجھے ذرا دیر تک تکتی رہی اور بولی:
"میں باہر سڑک پر نکل جاتی تھی اور بھیک مانگتی تھی۔ جہاں پانچ کوپیک ملے اور میں نے ان کے لئے روٹی اور نسوار کا تمباکو خریدا..."
"اور وہ تمہیں اس کی اجازت دیتے تھے؟ نیلی! نیلی!"
"شروع شروع میں ان سے کہے بغیر ایسا کرتی رہی۔ پھر

انہیں معلوم ہو گیا تو وہ خود ہی دھکے دے دےکر بھیک مانگنے بھیجا کرتے تھے۔ میں پل پر کھڑی ہو جاتی اور راہ گیروں کے آگے ہاتھ پھیلاتی۔ وہ خود پل کے پاس گھومتے رہتے۔ تاک میں لگے رہتے۔ جیسے ہی ان کی نظر پڑتی کہ مجھے کچھ ملا فوراً مجھ پر جھپٹتے اور روپیہ اینٹھ لیتے۔ جیسے میں کوئی ان سے چھپا لینا چاہتی ہوں اور ان کے لئے نہیں رکھ رہی ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ کڑوی ہنسی سے مسکرائی۔ کس بلا کا زہرخند تھا۔

''جب اماں مر گئیں تب سے ایسا ہونے لگا تھا'' وہ بولی۔ ''ان کی حالت اس وقت بالکل پاگل کی ہو گئی تھی۔''

''تو مطلب یہ کہ تمہاری اماں سے انہیں بہت محبت ہوگی۔ پھر وہ ان کے ساتھ کیوں نہیں رہتے تھے؟''

''نہیں، محبت نہیں تھی... وہ بدذات آدمی تھے، انہوں نے اماں کو معاف نہیں کیا... جیسے وہ تھے کل والے بدذات بڑے میاں'' اس نے بہت دھیمے سے کہا جیسے کان میں کہہ رہی ہو اور زرد سے زردتر ہوتی چلی گئی۔

میں چونک پڑا۔ پورے ایک ناول کا پلاٹ میری نظر کے سامنے پھر گیا۔ ایک غریب عورت جو کفن‌ساز کی کوٹھری میں ایڑیاں رگڑکر مر گئی، اس کی یتیم یسیر بچی جو اپنے بوڑھے نانا کے پاس کبھی کبھی آتی رہی، جس بوڑھے نے اس کی ماں کو عاق کر دیا تھا۔ بےحواس عجیب قسم کا بوڑھا جو ایک مٹھائی‌والے کی دکان میں مر گیا اپنے کتے کی موت کے بعد!..

''پہلے یہ کتا ازورکا اماں کا تھا'' نیلی نے ایک دم کسی بات کو یاد کرتے ہوئے مسکراکر کہا۔ ''نانا ابا پہلے تو اماں کو بہت چاہتے تھے مگر جب وہ انہیں چھوڑکر چلی گئیں تو کتا وھیں رہ گیا۔ اسی لئے نانا ابا کو کتے سے محبت ہو گئی... اماں کو تو انہوں نے معاف نہیں کیا لیکن جیسے ہی ازورکا مرا وہ بھی اسی کے ساتھ مر گئے'' نیلی نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کے چہرے پر آئی ہوئی مسکراہٹ گم ہو گئی۔

''نیلی، یہ تو بتاؤ، وہ پہلے کیا تھے؟'' میں نے ذرا دیر ٹھیرکر پوچھا۔

''وہ کھاتے پیتے آدمی تھے... مجھے نہیں معلوم کیا تھے...''

اس نے جواب دیا۔ ''کوئی بڑا کارخانہ تھا ان کا... یہ اماں نے مجھے بتایا تھا۔ شروع میں تو اماں سمجھتی تھیں کہ میں بہت چھوٹی ہوں اور مجھ سے سب کچھ نہیں کہتی تھیں۔ مجھے چمکارتیں اور پیار کرکے کہتیں: 'تجھے سب معلوم ہو جائےگا۔ وقت آئےگا، میری ننھی سی دکھیا غریب بچی، تو تجھے ایک ایک بات کی خبر ہو جائےگی'۔ وہ مجھے ہمیشہ دکھیا غریب بچی کہا کرتی تھیں۔ اور کبھی کبھی رات کو جب وہ سمجھتی تھیں کہ میں سو رہی ہوں (اگرچہ میں بن‌کے لیٹ جاتی تھی) تو وہ مجھ پر آنسو بہایا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں — میری غریب دکھیا بچی!''

''تمہاری ماں کاھے سے مر گئیں؟''

''دق کی بیماری سے۔ اب چھہ ہفتے ہو جائیں‌گے انھیں مرے۔''

''تمھیں وہ زمانہ یاد ھے جب تمہارے نانا امیر آدمی تھے؟''

''مگر میں تو اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ میری پیدائش سے پہلے ھی اماں انھیں چھوڑکر چلی گئی تھیں۔''

''کس کے ساتھ چلی گئی تھیں؟''

''مجھے نہیں معلوم'' نیلی نے جواب دیا۔ آہستہ سے اور جیسے خیال دوڑاتے ہوئے بولی۔ ''وہ پردیس چلی گئی تھیں۔ میں وھیں پیدا ہوئی۔''

''پردیس؟ کہاں یعنی؟''

''سوئٹزرلینڈ میں۔ میں ہر جگہ رہ چکی ہوں۔ اٹلی میں بھی رھی۔ پیرس میں رھی۔''

میں حیرت میں پڑ گیا۔

''اور تمھیں یاد ھے، نیلی؟''

''ھاں بہت کچھ یاد ھے۔''

''مگر تمھیں اتنی اچھی روسی زبان کہاں سے آ گئی، نیلی؟''

''اماں مجھے وھاں بھی روسی زبان سکھایا کرتی تھیں۔ اماں روسی تھیں کیونکہ میری نانی روسی تھیں۔ نانا انگریز تھے لیکن وہ بھی روسی جیسے تھے۔ اور جب ڈیڑھ سال پہلے میں یہاں اپنی اماں کے ساتھ لوٹ‌کر آئی تو میں نے اچھی طرح روسی سیکھ لی۔ اماں اس زمانے میں بیمار تھیں۔ ہم لوگ غریب سے غریب ہوتے چلے گئے۔ اماں ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ پہلے تو وہ بہت دنوں

تک یہاں پیٹرسبرگ میں نانا ابا کو تلاش کرتی رہیں، ہمیشہ
کہتی تھیں کہ میں ان کی قصوروار ہوں۔ اور رویا کرتی تھیں..
اس قدر، اس قدر وہ روتی تھیں کہ بس! جب انہیں معلوم ہو
کہ نانا مفلس ہوگئے ہیں تو اور بھی زیادہ رویا کرتی تھیں۔ و
اکثر انہیں خط لکھا کرتی تھیں مگر نانا ابا نے کبھی جواب ہی
نہیں دیا۔''
''تمہاری اماں یہاں لوٹ کے کیوں آ گئیں؟ کیا اپنے باپ کی
وجہ سے؟''
''مجھے خبر نہیں۔ مگر وہاں پردیس میں ہماری زندگی اس
قدر آرام کی تھی!'' نیلی کی آنکھیں اس ذکر پر چمک اٹھیں۔
''اماں اکیلی رہتی تھیں۔ بس میں تھی ان کے ساتھ۔ ان کا ایک
دوست تھا۔ بڑا اچھا آدمی، آپ کی طرح کا... وہ انہیں تبھی سے
جانتا تھا جب وہ یہاں دیس میں تھیں۔ اس کا وہاں انتقال ہو گیا
اور اماں وطن کو لوٹ آئیں...''
''تو گویا تمہاری اماں اپنے باپ کو چھوڑکر اسی کے ساتھ
چلی گئی ہوں گی؟''
''نہیں، اس کے ساتھ نہیں گئی تھیں۔ پہلے تو وہ کسی اور
کے ساتھ گئی تھیں مگر اس نے انہیں چھوڑ دیا...''
''وہ کون شخص تھا، نیلی؟''
نیلی نے مجھے نظر بھرکر دیکھا مگر جواب نہیں دیا۔ صاف
ظاہر تھا کہ وہ اس شخص کا نام جانتی تھی جس کے ساتھ اس کی
ماں گھر چھوڑکر نکلی ہوگی اور جو غالباً نیلی کا باپ تھا۔ میرے
سامنے بھی اس کا نام لیتے ہوئے نیلی کو ناگوار گزر رہا تھا...
میں اسے اور سوالوں سے پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ عجیب
کیرکٹر تھا اس کا، ناہموار اور غصہ‌ور مگر اپنے اندرونی جذبات
کو دبائے رکھنے‌والا۔ پیارا دلکش، لیکن اکڑ اور کم‌سخنی کے
پردے میں خود کو چھپائے رکھنے‌والا۔ اگرچہ وہ مجھے تہہ‌دل
سے پیار کرتی تھی اور اس کی محبت میں بڑی پاکیزگی اور اجلاپن
تھا قریب قریب ویسے ہی جیسے وہ اپنی اس مرحوم ماں سے کرتی
تھی جس کو یاد کرنے سے بھی اس کا دل دکھے بغیر نہ رہتا
تھا، مگر اس کے باوجود جتنے عرصے میرا اس کا واسطہ رہا اس نے
شاید ہی کبھی مجھ سے کھل کر بات کی ہوگی اور اس خاص دن

کے علاوہ مشکل سے ہی کبھی ایسا ہوا ہوگا کہ وہ جذبے میں آکر آپ‌بیتی سنانے بیٹھ جائے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ سجھ سے بات کرنے میں کھچی کھچی رہتی تھی۔ لیکن اس روز کئی گھنٹوں کے دوران، دردناک سبکیوں اور آہوں کے درمیان، جو اس کی کہانی میں خلل انداز ہو جاتی تھیں، اس نے سجھے سب کچھ بتا دیا، وہ سب جو اس کے ذہن میں چبھتا تھا اور اسے غم‌زدہ کرتا تھا۔ میں کبھی اس ہولناک کہانی کو بھول نہیں سکتا۔ مگر اس کہانی کا اصل حصہ آگے کہا جائےگا...

واقعی یہ بڑی ہولناک کہانی تھی۔ یہ ایک ایسی عورت کی کہانی تھی جسے لاوارث چھوڑ دیا گیا اور جو اپنے عیش لٹ جانے کے بعد جیتی رہی۔ بیمار رہی، قوت زائل ہوگئی۔ ہر شخص نے اس پر تھوتھو کیا۔ اور وہ آخری آدمی جس کا سہارا لینا چاہا اس نے بھی دھتکار دیا۔ یہ آخری شخص خود اس عورت کا باپ تھا جس کے ساتھ ایک بار وہ زیادتی کر چکی تھی اور جو بیٹی کی زیادتی اور دنیا بھر کے مصائب اور ذلتوں سے تنگ آکر عقل کھو چکا تھا۔ یہ ایسی عورت کی کہانی تھی جو ہر طرف سے مایوس و نامراد ہوکر پیٹرسبرگ کی سڑکوں پر اپنی بچی کو، جسے وہ ابھی بہت کم‌سن سمجھتی تھی، لئے ہوئے، کیچڑ پانی میں، سردی پالے میں بھیک مانگتی پھرتی تھی۔ ایسی عورت کی کہانی تھی جو مہینوں ایک سیلے ہوئے تہہ‌خانے میں پڑی سرتی رہی جب کہ اس کا باپ جس نے مرتے دم تک اسے معاف کرنے سے انکار کیا، بالکل آخری وقت ترس کھاتا ہوا آیا کہ بیٹی کو معاف کر دے لیکن وہاں اس عورت کی جگہ جسے وہ دنیا میں سب سے عزیز سمجھتا تھا، ایک ٹھنڈی لاش پڑی تھی۔

یہ ایک عجب کہانی تھی بہت پراسرار بلکہ بمشکل سمجھ میں آنےوالے ان تعلقات کی جو ایک بوڑھے، عقل سے معذور آدمی کے اپنی اس کم‌عمر نواسی سے تھے جو نانا کو سمجھتی تھی۔ اور اپنی کمسنی کے باوجود ایسی بہت سی باتیں سمجھتی تھی جو کچھ لوگ جنہیں آسائش اور بےفکری کی زندگی میسر ہے، عمریں گزر جانے کے باوجود نہیں سمجھ پاتے ہیں۔ یہ بڑی گمبھیر کہانی تھی ان گمبھیر اور دردناک کہانیوں میں سے ایک جو اکثر پیٹرسبرگ کے بوجھل آسمان کے نیچے، ان‌دیکھی انجانی، بلکہ

پراسرار طریقے سے اس وسیع شہر کے تاریک کونوں کھدروں میں ہوتی رہتی ہیں۔ زندگی کے دم گھونٹنے والے گتھم گتھا ماحول میں، سردار خود پرستی کے بیچوں بیچ، ایک دوسرے سے متصادم خود غرضیوں کے اور بے ہودہ سازشوں اور پوشیدہ جرائم کے درمیان اور ایک بے حس اور بگڑی ہوئی زندگی کی رستی ہوئی جہنم کے ہجوم میں...

مگر یہ کہانی آگے کہی جائے...

تیسرا حصّہ

پہلا باب

دونوں وقت ملے دیر ہو چکی تھی۔ رات ہو گئی تھی جب میں اس ہولناک خواب پریشان سے چونکا اور حال کی دنیا میں واپس آیا۔

''نیلی،، میں نے اس سے کہا ''تم بیمار بھی ہو اور اس وقت تمہاری طبیعت بھی پریشان ہے۔ لیکن پھر بھی تمہیں اکیلا روتا دھوتا اور بےقرار چھوڑکر جانا پڑےگا۔ وجہ ہے میری دوست، معاف کرنا۔ میں تمہیں بتا دوں کہ کوئی اور بھی ہے جس سے پہلے محبت کی جاتی تھی مگر اس کا قصور معاف نہیں کیا گیا، وہ غم‌زدہ ہے، دکھیا ہے اور سب طرف سے دھتکاری ہوئی ہے، وہ میرے انتظار میں ہے۔ اور اب تمہاری کہانی سن‌کر میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے اس قدر کہ میں محسوس کرتا ہوں جیسے میں تاب نہیں لا سکوں‌گا اگر فوراً اسی لمحے اس سے نہیں ملا...،،

معلوم نہیں نیلی سمجھی بھی میری بات یا نہیں۔ نیلی کی بیان کی ہوئی کہانی نے اور خود میری بیماری نے مجھے ہلاکر رکھ دیا تھا۔ لیکن میں نتاشا کے مکان کی طرف دوڑا۔ کافی دیر ہوچکی تھی، آٹھ بج چکے تھے جب میں اس کے ہاں پہنچا ہوں۔

سڑک پر میں نے مکان کے دروازے کے سامنے، جس میں نتاشا رہتی تھی، کوئی گاڑی کھڑی دیکھی اور قیاس ہوا کہ پرنس کی گاڑی ہوگی۔ احاطے میں سے ہوکر اندر جانا ہوتا تھا۔ جب میں زینے پر چڑھنے لگا تو دیکھا کہ مجھ سے اوپر بھی کوئی زینہ چڑھ رہا ہے، کوئی ہے جو بہت ٹٹول‌کر قدم اوپر رکھ رہا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اس زینے پر چڑھنے کا عادی نہیں۔ سوچا کہ پرنس ہوں‌گے، لیکن فوراً ہی اس بات پر مجھ کو شبہ ہوا۔ اجنبی شخص اوپر چڑھتے ہوئے بگڑ رہا تھا اور منہ سے سیڑھیوں کو برا بھلا کہتا جا رہا تھا۔ آگے بڑھتے بڑھتے اس کی زبان سے

اور سخت اور بڑے بڑے کلمے نکلتے جاتے تھے۔ زینہ واقعی تنگ و تاریک تھا، کھڑا زینہ، گندا اور روشنی سے بےبہرہ۔ لیکن تیسری منزل پر پہنچ کر جس قسم کی زبان مجھے سنائی دی وہ ایسی تھی کہ پرنس سے اس کو منسوب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور چڑھتا ہوا شخص تانگے والوں کی سی گالی گلوچ کرتا جا رہا تھا۔ البتہ تیسری منزل سے روشنی کی جھلک ملتی تھی۔ نتاشا کے دروازے پر چھوٹی سی لالٹین روشن تھی۔ میں نے بالکل دروازے کے پاس ہی اجنبی کو پکڑ لیا اور مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرانی ہوئی کہ یہ شخص خود پرنس ہی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے یہ بات بہت ناگوار گزری ہے کہ یوں اچانک مجھ سے ٹکر ہو گئی۔ پہلی نظر میں تو اس نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ لیکن فوراً اس کا چہرہ بدل گیا۔ نفرت اور حقارت کی جو پہلی جھلک تھی وہ اچانک سلام دعا اور خوشگواری میں حل ہو گئی اور اس نے انتہائی مسرت کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ میری جانب بڑھا دئیے۔

''اچھا، تو آپ ہیں یہ! میں ابھی ابھی گھٹنوں کے بل جھک کر دعا کرنے والا تھا کہ میری جان بچ جائے۔ آپ نے تو سنا ہوگا کیسی گالیاں کوسنے میرے منہ سے نکل رہے تھے؟''

اور وہ سادہ‌دلی کے انداز سے خوب ہنسا۔ لیکن ایک دم اس کے چہرے پر ایک سنجیدہ اور فکرمند کیفیت پیدا ہوئی۔

''مگر یہ الیوشا کو کیا ہوا کہ وہ نتالیا نکولائیونا کو ایسے مکان میں رکھے ہوئے ہے؟'' اس نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہی چھوٹی چھوٹی باتیں تو ہیں جو آدمی کی اصلیت ظاہر کرتی ہیں۔ مجھے اس لڑکے کی طرف سے اندیشہ رہتا ہے۔ شریف ہے۔ بڑا دل رکھتا ہے۔ لیکن یہ نمونہ دیکھ لیجئے — دیوانگی کی حد تک محبت کرتا ہے اور جس سے محبت ہے اسے ایسے بل میں ٹھونس رکھا ہے۔ بعض اوقات تو میرے کانوں میں یہ بھنک بھی پڑی کہ گھر میں کھانے پینے کا بھی ٹوٹا رہتا ہے'' اس نے سرگوشی کے طور پر آہستہ سے کہا گھنٹی کے لٹکن کو ٹٹولتے ہوئے۔ ''میرا سر پھٹنے لگتا ہے جب میں الیوشا کے مستقبل پر غور کرتا ہوں، اور اس سے بھی زیادہ آننا نکولائیونا کے مستقبل پر جب وہ الیوشا کی بیوی بن جائےگی...''

نام لینے میں اس سے غلطی ہو گئی اور اس کا احساس بھی نہ ہوا

کیونکہ گھنٹی کا لٹکن نہ ملنے کی وجہ سے وہ الجھن میں پڑا ہوا
تھا۔ گھنٹی اصل میں موجود ہی نہیں تھی۔ میں نے دروازے کی
کنڈی کھڑکائی اور ماورا نے فوراً دروازہ کھول دیا اور ہماری
ٔبھگت میں لگ گئی۔ کھلے دروازے سے باورچی‌خانے تک، جو
کڑی کی دیوار بناکر چھوٹے سے پیش‌دالان سے الگ کیا گیا
تھا یہ بات صاف نظر آ رہی تھی کہ کچھ تیاریاں کی گئی ہیں۔
ہر ایک چیز معمول سے مختلف دکھائی دے رہی تھی۔ صاف
ستھری، جھاڑی پونچھی۔ چولھے میں آگ جل رہی تھی۔ میز
پر کوئی نئی قسم کا برتن رکھا تھا۔ صاف یہ لگا کہ ہمارا انتظار
کیا جا رہا تھا۔ ماورا ہمارے کوٹ اتروانے دوڑی۔

''الیوشا موجود ہے؟،، میں نے اس سے پوچھا۔

''آیا ہی نہیں،، اس نے گویا پراسرار طریقے سے سرگوشی کی۔

ہم نتاشا کے کمرے میں چلے گئے۔ وہاں کسی قسم کا کوئی
اہتمام نہیں تھا۔ ہر چیز جوں کی توں تھی۔ پھر یہ بھی ہے
کہ اس کے کمرے میں ہمیشہ اس قدر صفائی اور پاکیزگی رہتی
تھی کہ کسی خاص اہتمام صفائی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔
نتاشا ہمیں دروازے پر کھڑی مل گئی۔ اس کے چہرے کی اجاڑ
کیفیت اور حددرجہ زردی دیکھ‌کر میں حیران رہ گیا اگرچہ اس
کے ستے ہوئے گالوں پر لمحے بھر کو چمک اور تمتماہٹ دوڑ
گئی۔ آنکھیں تپ رہی تھیں۔ منہ سے کوئی لفظ کہے بغیر اس
نے جلدی سے اپنا ہاتھ پرنس کی طرف بڑھا دیا۔ دیکھنے سے ہی
وہ الجھن اور اضطراب میں نظر آتی تھی۔ اس نے مجھ سے آنکھ
تک چار نہیں کی، میں کھڑا خاموشی سے دیکھتا رہ گیا۔

''تو میں موجود ہوں!،، پرنس نے دوستانہ تپاک سے کہا۔
''میں ابھی چند گھنٹے پہلے واپس آیا ہوں۔ اس تمام مدت میں
آپ میرے ذہن میں رہی ہیں،، (اس نے نزاکت سے نتاشا کے ہاتھ
کو بوسہ دیا) ''اور مجھے آپ کا، کس قدر کتنا زیادہ خیال رہا
کہ کہہ نہیں سکتا۔ اتنی بہت سی باتیں آپ سے کرنے کی ہیں۔
بہت سی باتیں کہنی ہیں... اب ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔
اول تو یہ کہ وہ میرے ہوائی دیدہ صاحب‌زادے جو میں دیکھتا
ہوں کہ یہاں موجود نہیں ہیں...،،

''معاف کیجئے گا، پرنس صاحب،، نتاشا نے جھینپتے ہوئے اور

سرخ ہوتے ہوئے بیچ میں ٹوکا ''ذرا مجھے ایوان پتروویچ سے ایک بات کرنی ہے۔ وانیا... چلو، ذرا دو لفظ...''

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے پردے کی اوٹ میں لے گئی۔

''وانیا'' اس نے مجھے دور کے کونے میں لے جاتے ہوئے سرگوشی میں کہا ''مجھے معاف کر دوگے تم؟''

''کیوں نتاشا، یہ معافی کی کیا بات ہے؟''

''نہیں، نہیں، وانیا، تم نے مجھے بہت بہت معاف کیا ہے۔ اکثر بار معاف کیا ہے۔ لیکن آدمی کے صبر و ضبط کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ میں جانتی ہوں، تمہارے دل سے میری محبت نہیں جائے گی۔ لیکن تم مجھے ناشکری کہوگے۔ میں نے کل تمہارے ساتھ بڑا ناشکراپن کیا اور پرسوں بھی۔ بہت خودغرضی، بےدردی...''

ایک دم اس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے اور اس نے میرے کاندھے پر اپنا منہ چھپا لیا۔

''بس کرو، نتاشا'' میں نے اسے یقین‌دھانی کرنے میں جلدی کی۔ ''دیکھتی ہو رات بھر میری طبیعت خراب رہی۔ بلکہ اب بھی بمشکل پیروں پر کھڑا ہوں۔ اسی وجہ سے کل شام تمہارے ہاں نہیں آسکا اور آج بھی آنا نہیں ہوا۔ تم سمجھیں کہ میں ناراض ہوں... میری عزیز، کیا میں نہیں سمجھتا کہ تمہاری روح پر کیا صدمہ گزر رہا ہے؟''

''اچھا، اچھا، تو مطلب یہ کہ تم نے ہمیشہ کی طرح مجھے معاف کر دیا'' اس نے آنسوؤں میں سے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا ہاتھ اس زور سے دبایا کہ دکھنے لگا۔ ''باقی پھر، تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں، وانیا۔ اب چلو، ان کے پاس چلیں...''

''ہاں، جلدی کرو۔ ہم نے انہیں یوں ایک دم اکیلا چھوڑ دیا...''

''ہاں، اب دیکھ‌لینا تم، دیکھ لینا، جو کچھ ہونے والا ہے'' اس نے جلدی سے میرے کان میں کہا۔ ''اب میں سب کچھ جان گئی ہوں۔ سب بوجھ لیا ہے میں نے۔ سب باتوں کی ذمہ‌داری انہی صاحب پر ہے۔ آج کی شام بہت کچھ فیصلہ کر دے گی۔ چلو، چلیں!''

میں کچھ نہیں سمجھا اور پوچھنے کی سہلت بھی کہاں تھی۔ نتاشا پرنس کی طرف خندہ‌پیشانی سے بڑھی۔ وہ ابھی تک ہیٹ ہاتھ میں لئے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے خوب مسکرا کر اس سے معافی چاہی، ہیٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا، کرسی بڑھا دی اور ہم تینوں اس چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھ گئے۔

''ہاں، میں جو اپنے ہوائی دیدہ صاحب‌زادے کا ذکر کر رہا تھا تو،، پرنس نے پھر بات کا سلسلہ چھیڑا ''صرف دم بھر کو وہ نظر آیا تھا اور وہ بھی سڑک پر جب وہ کاؤنٹیس زینائیدا فیودورروونا کے ہاں جانے کے لئے گاڑی میں سوار ہو رہا تھا۔ اس پر بہت جلدی سوار تھی۔ اور آپ یقین کیجئے گا کہ میرے کمرے تک آنے کو گاڑی سے بھی نہیں اترا حالانکہ چار دن سے میں باہر تھا۔ اب مجھے یقین آیا کہ میری ہی غلطی ہے یہ، نتالیا نکولائیونا کہ وہ یہاں موجود نہیں اور ہم اس سے پہلے ہی آ پہنچے۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کاؤنٹیس صاحبہ کے ہاں پیغام اس کے ذریعے بھجوا دیا کہ آج خود حاضر نہیں ہو سکوں‌گا۔ لیکن وہ اب آتا ہی ہوگا۔،،

''تو اس نے آپ سے آج یہاں آنے کا پکا وعدہ کیا؟،، نتاشا نے نہایت سادہ‌دلی کی کیفیت چہرے پر لا کر پرنس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''توبہ ہے خدایا — گویا اسے آنا ہی نہیں تھا۔ آپ یہ کیسا سوال کر رہی ہیں؟،، وہ تعجب سے اس کی صورت دیکھ کر چیخ پڑا۔ ''اچھا تو سمجھا میں۔ آپ اس سے خفا ہیں۔ ہے تو یہ واقعی اس کی غلطی کہ سب کے پہنچ چکنے کے بعد وہ پہنچے۔ مگر میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ یہ قصور میرا ہے۔ آپ اس پر ناراض نہ ہوں۔ وہ اوچھا اور ان‌سوچی آدمی ہے۔ میں اس کی طرف سے صفائی نہیں دے رہا ہوں لیکن بعض خاص حالات ہیں جن کا تقاضا ہے کہ کاؤنٹیس اور بعض دوسرے رشتوں کو فی‌الحال بالکل چھوڑ نہ دے بلکہ اس کے برخلاف اکثر جتنا زیادہ ہو سکے وہاں آنا جانا قائم رکھے۔ مگر میرے اندازے سے، چونکہ وہ ادھر ہر وقت آپ کے ہی پاس رہتا ہے اور دنیا میں باقی تمام چیزوں کی طرف سے قطعی غافل ہو گیا ہے، اس لئے آپ ناراض نہ ہوں کہ میں زیادہ تو نہیں، البتہ گھنٹے دو گھنٹے کے لئے اسے اپنے کام میں لگا لیتا ہوں۔ میں یہ کہنے کی جرأت کروں‌گا کہ وہ پرنسس 'ک، سے

اس رات کے بعد ملنے تک نہیں گیا اور افسوس کہ میں اس کے بارے میں اس سے پوچھ کچھ بھی نہیں کر سکا۔''

میں نے نتاشا پر نظر ڈالی۔ وہ پرنس کی بات کو ھلکے سے تبسم کے ساتھ، جس میں ذرا تمسخر پایا جاتا تھا، سن رہی تھی۔ مگر وہ تھا کہ نہایت بےتکلفی کے ساتھ قدرتی انداز میں بولتا چلا گیا۔ ممکن نہیں تھا کہ اس کی نیت پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکے۔

''کیا واقعی، آپ کو نہیں معلوم کہ وہ اتنے دنوں میں ایک بار بھی ادھر نہیں آیا میرے پاس؟'' نتاشا نے پرسکون اور ہموار لہجے میں پوچھا جیسے وہ کسی ایسی بات کے متعلق گفتگو کر رہی ہو جو اس کے نزدیک بہت ھی معمولی درجے کی ھے۔

''کیا؟ ایک بار بھی نہیں آیا؟ معاف کیجئےگا۔ آپ کیا کہہ رھی ھیں یہ؟'' پرنس نے ایسے کہا کہ وہ بظاھر بہت حیرت‌زدہ نظر آتا تھا۔

''آپ یہاں منگل کی رات کو تشریف لائے تھے۔ دوسرے دن صبح کو وہ کوئی آدھے گھنٹے کے لئے آیا۔ اور اس کے بعد سے میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔''

''ایسی بات ھے کہ یقین نہیں آتا!'' (اس کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔) ''مجھے تو پورا یقین تھا کہ وہ تمام وقت یہیں آپ کے پاس رہا ھوگا۔ معاف کیجئےگا مگر ھے بڑی عجیب بات... بالکل یقین نہیں ھوتا۔''

''مگر ھے بالکل درست۔ اور اس پر طرہ یہ کہ میں جان بوجھ کر آپ کا انتظار کرتی رھی اور سوچتی رھی کہ آپ سے ھی پتہ چلےگا کہ وہ ھے کہاں؟''

''اف خدایا! مگر اب تو وہ یہیں پہنچےگا ذرا دیر میں! بہرحال، آپ نے جو بتایا، تو مجھے اتنی حیرت ھوئی کہ میں... میں اس کا اعتراف کرتا ھوں کہ اس سے میرے نزدیک کچھ بھی بعید نہیں، تاھم یہ تو ایسی بات ھے... ایسی بات کہ!..''

''آپ کو کس قدر تعجب ھو رھا ھے۔ اور مجھے دیکھئے کہ میں سمجھی کہ صرف یہی نہیں کہ آپ کو تعجب نہ ھوگا بلکہ پہلے سے جانتے ھوں‌گے کہ ایسا ھونا ھے۔''

''جانتا تھا؟ اور میں؟ میں تو آپ کو یقین دلاتا ھوں، نتالیا نکولائیونا کہ اس سے صرف منٹ بھر کو ملاقات ھوئی ھے اور وہ

بھی آج ۔ اور اس کے بارے میں کسی سے پوچھا تک نہیں ۔ اور یہ بات مجھے عجیب لگ رہی ہے کہ گویا آپ کو میرے کہنے کا یقین نہیں،، اس نے ہم دونوں کو غور سے دیکھتے ہوئے بیان جاری رکھا ۔

''خدا بچائے،، نتاشا پکار اٹھی ''مجھے پکا یقین ہے کہ آپ نے سچ ہی کہا ۔،،

وہ پھر ہنس پڑی، ٹھیک پرنس کے منہ پر — ایسے کہ خود پرنس بوکھلا گیا ۔

''مجھے سمجھائیے،، اس نے گھبراہٹ میں کہا ۔

''اس میں سمجھانے کو رکھا ہی کیا ہے ۔ میں بہت سیدھی سی بات کہہ رہی ہوں ۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ کس قدر بےفکرا اور بھلکڑ آدمی ہے ۔ اور اب جب کہ اس کو کھلی چھٹی مل گئی تو وہ بے لگام ہو گیا ۔،،

''مگر یوں بےلگام ہو جانا ممکن نہیں ہے ۔ کوئی نہ کوئی اور بات ہے ۔ اسے آنے دو ، میں کہوں گا کہ وہ اس معاملے کو صاف کرے ۔ لیکن سب سے بڑھ کر جو چیز مجھے تعجب میں ڈال رہی ہے وہ یہ کہ گویا آپ مجھے کسی طور سے قابل الزام سمجھتی ہیں جب کہ میں بذات خود یہاں موجود بھی نہیں تھا ۔ میں تو سمجھتا ہوں، نتالیا نکولائیونا کہ آپ کو اس پر بڑا غصہ ہے ۔ اور آپ کو اس کا حق بھی پہنچتا ہے اور ... اور ... واقعی پہلے قصور میرا ہی ٹھیرتا ہے، خواہ وہ صرف اس لئے ہو کہ میں ہی یہاں سب سے پہلے پہنچا ۔ ہے نا سچ ؟،، اس نے ایک ناگوار تمسخر کے ساتھ میری طرف رخ کرتے ہوئے کہا ۔

نتاشا بالکل سرخ ہو گئی ۔

''یقیناً نتالیا نکولائیونا،، اس نے سنبھل کر بات جاری رکھی ''میں مانتا ہوں کہ قصوروار ہوں ۔ لیکن قصور صرف اس قدر ہے کہ جس روز آپ سے ملاقات ہوئی اس کے دوسرے دن میں باہر سفر پر چلا گیا ۔ چنانچہ آپ کے مزاج میں جو ذرا شکی‌پن میں پاتا ہوں اس نے میرے بارے میں آپ کی رائے بالکل بدل دی، خصوصاً حالات نے بھی اس کا موقع پیدا کر دیا ۔ اگر میں یہاں سے باہر نہ چلا گیا ہوتا تو آپ مجھے بہتر طور پر سمجھ سکتیں اور الیوشا بھی میری نگرانی میں رہ کر اس قدر جامے سے باہر نہ ہوا ہوتا ۔ آج

اسے آنے دیجئے، آپ خود سن لیں گی کہ میں اس سے کیا کہتا ہوں۔،،
''ہاں تو، اب یہ کرنا ہے کہ وہ مجھے بارخاطر سمجھنے لگے۔ ممکن نہیں ہے کہ آپ جیسا ہوشیار آدمی اور آپ نے واقعی سوچا ہو کہ یہ تدبیر میرے لئے مفید رہےگی۔،،
''تو کہیں آپ کا اشارہ اس طرف تو نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر اسے یہ محسوس کرانے کی کوشش میں ہوں کہ وہ آپ کو بار سمجھے؟ آپ مجھے سخت شکایت کا موقع دے رہی ہیں، نتالیا نکولائیونا!،،
''ویسے میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ چاہے کسی سے بھی بات کر رہی ہوں، کم سے کم اشاروں سے کام لوں،، نتاشا نے جواب دیا ''بلکہ ہمیشہ اس کا خیال کرتی ہوں کہ جتنا زیادہ ہو سکے صاف صاف کھل کر بات کروں۔ اور ممکن ہے کہ آپ آج ہی یہ بات دیکھ لیں۔ میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ اس سے حاصل بھی کیا۔ اور یہ ہونے سے رہا کہ میں چاہے کچھ بھی آپ سے کہوں، آپ کو وہی ناگوار گزرے۔ اس طرف سے مجھے اطمینان ہے کیونکہ ہمارے درمیان جو رشتہ ہے اس کو میں بخوبی سمجھتی ہوں۔ آپ اس کی طرف سنجیدگی سے دھیان ہی کیوں دیں، ہے نا؟ اور اگر واقعی میں نے کوئی ناگوار بات آپ سے کہہ دی ہے تو میں معافی مانگنے کو تیار ہوں تاکہ آپ کی خدمت میں عہدہ برآ ہو سکوں... مہمانداری کے فرائض سے۔،،
باوجودے کہ نتاشا نے جو یہ الفاظ کہے ان میں ہلکےپن بلکہ تمسخر کا لہجہ پایا جاتا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی تاہم میں نے کبھی نتاشا کو اس قدر بپھرا ہوا نہیں دیکھا۔ اب میں سمجھا کہ ان تین دنوں میں جو نتاشا کے دل میں درد ہوتا رہا تھا اس کی کیا حقیقت تھی۔ اس کا پہیلی میں یہ کہنا کہ اب سب کچھ پتہ لگ چکا ہے اور اس نے اصل معاملہ بوجھ لیا ہے، مجھے اندیشے میں مبتلا کر چکا تھا۔ اس بات میں پرنس کی طرف حوالہ تھا۔ نتاشا اس کے بارے میں اپنی رائے بدل چکی تھی اور اب اسے اپنا دشمن سمجھتی تھی، یہ قطعی صاف تھا۔ اور نظر آ رہا تھا کہ الیوشا کے سلسلے میں جو مشکلات اسے سہنی پڑی ہیں ان کی ذمہ‌داری وہ الیوشا پر پرنس کے اثر کو قرار دیتی ہے اور اس کے غالباً کچھ اسباب بھی ضرور ہیں۔ مجھے خطرہ تھا کہ کسی لمحے

بھی ان دونوں فریقوں کے درمیان ہنگامہ برپا ہو سکتا ہے۔ نتاشا کا تمسخر بھرا لہجہ بہت ہی کھلا ہوا اور بےنقاب تھا۔ پرنس سے اس کے آخری الفاظ کہ آپ ان رشتوں کی طرف سنجیدگی سے دھیان ہی کیوں دیں گے، مہمانداری کے فرائض کے بارے میں اس کا جملہ، اس کا وعدہ، ایک دھمکی کے طور پر، کہ دیکھ لینا، آج ہی رات کو سب صاف صاف منہ پر کہہ ڈالوں گی — ان سب باتوں میں طنز کی دھار اتنی تیکھی اور بےنیام تھی کہ ممکن نہیں جو پرنس اسے نہ سمجھا ہو۔ میں نے اس کے چہرے کو متغیر پایا لیکن وہ ضبط کئے ہوئے تھا۔ وہ فوراً ایسا بن گیا جیسے ان الفاظ کو سمجھا ہی نہیں، ان کے وزن کی طرف اس کا خیال گیا ہی نہیں اور اس نے فوراً مذاق کے پردے میں پناہ لی۔

"خدا بچائے مجھے کہ میں کسی سے معافی منگوانے کا ملزم ٹھیروں!" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ میرے اصولوں کے خلاف بات ہے کہ میں عورت سے معافی منگواؤں۔ پہلی ہی ملاقات میں آپ کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ دیکھئے میں کس قسم کا آدمی ہوں۔ تو مجھے امید ہے کہ اب جو میں ایک کلیہ بیان کرنے والا ہوں اس سے آپ ناراض نہ ہوں گی کیونکہ یہ سب عورتوں پر صادق آتا ہے۔ عجب نہیں کہ جناب آپ بھی اس سے اتفاق کریں" اس نے میری طرف منہ کرکے نہایت تمیزداری سے کہا۔ "ہاں تو سنئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ عورت ذات میں ایک خصلت پائی جاتی ہے۔ اگر کسی عورت سے کسی صورت بھی کوئی قصور ہو گیا ہے تو وہ فوراً اس پر راضی ہو جائے گی کہ اپنی ایک زیادتی کو بعد میں ایک ہزار بار گلے لگا کر برابر کر دے، بمقابلہ اس کے کہ اس لمحے جب قصور اس سے سرزد ہوا ہے اس کا اقرار کرے یا معافی مانگ لے۔ چنانچہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے مجھ پر زیادتی کی تو میں نہیں چاہوں گا کہ اسی وقت ابھی آپ معافی مانگ لیں۔ انتظار کر لینے میں میرا فائدہ ہے، جب آپ خود بعد میں محسوس کریں گی کہ آپ نے زیادتی کی تھی اور اسے برابر کرنا چاہیں گی... ہزار بار گلے لگا کر۔ اور آپ اس قدر شریف، نیک سیرت، پاکیزہ اور کھلے دل کی ہیں کہ پہلے سے میرا اندازہ ہے کہ زیادتی کو برابر کرنے کا لمحہ بڑا دل کش اور خوشگوار ہوگا۔ اب میری خواہش ہے کہ

معافی طلب کرنے کے بجائے مجھے بتا دیا جائے کہ کیا میں آج کسی صورت سے آپ کے سامنے اس کا ثبوت دے سکتا ہوں کہ آپ کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ خلوص اور راست‌بازی برت رہا ہوں جتنا آپ میرے بارے میں خیال کرتی ہیں؟،،

نتاشا کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ مجھے بھی لگا کہ پرنس کے جواب کا لہجہ بہت بےوزن اور بےاثر رہا بلکہ اس میں ذرا بےوقار مسخراپن بھی تھا۔

’’تو آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ آپ کا بیوہار سیدھا اور صاف ستھرا ہے؟،، نتاشا نے اس کی طرف للکار کے تیور لئے ہوئے دیکھ‌کر پوچھا۔

’’جی ہاں۔،،

’’اگر یہ بات ہے تو میری آپ سے ایک درخواست ہے۔،،

’’پیشگی وعدہ کرتا ہوں۔،،

’’درخواست یہ ہے کہ آپ ایک لفظ سے، ایک اشارے سے بھی آج یا کل میرے بارے میں الیوشا کو پریشان نہ کیجئےگا۔ وہ مجھے بھول گیا، اس کے متعلق کسی طرح کی کوئی ملامت نہ کی جائے۔ کوئی بری بھلی بات نہ کہی جائے۔ میں اس سے ٹھیک اس طرح ملنا چاہتی ہوں جیسے ہمارے درمیان کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی اور کچھ بھی اس کی نظر میں نہ آنے پائے۔ مجھے یہی چاہئے۔ آپ مجھ سے اس کا وعدہ کریں‌گے، کیا؟،،

’’بےحد خوشی کے ساتھ،، پرنس نے جواب دیا ’’اور مجھے پورے دل سے اتنا اور کہنے کی اجازت دیجئے کہ شاید ہی آپ سے زیادہ کبھی کسی میں اس قدر معقولیت اور صاحب‌نظری پانے کا اتفاق ہوا ہوگا، وہ بھی ایسے معاملات میں... ہاں تو خیر، وہ الیوشا بھی آ پہنچا۔،،

واقعی ڈیوڑھی میں آہٹ سی ہوئی۔ نتاشا چونک پڑی اور گویا کسی بات کے لئے اس نے خود کو تیار کر لیا۔ پرنس چہرے پر سنجیدگی طاری کئے بیٹھا رہا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ وہ نتاشا کو غور سے دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا اور الیوشا جھٹ سے ہماری طرف لپکا۔

دوسرا باب

وہ ہماری طرف لپکا تو اس کے چہرے پر ایک طرح کی تب و تاب تھی۔ خوشی کے سارے سکھڑا کھلا جا رہا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس نے یہ چار دن بڑے مزے میں، چین آرام سے گزارے ہیں۔ صرف صورت دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ہم سے کوئی بات کہنے کو بےتاب ہے۔

''ہاں تو میں موجود ہوں!،، وہ ایسی آواز میں بولا جو سارے کمرے میں گونج گئی۔ ''وہ جسے اوروں سے پہلے یہاں موجود ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ابھی آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائےگا، سب کچھ! مجھے وقت نہیں تھا بالکل کہ میں آج تم سے دو لفظ بھی کہہ سکتا، پیارے پاپا اور کہنے کو بہت باتیں تھیں۔ جب وہ ذرا اچھے موڈ میں ہوتے ہیں تبھی ان سے اس طرح 'تم' کہہ کر بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے،، اس نے اپنی بات کاٹ کر میری طرف خطاب کرتے ہوئے یہ جملہ کہا ''ورنہ خدا بچائے، اور وقت میں تو اس کی ممانعت ہے۔ اور اس کی ترکیب بھی کیا نکال رکھی ہے کہ خود مجھ سے بات کرتے ہیں تو 'آپ' کہہ کر۔ لیکن آج کے دن سے میرا دل چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی اچھے موڈ میں رہیں اور میں یہ کر کے دکھا دوں گا۔ ہاں، کہنا یہ ہے کہ ان چار دنوں کے اندر میں بالکل ہی بدل چکا ہوں، قطعی، بالکل ایک سرے سے بدل گیا ہوں اور ابھی آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ یہ تو خیر آگے کی بات ہے۔ فی‌الحال جو بات سب سے اہم ہے وہ ہیں یہ! یہ بیٹھی ہیں! موجود ہیں پھر! نتاشا، میری کبوتری۔ سلام میری پیاری!،، اس نے نتاشا کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اور زوروں میں اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہیں ان دنوں کتنا بےچینی سے یاد کیا ہے۔ لیکن چاہے کچھ بھی ہو جاتا ملنا ممکن ہی نہ تھا! میری جان، کوئی صورت اس کی ہو نہیں سکتی تھی۔ میری پیاری! ایسا لگتا ہے جیسے تم ذرا دبلی ہو گئی ہو اور یہ کیا پیلی پڑی ہوئی ہو!..،،

اس نے مزے میں آ کر نتاشا کے ہاتھوں پر اپنے بوسوں کی تہہ چڑھ دی اور اپنی خوبصورت آنکھوں سے اسے للچا کے دیکھنے لگا جیسے دیکھنے سے جی نہ بھرا ہو۔ میں نے نتاشا پر نظر ڈالی

اور اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیا کہ ہم دونوں کے خیالات ایک ہی تھے کہ وہ ذرا بھی قصوروار نہیں ہے۔ اور ہاں، واقعی، یہ بےقصور آدمی بھلا کب اور کیسے قصوروار قرار دیا جا سکتا تھا؟ نتاشا کے زرد رخساروں پر ایک دم تیزی سے تمتماہٹ پھیل گئی، جیسے سارا لہو اس کے دل سے کھنچ کر سر کو چڑھ گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور اکڑ کے اس نے پرنس کو دیکھا۔

"مگر آخر کہاں... تم تھے کہاں... اتنے دن؟"، اس نے تھمی ہوئی اور رکتی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ بڑی مشکل سے سانس لے رہی تھی جیسے ہانپ رہی ہو۔ خدا کی پناہ، نتاشا اسے کس قدر چاہتی تھی!

"اصل بات یہ ہے کہ میں گویا قصوروار ہوں تمہارے سامنے۔ اور گویا کیا معنی — واقعی خطاوار ہوں۔ میں خود یہ جانتا ہوں اور یہی جان کر تو آیا بھی ہوں۔ کاتیا مجھ سے کل بھی کہتی تھی اور آج بھی کہا کہ کوئی عورت ایسی لاپروائی کو معاف نہیں کر سکتی (اسے وہ سب معلوم ہے جو کچھ منگل کے روز یہاں ہوا۔ میں نے دوسرے ہی دن بتا دیا تھا)۔ میں نے کاتیا سے بحث کی اور کہا کہ کیوں نہیں۔ ایک عورت تو ضرور ایسی ہے جو معاف کر سکتی ہے اور اس کا نام ہے نتاشا۔ اور غالباً ساری دنیا میں ایک ہی عورت اور ہے جو اس بات میں اس کی ہمسر ہو سکتی ہے، یعنی کاتیا۔ میں یہاں لازماً یہ جان کے آیا ہوں کہ اس شرط میں میری جیت رہی۔ کیا تم جیسی فرشتہ سیرت لڑکی مجھے معاف کرنے سے انکار کر دےگی؟ 'اگر وہ نہیں آیا ہے تو کوئی بات ایسی ضرور ہوگی جس نے روک لیا، ورنہ یہ تھوڑئی ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو' — میری نتاشا نے یوں ہی سوچا ہوگا! بھلا میں اپنے دل سے تمہاری محبت کیسے نکال سکتا ہوں؟ ممکن ہے یہ؟ میرا دل تم سے ملنے کو ایسا تڑپتا رہا ہے۔ بہرحال قصور میرا ہی ہے۔ لیکن جب تم کو سب کچھ معلوم ہو جائےگا تو سب سے پہلے تم ہی مجھے حق بجانب سمجھوگی۔ میں ابھی سب بتائے دیتا ہوں۔ میں تم لوگوں کے سامنے اپنا دل نکال کے رکھ دوں گا۔ اسی لئے آیا ہوں۔ میں آج ادھر سے ہوتا ہوا گزرنا چاہتا تھا (صرف آدھے منٹ کی فرصت تھی مجھے) تاکہ اڑتا ہوا پیار کرتا چلوں تمہیں لیکن اس کا بھی موقع نہیں ملا۔ کاتیا نے مجھے

یک ضروری کام سے اپنے ہاں فوراً جھٹ پٹ بلوا لیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو رہا تھا اور پاپا تم نے مجھے دیکھا۔ اس دفعہ میں دوسری بار، دوسرے رقعے پر کاتیا کے ہاں جا رہا تھا۔ تم جانو، ہمارے ہاں آجکل سارے سارے دن قاصد ایک گھر سے دوسرے گھر دوڑتے رہتے ہیں۔ ایوان پترووچ، آپ کا پرزہ مجھے کل رات پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ نے اس میں جو کچھ لکھا تھا بالکل قطعی اور صحیح لکھا تھا۔ مگر کیا کیا جائے — جسمانی طور پر ناممکن تھا۔ تو میں نے سوچا، اچھا کل رات کو میں اپنے اوپر سے سب الزام ہٹا دوں گا۔ کیونکہ آج رات کو تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ نتاشا تمہارے ہاں میں نہ پہنچتا۔"

"وہ پرزہ بھلا کیسا تھا؟" نتاشا نے سوال کیا۔

"یہ میرے ہاں آئے تھے۔ میں ملا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پرزے میں اس پر کہ میں تمہارے پاس نہیں آیا مجھے سخت سست کہا اور لکھ کر وہاں رکھ آئے۔ انہوں نے بالکل صحیح کیا۔ کل کی بات ہے یہ۔"

نتاشا نے مجھ پر نظر ڈالی۔

"لیکن اگر تمہارے پاس اتنا وقت تھا کہ صبح سے شام تک کاتیرینا فیودوروونا کے پاس رہو تو..." پرنس نے بات چھیڑی۔

"جانتا ہوں، میں جانتا ہوں جو تم کہنے والے ہو..." الیوشا نے باپ کا جملہ کاٹا۔ "اگر کاتیا کے پاس جاسکتا تھا تو اس سے دو گنی وجہیں تھیں یہاں آنے کی۔ ابا جان، میں تم سے بالکل اتفاق رکھتا ہوں، بلکہ اور اپنی طرف سے بڑھاؤں گا کہ دوگنی ہی کیوں، لاکھوں کروڑوں گنی وجہیں تھیں یہاں پہنچنے کی! لیکن اول بات یہ ہے کہ زندگی میں، تم جانو، عجیب عجیب اور انجانے واقعات پیش آجاتے ہیں جو ہر چیز میں رکاوٹ ڈال دیتے ہیں اور سب کچھ الٹ پلٹ کے رکھ دیتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کی صورتیں مجھے پیش آ گئیں۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں نا کہ ان دنوں میں بالکل بدل گیا، قطعی بدل گیا، سر سے پاؤں کے ناخون تک۔ اس کا مطلب ہوا کہ جو صورتیں پیش آئیں وہ نہایت اہمیت رکھتی تھیں!"

"افوہ، توبہ ہے، مگر ہوا کیا تمہارے ساتھ؟ اچنبھے میں ست

ڈالے رکھو براہ مہربانی!،، نتاشا اس کے جوش و خروش پر مسکراتے ہوئے چیخی۔

واقعی اس کی حالت کچھ مضحکہ‌انگیز تھی۔ وہ جلدی مچا رہا تھا اور جلدی کے سارے منہ سے الفاظ ایسے پرواز کر رہے تھے کہ اکثر ان میں ربط تک نہیں ہوتا تھا جیسے اگڑم بگڑم بولے چلا جا رہا ہو۔ اسے بےقراری تھی کہ سب کچھ کہہ‌ڈالے، بولتا چلا جائے، بیان کر دے۔ لیکن بیان کرتے وقت نتاشا کا ھاتھ برابر تھامے ہوئے تھا اور اسے ہونٹوں تک لاتا تھا جیسے پیار کر ھی نہیں چکتا۔

''اصل بات وہی ہے کہ مجھے پیش کیا آیا،، الیوشا نے کہنا جاری رکھا۔ ''اوف، میرے عزیزو! کیا میں نے دیکھا، کیا میں نے کیا۔ کیسے کیسے لوگوں کو جانا! پہلے کاتیا کو ھی لے لیجئے — وہ سراپا کمال ہے۔ میں اب تک اسے قطعی بالکل نہیں سمجھا تھا۔ اس روز منگل کو جب میں نے، نتاشا تمہیں یاد ہے، اس کے بارے میں بتایا تھا اس جوش و خروش کے ساتھ، اس وقت بھی میں کاتیا کو قطعی نہیں سمجھا تھا۔ تب بھی اس نے اپنا اصلی چہرہ مجھے نہیں دکھایا تھا۔ لیکن اب تو ہم ایک دوسرے کو پوری طرح سمجھ گئے ھیں اور تکلف اٹھ گیا ہے اس حد تک کہ آپس میں الیوشا اور کاتیا کہہ‌کر خطاب کرتے ھیں۔ مگر میں شروع سے ھی کہوں‌گا۔ اول تو یہ کہ نتاشا کاش تم وہ سب کچھ سن سکتیں جو کاتیا نے اس روز تمہارے بارے میں کہا — بدھ کا دن تھا — جب میں نے اسے یہاں کا تمام قصہ سنایا... ھاں یہ کہتا چلوں کہ بدھ کو میں تمہارے سامنے سچ مچ بالکل ھی بےوقوف بنا جب اس روز صبح کے وقت ملنے آیا تھا۔ تم تو بڑے تپاک سے مجھ سے ملیں، ھمارے لئے جو نئی صورت‌حال پیدا ھو گئی تھی اس کی وجہ سے تم میں تو نئی حرارت تھی اور اس پورے معاملے کے بارے میں بات چیت کرنا چاھتی تھیں، تم اداس بھی تھیں مگر ساتھ ساتھ مزے میں تھیں اور مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنے پر تلی ھوئی تھیں اور میں تھا کہ خود کو بہت لئے دئے اور روکے ھوئے۔ اوف، کیا حماقت ھوئی ہے۔ سخت بےوقوفی! یقین کرنا میری بات کا — میں یہ جتانا چاھتا تھا اور اس بات پر اکڑا ھوا تھا کہ عن‌قریب شوھر بن جاؤں‌گا یعنی ایک ذمہ‌دار آدمی۔ اور اس کی اکڑ بھی جتانے

لا تو کس کے سامنے — تمہارے سامنے! اوف، تم سجھ پر اس
نت کتنا ہنسی ہوگی، اور واقعی میری حرکت ایسی تھی کہ میرا
ذاق اڑایا جاتا!،،

پرنس خاموش بیٹھا تھا اور کسی فاتحانہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ
یوشا کو تکے جا رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے اس بات کی
وشی ہے کہ بیٹا اپنے آپ کو اس قدر کچے ذہن کا بلکہ حماقت
ی پوٹ ظاہر کر رہا ہے۔ میں اس رات پرنس کو بہت غور سے
یکھتا رہا اور قطعی اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ اگرچہ پدرانہ شفقت
ی کتنی ہی باتیں بنائی گئی ہوں لیکن اس شخص کو اپنے بیٹے
ے ذرا بھی محبت نہیں۔

''میں یہاں سے کاتیا کے ہاں پہنچا،، الیوشا نے اپنا قصہ پھر
نڈیلا۔ ''میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ صرف اس دن جا کے ہم
ونوں نے ایک دوسرے کو ٹھیک طرح سمجھا۔ مگر یہ ہوا کیسے،
جیب بات ہے... بلکہ یاد تک نہیں... کچھ محبت بھرے لفظ،
کچھ جذبات، خیالات جو بےتکلفانہ ظاہر ہوئے اور بس، ہم دونوں
ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ تمہیں کاتیا سے
ملنا ہوگا، سمجھیں، واقعی نتاشا، تمہیں اس سے ملنا چاہئے۔ کیسے اس
ے ہر بات کھول کر، سمجھا کر، ایک ایک بات صاف کر کے مجھے
جتایا کہ تم کیا ہو، میرے لئے کیسا خزانہ ہو! رفتہ رفتہ اس نے
مجھ پر اپنے خیالات ظاہر کئے اور زندگی کے متعلق تمام اپنے
تصورات مجھے بتائے۔ کیا سنجیدہ، کتنے جوشیلے دل و دماغ کی
لڑکی ہے! اس نے فرض کی بات کی، زندگی کے مقصد کی گفتگو کی،
یہ کہا کہ ہمیں کس طرح انسانیت کی خدمت کرنی چاہئے۔ اور
کوئی پانچ چھ گھنٹے کے تبادلۂ خیالات کے بعد ہم دونوں ایک
دوسرے سے بالکل متفق ہوگئے۔ بات اس عہد و پیمان پر ختم
ہوئی کہ ہمارے درمیان ہمیشہ دوستی برقرار رہےگی اور ساری
زندگی مل کر کام کریں گے۔،،

''کام — کس معنی میں؟،، پرنس نے تعجب سے پوچھا۔

''میں اس قدر بدل گیا ہوں والد بزرگوار کہ تم کو واقعی ان
باتوں سے حیرت ہوگی۔ میں تمہارے دل کی باتوں کو پہلے سے
ہی جانتا ہوں،، الیوشا نے ایک دھمک کے ساتھ جواب دیا۔ ''آپ
سب دنیادار لوگ ہیں۔ آپ کے پاس محض دقیانوسی اصول ہیں —

گمبھیر اور بےدرد۔ آپ لوگ ہر نئی چیز کو، جو بھی نئی او
اچھوتی ہے، ہر اس چیز کو بےاعتباری سے، ناگواری سے اور نفرد
سے دیکھتے ہیں۔ مگر میں اب وہ بالکل نہیں رہا ہوں جو ت
مجھے چند روز پہلے تک سمجھتے رہے ہو۔ اب میں بالکل مختلف
ہو چکا ہوں! اب میں دنیا میں ہر چیز کو اور ہر ایک کو آنک
چار کرکے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے ک
میرا عقیدہ درست ہے تو میں اس عقیدے کے لئے آخری حد تک
چلا جاؤں گا۔ اور اگر میں اپنے راستے سے ڈگمگاتا نہیں ہوں تو
ایماندار ہوں۔ میرے لئے بس، اسی قدر کافی ہے۔ اب آپ اس
کے بعد جو چاہیں کہے جائیں۔ مجھے اپنے اوپر پکا اعتقاد ہے۔،،
''افوہ،، پرنس نے اس پر چھینٹا مارتے ہوئے کہا۔
نتاشا نے ہم کو بےچینی سے دیکھا۔ اسے الیوشا کی طرف سے
فکر تھی۔ اکثر ایسا ہوا کہ الیوشا بولنے پر آتا تو ایسی باتیں
بھی اس کے منہ سے نکل جاتیں جو اس کے حق میں اچھی نہ ہوتی
تھیں۔ اور وہ اس بات کو جانتی تھی۔ اسے اچھا نہیں لگتا تھا
کہ الیوشا ہمارے مذاق کا نشانہ بنے اور وہ بھی خاص طور پر
اس وقت جب کہ باپ بیٹھا ہے۔
''یہ کیا کہہ رہے ہو، الیوشا؟ بھلا کیا فلسفے کی باتیں
چھانٹ رہے ہو،، نتاشا نے ٹوکا۔ ''کسی نے تمہیں سکھا پڑھا دیا
ہے، میں جانوں... بہتر ہو کہ تم ہمیں یہ بتا دیتے کہ کرتے کیا
رہے اتنے دن؟،،
''یہی تو بتا رہا ہوں!،، الیوشا چلایا۔ ''سنو، کاتیا کے دو
رشتہ‌دار ہیں دور کے۔ دونوں دور کے رشتے سے بھائی لگتے ہیں —
لیوینکا اور بورینکا۔ ان میں سے ایک طالب‌علم ہے، دوسرا محض ایک
نوجوان ہے۔ ان سے کاتیا کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اور دونوں
واقعی غیرمعمولی آدمی ہیں۔ اصولی طور پر شاید ہی کبھی وہ
کاؤنٹیس صاحبہ کے ہاں جاتے ہوں گے ورنہ نہیں۔ جب کاتیا کی اور
میری بات ہوئی انسان کے فرائض کے بارے میں، مقصدحیات کے
بارے میں وغیرہ — تو اس نے مجھ سے ان رشتہ‌داروں کا ذکر کیا
اور ان کے نام فوراً پرزہ لکھ کر دیا۔ میں ایک دم ان لوگوں
سے ملنے دوڑا۔ اور اسی شام کو ان سے میری بہت گاڑھی دوستی
ہو گئی۔ ان کے ہاں کوئی درجن بھر آدمی تھے — طالب‌علم،

سر، آرٹسٹ۔ ایک ان میں سے ادیب بھی تھا۔ سب آپ سے واقف
ہں، ایوان پتروویچ۔ یعنی آپ کی تصانیف پڑھ چکے ہیں اور
ستقبل میں آپ سے بہت امیدیں رکھتے ہیں۔ خود انہوں نے مجھ
ے یہ بات کہی۔ میں نے بتایا کہ آپ سے میری ملاقات ہے اور
یہیں آپ سے ملانے کا وعدہ بھی کر لیا۔ ان سب لوگوں نے مجھ
ے بےتکلفانہ تپاک برتا، بھائی کی طرح۔ میں نے ان سے صاف کہہ
یا کہ جناب عنقریب میں ایک شادی‌شدہ آدمی ہو جاؤں گا۔
نانچہ انہوں نے میرے ساتھ شادی شدہ آدمی کا سا برتاؤ کیا۔ وہ
ب کے سب پانچویں منزل پر رہتے ہیں، بالکل آخری منزل پر۔
کثر ان کی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، عام طور پر بدھ کے دن،
یوینکا اور بورینکا کے مکان پر۔ وہ سب کے سب تازہ‌دم نوجوان
یں جن میں انسانیت کی خدمت کی بڑی زبردست امنگ پائی جاتی
ہے۔ ہم لوگ آپس میں حال کے متعلق، مستقبل کے متعلق،
ائنس اور ادب کے متعلق بات کرتے رہے۔ ایسے مزے کی باتیں
ہوئیں، ایسی بےتکلفی اور سادگی سے کہ بس... ایک ہائی اسکول
کا طالب‌علم بھی وہاں آتا ہے۔ دیکھنے کے قابل ہے کہ یہ لوگ
یک دوسرے سے کس طرح پیش آتے ہیں۔ کتنے نیک سیرت شریف
وگ ہیں یہ! اس سے پہلے کبھی اس قسم کے لوگوں سے ملنے کا
تفاق نہیں ہوا تھا۔ میں اس تمام عرصے کہاں رہا؟ کیا میں نے
یکھا؟ کس ماحول میں پلا بڑھا؟ نتاشا، اکیلی تم ہو جس نے مجھ
سے کبھی اس قسم کی بات کی تھی۔ ہائے نتاشا، تم کو تو ان
وگوں سے ملنا ہی چاہئے۔ کاتیا انہیں پہلے سے جانتی ہے۔ وہ
وگ بھی اس کا ذکر بڑی عقیدت اور احترام سے کرتے ہیں۔ اور
کاتیا نے لیوینکا اور بورینکا ان دونوں سے پہلے ہی کہہ رکھا ہے
کہ جیسے ہی وہ بالغ ہوگی اور رقم ہاتھ میں آ جائےگی تو اپنی دولت
یں سے دس لاکھ روبل فوراً اس مشترک مقصد کے لئے نذر کر
ےےگی۔''

''اور میں سمجھتا ہوں کہ لیوینکا اور بورینکا اور ان کی ساری
ولی اس دس لاکھ کی رقم کو اپنی نگرانی میں لے لےگی؟'' پرنس
ے پوچھا۔

''یہ صحیح نہیں ہے۔ بالکل بےجا بات ہے۔ اس طرح سے بات
کرنا بالکل بےجا ہے ابا جان!'' الیوشا گرم ہوکر چیخ پڑا۔ ''میں

قیاس کر سکتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ کیا سوچ رہے ہیں! ہ
اس دس لاکھ کی رقم کے بارے میں یقیناً کافی بات‌چیت کر چکے
ہیں اور پھر طے کیا گیا ہے کہ کیونکر اسے مناسب طور پ
خرچ کیا جائے۔ آخر میں فیصلہ ہوا ہے کہ سب سے پہلے سما
بیداری کے کام پر یہ روپیہ لگایا جائے...،،

''میں بھی واقعی اب تک کاتیرینا فیودوروونا سے ٹھیک طرح واق
نہیں تھا،، پرنس نے گویا اپنے آپ سے کہا لیکن اب بھی اس کے
لہجے میں تمسخر بھری مسکراہٹ موجود تھی۔ ''میں ان کی ذا
سے اور بہت سی باتیں وابستہ کرنے کو تیار تھا — یہ صحیح ہے
مگر ایسی بات...،،

''کیوں، ایسی کیا بات؟،، الیوشا بیچ میں بول پڑا۔ ''آپ ی
کیوں سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بےجوڑ بات ہے؟ کیونکہ یہ آپ
کے مقررہ دستور سے الگ پڑتی ہے؟ کیونکہ آج تک کسی نے دس
لاکھ کی رقم اس طرح چندے میں نہیں دی ہے۔ اور وہ دے
دےگی، یہی نا؟ تو پھر کیا ہوا اگر وہ دوسروں کی مصیبت سے اپنی
راحت نہیں سمیٹنا چاہتی، کیونکہ لاکھوں کی اس رقم پر زندگی بسر
کرنے کے معنی ہیں دوسروں کی مصیبت سے اپنی راحت سمیٹنا (ی
بات مجھے حال میں ہی معلوم ہوئی ہے)۔ وہ چاہتی ہے کہ اپنے
ملک کے اور دوسروں کے کام آئے اور اپنی دولت کا ایک حصہ عا
فائدے کے کام میں لگا دے۔ ہم نے اسکول کی کتابوں میں
خیرات کے پیسوں کا ذکر پڑھا تھا لیکن یہ کیا کہ جب لاکھوں
کی رقم خیرات میں دینے کا سوال آ گیا تو بات ہی کچھ اور ہوگئی!
تو پھر جس دانش‌مندی پر مجھے اس قدر اعتقاد تھا، اس میں
کیا دھرا ہے؟ کچھ نہیں۔ تم اس طرح میری صورت کیوں تک رہے
ہو ابا جان؟ جیسے تم کسی مسخرے کو، بےعقل آدمی کو دیکھ
رہے ہو! اور اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے اگر میں کوئی مسخر
بےعقل ہوں۔ نتاشا، تمہارے سننے کے قابل تھا کاتیا نے اس بارے
میں جو کچھ کہا۔ اس نے کہا کہ 'عقل ہی سب سے اہم شے
نہیں ہے۔ بلکہ سب سے اہم ہے وہ جو عقل کی رہنمائی کرتا
ہے — یعنی کردار، دل، عالی‌ظرفی کی صلاحیتیں، ارتقا۔، اس سلسلے
میں بیزمیگین کا قول فیصل بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بیزمیگین یہ
لیوینکا اور بورینکا کا ملنےوالا ہے اور ہمارے درمیان وہ نہایت

صاحب عقل اور عالی‌دماغ انسان ہے - کل ہی کی بات ہے کہ دوران گفتگو میں وہ بولا 'بےوقوف جو خود اعتراف کر لے کہ وہ بےوقوف ہے، بےوقوف نہیں رہ جاتا!'، واہ کیا حقیقت بیان کر دی ہے بیزسیگین نے! ہر منٹ اس کے منہ سے اس طرح کی باتیں نکلتی ہیں - وہ صداقتیں بکھیرتا ہے -،،

''یہ تو واقعی عالی‌دماغ ہونے کی نشانی ہے،، پرنس نے جملہ کسا -

''تم پھر مجھ پر ہنس رہے ہو - لیکن تمہاری زبان سے تو میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی - اور آپ ہی کیا، آپ کے دوستوں میں سے بھی کسی کی زبان سے کبھی ایسی بات سننے میں نہیں آئی - بلکہ اس کے برخلاف ایسا لگتا ہے کہ آپ کے حلقے کے لوگ ان باتوں کو چھپاتے ہیں - جیسے یہ تمام باتیں زمین کے برابر کر دی گئی ہوں تاکہ تمام صورتیں، تمام ناکیں ایک ہی قسم کے ڈھروں پر چلتی رہیں، کچھ خاص قسم کے اصولوں کی پیروی کریں — جیسے یہ ممکن ہے! جیسے یہ ان باتوں کے مقابلے میں ہزار بار ناممکن نہ ہو جن پر ہم گفتگو کرتے ہیں، جن کو ہم سوچتے ہیں - اس کے باوجود الٹا ہم کو ہی یوٹوپین (خیالی دنیا بسانےوالے) کہا جاتا ہے - کاش تم سنتے کہ کل ان سے میری کیا باتیں ہوئی ہیں...،،

''ہاں، تو خیر، تم سناؤ الیوشا، کس چیز کے بارے میں باتیں ہوئیں، کیا سوچا گیا؟ میں ابھی تک اچھی طرح نہیں سمجھ رہی ہوں،، نتاشا بولی -

''عام طور پر ان تمام چیزوں کے بارے میں جو ترقی کی جانب، انسانیت کی طرف اور محبت کی سمت لےجاتی ہیں - آجکل کے مسائل کے تعلق سے - ہم آزاد پریس کے بارے میں، آنےوالی اصلاحات کے بارے میں، انسان‌دوستی کے بارے میں، موجودہ دور کی نمایاں شخصیتوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں - ہم ان کی چھان‌بین کرتے ہیں، ان کا مطالعہ کرتے ہیں - لیکن اہم بات یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے عہد کیا ہے کہ آپس میں بالکل کھل کر بات کریں‌گے اور اپنے متعلق ایک دوسرے سے کچھ بھی چھپا کر نہیں رکھیں‌گے، اس میں ذرا بھی ہچکچائیں‌گے نہیں - صرف صاف‌دلی، دوٹوک اظہار خیال ہی سے ہمارا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے - اسی پر بیزسیگین سب سے زیادہ کوشش کرتا ہے -

میں نے اس کے متعلق کاتیا کو بتایا، وہ بھی بیزسیگین سے پورا اتفاق کرتی ہے۔ چنانچہ ہم سب نے بیزسیگین کی رہنمائی میں عہد کیا ہے کہ تمام عمر ایمانداری اور کھلےپن سے کام لیں‌گے اور کوئی چیز ہمیں اس راہ سے ہٹا نہ سکےگی، چاہے ہمارے بارے میں لوگ کچھ ہی کہیں، کوئی بھی فیصلہ دیں، لیکن ہمارے سر میں جو سودا ہے، جو ہم نے ٹھانی ہے، جو غلطیاں ہم سے ہوں‌گی، ان سے بالکل شرمائیں‌گے نہیں، ہچکچائیں‌گے نہیں اور برابر آگے بڑھتے جائیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کی عزت کریں تو شرط اول ہے کہ آپ خود اپنی عزت کیجئے۔ صرف اسی خودداری سے آپ دوسروں کو اپنی عزت کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ بیزسیگین یہی بات کہتا ہے اور کاتیا اس سے مکمل اتفاق کرتی ہے۔ اب ہم لوگ اپنے عقائد کے بارے میں عام طور سے اتفاق کرتے ہیں اور ہم نے طے کیا ہے کہ خود اپنے اوپر کڑی نگاہ رکھیں‌گے اور اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے کا جائزہ بھی لیتے رہیں‌گے...،،

''کیا بکواس کی جھڑی لگا دی ہے!،، پرنس بےچینی سے چیخ پڑا۔ ''اور یہ شخص بیزسیگین کون ہے؟ نہیں، اس معاملے کو یوں ہی نہیں چھوڑا جا سکتا...،،

''کس کو یوں ہی نہیں چھوڑا جا سکتا؟،، الیوشا نے ان کا جملہ پکڑ لیا۔ ''سنئے، ابا جان، یہ سب باتیں میں تمہارے سامنے اب کیوں کہہ رہا ہوں؟ صرف اس لئے اور اس امید میں کہ تم کو بھی اپنے حلقے میں لے آؤں۔ بلکہ میں نے تو تمہاری طرف سے بھی وعدہ کر لیا ہے۔ تم ہنستے ہو، اچھا ہے۔ میں جانتا تھا کہ تم ہنسی اڑاؤگے۔ لیکن میری پوری بات تو سن لو۔ تم دل کے اچھے اور عالی‌ظرف ہو — سمجھ لوگے۔ تم ابھی جانتے نہیں، ان لوگوں سے ملے نہیں، ان کی باتیں نہیں سنیں تم نے۔ مانے لیتا ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ سنا ہوگا اور ان تمام معاملات کا مطالعہ بھی کیا ہوگا، کیونکہ تم بڑے عالم فاضل آدمی ہو۔ لیکن اس کے باوجود یہ بھی درست ہے کہ تم ان لوگوں سے نہیں ملے۔ کبھی ان کے یہاں نہیں گئے ہو۔ تب بھلا ان کے بارے میں صحیح فیصلہ کیسے کر سکتے ہو؟ تم نے صرف فرض کر لیا ہے کہ ان سے واقف ہو۔ ان سے ملو، ان کی بات سنو اور پھر، میں پیشگوئی کئے

دیتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤگے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں تک میرا بس چلےگا میں اس کی کوشش کروں گا کہ تم کو اس حلقے میں برباد ہونے سے بچاؤں جس سے تم نے خود کو اس درجہ وابستہ کر رکھا ہے اور جو عقیدے تم نے اپنا رکھے ہیں ان سے تم کو نجات دلاؤں۔،،

پرنس خاموشی سے اس جھپٹے کو سنتا رہا۔ ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی اور چہرے پر نفرت کے آثار۔ نتاشا اسے یوں دیکھ رہی تھی کہ صاف بےپردہ گھن ظاہر ہوتی تھی۔ پرنس نے نتاشا کی اس کیفیت کو دیکھا ضرور، مگر انجان بن گیا۔ جوں ہی الیوشا نے بات پوری کی باپ پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ کرسی پر ایسے گرا جیسے ضبط نہ کر پا رہا ہو۔ پھر بھی ہنسی قطعی طور پر بناوٹی تھی، اصلی نہیں۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ صرف اس لئے ہنس رہا ہے کہ جتنا ہو سکے اپنے بیٹے کو سخت سے سخت کچوکہ دے اور اس کو ذلیل کرے۔ واقعی الیوشا پر مردنی چھا گئی۔ اس کے چہرے پر انتہائی غم و غصے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن وہ صبروسکون سے کام لیتا رہا جب تک کہ باپ کا ہنسی ٹھٹھا ختم نہیں ہو گیا۔

''ابا جان، تم کس وجہ سے ہنس رہے ہو مجھ پر؟،، اس نے رنج سے پوچھا۔ ''میں نے تو سیدھے صاف طریقے سے تمہاری طرف قدم بڑھایا۔ اگر میں تمہاری رائے میں حماقت کی بات کر رہا تھا تو غلطی کو درست کر دو لیکن مجھ پر ہنسو مت۔ اور اس میں ہنسنے کی بھلا کیا بات؟ وہ بات جو میرے لئے اب مقدس اور قابل قدر بن چکی ہے؟ اچھا، فرض کرلو — میں غلطی پر ہوں، جو کچھ میں نے کہا وہ سب فضول احمقانہ بات ہے، مان لو کہ میں نہایت کندذہن اور عقل سے عاری ہوں جیسا کہ تم کئی بار خود کہہ چکے ہو، لیکن غلطی بھی کروں تب بھی ایمانداری اور صدق‌دل سے کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی عزت و شرافت کو تو نہیں ڈبویا۔ مجھے اعلی خیالات کی قدر ہے۔ وہ چاہے غلط ہی ہوں لیکن ان کی بنیاد پاکیزہ ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم نے یا تمہارے لوگوں نے کبھی مجھ سے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی، جو مجھے راہ‌راست پر لگا سکتی یا اپنی طرف کھینچ سکتی۔ تم انھیں رد کر دو، ان کی کہی ہوئی باتوں کے مقابلے میں بہتر

بات بتاؤ اور میں تمہارے پیچھے پیچھے چلوں گا۔ لیکن مجھ پر ہنسو نہیں کیونکہ اس سے مجھے قلق ہوتا ہے۔،،

الیوشا نے یہ الفاظ نہایت شرافت اور ذرا اکھڑپن کی آن کے ساتھ کہے۔ نتاشا اسے ہمدردی سے دیکھتی رہی۔ پرنس نے بیٹے کی باتیں حیرت سے سنیں اور فوراً اپنا انداز تبدیل کر دیا۔

''میں ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں رنج پہنچاؤں، میرے عزیز،، پرنس نے جواب دیا ''بلکہ اس کے برعکس مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب تم زندگی میں ایسا قدم اٹھانے کی تیاری میں ہو کہ تمہیں اس طرح کا من‌موجی لڑکا نہ ہونا چاہئے۔ میرے دماغ میں یہی ایک بات ہے۔ میں بےاختیار ہنس پڑا تھا اور میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ تمہاری تذلیل کروں۔،،

''تو پھر مجھے ایسا کیوں لگا؟،، الیوشا نے تلخی سے کہنا جاری رکھا۔ ''مجھے بہت دنوں سے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تم مجھے معاندانہ، بےرحمانہ تمسخر کی نظروں سے دیکھتے ہو اور وہ نظر نہیں ہے جس سے کوئی باپ اپنے بیٹے کو دیکھتا ہے۔ یہ آخر میں کیوں محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں اس طرح تمسخر کے ساتھ اپنے بیٹے پر نہ ہنستا جیسے اب تم مجھ پر ہنس رہے تھے۔ سنو، ہم ابھی کھلے طریقے سے صفائی کئے لیتے ہیں ہمیشہ کے لئے تاکہ آئندہ کسی قسم کی غلط فہمیاں ہمارے درمیان نہ رہ جائیں۔ اور ... میں تم سے تمام سچ سچ کہہ‌دینا چاہتا ہوں — جب میں نے یہاں قدم رکھا تو مجھے ایسا لگا کہ یہاں پر بھی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے۔ آپ لوگ مجھ سے اس طرح پیش نہیں آئے جیسے امید تھی مجھ کو۔ ہے یہ بات یا نہیں؟ اگر ایسا ہے تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم میں سے ہر ایک جو کچھ محسوس کر رہا ہے اسے صاف طور سے بیان کردے۔ صاف گوئی سے کتنا شر دور ہو سکتا ہے!،،

''بولو، بولو الیوشا،، پرنس نے کہا۔ ''ہمارے سامنے جو تجویز تم رکھ رہے ہو، وہ دانش‌مندی کی ہے۔ شاید ہمیں اسی سے شروع کرنا چاہئے تھا،، اس نے نتاشا پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میری بھرپور صاف گوئی کا برا نہ ماننا،، الیوشا نے کہنا شروع کیا۔ ''تم خود یہی چاہتے ہو اور تم ہی اس کی فرمائش کر رہے ہو۔ اچھا تو سنو۔ تم نتاشا سے میری شادی

ہو جانے پر راضی ہو - تم نے ہمیں یہ خوشی عطا کی اور اس کی خاطر خود اپنے جذبات کو دبا دیا - تم نے عالی‌حوصلگی دکھائی اور ہم سب اس شریفانہ رویے کی دل سے قدر کرتے ہیں - تو پھر اب کچھ مزا لےکر لگاتار کیوں اشاروں کنایوں میں کہتے رہتے ہو کہ میں ابھی تک ایسا لڑکا ہوں جس کا مذاق اڑایا جائے اور اس قابل نہیں کہ شوہر بن سکوں - اور اس سے بڑھ‌کر یہ کہ ایسا لگتا ہے جیسے تم نتاشا کی نظر میں میری توہین کر رہے ہو اور مجھے بےوقوف دکھا رہے ہو بلکہ ذلیل کر رہے ہو - تم کو ہمیشہ اس میں مزا آتا ہے کہ تمہارے ہاتھوں احمق نظر آؤں - یہ بات میں نے اسی وقت نہیں دیکھی بلکہ بہت دنوں سے دیکھ رہا ہوں - گویا تم کسی وجہ سے جتانا چاہتے ہو کہ لو ، دیکھو ، تم دونوں کی شادی بالکل بےجوڑ اور احمقانہ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے - واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم جو ہمیں بتا رہے ہو ، خود تم کو اس کا یقین نہیں ہے اور گویا تم خود ہی اس معاملے کو مذاق سمجھ رہے ہو ، کوئی خواہ‌مخواہ کا خیالی پلاؤ اور مضحکہ‌خیز ہوائی قلعہ خیال کرتے ہو - جو کچھ آج تم نے کہا ، میں صرف اسی سے یہ نتیجہ نہیں نکال رہا ہوں - بلکہ اسی روز منگل کی رات کو ، جب میں یہاں سے لوٹ‌کر تمہارے پاس گیا ہوں تو میں نے تمہاری زبان سے عجب قسم کے کچھ جملے سنے ، جنہیں سن‌کر حیرت بھی ہوئی اور تکلیف بھی - بدھ کے دن بھی جب تم باہر جا رہے تھے تو تم نے ہماری موجودہ پوزیشن کے بارے میں کچھ اشارے کنایے کئے ، نتاشا کے متعلق بھی کچھ کہا جو توہین‌آمیز تو نہیں تھا بلکہ بالکل اس کے برعکس - مگر ویسا بھی نہیں تھا جیسا میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں - بس یوں ہی سطحی بات ، جس میں محبت یا جذبے کا یا نتاشا کے لئے دل میں عزت کا کوئی شائبہ نہ تھا... اسے بیان کرنا مشکل ہے مگر اندازہ یہی بتاتا تھا - دل سنتا ہے - اچھا کہہ دو کہ میں غلطی پر ہوں - میرا وسوسہ دور کر دو - میرے دل سے یہ کانٹا نکال دو - اور... اور نتاشا کے دل سے بھی — کیونکہ تم نے اس کو بھی رنج پہنچایا ہے - یہ میں نے پہلی نظر میں تاڑ لیا تھا جیسے ہی اندر قدم رکھا ہے...،،

الیوشا نے یہ باتیں جذبے اور عزم سے کہیں - نتاشا اس کی

گفتگو سنجیدگی کے ساتھ سنتی رہی اور اس کا چہرہ اندرونی اضطراب سے دمکتا رہا۔ تقریر کے دوران ایک آدھ بار اس کے منہ سے دبی آواز نکل گئی — ''بالکل بجا ہے، صحیح ہے!''

پرنس سناٹے میں آ گیا۔

''میرے عزیز'' اس نے جواب دیا ''مجھے وہ سب تو یاد نہیں رہ سکتا جو میں نے تم سے کہا لیکن یہ عجیب لگ رہا ہے کہ تم نے میری باتوں کا یہ مطلب نکالا۔ خیر، جس طرح بھی سمجھ سے ہو سکے، میں تمہاری تشفی کر سکتا ہوں۔ اگر میں اس وقت تم پر ہنسا ہوں تو اس کی وجہ ظاہر ہے، سمجھ میں آ سکتی ہے۔ میں کہوں گا کہ اس ہنسی سے میں چاہتا تھا کہ اپنے اندر کی ناگواری تم پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ جب خیال کرتا ہوں کہ تم شوہر ہونے والے ہو تو یہ بات اس قدر امکان سے باہر، اتنی واہیات اور احمقانہ اور اس قدر، معاف کرنا ان الفاظ کو، مضحکہ‌خیز معلوم ہوتی ہے۔ تم اس ہنسی پر مجھے قصوروار ٹھیراتے ہو اور میں کہتا ہوں کہ یہ سب تمہاری بدولت ہے۔ خطا میری بھی ہے — غالباً ادھر کچھ عرصے سے تم پر میری نظر کچھ کم رہی اور اسی لئے اب جا کر کہیں آج شام مجھے پتہ چلا کہ تم میں کیا کچھ کر گزرنے کی اہلیت ہے۔ اور اب تو مجھے اس تصور سے ہی ڈر لگتا ہے کہ تمہارے ساتھ نتالیا نکولائیونا کا مستقبل کیسا گزرے گا۔ میں نے ذرا جلدی کی۔ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ تمہارا دونوں کا کوئی جوڑ نہیں۔ محبت تو ہمیشہ گزراں ہوتی ہے مگر بےجوڑپن ہمیشہ کے لئے باقی رہ جاتا ہے۔ میں اکیلے تمہاری قسمت کا ہی رونا نہیں رو رہا ہوں بلکہ اگر تمہارے ارادے اس درجہ شریفانہ ہیں تو تم اپنے ساتھ نتالیا نکولائیونا کو بھی لے ڈوبوگے، قطعی لے ڈوبوگے! اب تم کوئی گھنٹہ بھر سے انسانیت کی محبت، اپنے عقائد کی بلندی، ان شریف آدمیوں کا تذکرہ، جن سے تمہاری نئی نئی دوستی ہوئی ہے، لئے بیٹھے ہو، لیکن ایوان پترووچ سے پوچھ لو کہ اس بےہودہ زینے پر چوتھی منزل تک چڑھتے ہوئے میرے منہ سے کیا الفاظ نکلے ہیں جب میں اوپر دروازے تک پہنچا ہوں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ جسم و جان تو سلامت بچ گئے؟ تم جانتے ہو، مجھے خودبخود کیا خیال آیا اس وقت؟ مجھے اس پر حیرت ہو گئی کہ نتالیا نکولائیونا سے اتنی تو محبت کرتے ہو تم

اور اس کے باوجود انہیں اس قسم کے مکان میں رکھ چھوڑا ہے۔ یہ کیونکر ہوا کہ تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اگر تمہارے پاس کوئی سبیل نہ ہو اور تم اس حالت میں نہ ہو کہ اپنا فرض ادا کر سکو تو تم کو اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ شوہر بن سکو اور ذمہ‌داریاں اپنے سر لے سکو۔ صرف محبت کرنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ محبت کو عمل میں ظاہر ہونا چاہئے۔ لیکن تمہارا عقیدہ یہ معلوم ہوتا ہے — 'میرے ساتھ رہو چاہے ساتھ رہنے میں بھگتنا ہی کیوں نہ پڑے'۔ یہ کوئی انسانیت نہیں ہے، تم جانو، کوئی شریفانہ عمل نہیں ہے۔ ساری دنیائے انسانیت سے محبت کی باتیں بنانا، سنسار بھر کے مسائل پر جوش و خروش دکھانا اور اسی کے ساتھ خیال تک کئے بغیر محبت کے خلاف جرم کرنا — کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا! آپ، نتالیا نکولائیونا، میری بات نہ کاٹئےگا، مجھے اپنی بات پوری کر لینے دیجئے۔ میں اپنے دل کی بھڑاس‌نکال لوں جو محسوس کرتا ہوں، کہہ ہی ڈالوں۔ الیوشا، تم ابھی ہم سے کہہ رہے تھے کہ پچھلے چند دنوں میں تمہاری رغبت ہر اس چیز کی طرف ہو گئی ہے جو شریفانہ ہے، عمدہ ہے اور منصفانہ ہے، اور مجھے ملامت کر رہے تھے کہ ہماری سوسائٹی میں اس قسم کی کوئی کشش موجود نہیں ہے۔ وہاں لے دے کے صرف دو اور دو چار کی عقلیت ہے اور بس۔ اچھا تو اب دیکھو — اونچی اعلی درجے کی اور نفیس چیزوں سے تو رغبت ہو آدمی کو اور اس کے بعد منگل کو جو کچھ ہوا تھا اسے اب چار دن ہو گئے۔ چار دن سے اس ہستی کو نظر انداز کردیا جائے جو غالباً دنیا میں تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہونی چاہئے۔ تم خود اس حد تک اپنی زبانی کہہ چکے ہو کہ تم نے کاتیرینا فیودوروونا سے بحث کی کہ نتالیا نکولائیونا اس قدر تمہیں چاہتی ہیں اور اتنی عالی‌ظرف ہیں کہ تمہارے غلط رویے کو معاف کر دیں‌گی۔ مگر تمہیں کیا حق ہے کہ ان کی طرف سے معافی کی امید رکھو اور اس پر شرط لگاتے پھرو۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ تمہیں ایک بار بھی یہ خیال نہ آیا ہو کہ کتنے تلخ خیالات، کتنے شکوک و شبہات اور بدگمانیاں ان دنوں تم نے نتالیا نکولائیونا کے دل میں پیدا کی ہوں‌گی؟ کیا، تم یہ سمجھتے ہو کہ چونکہ کچھ نئے خیالات نے تمہارے تخیل کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے

اس لئے اولین فرض کی طرف سے غفلت برتنے کا حق مل گیا تمہیں؟ آپ مجھے معاف کیجئےگا نتالیا نکولائیونا کہ میں اپنے وعدے سے پھر رہا ہوں۔ لیکن موجودہ صورت‌حال کسی بھی وعدے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ یہ آپ خود اپنی جگہ محسوس کریں‌گی... الیوشا، کیا تم جانتے ہو کہ میں نے نتالیا نکولائیونا کو اس کرب کی حالت میں دیکھا اور دیکھتے ہی اندازہ ہو گیا کہ تم نے ان چار دنوں میں ان کی زندگی کو جہنم بنا دیا جو ان کے لئے بہترین خوشیوں کے دن ہونے چاہئیں۔ ایک طرف تو تمہارا یہ برتاؤ، یہ عمل ہے، اور دوسری طرف — الفاظ، الفاظ اور الفاظ... بتاؤ کیا میں حق بجانب نہیں ہوں؟ اور اس کے بعد، جب کہ خود تم ہر طرف سے قصوروار ٹھیرتے ہو، مجھے الزام دیتے ہو؟"

پرنس کہہ چکا۔ وہ اپنے زور بیان سے خود ہی محظوظ ہوا اور اپنا فاتحانہ انداز ہم سے چھپا نہیں سکا۔ جب الیوشا نے نتاشا کی بپتا سنی تو اس نے درد بھری نظر سے نتاشا کو دیکھا، لیکن نتاشا پہلے ہی فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔

"بس، الیوشا، رنج نہ کرو"، نتاشا نے کہا۔ "دوسرے لوگ تم سے زیادہ قصوروار ہیں۔ بیٹھ جاؤ اور سنو میں جو کچھ تمہارے والد بزرگوار سے کہنےوالی ہوں۔ وقت آ گیا ہے کہ قصہ ختم کیا جائے!"

"ہاں ہاں، نتالیا نکولائیونا، جو کچھ جی میں ہے کہہ ڈالئے!"، پرنس نے چمک کر کہا۔ "میں آپ سے اصرار کرتا ہوں۔ میں کوئی دو گھنٹے سے یہ پہیلیاں سن رہا ہوں، اور اب میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے۔ میں صاف کہے دیتا ہوں کہ مجھے یہاں اس قسم کے خیرمقدم کی امید نہ تھی۔"

"شاید ایسا ہو۔ کیونکہ آپ نے سوچا تھا کہ ہمیں لفظوں کے طلسم میں گرفتار کر لیں‌گے اور آپ کی درپردہ نیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں جائےگا۔ آپ سے کہنا سننا کیا، آپ خود سب کچھ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ الیوشا صحیح کہتا ہے۔ آپ کی اولین خواہش یہ ہے کہ ہم دونوں میں کھنڈت ڈال دی جائے۔ آپ پہلے سے، بہت اچھی طرح سے اپنے دل میں جانتے تھے کہ منگل کی شام کے بعد یہاں کیا ہونےوالا ہے اور آپ ہی نے گویا انگلیوں پر گن گن کر اس کا حساب لگا لیا تھا۔ میں آپ سے پہلے ہی

19*

کہہ چکی ہوں کہ آپ سنجیدگی سے نہ تو مجھے دیکھتے ہیں اور نہ
پنی اس تجویز کو جو خود آپ کی طرف سے آئی۔ آپ ہم سے
ذاق کر رہے ہیں، کھیل رہے ہیں اور اپنا کام نکالنے پر تلے
ہوئے ہیں۔ کھیل آپ کا پکا ہے۔ الیوشا بالکل حق بجانب تھا جب
س نے آپ کو برا بھلا کہا کہ آپ اس پورے معاملے کو شیخ چلی
کی کہانی بنائے دے رہے ہیں۔ آپ کو تو بجائے اس کے کہ
لیوشا کو ملامت کرتے، اور خوش ہونا چاہئے تھا کہ اس نے
نجانے میں وہی سب کیا جو آپ اس سے توقع کرتے تھے۔''
میں حیرت سے پتھرا گیا۔ مجھے پہلے سے اندیشہ تھا کہ آج
کی شام کوئی نہ کوئی ہنگامہ برپا ہوکر رہےگا۔ لیکن نتاشا نے
جو کھل کر بےباکی سے اپنے جی کی کہہ ڈالی اور وہ بھی بےپردہ
توہین آمیز لب و لہجے میں، اس نے مجھے حددرجہ حیران کر دیا۔
تو اسے ضرور کچھ نہ کچھ معلوم ہوگا، میں نے جی میں سوچا اور
ابھی اس نے اٹل فیصلہ کر لیا ہے کہ آر یا پار کرکے چھوڑےگی۔
ممکن ہے کہ نتاشا کو پرنس کی آمد کا بہت بےچینی سے انتظار
رہا ہو تاکہ جو کہنا ہے سب کچھ اس کے منہ پر کہہ ڈالے۔
پرنس کا چہرہ ذرا پیلا پڑ گیا۔ الیوشا کے چہرے سے ایک بےمعنی
خوف اور تکلیف‌دہ اندیشہ ٹپک رہا تھا۔
''ذرا آپ سوچئے تو، کس بات کا الزام ابھی ابھی آپ نے مجھے
دیا ہے!،، پرنس ایک دم بول پڑا۔ ''اچھا ہوتا کہ آپ اپنے الفاظ
پر ذرا غور کر لیتیں... میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔،،
''اوہو! تو آپ مختصر لفظوں میں سننے کو تیار نہیں ہیں،،
نتاشا بولی۔ ''اور تو اور، یہ لیجئے خود الیوشا بھی آپ کو ٹھیک
اسی طرح سمجھا جیسے میں۔ حالانکہ ہماری ایک دوسرے سے
بات بھی نہیں ہوئی، ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا تک نہیں۔
اسے بھی یہی خیال گزرا کہ آپ ہمارے ساتھ بہت گرا ہوا اور
توہین‌آمیز کھیل کھیل رہے ہیں۔ اور الیوشا تو بہرحال آپ
سے محبت کرتا ہے، آپ کے ایک ایک لفظ پر ایسا ایمان رکھتا
ہے جیسے آسمان سے نازل ہوا ہو۔ آپ نے اسے بھی ضروری نہیں
سمجھا کہ اس کے سامنے احتیاط برتیں اور ہوشیاری سے کام لیں،
آپ نے سوچا کہ الیوشا آپ کے دل کی بات کیا بھانپ سکتا ہے۔ لیکن
اس کے پاس نازک، حساس اور اثر قبول کرنے والا دل ہے اور آپ

کے الفاظ، آپ کا لہجہ، جیسا کہ اس کا بیان ہے، اس کے دل میں زخم کا نشان چھوڑ گئے ہیں...،،

''میں کچھ نہیں سمجھ رہا ہوں، کچھ نہیں!،، پرنس نے میری طرف منہ کرکے اور ایسی صورت بنا کے جیسے وہ حیرت اور الجھن میں ڈوبا ہوا ہو، وہی جملہ دھرایا گویا وہ مجھے گواہ بنا رہا ہو۔ وہ بدحواس بھی ہو رہا تھا اور اضطراب کے عالم میں بھی تھا۔ ''آپ شکی ہو رہی ہیں، آپ اندیشے میں پڑ گئی ہیں،، وہ نتاشا کو خطاب کرکے بولتا چلا گیا۔ ''حقیقت صرف اتنی ہے کہ آپ کو کاتیرینا فیودوروونا سے جلن ہو رہی ہے۔ اور اس غصے میں ہر ایک کو قصوروار ٹھیرانے پر تلی ہوئی ہیں — خاص طور پر مجھے... اور یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ کے مزاج کے بارے میں عجیب سی رائے قائم کی جا سکتی ہے... مجھے اس قسم کی صورت‌حال بھگتنے کی عادت نہیں ہے۔ اگر میرے بیٹے کی غرض نہ ہوتی تو میں یہاں اب ایک منٹ بھی نہیں ٹھیرتا... خیر، میں پھر بھی توقع کرتا ہوں کیا آپ مہربانی فرما کر اپنی بات صاف کر دیں گی؟،،

''اچھا تو آپ کا اصرار ابھی بدستور قائم ہے اور آپ باوجود ے کہ اس معاملے کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر دو لفظوں میں سمجھنے کو تیار نہیں۔ تو گویا آپ کی مرضی یہی ہے کہ میں صاف صاف آپ کے منہ پر سب کچھ کہہ ڈالوں؟،،

''مجھے صرف اسی کی بےتابی ہے۔،،

''اچھا یوں ہے، تو پھر سنئے،، نتاشا ڈٹ کر بولی۔ اس کی آنکھیں غصے سے چمک رہی تھیں۔ ''میں سب کچھ کہے دیتی ہوں، سب کچھ! اول سے آخر تک!،،

تیسرا باب

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑے ہوکر بولنے لگی۔ جوش کے مارے اسے خود اس کا احساس نہیں تھا۔ پرنس سنتا رہا، سنتا رہا، پھر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ سارا منظر بہت بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔

''آپ اپنے سنگل کے روز کے الفاظ یاد کیجئے،، نتاشا نے کہنا

شروع کیا۔ ''آپ نے کہا تھا کہ آپ کو روپیہ چاہئے، وهی پٹا هوا راسته که سماج میں حیثیت چاهئے۔ آپ کو یاد ہے؟''

''یاد ہے۔''

''اچھا تو اس غرض سے کہ یہ روپیہ کھینچا جائے، اور جو فائدے آپ کے هاتھ سے نکلے جا رہے هیں انهیں تھام لیا جائے، آپ سنگل کے روز یہاں تشریف لائے تھے اور آپ نے منگنی کا ڈرامه کھیلا تھا، یه سمجھ کر کہ مذاق کی حرکت سے آپ اسے گرفت میں لے سکیں گے جو چھوٹا جا رہا ہے۔''

''نتاشا'' میں چیخ پڑا ''تمہیں هوش ہے، کیا کہہ رهی هو؟''

''مذاق کی حرکت! حساب‌فهمی!'' پرنس نے اس انداز سے یه لفظ دهرایا گویا اس کی شان میں سخت گستاخی کی گئی ہے۔

الیوشا غم سے دل مسوسے بیٹھا تھا اور ایسے دیکھ رها تھا جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نه آ رها هو۔

''هاں هاں، مجھے روکو مت۔ میں قسم کھا چکی هوں که اب سبھی کچھ کہہ ڈالوں!'' نتاشا جھنجھلاهٹ میں بولتی چلی گئی۔ ''آپ کو خود یاد هوگا که الیوشا آپ کی بات نهیں سنتا تھا۔ پورے چھه مهینے آپ اپنی سی کوشش کرتے رہے که اسے مجھ سے دور کر دیں، لیکن اس نے آپ کی مرضی کے خلاف کیا۔ اور پھر ایک دم وہ وقت آ گیا جب آپ ایک لمحه بھی جانے نهیں دے سکتے تھے۔ اگر آپ یه لمحه نکل جانے دیتے، یعنی لڑکی اور روپیه هاتھ سے چلا جاتا، سب سے اول روپیه هی کهنا چاهئے، تو پھر تیس لاکھ روبل کا جهیز آپ کے پنجے سے نکل گیا تھا۔ اب آپ کے سامنے صرف ایک هی راسته رہ گیا تھا که الیوشا کو اس لڑکی سے محبت کرا دیں جسے آپ نے اس کے لئے چنا ہے۔ آپ نے سوچا که یوں هو جائے تو پھر وہ مجھ سے رخ پھیر لے گا...''

''نتاشا، نتاشا!'' الیوشا درد سے چلایا۔ ''تم کہہ کیا رهی هو!''

''چنانچه آپ نے یهی کیا'' وہ الیوشا کی پکار پر کان دهرے بغیر کہتی چلی گئی۔ ''لیکن پھر وهی قصه پیش آیا۔ سب کچھ ٹھیک طرح چلتا، لیکن میری وجه سے پھر رکاوٹ پڑنے لگی۔ اب آخر میں ایک هی امید کی صورت رہ گئی — آپ جیسے هوشیار، تجربه کار آدمی نے تبھی بھانپ لیا هوگا که الیوشا بعض اوقات اپنے پرانے بندھن

سے اکتایا ہوا لگتا ہے۔ آپ کی نظر سے یہ بات بچ کر نہیں جا سکتی تھی کہ وہ مجھ سے کترانے لگا تھا، جان چرانے لگا تھا اور کبھی پانچ پانچ دن مجھ سے دور رہتا تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ بس اب وہ مجھ سے بالکل ہی اکتا جائے گا اور الگ ہو جائے گا کہ اتنے میں منگل کے روز الیوشا نے وہ باعزم قدم اٹھایا جس نے آپ کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اب آپ کیا کرتے!..،،

"مجھے عرض کرنے دیجئے کہ اس کے برخلاف یہ واقعہ...،،

"میں کہتی ہوں کہ،، نتاشا نے ثابت‌قدمی سے اسے کاٹ دیا "آپ نے اس روز خود سے سوال کیا کہ 'اب میں کیا کروں؟، اور فیصلہ کیا کہ مجھ سے اسے شادی کرنے دیا جائے۔ حقیقت میں نہیں بلکہ محض لفظی طور پر، تاکہ اسے قرار آ جائے۔ شادی کی تاریخ کو آپ نے جی میں سوچ لیا کہ جب تک دل چاہے برابر ٹالا جا سکتا ہے۔ اور اس دوران نئی محبت برابر بڑھتی گئی۔ آپ نے اس کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور اس نئی محبت کے پروان چڑھنے پر آپ نے سب کچھ منحصر کر دیا تھا۔،،

"خیال‌آرائی ہے، خیال‌آرائی،، پرنس نے دھیمی آواز میں یہ لفظ ادا کئے جیسے خود سے کہے ہوں۔ "تن تنہائی، پروازخیال اور ناولوں کی پڑھائی۔،،

"ہاں تو آپ نے اس نئی محبت پر ہر چیز کا انحصار کر دیا،، نتاشا نے پرنس کی بات سنے یا اس کے لفظوں پر دھیان دئے بغیر پھر وہی جملہ دہرایا۔ اور زیادہ ابال میں بےاختیار کہتی چلی گئی "اور کیسے کیسے حالات تھے اس نئی محبت کے پروان چڑھنے کو! شروعات تو تبھی ہو گئی تھی جب الیوشا کو اس لڑکی کے کمالات تک کی پوری طرح خبر نہ تھی! عین اس وقت جب الیوشا نے اس رات لڑکی کو بتایا کہ وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا کیونکہ فرض اور دوسری محبت اس کو ایسا کرنے سے باز رکھتے ہیں تو لڑکی نے اس کے سامنے فوراً ایسی عالی‌ظرفی کا، خود اس سے اور اپنی رقیب سے ایسی ہمدردی کا اور دل سے معاف کر دینے کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اگرچہ وہ پہلے بھی اس کی خوبصورتی کا دل سے معتقد تھا مگر پھر بھی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اس قدر لاجواب لڑکی ہوگی۔ وہاں سے لوٹ کر جب وہ میرے پاس آیا تو سوائے اس لڑکی کے اور کوئی بات اس کے منہ سے نکلتی ہی نہ تھی، دل

دماغ پر وہ اس بری طرح چھائی ہوئی تھی۔ اب دوسرے دن تو
ں ہی ہو گیا تھا کہ وہ اس عالیٰظرفی کی پتلی کی زیارت کرنے
ئے چاہے صرف شکرگزاری کے خیال سے ہی ملنا کیوں نہ ہو۔ اور
ر کیوں نہ جاتا وہ اس سے ملنے؟ پرانی محبت کو تو کوئی خطرہ
نہیں گیا تھا۔ وہ تو پکی ہو ہی چکی تھی اور ساری عمر اسی
، ہونےوالی تھی جب کہ دوسری سے صرف دم‌بھر کی ملاقات کی جا
کتی تھی... اور اگر نتاشا اس دم‌بھر کی ملاقات سے بھی جل
ئے تو وہ کس قدر ناشکری نکلےگی۔ ایک بار وہاں گیا تو خود
، کا احساس کئے بغیر اس نے نتاشا سے ایک منٹ نہیں چھینا بلکہ
ک دن، دو دن، تین دن... اور اسی اثنا میں، ان تین دنوں میں
، لڑکی نے خود کو ایسے نئے اور اچھوتے رنگ میں پیش کیا، ایسی
لیٰظرفی دکھائی اور تپاک برتا اور ساتھ ساتھ ایسی سادہ‌لوحی سے
ام لیا جو دراصل خود الیوشا کی خصوصیت تھی۔ چنانچہ اس پر
نوں میں ایسی پکی دوستی اور برادرانہ تعلقات کا عہد ہوا جو
ر ہو۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا ہونا نہیں چاہتے۔ 'بس
نچ چھ گھنٹے کی بات‌چیت کے بعد ہی، اس کی روح نئی لہریں
حسوس کرتی ہے اور اس کا دل قابو سے باہر ہو جاتا ہے...
ب اپنی جگہ سوچ رہے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے جب وہ اپنی
انی محبت کا نئی اور تازہ‌دم لہروں سے مقابلہ کرکے دیکھےگا—
ھاں کیا ہے، سب جانا پہچانا، سدا کا سا، گمبھیر اور نپاتلا،
ھاں اس سے جلن رکھی جاتی ہے، ملامت کی جاتی ہے، وہاں
سو ہیں... اور اگر کبھی ہنسی خوشی سے بھی ملتے ہیں اور
ھیڑ چھاڑ کرتے ہیں تو اسے برابر کا نہیں، بلکہ بچہ سمجھ کر
یا جاتا ہے... اور پھر اصل میں تو یہ ہے کہ یہاں سب کچھ
ام سا ہے، جانا بوجھا...''

آنسو اور سخت تشنج کی حالت اس پر طاری ہو رہی تھی تاہم
ناشا خود کو منٹ بھر سنبھالے رہی۔

''پھر آئندہ کیا ہو؟ آئندہ وقت تو ہے۔ نتاشا سے شادی کی
اریخ تو پکی ہے نہیں۔ بہت وقت پڑا ہے اور پھر سب کچھ بدل
ھی سکتا ہے... اور اس کے علاوہ آپ موجود ہوں‌گے۔ الفاظ،
شارے، دلیلیں، خوش‌بیانی... بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس
صیبت‌زدہ نتاشا پر کوئی الزام دھر دیا جائے۔ اسے غلط روشنی میں

پیش کیا جا سکتا ہے اور ... جیسے بھی موقع پڑ جائے، کچھ ,
تھوڑئی ہے، لیکن آخر میں جیت آپ کی ہی ہوگی۔ الیوشا، مجھ
قصوروار نہ سمجھنا، میرے پیارے! یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہار
محبت سے واقف نہیں ہوں اور دل سے اس کی قدر نہیں کرتی۔ م
جانتی ہوں کہ تم مجھ سے اب بھی محبت کرتے ہو اور غا
فی‌الحال میری شکایتوں کا مطلب بھی نہیں سمجھ رہے ہو۔ م
خوب سمجھتی ہوں کہ یہ سب کچھ کہہ کر میں نے زیادتی
ہے، بہت ہی ناانصافی کی ہے۔ مگر کیا کیا جائے — میں ان سد
باتوں کو سمجھتی جو ہوں اور اسی کے ساتھ تم سے اور زیاد
اور زیادہ محبت کرتی ہوں... بالکل... دیوانہ‌وار!..،،

اس نے ہاتھوں میں منہ چھپالیا، کرسی پر پیچھے ڈھلک گئی او
بچوں کی طرح سسکیاں لینے لگی۔ الیوشا کے منہ سے چیخ نکل گئ
اور وہ اس کی طرف جھپٹا۔ ایسا کبھی ممکن نہ تھا کہ نتاشا ک
آنسو دیکھ‌کر اس کے خود آنسو نہ آجائیں۔

صاف لگتا تھا کہ نتاشا کی سسکیوں نے پرنس کو سہارا دیا۔
نتاشا نے اتنی دیر تک صاف‌بیانی کے سلسلے میں جو زور اور شدت
دکھائی تھی اور اس پر جی توڑکر حملہ کیا تھا، جو بہرحال
اسے ناگوار گزرنا ہی تھا چاہے محض اپنی شان کے خیال سے ہو
یہ سب بڑی آسانی کے ساتھ نتاشا کی نادان رقابت کی آگ سے، اس
کی مجروح محبت سے بلکہ اس کی بیماری سے منسوب کیا جا سکتا
تھا۔ اور اس سے ہمدردی جتانا بھی تقاضائے مصلحت ہو گیا تھا..

''بس، بس، اپنا دل نہ دکھائیے۔ غم نہ کیجئے نتالیا نکولائیونا،
پرنس نے اسے دلاسا دیا۔ ''یہ سب غصے کی آگ ہے، بیکار سوچنے
کا نتیجہ ہے، اکیلے‌پن کا اثر ہے... آپ کو اس لڑکے کی لاپروائی
نے صدمہ پہنچایا ہے... مگر آپ جانیے، یہ سب محض لاپروائی
ہے اس کی۔ سب سے اہم واقعہ جس پر خود آپ نے اتنا زور دیا
یعنی منگل کے روز جو پیش آیا تھا، وہی اس کے دل میں آپ کی
گہری محبت کا ثبوت دینے کو کافی تھا، مگر آپ ہیں کہ الٹی
یہ سوچ بیٹھیں...،،

''افوہ، اب مجھ سے کچھ نہ کہیے، مجھے اور دکھ نہ دیجئے
اس وقت!،، نتاشا نے تڑپ‌کر روتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔
''میرے دل نے مجھ سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ اور آج نہیں،

ت دن پہلے! کیا آپ کا خیال ہے کہ میں اتنا نہیں سمجھتی
ہ اس کی پہلی محبت سب گزر گئی... یہاں، اس کمرے میں،
کیلی پڑی ہوئی... جب وہ مجھے چھوڑ کر چل دیا، مجھے بھول
یا... تو مجھ پر سب کچھ بیت گیا... میں نے ہر بات کو
رچا... اور کرنا ہی کیا تھا مجھے! الیوشا، میں تمہیں الزام
ہیں دیتی... آپ کیوں مجھ سے دھوکا کر رہے ہیں؟ کہیں
پ یہ نہ سمجھ لیں کہ میں نے خود کو دھوکا دینے کی کوشش
، کی ہوگی۔ ہائے، کتنی بار — کتنی بار کی! بھلا کیا میں نے
ں کی آواز کی ایک ایک جھنکار کو غور سے نہیں سنا ہے؟ کیا
ں کے چہرے کی حالت پڑھنا مجھے نہیں آتا؟ کیا اس کی آنکھوں
کا مطلب سمجھنا نہیں آتا مجھے؟.. مگر اب سب، سب کچھ
ا ک میں مل گیا۔ سب دفن ہو گیا... ہائے، میں کیسی بدنصیب
ہوں!..''

الیوشا اس کے سامنے گھٹنوں پر جھکا ہوا رو رہا تھا۔

''ہاں، ہاں، یہ سب میرا قصور ہے۔ یہ سب میری بدولت
ہوا!'' وہ سسکیاں لیتے ہوئے دھراتا رہا۔

''نہیں، خود کو خطاوار نہ ٹھیراؤ، الیوشا... اور لوگ ہیں...
ہمارے دشمن!.. یہ سب ان کے کرتوت... ان کے!''

''لیکن پھر بھی، اجازت دیجئے'' پرنس نے کسی قدر بےتابی
سے کہنا شروع کیا ''یہ جاننے کی کہ کس بنیاد پر آپ یہ سب
میرے نام سے منسوب کر رہی ہیں... یہ کرتوت؟ یہ تمام آپ
ے اپنے دل سے سوچ لئے ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت تو ہے نہیں...''

''کوئی ثبوت ہی نہیں؟'' نتاشا تیزی کے ساتھ آرام کرسی
سے اٹھتے ہوئے چلائی۔ ''آپ کو ثبوت بھی چاہئے چالباز آدمی!
پ کا ہرگز کوئی اور مقصد ہو نہیں سکتا تھا، ہو ہی نہیں
سکتا تھا جب آپ یہاں اپنی تجویز لے کر آئے۔ آپ کو ضرورت
تھی کہ بیٹے کو ادھر سے مطمئن کر دیں، اس کے ضمیر کو
ٹھنڈا کردیں تاکہ وہ اب آزاد اور پرسکون ذہن کے ساتھ خود کو
کاتیا کے حوالے کردے۔ اس کے بغیر وہ ہمیشہ میرا خیال کرتا
اور آپ کی مرضی کے آگے سر جھکانے سے انکار کرتا رہتا اور آپ
انتظار کرتے کرتے تھک چکے تھے۔ اب کہیے، کیا یہ سچ نہیں
ہے؟''

''سانتا ہوں،، پرنس نے طنزیہ تبسم کے ساتھ کہا ''اگر م
آپ کو دھوکا دینا چاہتا تو میں اسی طرح حساب لگاتا۔ آپ بہت.
بہت ہی حاضر دماغ ہیں۔ لیکن ثبوت پہلے ہونا چاہئے تھا ت
آپ اس طرح سخت جملوں سے لوگوں کی توہین کرتیں...،،
''ثبوت! اور آپ کا پہلے کا تمام سلوک جو اسے مجھ
توڑنے کے لئے آپ کرتے رہے ہیں؟ جو شخص اپنے بیٹے کو
سکھائے کہ اس قسم کی ذمہ‌داریوں کی پروا نہ کرو اور ان
کھیلے جاؤ — دنیاوی وجاہت کی خاطر، روپے کی خاطر —
اولاد کو بگاڑ رہا ہے! ابھی ابھی آپ نے سیڑھیوں کے بارے م
اور اس بڑے مکان کے متعلق کیا کچھ کہا؟ تو کیا آپ نے ہ
اس کی تنخواہ بند کرکے، جو پہلے دیا کرتے تھے، یہ دباؤ ڈال
کی کوشش نہیں کی کہ ہم احتیاج اور بھوک کے مارے ایک
دوسرے سے ناطہ توڑ لیں؟ آپ ہی کی بدولت ہے یہ مکان اور
سیڑھیاں اور اب آپ ہی اس کا الزام الیوشا کے سر تھوپ رہے
ہیں، بڑے آئے دو رخے آدمی! اور اس روز رات کو وہ آگ آپ
میں کہاں سے سلگ اٹھی تھی اور کہاں سے وہ نئے اور آپ کی
طبیعت کے خلاف ارادے ابل پڑے تھے؟ میں آپ کے لئے اتنی ضروری
کس لئے ہو گئی تھی؟ چار دن ہو گئے ہیں مجھے اس کمرے
میں آگے پیچھے ٹہلتے ہوئے اور برابر اسی پر غور کرتی رہی ہوں
میں نے آپ کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو تولا ہے
آپ کے چہرے کی ایک ایک کیفیت کو جانچا ہے اور اب مجھے
پورا یقین ہو گیا ہے کہ یہ سب محض بناوٹ تھی، ایک گرا ہوا
توہین‌آمیز سوانگ... میں آپ کو جانتی ہوں، بہت زمانے سے
جانتی ہوں! جب کبھی الیوشا آپ سے ملنے کے بعد یہاں میرے
پاس آیا تو اس کی صورت دیکھتے ہی مجھے معلوم ہو جاتا تھا کہ
آپ اسے کیا سکھاتے پڑھاتے رہے ہوں گے اور کیا اثر ڈال رہے
ہوں گے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس پر آپ کا اثر کیا کام
کر رہا ہے! نہیں، آپ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے! شاید آپ
نے کوئی اور حساب اپنے جی میں لگا رکھا ہو اور ممکن ہے
میرے منہ سے ابھی اصل بات نہ نکلی ہو، لیکن خیر، سب ٹھیک
ہے! آپ مجھے دھوکا دیتے رہے ہیں، یہی سب سے اہم ہے۔ اور
یہی آپ سے آپ کے منہ پر کہہ دینے والی تھی!..،،

''بس، اتنا ہی؟ بس یہی ثبوت ہیں آپ کے پاس؟ مگر ذرا سوچ لیجئے، آگ انگارہ خاتون — اس سوانگ سے (جیسا کہ آپ نے سنگل کی رات والی میری پیش کش کو قرار دیا ہے) میں نے خود کو بہت ہی باندھ لیا۔ یہ میرے لئے بہت غیرذمہ دارانہ حرکت ہوتی۔''

''کیسے؟ آپ نے خود کو کیسے باندھ لیا؟ آپ کی نظر میں مجھے فریب دینے کی حیثیت ہی کیا؟ اور پھر کسی معمولی لڑکی کی توہین سے فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ کیا ہے، گھر سے بھاگی ہوئی ایک بدنصیب لڑکی، جسے اس کے باپ نے ٹھکرا دیا، بے یار و مددگار، جو خود کو پہلے ہی گرا چکی ہے اور دھتکاری ہوئی ہے! بھلا اس میں جھجکنے اور تکلف کرنے کی کیا ضرورت، اگر اس مذاق سے کوئی بھی کام نکلتا ہو، بہت ہی معمولی سے معمولی فائدہ ہوتا ہو!''

''ذرا سوچئے، آپ خود کو کس حیثیت میں رکھ رہی ہیں، نتالیا نکولائیونا! آپ ویسے تو اس پر حجت کر رہی ہیں کہ میری وجہ سے آپ کی توہین ہوئی۔ لیکن یہ تذلیل اتنی بڑی ہے، اس درجہ گری ہوئی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس کا گمان بھی کیونکر کیا جا سکتا ہے چہ جائیکہ اس پر اصرار کیا جائے۔ غالباً آپ اس بات کی عادی ہیں جو اتنی آسانی سے یہ گمان کر لیا، معاف کیجئے گا اس جملے کو۔ آپ کو برا بھلا کہنے کا مجھے حق پہنچتا ہے کیونکہ آپ میرے بیٹے کو میرے ہی خلاف کر رہی ہیں۔ اگر وہ اس وقت آپ کی حمایت میں میرے خلاف نہیں اٹھا تو کیا ہوا، اس کا دل تو مجھ سے پھر گیا...''

''نہیں ابا، نہیں'' الیوشا چیخا ''اگر میں تمہارے خلاف نہیں اٹھا ہوں تو اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ تم توہین نہیں کر سکتے۔ اور مجھے خود یقین نہیں آ رہا ہے کہ اس طرح کسی کی توہین کی جا سکتی ہے!''

''سنتی ہیں آپ؟'' پرنس نے پکار کر کہا۔

''نتاشا، سب قصور میرا ہے۔ انہیں الزام نہ دو۔ یہ گستاخی ہے اور بڑا پاپ ہے!''

''سنتے ہو وانیا، وہ ابھی سے میرے خلاف ہے!'' نتاشا چلائی۔

''بس، بہت ہوا!'' پرنس بولا ''اس ناگوار منظر کا خاتمہ ہی

کر دینا چاہئے۔ یہ ہر قید و بند سے آزاد رقابت اور جلن کا اندھا
اور وحشیانہ بخار آپ کے مزاج کی تصویر کشی کرتا ہے اور آپ
کی تصویر بالکل ہی نئے رخ سے دکھاتا ہے۔ مجھے آپ کی طرف
سے اندیشہ ہو گیا۔ ہم نے جلدبازی سے کام لیا، واقعی جلدبازی
ہو گئی۔ آپ نے تو غالباً اس پر دھیان بھی نہ دیا ہوگا کہ میری
کتنی توہین کی ہے۔ آپ کے لئے یہ کچھ بھی نہیں۔ جلدبازی
ہو گئی... ہم سے جلدبازی ہو گئی۔ واقعی، ویسے تو مجھے
اپنے قول کا پاس ہونا چاہئے... لیکن میں باپ ہوں اور اپنے بیٹے
کی زندگی کا سکھ چاہتا ہوں...،،

''تو آپ اپنے لفظوں سے مکر رہے ہیں،، نتاشا آپے سے باہر
ہوکر چیخ پڑی۔ ''آپ کو موقع مل گیا۔ لیکن آپ جانتے ہیں،
میں خود، دو دن ہو گئے یہاں پر، تن‌تنہا، فیصلہ کر چکی ہوں
کہ اسے اس کے قول سے آزاد کر دوں اور اب میں سبھوں کے سامنے
وہی دہراتی ہوں — مجھے انکار ہے اس رشتے سے!،،

''ہاں تو یہ بات ہے، شاید آپ چاہتی ہیں کہ اس پر پہلے
کی فکریں پھر مسلط ہو جائیں۔ فرض کا احساس پھر غالب آئے
اور 'اپنی ذمہ‌داریوں کی تمام‌تر پریشانی، پھر ستانے لگے (جیسا کہ
آپ ابھی اپنی زبان سے کہہ چکی ہیں) تاکہ پہلے کی طرح وہ خود
کو آپ کا پابند محسوس کرے۔ خود آپ ہی کے نظریے سے اس
کی تائید ہوتی ہے۔ اور اسی لئے میں کہہ بھی رہا ہوں۔ لیکن
کافی ہے۔ وقت خود فیصلہ کر دےگا۔ میں کبھی اطمینان کے لمحے
اپنی صفائی دوں‌گا۔ مجھے امید ہے کہ ہم اپنے تعلقات ہمیشہ کے لئے
نہیں توڑ رہے ہیں۔ اور یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے
ٹھیک طرح سمجھنا سیکھیں‌گی۔ آج ہی میں سوچ کر آیا تھا کہ آپ
کے گھر والوں کے بارے میں جو سبیل میں نے نکالی ہے وہ آپ سے
بیان کروں‌گا، اور آپ خود دیکھ لیتیں کہ... مگر خیر! ایوان
پترووچ!،، اس نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا ''اب میں پہلے
سے بھی زیادہ اس بات کی قدر کروں‌گا کہ آپ سے نزدیکی تعلقات
قائم ہوں۔ اور اس کا کیا ذکر کہ یہ میری دیرینہ آرزو ہے۔
امید ہے کہ آپ اسے مانیں‌گے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں
دو ایک دن میں آپ کے ہاں حاضر ہوں؟،،

میں نے سر جھکایا۔ خود مجھے بھی ایسا لگا کہ اب میں اس

سے تعلقات رکھنے سے کترا نہیں سکوں گا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا، خاموشی سے نتاشا کے آگے سر جھکا کر سلام کیا اور اس انداز سے نکل گیا گویا اس کی شان میں بےادبی کی گئی ہو۔

چوتھا باب

کئی منٹ تک ہمارے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ نتاشا خیالوں میں ڈوبی، اداس اور کچلی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کی ساری قوت ناگہاں زائل ہو چکی تھی۔ نظریں سامنے تھیں اور کچھ نہیں دیکھ رہی تھی جیسے گم سم ہو، الیوشا کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ وہ چپ چاپ آنسوؤں میں اپنا غم بہا رہا تھا اور بار بار سہمے ہوئے تجسس سے اس پر نظر ڈال لیتا تھا۔

آخر میں وہ دبے دبے اس کو تسلی دینے لگا، کہنے لگا کہ اپنا دل نہ دکھاؤ، خود کو ملامت کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ باپ کے سر سے الزام اتارنا چاہتا ہے اور یہی بات خاص طور سے اس کے دل پر بوجھ بنی ہوئی تھی۔ اس نے کئی بار یہ موضوع چھیڑا لیکن ہمت نہ پڑی، اس ڈر سے کہ کہیں نتاشا میں پھر غصے کی لپٹ نہ اٹھے۔ اس نے اپنی اسر اور اٹل محبت کا واسطہ دیا اور کاتیا سے اپنے دلی جذبات کی صفائی دی یہ کہہ کر کہ وہ کاتیا سے بس بہن کی طرح محبت کرتا ہے۔ پیاری، عزیز بہن کی طرح اسے چاہتا ہے اور بالکل قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا کاتیا کے ساتھ بدسلوکی اور زیادتی ہوگی اور بار بار یقین دلاتا رہا کہ اگر نتاشا کی کاتیا سے ملاقات ہو جائے تو دونوں فوراً دوست بن جائیں گی اس حد تک کہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی اور غلط فہمی کا امکان ہی ہمیشہ کے لئے اٹھ جائے گا۔ اس خیال سے ہی اسے بڑی امید تھی۔ بےچارہ لڑکا تھا دیانت‌دار۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نتاشا کو کیا خطرے نظر آ رہے ہیں اور واقعی اچھی طرح اس کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ ابھی ابھی نتاشا نے اس کے باپ کو کیا جتایا ہے۔ وہ سمجھ سکا تو صرف اس قدر کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور یہی بات اس کے سینے پر پتھر کی سل کی طرح رکھی تھی۔

''کیا تم اپنے باپ کی طرف سے مجھے قصوروار ٹھیراتے ہو؟''
نتاشا نے پوچھا۔
''میں بھلا تمہیں کیسے الزام دے سکتا ہوں جبکہ میں خود ہی قصوروار ہوں ان سب باتوں کا!'' اس نے کڑوے احساس کے ساتھ کہا۔ ''اور یہ سب میری ہی خطا ہے۔ میں نے ہی تمہیں اس قدر غصہ دلایا اور غصے میں تم ان پر برس پڑیں کیونکہ میری کوئی خطا نہیں نکالنا چاہتی تھیں۔ تم ہمیشہ میری حمایت کرتی ہو، اور میں اس قابل نہیں ہوں۔ تمہیں کسی نہ کسی پر تو الزام ڈالنا ہی تھا، ان پر ڈال دیا۔ مگر سچ کہتا ہوں، بالکل سچ کہ وہ قصوروار نہیں ہیں!'' الیوشا تہہ دل سے باآواز بلند بولا۔ ''اور کیا وہ یہ خیال لےکر یہاں آئے ہوں گے؟ کیا انہیں ایسی بات کی امید ہوگی یہاں پر؟''
لیکن یہ دیکھتے ہی کہ نتاشا اسے شکوے اور ملامت کی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے، وہ فوراً ٹھٹھک گیا۔
''اچھا معاف کرو۔ اب میں کچھ بھی نہیں کہوں گا'' وہ بولا۔ ''سب خطا میری ہی ہے!''
''ہاں، الیوشا'' وہ دل میں قلق لئے ہوئے بولی۔ ''اب وہ ہمارے درمیان دیوار بن گئے اور ہمارا سارا چین سکون خاک میں ملا دیا، عمر بھر کے لئے۔ تم ہمیشہ میری بات کا اعتبار کرتے تھے، سب سے زیادہ۔ اب انہوں نے میری طرف سے تمہارے دل میں شک و شبہ کا زہر گھول دیا۔ اب تم مجھے الزام دے رہے ہو۔ وہ مجھ سے تمہارا آدھا دل چھین کر لے گئے۔ کالی بلی ہمارے بیچ سے راستہ کاٹ گئی۔''
''ایسے مت کہو، نتاشا۔ ایسے کیوں کہتی ہو 'کالی بلی،؟'' اسے یہ استعارا ناگوار گزرا۔
''انہوں نے اپنی جھوٹی شفقت سے اور فرضی محبت سے تمہیں اپنی طرف کھینچ لیا'' نتاشا کہتی رہی ''اور اب وہ تمہیں زیادہ سے زیادہ میرے خلاف پھیریں گے۔''
''میں قسم کھاکے کہتا ہوں کہ یہ نہیں ہوگا!'' الیوشا اور تیز ہوکر بولا۔ ''وہ صرف غصے میں تھے جو یہ کہہ گئے کہ 'ہم سے جلدبازی ہوئی'۔ تم دیکھ لینا کل، دو ایک دن میں دیکھ لینا کہ وہ پچھتائیں گے۔ اور اگر واقعی انہیں اتنا ہی غصہ آیا

ہے کہ ہماری شادی پر رضامند نہ ہوئے تو قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کی مرضی کے خلاف چلوں گا۔ غالباً مجھ میں اتنا دم ضرور ہے... اور تم جانتی ہو اس میں مدد کون کرے گا؟،، وہ اپنے خیال سے لطف لیتے ہوئے چیخا۔ ''کاتیا ہمارا ساتھ دےگی! اور تم دیکھ لینا۔ دیکھ ہی لوگی تم کہ وہ کیا لاجواب ہستی ہے! تم خود دیکھ لوگی کہ اسے تمہاری سوت بننے اور ہمارے درمیان کھنڈت ڈالنے کی کوئی خواہش نہیں! اور تم نے کیسی زیادتی کی جو ابھی یہ کہا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو شادی کے بعد دوسرے دن محبت سے منہ پھیر سکتے ہیں۔ تمہارے منہ سے ایسا سننا مجھے کتنا کڑوا لگا! میں بالکل اس قسم کا آدمی نہیں ہوں اور اگر میں بار بار کاتیا کے ہاں گیا تو...،،

''بس، الیوشا، بس کرو۔ جب جی چاہے اس کے پاس جاؤ۔ میں نے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ تم ساری بات سمجھے ہی نہیں۔ جس کے ساتھ تمہارا جی چاہے عیش کرو۔ بہرحال میں اس کے سوا تو تمہارے دل سے نہیں مانگ سکتی جتنا وہ مجھے دے سکتا ہے...،،

ساورا داخل ہوئی۔

''کیا لاؤں چائے؟ مذاق بنا رکھا ہے کہ سماوار دو گھنٹے سے کھول رہا ہے۔ گیارہ بج گئے ہیں، رات کے۔،،

وہ بگڑکر سختی سے بولی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس کا موڈ بگڑا ہوا ہے اور نتاشا پر جھلائی ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ منگل کی رات سے ہی وہ اس بات پر مزے لے رہی تھی کہ اب اس کی نوجوان مالکن کی (جس سے وہ بری طرح محبت کرتی تھی) شادی ہو جائےگی اور اس بات کو خوشی کے مارے اس نے اب تک ساری عمارت میں، دکانوں میں اور پاس پڑوس کے لوگوں میں پھیلا دیا تھا یہاں تک کہ چوکیدار سے بھی کہہ دیا تھا۔ وہ بڑھ چڑھ کر سنا رہی تھی اور دوسروں سے فاتحانہ شان سے کہتی پھرتی تھی کہ پرنس جو بہت صاحب حیثیت آدمی، جنرل اور بہت بڑے دولت‌مند شخص ہیں خود یہاں آئے تھے اور انھوں نے مالکن سے شادی کی درخواست کی ہے، اور ساورا نے خود اپنے کانوں سے یہ گفتگو سنی ہے۔ اور اب ایک دم سب کا سب ہوا ہوگیا۔ پرنس غصے میں بھرا ہوا جا چکا تھا اور اسے چائے تک

کو نہیں پوچھا گیا تھا اور یقیناً اس میں سب خطا مالکن کی ہی تھی۔ ساورا نے اپنے کانوں مالکن کے منہ سے اس کی شان میں سخت کلمے سنے تھے۔

''اچھا... ھاں لے آؤ،، نتاشا نے جواب دیا۔

''اور چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو... لاؤں کہ نہیں؟،،

''وہ بھی سہی،، نتاشا گڑبڑائی ہوئی تھی۔

''پکاتے پکاتے!،، ساورا نے کہا ''کل سے میری ٹانگیں شل ہو گئیں۔ شراب کے لئے نیفسکی تک دوڑ لگائی اور اب...،، اور وہ بگڑ کر زور سے پٹ بھیڑ کر نکل گئی۔

نتاشا سرخ ہو گئی اور کچھ عجیب نظر سے اس نے مجھے دیکھا۔ اسی اثنا میں چائے لائی گئی اور اسی کے ساتھ کچھ کھانے کا سامان لگا دیا گیا۔ چڑیا تھی، کسی قسم کی مچھلی تھی۔ یلی‌سیئف کی مشہور دکان‌والی عمدہ شراب کی دو بوتلیں تھیں۔ ''آخر کیوں یہ سب تیاریاں کی گئیں؟،، میں نے جی میں سوچا۔

''یہ ھوں میں، دیکھتے ہو وانیا، کس قسم کی عورت ھوں میں!،، نتاشا نے میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا بلکہ اسے مجھ سے بھی نظر ملاتے حیا آ رہی تھی۔ ''میں نے پہلے سے اندازہ کرلیا تھا کہ آج سب کچھ یوں ھوکر رہےگا جیسے ہوا ھے۔ پھر بھی کہیں دل کی گہرائی میں یہ امید تھی کہ ممکن ھے انجام یوں نہ ھو۔ الیوشا آئےگا، صلح صفائی کرےگا، صلح صفائی ھو جائےگی ہماری۔ میرے جتنے شکوک و شبہات ھیں، غلط نکلیں‌گے۔ میرے دل کو پھر سے ڈھارس دی جائےگی... احتیاط کے طور پر میں نے رات کے کھانے کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ ممکن ھے ھم دیر تک بیٹھیں، باتیں کرتے رھیں...،،

بچاری نتاشا! یہ جملے کہتے وقت بالکل ہی سرخ ھو گئی تھی۔ الیوشا مسرت سے بےخود ھوگیا۔

''دیکھا نتاشا!،، وہ چلایا۔ ''خود تمہیں اس کا یقین نہیں تھا۔ صرف دو گھنٹے پہلے تم کو اپنے شکوک کا اعتبار نہیں تھا! نہیں، ان سب باتوں کو صاف کرنا ھوگا۔ میں ہی قصوروار ھوں۔ سب خطا میری ھے۔ میں ہی جو کچھ ھوا ھے اس کی تلافی کروں‌گا۔ نتاشا، مجھے اس وقت ابا جان کے پاس جانے کی اجازت دے دو! مجھے ان سے ملنا چاھئے۔ انہیں ناگوار گزرا ھے۔ ان کی

ذلت ہوئی ہے۔ ان کو تسلی دینی چاہئے۔ میں ان سے سب کچھ کہوں سنوں گا، اپنی طرف سے کہوں گا، صرف اپنی طرف سے۔ تمہیں بیچ میں نہیں لاؤں گا۔ اور میں سب معاملہ ٹھیک کر لوں گا... تم ناراض نہ ہونا کہ مجھے ان کے پاس جانے کی اور تمہیں چھوڑ کر جانے کی اتنی فکر ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ مجھے ان پر ترس آ رہا ہے۔ دیکھ لینا وہ تمہارے سامنے اپنی طرف سے صفائی دیں گے... کل دن نکلتے ہی میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ سارے دن یہیں رہوں گا اور کاتیا کے ہاں نہیں جاؤں گا...''

نتاشا نے اسے روکا نہیں بلکہ اور الٹا جانے کے لئے ہی کہا۔ اسے بہت اندیشہ تھا کہ اب الیوشا جان بوجھ کر اس کے ہاں آیا کرے گا اور زبردستی دن دن بھر یہیں اس کے پاس جما رہے گا اور بالآخر اکتا جائے گا۔ اس نے البتہ الیوشا سے یہ درخواست ضرور کی کہ میری طرف سے کچھ نہ کہنا اور اسی طرح تپاک سے رخصت کے وقت مسکرانے کی بھی کوشش کی۔ وہ چلنے ہی والا تھا کہ ایک دم نتاشا کے قریب گیا، اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور پہلو میں بیٹھ گیا۔ وہ ایسی رقت سے نتاشا کو دیکھ رہا تھا کہ بیان نہیں ہو سکتی۔

''نتاشا، میری پیاری، مجھ سے خفا مت ہو۔ ہمیں کبھی آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ تم میری ہر بات کا اعتبار کروگی اور میں تمہاری ہر بات کا۔ سنو، بات کیا ہے۔ میں اب تم سے کہتا ہوں — ایک بار میرا تمہارا جھگڑا ہو گیا تھا، یاد نہیں کس بات پر۔ مگر قصور میرا تھا۔ ہم دونوں کی بات چیت بند ہو گئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ معافی مانگنے میں پہل کروں لیکن اندر ہی اندر دل بہت غم‌زدہ تھا۔ سارے شہر میں چکر کاٹتا پھرا، ایک ایک جگہ کا پھیرا کیا، دوستوں کے پاس گھومتا پھرا، لیکن دل کا بوجھ ہلکا نہ ہوا، طبیعت پر سخت گرانی رہی... پھر میرے دماغ میں آیا: کیا ہو جو تم کسی وجہ سے بیمار پڑ جاؤ اور مرجاؤ۔ جیسے ہی میں نے اس کا تصور کیا تو مجھ پر ایک دم ایسا دورہ پڑا گویا ہمیشہ کے لئے تم سے بچھڑ گیا ہوں۔ کیسے کیسے دل کو ڈبونے والے اور وحشت‌ناک خیالات آتے چلے گئے۔ رفتہ رفتہ مجھے ایسا تصور بندھا کہ تمہاری قبر پر گیا ہوں۔ وہاں تڑپ کر گر پڑا ہوں،

قبر کو گلے لگایا ہے اور غم سے نڈھال ہوکر پڑا رہا ہوں۔ خیال آیا کہ قبر کو میں نے چوما اور تمہیں پکارا اور دم بھر کے لئے تمہارے دیدار کی تمنا کی۔ خدا سے دعا کی کہ وہ اپنی رحمت سے تمہیں ایک لمحے کے لئے سہی، مگر میرے سامنے لے آئے۔ میں نے سوچا کہ میں تمہیں گلے لگانے کو کس قدر بےچین ہوکر دوڑتا، تمہیں سینے سے بھینچ لیتا، چومتا، پیار کرتا اور ایسا لگا کہ صرف اس خاطر کہ ایک لمحے کو تمہیں پہلے کی طرح اپنے بازوؤں میں لے سکوں، جان دے ڈالنا پسند کروں گا۔ جب میں یہ سب کچھ سوچ رہا تھا تو ایک دم خیال آیا — ارے ایک لمحے کے دیدار کو تو میں خدا سے دعا مانگتا پھر رہا ہوں اور چھ مہینے سے تمہارا میرا ساتھ ہے۔ اور ان چھ مہینوں میں کتنی بار ہمارے درمیان جھگڑا ہو چکا ہے، کئی کئی دن تک کے لئے بات‌چیت بند رہی ہے! کئی کئی دنوں تک ہمارے درمیان ناگواری اور کڑواہٹ رہی ہے اور ہم نے اپنی خوشیوں کی قدر تک نہیں کی ہے۔ حالانکہ میں تمہیں قبر سے باہر پکار رہا ہوں لمحے بھر کے لئے اور اس ایک لمحے کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں!.. ان تصورات کا بندھنا تھا کہ مجھ سے اور برداشت نہ ہو سکا اور میں سیدھا جتنی جلدی ممکن تھا، تمہاری طرف روانہ ہوا اور تمہیں میرا انتظار ہی تھا۔ جب ہم دونوں نے غصہ تھوک کر ایک دوسرے کو گلے سے لگایا ہے تو مجھے یاد ہے کہ میں نے تمہیں اپنے بازوؤں میں اس زور سے بھینچا تھا گویا میں تمہیں کھو رہا ہوں۔ نتاشا! ہمیں آپس میں کبھی جھگڑا نہیں کرنا چاہئے! اس سے مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ اور توبہ کرو، بھلا میں تمہیں کبھی ہمیشہ کے لئے جدا کر سکتا ہوں؟،،

نتاشا رو رہی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بہت گرم‌جوشی سے گلے لگایا اور الیوشا نے پھر ایک بار قسم کھائی کہ وہ نتاشا کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اور پھر فوراً وہ باپ کی طرف تیزی سے روانہ ہو گیا۔ اسے پکا بھروسہ تھا کہ وہ سب قصہ چکا دے گا اور بگڑی ہوئی بات پھر سے بنا دے گا۔

''بس خاتمہ ہوا۔ سب برباد ہوا!،، نتاشا نے بےاختیاری میں میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ ''وہ تو مجھ سے پیار کرتا ہے اور

پیار کرنا چھوڑے گا بھی نہیں - لیکن ساتھ ہی اسے کاتیا سے بھی الفت ہے اور کچھ دنوں میں کاتیا کی محبت میری محبت پر حاوی ہو جائے گی، اور پھر یہ ڈسنے والا پرنس کوئی اونگھ تو رہا نہیں ہوگا اور پھر ...''

''نتاشا، یقین تو مجھے بھی ہے کہ پرنس ایمانداری نہیں برت رہا ہے مگر ...''

''جو کچھ میں نے اس سے کہا ہے تمہیں اس سب کا یقین نہیں ہے! میں نے تمہارے چہرے سے یہ اندازہ کرلیا - مگر ذرا ٹھیر جاؤ - دیکھتے جاؤ کہ میں نے ٹھیک کہا یا غلط - میں نے تو ویسے ہی گول سول کہا ہے لیکن خدا جانے اس کے من میں اور کیا کیا زہر بھرا ہے - بڑا زہریلا آدمی ہے یہ! میں چار دن سے اس کمرے میں آگے پیچھے ٹہل رہی ہوں اور برابر سوچتی رہی ہوں - میں نے یہ نتیجہ نکالا - پرنس کی نیت یہ تھی کہ الیوشا کا دل ہلکا کر دیا جائے اور مجھے محبت کرنے کے فرض سے جو غم اور دکھ اس کی زندگی میں دخل‌انداز ہوتا تھا اس سے الیوشا کو نجات دلا دی جائے - اسے شادی کرانے کی بھی اسی لئے سوجھی تھی کہ اس طرح وہ ہم دونوں کے درمیان راہ بنا لے گا اور اثر قائم کرکے اپنی دریادلی اور عالی‌ظرفی سے الیوشا کو اپنے پنجے میں لے لے گا - صحیح کہتی ہوں، بالکل سچ وانیا! الیوشا اسی قماش کا آدمی ہے - وہ میری طرف سے بالکل مطمئن ہو جاتا اور میرے معاملے میں جو کھٹکا اسے لگا رہتا ہے وہ دور ہو جاتا - وہ سوچتا، اب کیا ہے - اب تو وہ میری بیوی ہو ہی گئی اور ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی - اور پھر بے‌اختیار وہ کاتیا کی طرف کھنچا چلا جاتا - پرنس نے خوب اچھی طرح کاتیا کو سمجھا ہوگا اور قیاس دوڑا لیا ہوگا کہ اس سے اس کا جوڑ بیٹھتا ہے اور یہ کہ کاتیا اسے میری بہ‌نسبت زیادہ شدت سے اپنی جانب کھینچ سکتی ہے - ہائے وانیا! اب لے دے کے تمہیں سے امید رہ گئی ہے — پرنس چاہتا ہے کہ تم سے دوستی گانٹھے، کسی وجہ سے اور قریبی تعلقات قائم کرے - تم اس سے کنارہ مت کرنا اور کوشش کرنا، میرے پیارے، خدا کے لئے کوشش کرنا کہ کاؤنٹیس سے تمہاری جلدی ہی ملاقات ہو جائے - پھر اس کاتیا سے جان پہچان پیدا کرو اور اس کو ٹھونک بجا کے دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ وہ ہے کس قسم کی؟

مجھے ضرورت اس کی ہے کہ تمہاری نظر وہاں پہنچے۔ کوئی مجھے اس طرح نہیں سمجھتا جیسے تم اور تم ہی جانتے ہو کہ مجھے کیا چاہئے۔ غور سے دیکھو کہ ان دونوں کی دوستی کہاں تک ہے، ان کے درمیان کیا معاملات ہیں اور وہ کن چیزوں پر بات‌چیت کرتے ہیں۔ سب سے اہم یہ ہے کہ کاتیا پر، بس کاتیا پر نظر رکھنا۔ اس دفعہ ایک بار پھر مجھ پر ثابت کر دو میرے پیارے، میرے عزیز دوست وانیا، ایک بار پھر مجھے اپنی دوستی کا ثبوت دے دو! اب بس تم پر ہی، صرف تم ہی پر میری امیدوں کا دارومدار رہ گیا ہے!..،،

. . . .

جب میں گھر لوٹا ہوں تو رات کا ایک بج چکا تھا۔ نیلی نے نیند بھری صورت سے اٹھ‌کر دروازہ کھولا۔ وہ مسکرائی اور بشاشت سے اس نے مجھ پر نگاہ کی۔ بیچاری بچی اس بات پر لجا رہی تھی کہ اس کی آنکھ لگ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ میرے انتظار میں جاگتی رہے۔ یہ بھی اس کی زبانی معلوم ہوا کہ کوئی مجھے پوچھتا ہوا دروازے پر آیا تھا، تھوڑی دیر بیٹھا اور میز پر کاغذ کا پرزہ لکھ‌کر چھوڑ گیا ہے۔ یہ مسلوبویف کا رقعہ تھا۔ دوسرے دن اس نے مجھے اپنے گھر بارہ اور ایک کے درمیان بلایا تھا۔ سوچا کہ نیلی سے کچھ پوچھوں مگر صبح تک کے لئے ارادہ ملتوی کردیا اور اس سے اصرار کیا کہ جاکے سو رہے۔ بیچاری لڑکی میرا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی اور میرے گھر پہنچنے سے صرف آدھ گھنٹہ پہلے ہی اس کی آنکھ لگی تھی۔

پانچواں باب

صبح کو نیلی نے مجھے کل آنےوالے کے بارے میں اچھی خاصی حیرت‌ناک باتیں بتائیں۔ ایسے تو یہ بات بھی بجائے خود بڑی عجیب تھی کہ مسلوبویف نے اسی شام میرے یہاں آنے کی سوچی — اسے یقینی طور پر معلوم تھا کہ میں گھر پر موجود نہیں ہوں‌گا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پچھلی ملاقات کے موقع پر یہ بات میں اس پر واضح کر چکا تھا۔ نیلی کا بیان ہے کہ اول تو وہ

دروازہ کھولنے ہی کو تیار نہ تھی کیونکہ اسے ڈر تھا — رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ لیکن اس نے دروازے کے روزن میں سے یہ سمجھا بجھا کر اسے راضی کر لیا کہ اگر ابھی وہ میرے نام رقعہ لکھ کر نہیں چھوڑ گیا تو کل میرے لئے ہی کسی وجہ سے مصیبت ہو جائے گی۔ جب اس نے اندر آنے کو دروازہ کھولا تو پہلے تو فوراً ہی اس نے ایک پرزہ لکھا اور پھر اس کے پاس جا کر صوفے پر برابر بیٹھ گیا۔ ''میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا،، نیلی کا بیان ہے ''مجھے اس سے بہت ڈر لگا۔ اس نے ببنووا کے بارے میں بات چھیڑی، کہنے لگا کہ اسے بڑا غصہ ہے کہ اب مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گی۔ اور پھر آپ کی تعریف کرنے لگا اور بولا کہ وہ آپ کا بڑا خیرخواہ ہے اور آپ کو وہ بالکل بچپن سے جانتا ہے۔ اس کے بعد میں اس سے بات چیت کرنے لگی۔ اس نے جیب سے کچھ مٹھائی کی گولیاں نکالیں اور مجھ سے کہنے لگا کہ لے لو۔ میں لینا نہیں چاہتی تھی مگر اس نے مجھے یقین دلانا چاہا کہ میں اچھا آدمی ہوں، گانا جانتا ہوں، ناچ سکتا ہوں۔ وہ کود کر کھڑا ہو گیا اور ناچنے لگا۔ اس پر مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر کہنے لگا کہ ذرا دیر میں یہیں ٹھیروں گا، وانیا کا انتظار کروں گا۔ ممکن ہے وہ اس عرصے میں آ جائے۔ اور بہت اصرار سے کہنے لگا کہ ڈرو نہیں، پاس ہی بیٹھ جاؤ۔ میں پاس بیٹھ تو گئی لیکن بولی نہیں۔ پھر وہ بولا کہ میری اماں اور نانا سے اس کی واقفیت تھی اور... اور پھر میں اس سے بات کرنے لگی۔ وہ بہت دیر تک یہیں رہا...،،

''مگر تم نے باتیں کس بارے میں کیں؟،،

''اماں کے بارے میں... ببنووا کے بارے میں... نانا ابا کے بارے میں، کوئی دو گھنٹے وہ یہاں بیٹھا رہا۔،،

معلوم ہوتا تھا کہ نیلی بتانا نہیں چاہتی کہ ان دونوں میں کس سلسلے کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ میں نے بھی اس سے پوچھ گچھ نہیں کی اس امید میں کہ مسلوبویف کی ہی زبانی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ پتہ نہیں کیوں، بہرحال مجھے خیال گزرا کہ مسلوبویف جان بوجھ کر ایسے وقت آیا تھا جب میں گھر پر موجود نہ ہوں اور نیلی اکیلی ہو۔ ''بھلا کس غرض سے اس نے ایسا کیا؟،، میں نے جی میں سوچا۔

نیلی نے مجھے مٹھائی کی تینوں گولیاں دکھائیں جو مسلوبویف نے اسے دی تھیں۔ یہ پھلوں کے رس کی مٹھائی تھی ہرے اور لال رنگ کے کاغذوں میں لپٹی ہوئی۔ بہت بھدی، شاید کسی سبزی فروش کی دکان سے خریدی گئی ہوں گی۔ مجھے یہ گولیاں دکھاتے ہوئے نیلی مسکرا دی۔

''تو تم نے کہا کیوں نہیں لیں؟،، میں نے پوچھا۔

''میرا دل نہیں چاہا،، اس نے سنجیدگی سے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس سے نہیں لی تھیں، وہ خود ہی صوفے پر چھوڑ گیا...،،

اس روز مجھے بہت بھاگ دوڑ کرنی تھی۔ میں نیلی سے رخصت لینے لگا۔

''اکیلے میں تمہارا جی تو نہیں گھبرائے گا؟،، میں نے گھر سے نکلتے وقت اس سے پوچھا۔

''جی گھبرائے گا بھی اور نہیں بھی گھبرائے گا۔ گھبرائے گا اس لئے کہ آپ بہت دیر تک گھر پر نہیں ہوں گے۔،،

یہ جملہ کہتے ہوئے اس نے ایسی محبت بھری نظر سے مجھے دیکھا۔ اس روز صبح کو تمام وقت وہ مجھے اسی پیار بھری نظر سے دیکھتی رہی، ایسی ھشاش بشاش رہی اور ایسا لاڈ تھا اس کے طور طریقوں میں مگر ساتھ ساتھ کسی بات سے جھینپ بھی رہی تھی بلکہ لجائی جا رہی تھی، ایسے گویا مجھے کوئی تکلیف دینے سے ڈر رہی ہے۔ اور خطرہ ہے کہ کہیں میری دلسوزی کا دامن اس کے ھاتھ سے چھوٹ نہ جائے... اور اپنی دلی کیفیت کو کھل کر سامنے لاتی ہوئی گھبرا رہی تھی جیسے شرماتی ہو۔

''تمہارا جی کیوں نہیں گھبرائے گا، بھلا؟ ابھی تم نے ھی کہا ہے کہ 'جی گھبرائے گا بھی اور نہیں بھی گھبرائے گا'۔،، میں نے اس سے سوال کیا اور بےاختیار میرے ھونٹوں پر مسکراھٹ کھیل گئی۔ وہ ادھر مجھے اتنی پیاری اور عزیز ھو گئی تھی۔

''میں خود تو جانتی ہوں اس کا سبب،، اس نے کسی قدر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر اسے کسی بات کی جھینپ سوار ہوئی۔ ہم دونوں چوکھٹ پر کھڑے بات کر رہے تھے۔ دروازہ کھلا تھا۔ نیلی میرے سامنے کھڑی تھی آنکھیں جھکائے، ایک ھاتھ

سے اس نے میرا کاندھا تھام رکھا تھا اور دوسرے ھاتھ سے میری آستین کھرچ رھی تھی۔

''کیا بات ھے؟ کوئی راز؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... میں نے آپ کی غیرحاضری میں آپ کی کتاب پڑھنی شروع کردی ھے'' اس نے دبی آواز میں مجھ سے کہا اور ایک نرم نگاہ، گہری نگاہ مجھ پر ڈالتے ھوئے وہ بالکل سرخ ھو گئی۔

''اچھا تو یہ بات ھے؟ کہو پسند آئی کتاب؟'' مجھے اس مصنف کی پریشانی سے گزرنا پڑا جس کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے، لیکن میں کیا دے ڈالتا خدا جانے، اگر اس لمحے نیلی کو چوم سکتا، بہرحال کسی وجہ سے چومنا بس میں نہ تھا۔ نیلی چپ کی چپ رہ گئی۔

''کیوں؟ کس وجہ سے وہ مر گیا؟'' اس نے گہرے غم کے احساس کے ساتھ کنکھیوں سے مجھ کو دیکھا اور فوراً آنکھیں نیچی کرکے سوال کیا۔

'' کون — وہ؟''

''وھی۔ وہ نوجوان جو پھیپھڑوں کی بیماری سے مر گیا... کتاب میں جو ھے۔''

''کیا کیا جائے — یہی ھونا تھا نیلی۔''

''بالکل نہیں'' اس نے قریب قریب سرگوشی کے انداز میں جواب دیا لیکن جیسے ایک دم، بےربطی سے، کسی قدر ناگواری سے منہ پھلائے ھوئے اور زمین پر آنکھیں اور گاڑ کے۔

ایک منٹ اور گزر گیا۔

''اور وہ لڑکی... یعنی وہ دونوں، لڑکی اور بڑے میاں'' اس نے زیرلب سوال کیا میری آستین کو زور سے کستے ھوئے ''کیا وہ دونوں ساتھ ساتھ رھیں گے؟ اور غریبی میں تو بسر نہیں کریں گے؟''

''نہیں۔ نیلی، وہ لڑکی تو بہت دور جائے گی۔ اس کی ایک کھاتے پیتے زمیندار سے شادی ھوگی اور وہ اکیلا رہ جائے گا'' میں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا۔ واقعی مجھے رنج تھا کہ اور کوئی تشفی بخش بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

''ھونہہ۔ تو یہی تو۔ یہی بات۔ کیا بات ھوئی بھلا۔ اوف، یہ سب کیا ھے! اب آگے پڑھنے کو جی نہیں چاھتا!''

اس نے غصے سے میرا بازو ایک طرف جھٹک دیا، ایک دم میری طرف پیٹھ پھیر لی، میز تک پاؤں مارتی ہوئی گئی اور کونے میں منہ کرکے کھڑی ہوگئی۔ آنکھیں زمین پر گاڑے ہوئے تھی، منہ سرخ تھا اور سانس بےقرینہ چل رہا تھا، جیسے بہت بری طرح دل ٹوٹا ہو۔

"بس نیلی۔ کیا ہوا، خفا ہو گئیں؟"، میں نے اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کوئی سچ‌سچ تھوڑئی ہے جو لکھا ہوا ہے — سب فرضی ہے، من گھڑت۔ حساس لڑکی، بھلا اس میں ناراض ہونے کی کیا بات؟"

"میں کیوں ہوتی ناراض؟"، اس نے دبی آواز میں کہا اور بڑی روشن اور پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک دم میرا ھاتھ تھام‌کر اپنا منہ میری چھاتی سے بھینچ لیا اور پتہ نہیں کیوں، رونے لگی۔

لیکن اسی لمحے وہ ہنس پڑی — روئی بھی، ہنسی بھی ساتھ ساتھ۔ میرا بھی جی چاھا کہ ہنسوں مگر نہ جانے کیوں دل گرفتہ تھا۔ وہ کسی طرح سر اٹھانے کو تیار نہ تھی۔ اور جب میں نے اپنے شانے سے اس کا سر جدا کرنا چاھا تو اس نے اور زور سے بھینچا اور زور سے ہنسنے لگی۔

آخر میں یہ جذباتی منظر ختم ہوا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ مجھے جانے کی جلدی تھی۔ نیلی کا چہرہ سرخ تھا اور ابھی تک اس پر جھینپ سوار تھی۔ آنکھیں ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔ وہ اسی حال میں میرے پیچھے دوڑی ہوئی زینے پر آئی اور کہنے لگی کہ ذرا جلدی لوٹ آنا۔ میں نے چلتے چلتے وعدہ کیا کہ تیسرے پہر کے کھانے تک ضرور واپس آجاؤں‌گا بلکہ جتنی جلد ممکن ہوگا پہنچوں‌گا۔

پہلے تو میں اخمنیف گھرانے میں گیا۔ دونوں میاں بیوی کی طبیعت ناساز تھی۔ آننا اندریئونا بالکل ھی بیمار پڑی تھیں۔ نکولائی سرگیئچ اکیلے اپنے مطالعے کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے میرے آنے کی آہٹ سنی لیکن مجھے انداز تھا کہ حسب معمول وہ کوئی پندرہ منٹ تو باھر نہیں نکلیں‌گے تاکہ ہم دونوں کو بات کرنے کی پوری مہلت مل جائے۔ میں آننا اندریئونا کو زیادہ تنگ نہیں کرنا چاھتا تھا چنانچہ جتنا بس چلا میں نے گذشتہ

شام کی روداد انہیں ہلکی کرکے سنائی۔ لیکن جو حقیقت تھی وہ ضرور گوش گزار کر دی۔ مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ اگرچہ بڑی بی کو افسوس ضرور ہوا لیکن قطع تعلق کے اندیشے کی خبر پر زیادہ حیرت انہیں نہیں ہوئی۔

"ہاں تو، بیٹے، وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا"، وہ بولیں۔ "جب تم یہاں سے چلے گئے تو میں نے معاملے پر خوب غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ ہونے والا نہیں ہے۔ خدا کی بارگاہ سے خاص رحمت کے تو مستحق نہیں ہیں ہم اور آدمی وہ ٹھیرا کمینہ، بھلا اس کی ذات سے نیکی کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ کوئی مذاق ہے کہ خواہ‌مخواہ ہم سے دس ہزار روبل کی رقم وصول کئے لیتا ہے۔ ایسا شخص ہے وہ۔ خود جانتا ہے کہ یہ خواہ مخواہ کی رقم ہے، مگر پھر بھی وصول کرنے کو تیار۔ روٹی کا آخری ٹکڑا تک چھینے لے رہا ہے۔ اب اخمنیفکا بکنے کی نوبت ہے۔ نتاشا ٹھیک کر رہی ہے، سمجھدار ہے وہ جو اس نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ اور تمہیں خبر ہے میرے بیٹے، بڑے میاں، جی میں کیا ٹھانے ہوئے ہیں؟"، انہوں نے نیچی آواز میں کہا۔ "وہ بالکل ہی اس شادی کے خلاف ہیں۔ صاف کہتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں 'شادی نہیں چاہئے مجھے!'، شروع میں تو میں سمجھی کہ یوں ہی فضول کی بات ہے۔ لیکن نہیں — وہ تو سچ‌مچ خلاف ہی ہیں۔ یوں ہوا تو اس پر کیا گزر جائےگی، میری بیچاری غریب بچی پر؟ وہ اسے ہمیشہ کے لئے عاق کر دیں‌گے۔ ہاں، کچھ الیوشا کی بتاؤ۔ وہ کیا سوچ رہا ہے؟"

اسی طرح وہ دیر تک مجھ سے سوال جواب کرتی رہیں، اور حسب‌معمول میرے جوابوں پر آہیں بھرتی ہائے وائے کرتی رہیں۔ ادھر کچھ دنوں سے میں دیکھ رہا تھا کہ بڑی بی کچھ بالکل ہی گم سم ہوکر رہ گئی تھیں۔ ہر خبر جو انہیں ملتی تھی حواس‌باختہ کر دیتی تھی۔ نتاشا کا غم ان کے دل کو اور ان کی صحت کو کھائے جا رہا تھا۔

بڑے میاں ڈریسنگ گاؤن لپیٹے اور سلیپر پہنے باہر آئے۔ انہیں خود حرارت کی شکایت تھی مگر بیوی کو بہت نرمی سے دیکھتے رہے اور جتنی دیر میں وہاں موجود رہا وہ نرس کی طرح بیوی کی تیمارداری میں لگے رہے، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

دیکھتے رہے بلکہ ان کے سامنے ادب سے پیش آتے رہے۔ جس نگاہ سے وہ بیوی کو دیکھتے تھے اس میں بڑی گھلاوٹ تھی۔ آننا اندریئونا کی بیماری نے بڑے میاں کو ڈرا دیا تھا۔ انہیں یہ ڈر تھا کہ اگر کہیں آننا اندریئونا بھی ہاتھ سے چلی گئیں تو ساری زندگی ملیامیٹ ہو جائے گی۔

میں کوئی گھنٹہ بھر ان کے ہاں ٹھیرا۔ جب رخصت ہونے لگا تو بڑے میاں ڈیوڑھی میں میرے ساتھ چلے آئے اور نیلی کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ وہ تو واقعی سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے کہ اس لڑکی کو بیٹی بناکر اپنے ہاں رکھ لیں۔ مجھ سے مشورہ کرنے لگے کہ آننا اندریئونا کو اس پر کیونکر آمادہ کیا جائے۔ انہوں نے نیلی کے بارے میں خاص طور سے کرید کریدکر سوال کئے کہ آیا کچھ اور اس کے متعلق پتہ چلا کہ نہیں؟ میں نے انہیں جلدی میں مختصر سا جواب دے دیا۔ میرے بیان نے ان پر کافی اثر کیا۔

''اچھا، پھر باتیں ہوں‌گی اس کے بارے میں،، انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا ''اور اس اثنا میں... مگر خیر، ذرا میری طبیعت سنبھل جائے میں خود ہی آؤں‌گا۔ اور پھر طے کریں‌گے۔،،

ٹھیک دن کے بارہ بجے تھے کہ میں مسلوبویف کے ہاں پہنچ گیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پہلی صورت جو وہاں نظر آئی وہ پرنس صاحب کی تھی۔ وہ ڈیوڑھی میں کھڑا اوورکوٹ پہن رہا تھا اور مسلوبویف لپک جھپک سے اسے کوٹ پہنا رہا تھا، کوٹ پہناکر اس نے اس کی چھڑی حوالے کی۔ مسلوبویف پہلے ہی بتا چکا تھا کہ پرنس سے اس کی جان پہچان ہے۔ مگر اس کے باوجود یہاں کی ملاقات نے مجھے حیرت‌زدہ کر دیا۔

پرنس نے مجھے دیکھا تو ذرا گڑبڑا گیا۔

''اوھو، آپ ہیں!،، وہ ذرا مبالغہ‌آمیز تپاک سے بولا۔ ''بھئی واہ، کیا ملاقات ہوئی ہے! ذرا خیال تو کیجئے! ابھی ابھی مجھے مسٹر مسلوبویف کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی۔ بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ میں تو خود آپ سے ملنے کا مشتاق تھا، اور سوچ رہا تھا کہ جلد سے جلد ملاقات کی جائے۔ اگر اجازت ہو تو۔ آپ سے ایک التجا ہے — میری مدد کیجئے۔ ذرا بتائیے کہ

اب کیا صورتحال ہے۔ آپ غالباً سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کل والے واقعے کے بارے میں کہتا ہوں... آپ کے وہاں گہرے تعلقات ہیں... اور جو کچھ ہوتا رہا ہے، وہ سب آپ کی نظر میں ہے۔ اور آپ کا اثر بھی ہے... سخت افسوس ہے کہ فی‌الحال ٹھیر نہیں سکتا... ضروری کام ہے! لیکن دو چار دن میں... بلکہ ممکن ہے جلد ہی مجھے آپ کے ہاں حاضری کا شرف نصیب ہو۔ اور اب...''

اس نے کچھ ضرورت سے زیادہ تپاک سے ہاتھ ملایا، مسلوبویف سے نظر نظر میں بات کی اور چل دیا۔

''کہو — خدا کے واسطے بتاؤ مجھے...'' میں نے کمرے میں قدم رکھتے ہی کہا۔

''میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا'' مسلوبویف نے میری بات کاٹی۔ جلدی سے اس نے ٹوپی اٹھائی اور ڈیوڑھی کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے۔ ''ضروری کام ہے، میرے بھائی۔ جلدی پڑی ہے۔ دیر ہو گئی مجھے!..''

''مگر تم نے خود ہی تو مجھے بارہ بجے آنے کو لکھا تھا۔''

''تو کیا کروں کہ لکھا تھا؟ کل میں نے تمہیں لکھا تھا اور آج مجھے کسی نے لکھا۔ میرا سر چکرا رہا ہے، معاملہ ایسا آ پڑا! لوگ میرے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ معاف کرنا وانیا، اور تمہارا دل رکھنے کو اگر میں کچھ کر سکتا ہوں تو تجویز ہے کہ میری ٹھکائی کر دو کہ میں نے تمہیں بےوجہ دق کیا۔ اگر تمہیں اپنا اطمینان خاطر کرنا ہے تو جلدی کرو ہاتھ جما دو میرے۔ لیکن خدارا، ذرا جلدی۔ دیر نہ کرو۔ کام ہے ضروری۔ میرا انتظار ہو رہا ہے...''

''بھلا میں تمہارے کیوں ہاتھ جماؤں؟ کام ہے تو دوڑ جاؤ۔ سبھی کو اس طرح اچانک کام آ پڑتے ہیں۔ اور صرف...''

''یہ صرف والی بات میں تم سے پھر کسی وقت کہوں گا'' اس نے ڈیوڑھی کی طرف لپکتے ہوئے اور کوٹ پہنتے ہوئے کہا (میں نے بھی اس کی دیکھا دیکھی کوٹ پہننا شروع کر دیا)۔ ''مجھے بھی تم سے کام ہے۔ بہت ہی ضروری کام۔ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا تھا۔ خاص تمہارا اور تمہارے ہی مطلب کا کام ہے۔ لیکن اب چونکہ دم بھر میں تم سے اس کے متعلق کہہ ڈالنا ممکن نہیں

ہے تو خدا کے لئے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ آج ہی شام کو ٹھیک ۷ بجے آ جاؤ گے، نہ پہلے آنا نہ دیر لگانا۔ گھر پر رہوں گا میں۔''

''آج'' میں نے غیریقینی انداز میں کہا ''یار، مجھ کو آج شام ایک جگہ جانا تھا...''

''میرے پیارے، تو وہاں ابھی ہو آؤ جہاں شام کو جانا تھا اور شام کو میری طرف آ جانا۔ کیونکہ وانیا، جو باتیں مجھے تم سے کرنی ہیں تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''اچھی بات ہے، اچھا تو۔ مگر ایسی بات کیا ہے؟ سچ کہتا ہوں تم نے مجھ میں کرید پیدا کردی۔''

اس اثنا میں ہم پھاٹک سے باہر نکل آئے تھے اور فٹ پاتھ پر کھڑے تھے۔

''اچھا تو آ رہے ہو تم؟'' اس نے اصرار سے پوچھا۔

''کہا تو کہ آؤں گا۔''

''نہیں ایسے نہیں۔ پکا وعدہ کرو۔''

''توبہ۔ کیا آدمی ہے! اچھا پکا وعدہ رہا۔''

''بہت اچھا۔ بہت خوب۔ تو اب تمہارا کدھر کا راستہ ہے؟''

''اس طرف کا'' میں نے داھنی جانب اشارہ کیا۔

''اور مجھے اس طرف جانا ہے'' اس نے بائیں طرف اشارہ کیا۔

''اچھا رخصت، وانیا، یاد رکھنا، سات بجے۔''

''عجیب ہے'' میں نے اس کی پشت پر دیکھتے ہوئے سوچا۔

میں اس روز شام کو نتاشا کے ہاں جانے والا تھا۔ لیکن چونکہ اب مسلوبویف سے وعدہ کر چکا تھا اس لئے طے کیا کہ فوراً نتاشا کے ہاں ہو آؤں۔ یقین تھا کہ الیوشا وہاں ملے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ وہ موجود تھا اور میرے آنے سے بہت ہی زیادہ خوش ہوا۔

وہ بہت دل کش لگ رہا تھا اور نتاشا پر فدا ہوا جا رہا تھا، میرے پہنچنے سے اور مگن ہو گیا۔ نتاشا اگرچہ اپنے طور پر کوشش کر رہی تھی کہ خوش و خرم نظر آئے لیکن صاف معلوم ہوتا تھا کہ طبیعت پر جبر کر رہی ہے۔ چہرے پر زردی اور مریضانہ کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ نیند بھر کے سوئی نہ تھی۔ الیوشا کے ساتھ وہ پہلے سے کہیں زیادہ مہربان تھی۔

اگرچہ الیوشا نے بہت باتیں بنائیں، بہت ادھر ادھر کے قصے

سنائے تاکہ اس کی طبیعت بہلا دے اور ان ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئے جو بےاختیار سنجیدگی کا شکار ہو رہے تھے، اس کوشش میں وہ جان بوجھ کر کاتیا اور اپنے باپ کے متعلق تذکرے سے گریز کرتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کل مصالحت کی ساری کوششیں رائگاں ہو چکی تھیں۔

''تمہیں خبر ہے کیا؟ وہ کسی نہ کسی طرح میرے پاس سے بھاگنا چاہتا ہے،، نتاشا نے میرے کان میں جلدی سے کہا، جب الیوشا ماورا کو کسی چیز کا آرڈر دینے منٹ بھر کو چلا گیا تھا۔ ''لیکن وہ ڈرتا ہے۔ اور میں بھی اس سے کہتے ڈرتی ہوں کیونکہ اگر کہہ دوں تو پھر وہ جان‌بوجھ کر یہیں جم جائےگا۔ مگر سب سے زیادہ ڈر مجھے اس بات کا ہے کہ وہ مجھ سے اکتا جائےگا، اور اس کی وجہ سے میرے ساتھ سردمہری اور بڑھ جائےگی۔ اب بتاؤ، کیا کروں؟،،

''توبہ، توبہ، تم لوگ بھی اپنے آپ کو کس حالت میں ڈال لیتے ہو! اور تم دونوں ایک دوسرے پر کتنا شبہ کرتے ہو، کس قدر ایک دوسرے پر نظر رکھتے ہو! سیدھے سیدھے کہہ ڈالنا تھا اور بس قصہ ختم۔ کیونکہ دیکھو نا، اس حالت میں ممکن ہے اس کا بالکل ہی دم گھٹ جائے۔،،

''تو پھر کیا کرنا چاہئے؟،، اس نے خوف‌زدہ ہوکر پوچھا۔

''ایک منٹ ٹھیرو، میں تمہارا یہ کام کئے دیتا ہوں...،،

میں باورچی‌خانے میں گیا، اس بہانے سے کہ ماورا سے کہوں کہ کیچڑ میں میرا جوتاپوش ذرا میلا ہو گیا ہے، اسے صاف کردے۔

''ذرا سوچ سمجھ کر، وانیا!،، اس نے پیچھے سے پکارکر کہا۔

جیسے ہی میں ماورا کے پاس پہنچا، الیوشا دوڑکر میرے پاس آیا گویا اسے میرا ہی انتظار تھا۔

''ایوان پتروویچ، میرے عزیز دوست، میں کیا کروں؟ مشورہ دیجئے مجھے — میں کل وعدہ کر چکا ہوں کہ عین اس وقت ابھی کاتیا کے ھاں موجود ہوں‌گا۔ اب میں اسے ٹال بھی نہیں سکتا۔ مجھے نتاشا سے کتنی محبت ہے بتا نہیں سکتا، اس کی خاطر آگ پر جلنے کو تیار ہوں، لیکن اب آپ ہی مانیں‌گے کہ وہاں سے بھی بالکل قطع تعلق کر لینا ممکن نہیں...،،

''اچھا تو جائیے...،،

''مگر نتاشا کا کیا ہوگا؟ آپ جانئے ایوان پترووچ، ایسے تو اسے صدمہ ہوگا۔ آپ ہی میرے لئے کوئی ترکیب نکالئے...''
''میرے خیال میں تو آپ کو چلے جانا چاہئے۔ آپ جانتے ہیں وہ آپ سے کتنی محبت کرتی ہے۔ فوراً تاڑ لے گی کہ اس کے پاس آپ کا جی اکتا رہا ہے مگر طبیعت پر جبر کرکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ بناوٹ نہ کی جائے۔ خیر، آئیے، چلیں، مدد کرتا ہوں میں۔''
''پیارے ایوان پترووچ، آپ کتنے بھلے آدمی ہیں!..''
ہم دونوں وہاں سے لوٹ آئے۔ منٹ بھر بعد میں نے اس سے کہا:
''ابھی ابھی آپ کے والد سے ملاقات ہوئی۔''
''کہاں ہوئی؟'' وہ چونک کر بولا۔
''سڑک پر، اتفاق سے۔ وہ دم بھر کو مجھ سے بات کرنے کے لئے رکے اور پھر پوچھنے لگے کہ کیا میں ملنے آؤں؟ آپ کے بارے میں بھی دریافت کر رہے تھے کہ کیا مجھے خبر ہے آپ اس وقت کہاں ہوں گے؟ وہ آپ سے ملنے کو بےتاب تھے۔ شاید انہیں کچھ کہنا تھا۔''
''اوہو، الیوشا، تم چل دو۔ ان سے مل لو جاکر'' نتاشا نے لقمہ دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ میرا منشا کیا ہے۔
''مگر... اب وہ ملیں گے کہاں؟ کیا گھر گئے ہیں؟''
''نہیں، میں جانوں وہ کاؤنٹیس صاحبہ کے ہاں روانہ ہوئے ہیں۔''
''تو پھر — اب کیا ہو؟'' الیوشا نے نتاشا کو اداس نظر سے دیکھتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔
''اوفوہ الیوشا، تو کیا برائی ہو گئی؟ کیا تمہارا مطلب ہے کہ مجھے مطمئن کرنے کو وہاں کا میل ملاقات ہی چھوڑ دوگے؟ یہ بالکل بچپن ہے۔ اول تو میں کہوں کہ یہ ممکن ہی نہیں، اور دوسرے یہ کہ کاتیا کے ساتھ ناشکراپن ہوگا۔ تم دونوں دوست ہو۔ بھلا ایسے تعلقات کو یوں بےادبی سے کیسے توڑا جا سکتا ہے۔ اور پھر مجھے بھی شکایت ہوگی اگر تم سمجھو کہ میں دل میں اس سے جلتی ہوں۔ فوراً چلے جاؤ، میں تم سے درخواست کرتی ہوں! تمہارے ابا جان کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔''
''نتاشا، تم فرشتہ ہو، اور میں تمہاری چھنگلیا کے قابل بھی نہیں ہوں!'' الیوشا خوشی سے اور پچھتاوے کے ساتھ چیخا۔ ''تم

س قدر نیک ہو اور میں... میں... خیر، میں تمہیں بتا ہی دوں، ابھی ابھی باورچی‌خانے میں ایوان پتروِوچ سے پوچھ رہا تھا کہ کوئی تدبیر کریں جس سے میں یہاں سے چلا جاؤں۔ اور انہوں نے یہ تدبیر نکالی ہے۔ دیکھو۔ مجھ پر بگڑنا نہیں نتاشا، میری جان! میں پوری طرح قصوروار نہیں ہوں کیونکہ تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ دنیا کی ہر چیز سے ایک ہزار بار زیادہ۔ اسی لئے میں نے ایک اور سبیل سوچی ہے — میں نے سوچا کہ کاتیا سے سب کچھ صاف صاف کہہ ڈالوں، اپنے موجودہ حالات بھی بتا دوں اور جو کچھ کل یہاں پر پیش آیا وہ بھی۔ وہ ہمارے بچاؤ کی کوئی نہ کوئی ترکیب ضرور سوچ نکالے گی، اسے ہمارا تہہ‌دل سے خیال ہے...،،

''اچھا تو پھر یہی کرو،، نتاشا نے زیرلب تبسم سے جواب دیا ''اور ہاں، میرے دوست، میں خود بھی کاتیا سے ملنے کی بڑی مشتاق ہوں۔ اس کی صورت کیا کی جائے؟،،

اس پر الیوشا کا جوش و خروش بیان سے باہر تھا۔ وہ فوراً تدبیریں سوچنے لگا کہ ان دونوں کی ملاقات کیسے کرائی جائے۔ اس کے دماغ میں تو یہ بات بہت معمولی سی تھی — کاتیا ملاقات کی خود کوئی سبیل کر لے‌گی۔ اس نے اس خیال کو وفور شوق اور فرط جذبات سے بڑھا کر بیان کر دیا۔ وعدہ کیا کہ اچھا، آج ہی جواب لےکے آؤں‌گا دو گھنٹے کے اندر، اور شام کا وقت نتاشا کے ساتھ گزرے‌گا۔

''کیا واقعی آؤگے؟،، نتاشا نے اس سے چلتے وقت پوچھا۔

''تو کیا تمہیں کچھ شبہ ہے؟ رخصت، نتاشا، رخصت، میری پیاری، میری جان۔ خدا تمہیں سلامت رکھے! اچھا، رخصت، وانیا! افوہ، توبہ ہے میری، پھر بےادبی سے میں آپ کو وانیا کہہ گیا۔ ایوان پتروِوچ، سنئے، میں آپ سے اتنی تو محبت کرتا ہوں، پھر آپ، جناب کیا، 'تم' کیوں نہ رہے ہمارے درمیان؟،،

''اچھا 'تم' ہی سہی۔،،

''خدا کا شکر! کوئی سو بار تو دماغ میں آیا ہوگا لیکن پھر بھی ہمت نہیں پڑی کہ آپ سے کہہ دوں۔ دیکھئے، پھر منہ سے وہی لفظ 'آپ' نکلا۔ واقعی ہے بہت مشکل آپ کو 'تم'

کہہ کر پکارنا۔ لگتا ہے کہ کہیں کسی جگہ تالستائی* نے اس کو خوب بیان کیا ہے ــ دو آدمی ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ تم کہہ کر خطاب کیا کریں گے، مگر کسی طرح بن نہیں پڑتا اور ایسے جملوں سے گریز کرتے ہیں جہاں تم یا آپ کہنا پڑے۔ ہائے نتاشا، کاش ہم تم دونوں کبھی 'بچپن اور لڑکپن' کتاب** پڑھ ڈالتے مل کر، کیا خوب ہے وہ!''

''بس ــ ہو چکا۔ اب جاؤ۔ چلتے بنو''، نتاشا نے اسے مسکراتے ہوئے نکال باہر کیا۔ ''خوشی کے مارے باتیں ہی بنانے لگے...''

''اچھا رخصت، دو گھنٹے کے اندر میں تمہارے پاس موجود ہوں گا!''

اس نے نتاشا کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور تیزی سے نکل گیا۔

''دیکھتے ہو، دیکھتے ہو، وانیا!''، اس نے کہا اور آنسوؤں سے پھوٹ پڑی۔

میں نتاشا کے ہاں کوئی دو گھنٹے ٹھیرا، اسے دلاسا دیتا رہا اور پوری طرح پرسکون کر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ واقعی وہ حق بجانب تھی اور اس کے سارے شکوک بجا تھے۔ جب مجھے اس کی موجودہ صورت حال کا خیال آیا تو دل مسوس کر رہ گیا۔ مجھے اس کے بارے میں خدشہ تھا۔ مگر کیا کیا جائے؟

الیوشا نے بھی مجھے چکرا دیا تھا ــ وہ اب بھی پہلے سے کچھ کم نتاشا کو نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ ممکن ہے اس کے جذبات کچھ اور شدیدتر ہی ہو گئے ہوں، اور پچھتاوے اور شکرگزاری کے احساس کی وجہ سے اسے اور دکھ پہنچنے لگا ہو۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ نئی محبت اس کے دل میں مضبوطی سے جاگزیں ہوتی جا رہی تھی۔ انجام کیا ہوگا ــ اس کی پیش‌بینی کرنا ممکن نہیں تھا۔ خود مجھے کاتیا سے ملنے کی بےتابی شروع ہو گئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر نتاشا سے وعدہ کیا کہ کاتیا سے جان پہچان پیدا کروں گا۔

---

* لیو تالستائی (۱۸۲۸ء تا ۱۹۱۰ء) ــ عظیم روسی ادیب۔ (ایڈیٹر)

** ''بچپن''، (۱۸۵۲ء)، ''لڑکپن''، (۱۸۵۴ء) ــ لیو تالستائی کی زندگی کے بارے میں خودنوشت افسانے۔ (ایڈیٹر)

آخر آخر میں نتاشا گویا مگن ہو گئی۔ باتوں کے سلسلے یں اسے میں نے نیلی اور مسلوبویف کا قصہ بھی کہہ سنایا، ببنووا کا تذکرہ کیا اور آج مسلوبویف کے ہاں پرنس سے جو اتفاقاً مٹھ ھیڑ ہو گئی تھی اور مسلوبویف سے میں نے سات بجے ملنے کا بو وعدہ کیا تھا، سب بیان کر دیا۔ ان سب باتوں سے اسے بڑی .لچسپی ہوئی۔ نتاشا کے والدین کا حال میں نے اس سے کم ہی یان کیا اور وقتی طور پر اپنے ہاں بڑے میاں کی آمد کا ذکر می نہیں چھیڑا۔ ممکن ہے کہ پرنس سے جو انہوں نے ڈوئل کی نجویز ٹھیرائی تھی اس سے نتاشا سہم جاتی۔ اسے بھی مسلوبویف ور پرنس کے تعلقات بہت عجیب لگے، اتنے ہی عجیب جتنی پرنس ی یہ غیرمعمولی تمنا کہ مجھ سے قریبی تعلقات قائم کئے جائیں، گرچہ اس کا کافی سبب موجودہ صورت‌حال کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے...

میں کوئی تین بجے دن کو گھر لوٹا اور نیلی بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مجھ سے ملی...

چھٹا باب

میں ٹھیک سات بجے مسلوبویف کے ہاں پہنچ گیا۔ اس نے بڑے تپاک سے باآواز بلند پکارکر سلام دعا کی۔ ظاہر تھا کہ خوب چڑھائے ہوئے ہے۔ لیکن جو چیز مجھے سب سے زیادہ عجیب لگی وہ تھی غیرمعمولی تیاری جو میری آمد کے سلسلے میں کی گئی تھی۔ صاف بات تھی کہ میرا انتظار کیا جا رہا تھا۔ ایک اچھا سا تانبے کا سماوار بہت خوش‌نما اور قیمتی میزپوش سے ڈھکی ہوئی گول میز پر سنسنا رہا تھا۔ چائے کے سیٹ میں بلور کے، چاندی کے اور چینی کے برتن جگمگا رہے تھے۔ دوسری میز پر اور قسم کا میزپوش تھا جو قیمت میں پہلے سے کم نہ تھا۔ وہ بہت عمدہ مٹھائیوں کی پلیٹوں سے، کیئف کے مشہور مربوں سے، پھلوں کی جیلی سے، فرانسیسی پھلوں کے مربوں سے، موسمبیوں، سیبوں سے اور تین چار قسم کے خشک میووں سے بھری ہوئی تھی، گویا صحیح معنوں میں پھلوں کی دکان سجی تھی۔ ایک تیسری میز تھی جس پر سفید براق میزپوش بچھا تھا۔ اس پر بھی قسم قسم کی طشتریاں آراستہ تھیں — ماہی اچار، پنیر، بھنے ہوئے گوشت کی قتلیاں، دم کی ہوئی

سور کی ران، مچھلی اور ایک پوری قطار بلوریں صراحیوں کی، جن میں مختلف انواع و اقسام کی رنگارنگ شرابیں بھری تھیں — ہری یاقوتی، سرمئی اور سنہری۔ آخر میں ایک الگ سی چھوٹی میز تھی اس پر بھی سفید میزپوش بچھا تھا، وہاں دو صراحی‌دانوں میں شمپین کی بوتلیں لگی ہوئی تھیں۔ صوفے کے سامنے میز پر تین بوتلیں جگمگا رہی تھیں — ان میں ایک ایک سوٹرن، لافیت اور کنیاک کی بوتل تھی۔ ان تینوں میں یلی‌سیئف کی دکان‌والی بہت قیمتی شراب تھی۔ الکساندرا سیمیونوونا چائے کی میز پر بیٹھی تھی اور اگرچہ اس کی فراک سادہ تھی تاہم دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ ان پر خاص توجہ اور احتیاط صرف کی گئی ہے اور واقعہ ہے کہ خوب پھب رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اس پر کیا چیز زیب دیتی ہے اور غالباً اس بات پر ناز کرتی تھی۔ وہ ذرا تکلف کے ساتھ میرے خیرمقدم کو اٹھی اور اس کے کھلے ہوئے چہرے پر رونق اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مسلوبویف کے پیر میں بہت دیدہ‌زیب چینی چپل تھے۔ اور وہ شب خوابی کے صاف ریشمی لباس پر قیمتی گاؤن پہنے بیٹھا تھا۔ اس کی قمیص پر جہاں بھی ممکن تھا فیشن کے طرح‌دار کف بٹن لگے ہوئے تھے۔ بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی، پوسیڈ لگا ہوا تھا اور ایک طرف کو بڑے فیشن کے ساتھ مانگ نکالی گئی تھی۔

میں دیکھ‌کر ایسا ٹھٹکا کہ کمرے کے درمیان ہی قدم رک گئے اور منہ پھاڑے حیرت سے پہلے تو مسلوبویف کو دیکھتا رہا اور پھر الکساندرا سیمیونوونا کو، جو اس سے لطف لے رہی تھی۔

”یہ کیا قصہ ہے، مسلوبویف؟ کہیں آج تمہارے یہاں دعوت تو نہیں ہے؟“ آخر میں بےتابی سے چیخ پڑا۔

”نہیں، صرف تمہاری دعوت ہے“ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”پھر یہ سب کیا بکھیڑا ہے؟“ (میں نے کھانے پینے کی چیزوں کی جانب اشارہ کیا) ”تم نے تو پوری ایک پلٹن کو کھلانے کا انتظام کر رکھا ہے!“

”اور پلانے کا بھی۔ اصلی بات تو بھولے جا رہے ہو — پلانے کا!“ مسلوبویف نے لقمہ دیا۔

''تو یہ سب کیا صرف میری خاطر ہے؟،،
''اور الکساندرا سیمیونوونا کی خاطر۔ اس نے اپنی مرضی سے یہ سب بکھیڑا پھیلایا ہے۔،،
''اچھا تو شروع کر دیا، میں جانتی تھی!،، الکساندرا سیمیونوونا نے لجاتے ہوئے کہا مگر اس طرح کہ بشاشت بھرے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ''مہمانوں کی بھی سلیقے سے خاطرداری منع ہے — فوراً قصوروار ٹھیرائی جاتی ہوں!،،
''صبح سے ہی، ذرا خیال تو کرو، صبح سے ہی، جب سے معلوم ہوا ہے کہ شام کو تم آنےوالے ہو، ان کی دھوم دھام جاری ہے۔ سارے دن پریشان رہی...،،
''اور یہ بھی جھوٹ ہے! صبح سے ہرگز نہیں بلکہ کل رات سے۔ جب تم رات گھر واپس آئے تبھی تم نے بتایا تھا کہ وہ ہمارے ہاں آئیںگے اور آدھی رات تک ٹھیریںگے...،،
''نہیں، تم میری بات نہیں سمجھیں۔،،
''نہیں سمجھی۔ یہ غلط ہے۔ یہی ہوا تھا۔ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہوں اور پھر مہمان کی خاطر کیوں نہ کی جائے؟ بس ہماری زندگی کٹتی جا رہی ہے اور ہمارے ہاں کوئی مہمان نہیں آتا ہے حالانکہ سب کچھ ہے گھر میں۔ بھلے مانس آئیں اور دیکھیں تو کہ ہمیں بھی دوسروں کی طرح رہنا سہنا آتا ہے۔،،
''اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں پتہ چلے کہ آپ کس قدر باسلیقہ خانہدار اور میزبان ہیں،، مسلوبویف نے اپنی طرف سے لقمہ دیا۔ ''ذرا خیال تو کرو میرے دوست، یہ میرا کیا حلیہ بنا ہے۔ انہوں نے مجھ پر ایک تو یہ ہالینڈ کی قمیص کسی اور پھر اوپر سے بٹن وٹن ٹانکے، سلیپر پہنائے، چینی جبہ لاد دیا۔ بالوں میں خود سے کنگھی کی اور خوشبودار برگاموٹ تھوپ دیا۔ پتہ نہیں کیسے کیسے عطر چھڑکنے والی تھی، کریم برولے لگائی جانےوالی تھی، مگر میں کہاں تاب لانےوالا — ہاتھ پاؤں مارکر اٹھ کھڑا ہوا اور شوہرانہ اختیارات کو کام میں لایا...،،
''برگاموٹ تو بالکل نہیں تھا — سب سے عمدہ فرانسیسی پومیڈ تھا، چینی کی منقش ڈبیہ میں سے!،، الکساندرا سیمیونوونا نے بات پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر تابش تھی۔ ''آپ ہی انصاف کیجئے ذرا، ایوان پترووچ، نہ تو یہ مجھے تھیٹر لے جاتے ہیں، نہ ناچ

تماشے میں - صرف فراکیں لا لا کر دیتے رہتے ہیں - بھلا میں فراکوں کا کیا کروں؟ انہیں پہن کر بس کمرے میں چکر کاٹا کرتی ہوں اکیلی - ابھی دو ایک دن پہلے میں نے ان سے کہا کہ مجھے تھیٹر لے چلئے - سب تیاری ہو گئی تھی لیکن جیسے ہی میں ذرا بروچ باندھنے مڑی ہوں کہ وہ جھٹ الماری کے خانے کی طرف — اور ایک کے بعد ایک، اتنی پی کہ کوئی حد نہیں - بس چھٹی ہوئی - ہمارے ہاں، کوئی بھی، قطعی کوئی بھی، کوئی بھی تو مہمان نہیں آتا - صبح ہوتے پتہ نہیں کس قسم کے لوگ اپنے کام دھندے سے آتے رہتے ہیں اور مجھے اس وقت ہٹا دیا جاتا ہے - سماوار ہمارے گھر میں ہے، کھانے کا سیٹ، چائے کا عمدہ سیٹ — سب کچھ موجود ہے - سب تحفے کی چیزیں ہیں - کھانے پینے تک کی چیزیں لوگ لاتے رہتے ہیں - صرف ایک شراب ہے جو ہم خریدتے ہیں اور یا کوئی پوسیڈ وغیرہ - اور یا کچھ ناشتے کا سامان سمجھئے — بھنے گوشت کے باریک قتلے، دم کی ہوئی ران اور مٹھائیاں وغیرہ آپ کے لئے خریدی ہیں... جی چاہتا ہے کوئی دیکھے تو سہی کہ ہم کیسے رہتے ہیں! مجھے سال بھر سے تمنا ہے کہ ہمارے ہاں کوئی مہمان آتا، معقول سا مہمان - اس کے سامنے سب یہ چیزیں لگا سکتے اور اچھی طرح اس کی تواضع کرتے — لوگ تعریف کرتے، ہمیں خوشی ہوتی - اور انہیں کیا، بدھو ہیں یہ تو، خواہ مخواہ پوسیڈ لگایا - اس قابل تھوڑئی ہیں - وہ تو اپنے اوپر کیچڑ تھوپے پھرتے ہیں - ذرا اس گاؤن کو ہی دیکھ لیجئے جو انھوں نے پہن رکھی ہے - تحفے کی چیز ہے - مگر کیا یہ اسے پہننے کے قابل ہیں؟ بس، انہیں تو سب سے مقدم ہے کہ گلاس میں انڈیل دو - ابھی دیکھ لیجئے گا چائے سے پہلے آپ سے وودکا پینے کو کہیں گے -''

''اور کیا! دیکھا، کیا خوب کہی - کیوں وانیا، پیئیں سونے والی اور چاندی والی؟ بولو - پھر تر و تازہ روح کے ساتھ پینے کی دوسری چیزوں پر ہاتھ ڈالا جائے -''

'' میں یہی قیاس کر رہی تھی!''

''فکر مت کرو، جانم - چائے بھی چلے گی - ذرا سی برانڈی ملا لیں گے اس میں، تمہاری صحت کا جام رہے گا -''

''ہاں، تو وہی ہوا نا!،، وہ اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر چیخ پڑی۔ ''چائے اعلی درجے کی ہے۔ چھہ روبل پاؤنڈ کی۔ ابھی پرسوں ہی ایک سوداگر نے نذر کی ہے۔ اور وہ اسے کنیاک ملا کر پینے چلے ہیں۔ آپ ان کی مت سنئے ایوان پتروو چ، میں ابھی آپ کے لئے چائے بناتی ہوں... دیکھیں گے آپ، خود دیکھیں گے، کیا نفیس چائے ہے!،،

اور وہ فوراً سماوار پر لگ گئی۔

سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ لوگ مجھے رات گئے تک روکنے کی سوچ رہے تھے۔ الکساندرا سیمیونوونا سال بھر سے مہمانوں کے لئے چشم براہ تھی اور اب مجھ پر ساری کسر نکالنے والی تھی۔ یہ بات میرے لئے مناسب بالکل نہیں بیٹھ رہی تھی۔

''سنو، مسلوبویف،، میں نے بیٹھتے ہوئے کہا ''میں تمہارے ہاں مہمان بن کر نہیں آیا ہوں۔ میں تو کام سے آیا ہوں۔ تم نے خود مجھے کچھ کہنے سننے کو بلایا ہے...،،

''ہاں، خیر ہے تو ٹھیک۔ کام تو کام ہی ہے۔ لیکن دوستانہ گفتگو بھی اپنی جگہ ہے۔،،

''نہیں، میری جان۔ میرا کچھ ٹھیک نہیں۔ میں تو ساڑھے آٹھ بجے رخصت چاہوں گا۔ کام سے جانا ہے۔ وعدہ کر چکا ہوں۔،،

''میں نہیں جانتا، جان من، ذرا سوچو، تم یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ اور پھر الکساندرا سیمیونوونا کے ساتھ تو یہ ٹھیک نہیں۔ ذرا اس کی طرف دیکھو تو سہی — تم نے اسے سکتے میں ڈال دیا۔ وہ کس لئے میرا بناؤ سنگار کرتی رہی۔ ذرا اس برگاموٹ کا خیال کرو جو مجھ پر تھوپا گیا ہے!،،

''تمہیں ہر وقت مذاق کی پڑی رہتی ہے، مسلوبویف۔ میں الکساندرا سیمیونوونا کے سامنے قسم کھا لوں گا کہ آئندہ ہفتے، چلو جمعہ کو سہی، آپ لوگوں کے ہاں شام کے کھانے پر آؤں گا۔ لیکن اس وقت، میرے بھائی، میں وعدہ کر چکا ہوں۔ یا یوں کہوں تو مناسب ہوگا کہ مجھے ایک جگہ پہنچنا ہے۔ اچھا، تم کہہ ڈالو — کیا بات کرنے والے تھے؟،،

''تو کیا واقعی آپ کا ساڑھے آٹھ بجے جانا طے ہے؟،، الکساندرا سیمیونوونا دبی ہوئی اور فریادی آواز میں چلائی۔ یہ کہتے ہوئے

اور مجھے اعلی درجے کی چائے کی پیالی دیتے ہوئے وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''فکر مت کرو میری جان۔ یہ سب بکواس ہے،، مسلوبویف نے جملہ جوڑا۔ ''یہ ٹھیریں گے۔ محض بکواس ہے ان کی۔ ہاں مگر وانیا، تم مجھے یہ تو بتاؤ، تمہیں ہر وقت کہاں جانے کی پڑی رہتی ہے؟ کس طرح کے معاملے درپیش ہیں تمہیں؟ کیا جان سکتا ہوں؟ روزانہ، جب دیکھو، کہیں نہ کہیں بھاگے جا رہے ہو، کام تو کرتے نہیں...،،

''مگر تمہیں اس کی کیا فکر؟ خیر، میں شاید بعد میں بتا دوں گا۔ البتہ، تم ذرا کہہ جاؤ کہ کل مجھ سے ملنے کیوں آئے تھے جب میں تم سے پہلے کہہ چکا تھا کہ گھر پر نہیں رہوں گا؟،،

''بعد میں یاد آیا مگر کل یاد نہیں رہا تھا۔ ایک خاص معاملے کے متعلق تم سے بات کرنی تھی۔ مگر سب سے مقدم یہ کہ الکساندرا سیمیونوونا کو خوش کرنا مقصود تھا۔ ہمیشہ کہتی ہے کہ 'ایک آدمی تو ہے جو دوست نکلا۔ تم ان کی دعوت کیوں نہیں کرتے؟'، اور چار دن سے، میرے یار، مجھے تیری وجہ سے ٹھوکے دئے جا رہے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ برگاموٹ کی بدولت عاقبت میں بھی میرے چالیس گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن میں نے سوچا، پھر بھی، ایک آدھ شام تو ہم دوستوں کی طرح مل بیٹھیں۔ اسی لئے میں نے یہ چال چلی: لکھا کہ ایسا معاملہ آ پڑا ہے کہ اگر تم نہ آئے تو سمجھو، نیا ڈوب جائے گی۔،،

میں نے اس سے درخواست کی کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا بلکہ صاف صاف کہہ دینا۔ البتہ اس نے جو صفائی پیش کی، اس سے میں پوری طرح مطمئن نہیں ہو سکا۔

''اچھا اور یار، تم آج دن میں مجھ سے کیوں نکل بھاگے تھے؟،، میں نے پوچھا۔

''آج دن میں واقعی مجھے ضروری کام تھا۔ اس میں رتی برابر جھوٹ نہیں ہے۔،،

''کہیں پرنس کے ساتھ تو نہیں؟،،

''کہئے، آپ کو ہماری چائے پسند آئی؟،، الکساندرا سیمیونوونا نے شیریں آواز میں پوچھا۔

کوئی پانچ منٹ سے وہ اسی انتظار میں تھی کہ اس کی چائے کی

تعریف کر دوں مگر میرا اس طرف دھیان ھی نہیں گیا۔
''بہت‌ھی نفیس، الکساندرا سیمیونوونا، بڑھیا چائے ھے، واہ! ایسی کبھی نہیں پی تھی۔''
الکساندرا سیمیونوونا خوشی سے لہک اٹھی اور لپکی کہ ایک اور پیالی بنا دے۔
''پرنس!'' مسلوبویف چیخا۔ ''یہ پرنس، میرے بھائی بڑا پاجی ھے۔ نہایت تگڑمی۔ ھاں! یار سن، میں تجھ سے کیا کہہ رھا ھوں — ویسے تو میں بھی جوڑ توڑ کرنے میں کچھ کم نہیں ھوں لیکن اس کی سطح پر اتر آنے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی! آگے نہیں۔ دم سادھ لو! بس یہی ایک بات ھے جو اس کے بارے میں کہہ سکتا ھوں۔''
''مگر میں تو جان بوجھ کے اسی ارادے سے تمہارے پاس آیا تھا کہ اس کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کروں‌گا۔ خیر، پھر سہی۔ ھاں یہ تو بتاؤ کل تم نے میری غیرحاضری میں مٹھائی کی گولیاں اسے، میری یلینا کو کیوں دی تھیں اور اس کے آگے ناچے کیوں تھے؟ اور وہ کیا باتیں ھوں‌گی جو تم ڈیڑھ گھنٹے تک اس سے کرتے رھے!''
''یلینا، بارہ سال کی یا شاید کوئی گیارہ سال کی بچی ھے، فی‌الحال ایوان پتروویچ کے ھاں رھتی ھے'' مسلوبویف نے ایک دم الکساندرا سیمیونوونا کی طرف منہ کرتے ھوئے کہا۔ ''دیکھو، وانیا، دیکھو'' وہ کہتا چلا گیا، انگلی سے اشارہ کرتے ھوئے ''وہ ایک دم کیسی چوکنی ھو گئی تھی یہ بھنک پڑتے ھی کہ میں کسی اجنبی لڑکی کے لئے مٹھائی کی گولیاں لے گیا تھا، ھے نا؟ ابھی چونک گئی تھی نا، اور چہرہ سرخ ھو گیا تھا، جیسے پستول سے گولی داغ دی ھو ھم نے... ذرا آنکھیں دیکھو اس کی۔ چمک رھی ھیں۔ چنگاریاں نکل رھی ھیں۔ خیر، اب بیکار ھے الکساندرا سیمیونوونا، چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں! رقابت کی جلن ھے۔ اگر میں صفائی نہ دے ڈالتا کہ گیارہ سال کی بچی تھی تو وہ میرے بال سلامت نہ چھوڑتی — اور یہ برگاموٹ بھی کچھ کام نہ آتا!''
''اور اب بھی کام نہ آئےگا!''
ان لفظوں کے ساتھ الکساندرا سیمیونوونا چائے کی میز کے پیچھے سے ایک ھی اچھال میں ھمارے سامنے نمودار ھوگئی، اور اس سے

پہلے کہ مسلوبویف اپنے سر کا بچاؤ کر سکتا، اس نے بالوں کا ایک گچھا پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا اور اچھی طرح خبر لی۔

"ٹھیک بنا دوں گی، ٹھیک بنا دوں گی! خبردار جو کبھی کسی باہر کے آدمی کے سامنے کہا ہو کہ میں جلتی ہوں — خبردار جو کہا ہو، خبردار، سمجھے خبردار!"

بلکہ وہ اور سرخ ہو گئی اور اگرچہ ہنستی جاتی تھی پھر بھی مسلوبویف کی اچھی طرح سرمت ہو گئی۔

"ہر طرح کی شرمناک باتیں منہ سے نکالتے ہیں"، میری طرف مخاطب ہو کر سنجیدگی سے بولی۔

"اچھا تو وانیا، دیکھتے ہو کیا زندگی ہے میری، اسی وجہ سے تو ذرا وودکا کی مجبوری پیش آتی ہے!"، مسلوبویف نے اپنے بال ٹھیک کرتے ہوئے اور صراحی کی جانب تیزی سے بڑھتے ہوئے بات پوری کی۔ لیکن الکساندرا سیمیونوونا پہلے ہی تاڑ گئی تھی — وہ خود میز کی طرف لپکی، تھوڑی سی شراب انڈیلی، اس کے ہاتھ میں جام تھما دیا اور گال پر ہلکی سی چپت رسید کی۔ مسلوبویف نے میری طرف فخر سے آنکھ ماری، زبان تالو سے لگائی اور اپنا جام حلق میں الٹ لیا۔

"مٹھائی کا معاملہ جو ہے، اسے سمجھانا مشکل ہے"، مسلوبویف نے میرے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے مٹھائی کی گولیاں پرسوں شراب کے نشے میں کسی سبزی فروش کی دکان سے خرید لی تھیں۔ پتہ نہیں کیوں۔ ممکن ہے اس خیال سے خریدی ہوں کہ بھئی، دیسی تجارت و صنعت کی ہمت‌افزائی کی جائے۔ ٹھیک ٹھیک یاد نہیں۔ بہرحال اتنا یاد پڑتا ہے کہ میں سڑک پر دھت چلا جا رہا تھا، کیچڑ میں پھنس کر گر گیا، اپنے بال نوچے اور اس پر رونے لگا کہ دنیا میں کسی کام کا نہیں ہوں میں۔ مٹھائی کی بات ہی ذہن سے نکل گئی۔ چنانچہ وہ گولیاں کل تک میری جیب میں پڑی رہ گئیں۔ اور جب میں تمہارے ہاں صوفے پر بیٹھا ہوں تو گولیاں جیب میں دب گئیں۔ اور ناچ کا پوچھو تو اس کا سبب بھی میری یہی ڈانواڈول حالت تھی — کل میں کافی پئے ہوئے تھا اور جب پئے ہوئے ہوتا ہوں اور اپنی قسمت کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے تو کبھی کبھی رقص کر ڈالتا ہوں۔ بس اتنی بات تھی۔ ایک بات اور ہے کہ لاوارث بچی نے مجھ میں ترس کا

جذبہ ابھار دیا۔ اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ مجھ سے بات ھی نہیں
کرنا چاھتی تھی جیسے ناراض ھو۔ چنانچہ ناچ کر ڈالا تاکہ ذرا
س کا جی بہل جائے اور مٹھائی کی گولیاں بھی اسی خیال سے
ے دیں۔"
"اور اسے بہلا کر یہ کوشش نہیں کی کہ باتیں پوچھی جائیں
ور اس سے کچھ نہ کچھ اگلوا لیا جائے؟ سچ سچ بتاؤ، جان
وجھ کر تم میرے گھر پہنچے تھے کہ اس وقت تو گھر پر
موجود نہیں ھوں گا اور اس سے روبرو بات کر کے کچھ اگلوا لیا
جائے گا، ھے نا؟ دیکھو، یہ تو مجھے پتہ ھے کہ تم اس کے پاس
کوئی ڈیڑھ گھنٹے بیٹھے رھے، اسے یقین دلایا کہ تم اس کی مرحومہ
ماں سے واقف ھو اور کسی سلسلے میں تم نے اس سے پوچھ گچھ
بھی کی۔"
مسلوبویف نے آنکھیں بھینچیں اور مکاروں کی طرح ھنسا۔
"چلو، یہ خیال بھی کچھ برا نہ تھا،" اس نے کہا۔ "نہیں
انیا، بات یوں نہیں ھے۔ اور اگر ھے تو پوچھنے میں کیا ھرج؟
لیکن یہ بات نہیں تھی۔ سنو، پرانے یارغار، اگرچہ میں اس وقت
بھی اچھی خاصی پئے ھوئے ھوں حسب دستور، تاھم میری ایک بات
کا پکا یقین رکھو ــ بری نیت سے فلپ کبھی تمہیں فریب نہیں
دے گا۔ بری نیت، برے خیال سے، بس یہ بات ھے!"
"اور بری نیت کے بغیر؟"
"اور... بری نیت کے بغیر بھی۔ اچھا یہ سب تو گیا جہنم
میں۔ آؤ پی ڈالیں اور اس کے بعد کام کی بات! کام تو یوں ھی
سا ھے خالی خولی،" اس نے کچھ پی کر گفتگو جاری رکھی۔ "یہ
جو ببنووا ھے نا، اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ لڑکی کو اپنے
ھاں رکھے۔ میں نے سب چھان‌بین کر لی ھے۔ گود لینے وغیرہ کا
کوئی معاملہ نہیں تھا۔ لڑکی کی ماں پر اس کا کچھ روپیہ چاھئے
تھا۔ چنانچہ اس نے بیٹی پر ھاتھ مارا۔ ببنووا ویسے چاھے کتنی
ھی تیز اور بدطینت کیوں نہ ھو لیکن ھے بےوقوف عورت جیسے
سب عورتیں ھوتی ھیں۔ مرحومہ کے پاس پاسپورٹ پکا تھا یعنی
یہ کہ سب معاملہ صاف ھے۔ یلینا تمہارے پاس رہ سکتی ھے
لیکن بہتر یہی ھوتا کہ کوئی گھربار والے بھلے مانس اسے اپنے ھاں
رکھ لیتے اور پال‌پوس لیتے۔ خیر، جب تک ایسا ھو، تمہارے ھاں

رہے جائے۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہاری خاطر سب کچھ کر دوں گا۔ بینووا انگلی بھی نہیں اٹھا سکتی۔ اور اس کی مرحومہ ماں کے بارے میں مجھے اب تک ٹھیک ٹھیک کچھ پتہ نہیں چلا ہے۔ وہ کسی کی بیوہ تھی جس کا خاندانی نام زالتسمن بتایا جاتے ہے۔''

''یہی مجھ سے نیلی نے بھی کہا تھا۔''

''اچھا تو یہ بات ختم ہوئی۔ اب، وانیا،'' اس نے ذرا احتیاط اور تکلف سے کہنا شروع کیا ''میری بھی ایک چھوٹی سی درخواست ہے تم سے۔ دیکھو پوری کر دینا۔ مجھے جتنی تفصیل سے بتا سکو بتاؤ کہ آخر تم کس معاملے میں اتنی بھاگ دوڑ کئے رہتے ہو اور سارا سارا دن کہاں گزارتے ہو؟ اگرچہ مجھے کچھ کچھ معلوم ہے اور تھوڑا سا پتہ چلا ہے لیکن اس سے زیادہ تفصیل درکار ہے مجھ کو۔''

اس احتیاط اور تکلف نے مجھے تعجب میں ڈال دیا بلکہ بےچینی پیدا کر دی۔

''مگر یہ بات کیا ہے؟ کس لئے تم کو جاننے کی ضرورت پڑ گئی؟ اس قدر سنجیدگی سے پوچھ رہے ہو کہ...''

''تو بات یہ ہے کہ فالتو لفظوں کے بغیر کہوں — میں تمہارے کچھ کام آنا چاہتا ہوں۔ دیکھتے ہو یار۔ اگر میں تمہارے ساتھ چالاکی کرتا تو خود تمہارے منہ سے بغیر کسی تکلف کے سب اگلوا لیتا۔ پھر بھی تم مجھ پر شبہ کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ چالاکی کر رہا ہوں — میرے دوست، وہ مٹھائی کی گولیوں کی بات یہ ہے کہ۔ اب میں سمجھا۔ اور یہ جو رہا کہ میں سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میری اپنی کوئی غرض نہیں ہے اس میں بلکہ تمہارے فائدے کے لئے۔ اس لئے تم شبہ نہ کرو اور صاف صاف کہہ ڈالو جو کچھ ہے سچ سچ...''

''مگر کیسی مدد؟ سنو، مسلوبویف۔ تم مجھ سے اس پرنس کی بات کیوں نہیں کرتے؟ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ یہ ہوگی البتہ میری مدد۔''

''پرنس کے متعلق! ہوں... اچھا یہی سہی۔ صاف صاف کہتا ہوں — اب میں تم ہی سے پرنس کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔''

''وہ کیسے؟''

''ایسے کہ میرے بھائی، میں نے دیکھا ہے کہ کسی نہ کسی

صورت سے اس کو تمہارے معاملے سے کچھ سروکار ہے۔ یہ بھی کہتا چلوں کہ اس نے تمہارے بارے میں مجھ سے سوال بھی کیا تھا۔ اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم تم ایک دوسرے سے واقف ہیں، اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں۔ اصل بات کہنے کی یہ ہے کہ تم اس پرنس سے ہوشیار رہو۔ وہ بڑا ہی بےایمان، شیطان ہے، بلکہ اس سے بدتر۔ چنانچہ جیسے ہی مجھے پتہ چلا کہ اسے تمہارے معاملے سے سروکار ہے تو تمہاری طرف سے فکر ہو گئی۔ یہ بتا دوں کہ ویسے مجھے اس قصے کی کچھ خبر نہیں ہے۔ اس لئے تم سے پوچھتا ہوں کہ سب بتا دو تاکہ میں پرکھ سکوں۔ اور اسی لئے میں نے تم سے آج آنے کو کہا تھا۔ یہی میرا اصل مطلب ہے۔ صاف کہہ دیتا ہوں۔''

''کم سے کم کچھ بتاؤ تو سہی۔ اور کچھ نہ سہی تو یہی بتاؤ کہ مجھے پرنس سے بچ کر کیوں رہنا چاہئے؟''

''خیر — اچھی بات ہے۔ یہی سہی۔ یار، عام طور پر میں بعض خاص معاملات میں ہاتھ ڈالتا ہوں۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ لوگ ایسے معاملے جو مجھے سپرد کرتے ہیں تو اس لئے کہ میں بلاوجہ زبان نہیں کھولتا۔ تو پھر میں تم سے کیسے کہہ ڈالوں؟ برا مت ماننا اگر میں ذرا گول مول بات کروں، یعنی کافی گول مول تاکہ تم پر آشکار ہو جائے کہ یہ پرنس کیسا پاجی آدمی ہے۔ اچھا شروع یہاں سے ہو کہ تم پہلے اپنا قصہ کہہ ڈالو — سب کچھ۔''

میں نے جانچ لیا کہ اب اپنے معاملے میں کسی بات کو مسلوبویف سے چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ نتاشا کا قصہ کوئی راز تو رہا نہیں تھا۔ اور کہہ دینے سے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی صورت سے مسلوبویف اس کی کچھ مدد کر سکے۔ البتہ یہ کیا کہ بیان کرتے وقت جہاں تک ممکن تھا، کئی باتیں چبا گیا۔ مسلوبویف ان تمام باتوں کو جن سے پرنس کا واسطہ ہو سکتا تھا، بہت غور اور توجہ سے سنتا رہا۔ بار بار اس نے مجھے ٹوکا، کئی سوال بیچ میں کر ڈالے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر میں نے کافی تفصیل سے اسے سب کچھ بتا دیا۔ یہ قصہ بیان کرنے میں کوئی آدھ گھنٹہ لگا مجھے۔

''ہوں — تو اس لڑکی کے دماغ میں بھیجا ہے گویا،'' مسلوبویف

نے نتیجہ نکالا۔ ''اگرچہ، ممکن ہے کہ اس نے پرنس کے بارے میں پوری طرح صحیح قیاس نہیں کیا ہے، پھر بھی اچھا یہ ہے کہ پہلے ہی قدم سے اندازہ کر لیا کہ کس قسم کے آدمی سے واسطہ پڑا ہے اور اس سے تمام رشتے توڑ لئے۔ واہ ری نتالیا نکولائیونا! اس کی تندرستی کا جام چڑھاتا ہوں!،، (اس نے پورا گلاس چڑھا لیا۔) ''یہاں تو صرف دماغ سے کام نہیں چلتا۔ دل بھی ایسا ہی چاہئے جو دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔ اور دل نے اسے دھوکا نہیں دیا۔ خیر، یہ تو ہے کہ اس کا معاملہ ڈوب گیا — پرنس اپنے من کی کرے گا اور الیوشا اسے چھوڑ دے گا۔ مگر مجھے افسوس ہے تو اخمنیف کا۔ انہیں اس پاجی کو دس ہزار کی رقم بھرنی پڑے گی! بھلا کیوں؟ کس نے ان کے مقدمے کی پیروی کی تھی؟ کسے وکیل بنایا گیا تھا؟ خود ہی مقدمہ لڑے ہوں گے — لاحول ولا... یہ سب گرم‌مزاج کے شریف لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کام کے نہیں ہوتے۔ پرنس سے ایسے نہیں بھگتنا چاہئے تھا۔ میں ایسا اچھا ایڈووکیٹ دلواتا اخمنیف کو کہ بس۔ لینے کے دینے پڑ جاتے!،، اور اس نے رنج سے میز پر گھونسا مارا۔

''ہاں تو اب پرنس کے بارے میں ہو جائے۔،،

''تمہیں تو بس پرنس کی پڑی ہے۔ اس کے بارے میں کیا بات کرنا۔ کچھ اچھا نہیں ہوا کہ میں نے خود کو اس سے الجھایا۔ وانیا، میری خواہش صرف اتنی تھی کہ اس بدروح کی طرف سے تمہارے گرد حصار کھینچ دوں۔ تاکہ، کہنا چاہئے، تم اس کے آسیب سے بچے رہو۔ جس سے اس کا پالا پڑ جائے وہ خطرے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تو تم چوکنے رہنا۔ بس یہی کہنا تھا۔ تم اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ نہ جانے کیسی پیرس کی بھول بھلیاں* تم پر آشکار کر دوں گا۔ تم ٹھیرے ناول‌نگار! بھلا، تم سے اس کمینے کے بارے میں کہنے سننے سے فائدہ کیا؟ وہ پاجی آدمی ہے۔ کمینہ ... اچھا تو لو۔ میں تم سے اس کا، مثال کے طور پر ایک معمولی سا واقعہ بیان کئے دیتا ہوں۔ لیکن کہہ دیتا ہوں، نام،

---

* انیسویں صدی کے وسط میں روس میں فرانسیسی ادیب ایژین سیو (۱۸۰۴ء تا ۱۸۵۷ء) کا ناول ''پیرس کی بھول بھلیاں،، بہت مشہور تھا۔ (ایڈیٹر)

مقام، شہر، بستی نہیں بتاؤں گا اور تاریخ وار بھی نہیں ہوگا۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ابھی جب وہ بالکل نوجوان تھا اور اپنی کلرکی کی تنخواہ پر گزر بسر کرتا تھا، تب اس نے ایک بڑے مالدار سوداگر کی بیٹی سے شادی کی۔ اچھا تو اس نے اپنی بیوی سے کچھ معقول سلوک نہیں کیا۔ اس وقت ہم اس بیوی کا قصہ چھیڑنے نہیں بیٹھے ہیں لیکن سرسری طور پر میں تمہیں بتا رہا ہوں، میرے دوست کہ ساری عمر اس کی خاص کوشش رہی ہے کہ ایسے معاملات سے روپیہ بنائے۔ اور لو — ایک اور واقعہ ہے۔ وہ ملک سے باہر گیا۔ وہاں...،،

''ٹھیرو مسلوبویف، تم اس کے کون سے سفر کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ کس سال والے؟،،

''ٹھیک ۹۹ سال ۳ مہینے پہلے کا سفر۔ اس میں بھی یہی ہوا کہ کسی باپ کی کسی بیٹی کو اس نے ورغلایا اور ورغلا کے اسے اپنے ساتھ پیرس لے گیا۔ اور پھر کیا حرکت کی ہے اس میں بھی! بیٹی کا باپ کسی کارخانے وارخانے کا مالک تھا یا شاید کسی کاروبار کا حصہ دار تھا۔ مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں صرف اسی قدر بتا سکتا ہوں جتنا میں نے ادھر ادھر کے اندازوں سے پتہ چلایا ہے اور مختلف واقعات کی کڑیوں کو جوڑ کر نتیجہ نکالا ہے۔ خیر، تو پرنس نے اس سے بھی دغا کی اور خود کو اس کے کاروبار میں شریک کرلیا، اسے بیوقوف بنایا اور روپیہ صاف کر دیا۔ بڑے میاں کے پاس کچھ قانونی کاغذات تھے جن سے وہ ثابت کر سکتے تھے کہ پرنس نے ان سے رقم لی ہے۔ مگر وہ ایسے لینا چاہتا تھا کہ پھر دینا نہ پڑے۔ یعنی ہم اپنی زبان میں کہیں گے کہ ہڑپ کر جائے۔ بڑے میاں کی ایک بیٹی تھی اور تھی بڑی حسینہ۔ اور اس حسینہ کا ایک عاشق تھا، بےمثال عاشق — شیلر * ٹائپ، شاعر آدمی اور پھر یہ کہ خود سوداگر، نوجوان اور سن سوجی — ایک لفظ میں یوں کہو کہ اچھا خاصا جرمن تھا۔ ففرکوخن کوئی۔،،

---

* یوہان فریدرخ شیلر (۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۵ء) — جرمن شاعر، ڈرامہ نگار اور فنون کا عالم، جو اپنی تصانیف میں اعلی اخلاقی اور سماجی تصورات کا پرچار کرتا تھا۔ (ایڈیٹر)

''یعنی تمہارے کہنے کا مطلب یہ کہ اس کا خاندانی نام تھا ففرکوخن؟،،

''ہو سکتا ہے کہ ففرکوخن نہ ہو - جہنم میں جائے ہماری بلا سے - اس سے ہمیں کیا واسطہ - ہاں پرنس کی بات ہے - وہ اس لڑکی کے پیچھے پڑ گیا اور ایسا پیچھے پڑا کہ وہ بھی اس کی محبت میں پھنس گئی اور بالکل دیوانی ہو گئی - پرنس کے دل کی دو آرزوئیں تھیں اس وقت: اول تو یہ کہ لڑکی کو قبضے میں کرے اور دوسرے ان دستاویزوں کو قبضائے جو بڑے میاں سے لی ہوئی رقم کے بارے میں تھیں - بڑے میاں کی تمام چابیاں بیٹی کے ہاتھ میں رہتی تھیں - اور بڑے میاں کو بیٹی سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ اس کی شادی تک کرنے کو تیار نہ تھا - ہاں، ہاں، واقعی - شادی کے طلبگار جو آتے تھے ان سب سے جلتا تھا - اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بیٹی سے جدا ہونا بھی ممکن ہے - اس نے ففرکوخن کو بھی نکال باہر کیا - عجیب تماشے کا آدمی تھا یہ انگریز بھی...،،

''انگریز؟ مگر یہ سب واقعہ گزرا کہاں؟،،

''میرے منہ سے صرف اتنی بات نکلی کہ انگریز - یوں ہی نسبت دینے کے لئے لیکن تم نے وہی پکڑ لی - کہاں گزری؟ سمجھو، شہر سانتافےدےبگاتا میں گزری - ممکن ہے کہ وہاں نہیں، کراکوف میں گزری ہو - بلکہ غالباً یہ واقعہ ناساؤ کی تعلقہ‌داری میں پیش آیا تھا - سلزر کے پانی والی بوتل پر یہی لکھا ہوتا ہے - ناساؤ میں ہی ہوا تھا یہ واقعہ - چلو اب تو تمہیں اطمینان ہو گیا نا؟ چنانچہ یہ ہوا کہ پرنس اس لڑکی کو باپ کے گھر سے اڑا کے لے گیا اور کسی طرح اسے اس بات پر اکسایا کہ بعض دستاویزوں پر ہاتھ مار کر انہیں بھی ساتھ لیتی چلے - محبت ایسی بری بلا ہے، تم جانو وانیا! توبہ توبہ میرے پروردگار - خیر، تو لڑکی ویسے ایمان‌دار تھی، شریف تھی اور عالی‌ظرف تھی - یہ بھی واقعہ ہے کہ غالباً اسے ان دستاویزوں کے بارے میں کچھ خاص معلوم نہ تھا کہ کس طرح کے کاغذات ہیں - پریشانی صرف یہ تھی کہ باپ کہیں اسے عاق نہ کر دے - اس بار بھی پرنس نے ترکیب نکال لی - لڑکی کو یوں ہی رسمی اور قانونی طور پر ایک وعدے کا کاغذ لکھ کر دے دیا کہ میں تم سے شادی کر لوں گا - لکھت پڑھت سے اس نے

لڑکی کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ابھی ہم کچھ دن کے لئے ملک سے باہر جا رہے ہیں، سیر تفریح کے لئے، اور جب بڑے میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ ان کے پاس لوٹ آئیں گے، ان کی شادی ہو چکی ہوگی اور پھر تینوں خوش خوش رہیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ابدالآباد تک۔ وہ گھر سے نکل گئی۔ بڑے میاں نے اسے عاق کر دیا اور ہاں، ان کا دیوالہ نکل گیا۔ پیرس میں اس کے پیچھے فراعون‌سیلخ سارا سارا پھرا۔ سب کچھ تج دیا۔ یہاں تک کہ اپنا کاروبار تج دیا۔ اسے محبت بھی تو تھی بڑی۔،،

''ٹھیر جاؤ۔ یہ فراعون‌سیلخ کون؟،،

''ہاں تو اور کیا۔ وہی نا فیورباخ... لعنت ہو اس پر، وہ کون تھا — ففرکوخن! خیر تو کہنا یہ تھا کہ پرنس کے لئے شادی کرنا ممکن نہ ہوا — بھلا کاؤنٹیس 'طعنہ سہنہ، کیا کہیں گی اور پھر مہاراج 'پھوٹوھار، اس کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ چنانچہ اب یہی رہ گیا تھا کہ وعدے سے مکر جائے۔ اور اس نے یہی کیا، بڑی بےحیائی سے۔ اول تو اس نے مار پیٹ کے سوا سب کچھ کیا۔ پھر دوسرا کام یہ کہ جان بوجھ کر ففرکوخن کو اپنے ہاں بلایا۔ وہ اکثر ان کے ہاں آتا جاتا رہا اور آخر لڑکی سے دوستی کر لی۔ دونوں آدمی رات گئے تک ساتھ رہتے، اپنی بدقسمتی پر رویا دھویا کرتے۔ وہ اسے دلاسا دیتا — ظاہر ہے کہ بڑی نیک روحیں تھیں۔ پرنس نے جان بوجھ کر یہ ترکیب لڑائی تھی۔ ایک بار رات گئے اس نے ان دونوں کو جالیا اور من گھڑت الزام لگا دیا کہ ان دونوں کے درمیان کچھ بات ہے۔ اور ایک بہانہ نکال لیا۔ کہنے لگا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ خیر، تو اس نے ان دونوں کو گھر سے نکال دیا اور خود تھوڑے عرصے کے لئے لندن چل دیا۔ ولادت کے دن قریب آ رہے تھے جب اسے گھر سے نکالا۔ اس سے بیٹی پیدا ہوئی... یعنی، مطلب یہ کہ بیٹی نہیں بیٹا یقیناً بیٹا ہی تو۔ اس کا نام رکھا گیا ولودکا۔ ففرکوخن اس کا دینی باپ قرار پایا۔ پھر وہ بچے کی ماں ففرکوخن کے ساتھ چلی گئی۔ اس کے پاس تھوڑی سی رقم تھی۔ سوئٹزرلینڈ اور اٹلی کا سفر ہوتا رہا۔ جہاں جہاں شاعرانہ سرزمین تھی وہاں کی اچھی طرح سیر کی گئی۔ اور کیا کہوں، وہ عورت ہر وقت

روتی رہتی تھی اور ففرکوخن کنمناتا تھا۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔ اور وہ گود کی بچی بڑی ہو گئی۔ پرنس کا بھی سب کام بنتا چلا گیا۔ صرف ایک گڑبڑ تھی کہ ابھی تک وہ شادی کا لکھا ہوا وعدہ عورت سے واپس نہ لے سکا تھا۔ جدا ہوتے وقت اس نے غصے میں کہا تھا 'تم بڑے کمینے ہو، تم نے مجھے لوٹ لیا، میری آبرو خاک میں ملا دی اور اب مجھے چھوڑ دیا۔ اچھا رخصت، جاؤ! لیکن وعدے کا کاغذ واپس نہیں دوں گی۔ اس لئے نہیں کہ اب تک مجھے تم سے شادی کی تمنا ہے بلکہ اس لئے کہ تم پر اس کاغذ کا خوف سوار ہے۔ میں اس تحریر کو ہمیشہ سنبھال کے رکھوں گی'۔ مختصر یہ کہ وہ غصے سے کھول گئی مگر پرنس ٹھنڈا رہا۔ عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ ایسے کمینے لوگ ان عالی‌ظرفوں اور شریفوں سے بیوہار کرنے میں کامیاب نکلتے ہیں۔ عالی‌ظرف لوگ ایسے شریف اور بھولے ہوتے ہیں کہ انہیں فریب دینا بہت آسان ہو جاتا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ خود کو ہمیشہ اونچے درجے کی شریفانہ بیزاری میں بند کر لیتے ہیں بجائے اس کے کہ قانون کے ڈنڈے سے کام لیں اگر اس سے کام لیا جا سکتا ہو۔ مثال کے طور پر یہاں بھی ایسا ہی ہوا — یہ ماں بھی صرف اپنے باوقار غصے میں ہی تپتی رہ گئی۔ اور اگرچہ وعدے کی دستاویز اس نے اپنے قبضے میں رکھی لیکن وہی ہوا جو پرنس پہلے سے جانتا تھا کہ وہ خود کو پھانسی پر لٹکانا گوارا کر لے گی مگر اس کاغذ سے کام نہیں لے گی، چنانچہ وقتی طور پر اسے اطمینان ہو گیا۔ اور اگرچہ اس ماں نے کہنا چاہئے کہ پرنس کے ذلیل منہ پر تھوک دیا لیکن ولودکا کو ہاتھوں میں سنبھالے رہی۔ اگر وہ خود مر گئی تو اس بیٹے کا کیا ہوگا؟ یہ نہ سوچا۔ برودرشافت نے بھی اس کو ڈھیل دے دی اور اس کی فکر نہ کی۔ شاعر شیلر کو ہی پڑھتے رہ گئے دونوں۔ آخر برودرشافت کو کوئی بیماری لگی اور وہ دنیا سے سدھار گیا...''

''تمہارا مطلب ہے کہ ففرکوخن؟''

''ہاں۔ وہی۔ ارے اسے جہنم واصل کرو! اور وہ جو عورت تھی...''

''ٹھیرو ذرا۔ وہ کتنے سال تک ملک ملک سفر کرتے رہے؟''

''ٹھیک دو سو سال۔ پھر وہ کراکوف واپس آ گئی۔ باپ نے

اسے منہ نہیں لگایا — عاق کر دیا۔ وہ مر گئی اور پرنس نے خوشی سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ اور جیسے قصہ کہانی میں کہتے ہیں: میں بھی حاضر تھا وہاں۔ خم کے خم لنڈھا دئے گئے۔ لیکن مونچھوں میں اٹک گئے، منہ میں نہیں پڑے *۔ آؤ بھئی وانیا، بس پی ڈالیں۔"

"مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تم اس معاملے میں اس کے کام آ رہے ہو، مسلوبویف؟"

"تمہیں کہیں یہی تو نہیں چاہئے؟"

"مگر ایک بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ تم اس میں کر کیا سکتے ہو؟"

"ہاں تو دیکھو۔ جب وہ دس برس باہر رہ کر بدلے ہوئے نام سے میڈرڈ واپس آئی تو یہ سب باتیں تحقیق طلب ہیں۔ بردرشافت کے بارے میں بھی پتہ چلانا ہے۔ بڑے میاں کے متعلق اور یہ کہ واقعی وہ واپس آئی بھی یا نہیں، اور بچے کے بارے میں اور یہ کہ مرگئی یا زندہ ہے۔ اور یہ کہ اس کے پاس کاغذ تھا بھی یا نہیں وغیرہ وغیرہ، انتہاہ تک، اور بھی کچھ باتوں کا کھوج نکالنا ہے۔ وہ بڑا ہی چال‌باز شخص ہے وانیا، تم ذرا اس سے ہوشیار رہو۔ اور مسلوبویف کے بارے میں بس یہ سوچ لو کہ کبھی، کسی حال میں بھی، کسی وجہ سے بھی اسے کمینہ پاجی مت سمجھنا! اگرچہ ہے وہ واقعی پاجی (میں جانوں ایسا کوئی آدمی ہی نہیں ہے جو کمینہ پاجی نہ ہو) تو تمہارے ساتھ بیوہار میں مسلوبویف کمینہ پاجی نہیں ہے۔ میں بہت پئے ہوئے ہوں مگر سنو میری بات — اگر کبھی عن‌قریب یا مستقبل بعید میں، ابھی یا اگلے سال تمہیں ایسا لگے کہ مسلوبویف نے کسی معاملے میں بھی تم سے دغا یا چال کی ہے (اور براہ مہربانی یہ لفظ دغا چال بھول نہ جانا) تو اپنی جگہ یقین کر لینا کہ اس میں بری نیت شامل نہیں ہے۔ مسلوبویف تم پر نظر رکھے گا۔ اور تم کسی قسم کے وہم کو دل میں جگہ نہ دینا۔ بلکہ سیدھے خود مسلوبویف کے پاس

---

* یہ روسی لوک کہانیوں کے روایتی اختتامی فقرے ہیں۔ (ایڈیٹر)

آجانا اور اس سے صاف صاف کہہ ڈالنا بھائی کی طرح ۔ کہو، اب پیوگے ؟،،

''نہیں ۔ ،،

''کچھ کھاؤگے ؟،،

''نہیں بھائی، معاف کرنا...،،

''اچھا تو پھر چل دو ۔ پونے نو بج چکے ہیں ۔ اور تم لاٹ صاحب ہو، وقت ہو گیا تمہارا ۔ ،،

''یہ کیا ۔ کیا حرکت ہے؟ خود تو پی کے دھت ہو گئے اور اب مہمان کو چلتا کر رہے ہو! ہمیشہ سے یہ ایسے ہی ہیں ۔ افوہ، بےشرم کہیں کے!،، الکساندرا سیمیونوونا نے ٹھنک کر کہا ۔

''پیدل اور سوار کا کیا ساتھ، الکساندرا سیمیونوونا! بس ہم دونوں ہی رہ جائیں‌گے اور ایک دوسرے کی تواضع کریں‌گے ۔ ان کا کیا، یہ تو جنرل آدمی ہیں! نہیں وانیا، میں نے غلط کہا — تم جنرل نہیں ہو، میں ہوں کمینہ! ذرا دیکھو تو میں کیسا لگتا ہوں اس وقت ۔ تمہارے سامنے بھلا میری کیا ہستی؟ معاف کرنا وانیا، برا مت ماننا، اجازت دو کہ ذرا اپنا دل کھول دوں...،،

اس نے مجھے گلے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا ۔ میں چلنے لگا ۔

''ہائے پروردگار! ہم نے تو رات کا کھانا تیار کر رکھا ہے!،، الکساندرا سیمیونوونا سخت تکلیف کے ساتھ بولی ۔ ''سچ بتائیے ۔ آپ جمعہ کو آ رہے ہیں ہمارے ہاں؟،،

''ضرور آؤں‌گا الکساندرا سیمیونوونا، وعدہ رہا ۔ آؤں‌گا ۔ ،،

''ممکن ہے آپ کی نظر میں گر گئے ہوں یہ کہ... بالکل دھت ہو گئے ۔ آپ ایوان پترووچ، انہیں گری ہوئی نظر سے نہ دیکھئےگا ۔ اچھے آدمی ہیں، بڑے اچھے دل کے آدمی ہیں اور آپ سے تو انہیں اس قدر محبت ہے! آجکل وہ دن رات آپ کے بارے میں مجھ سے بات کرتے رہتے ہیں ۔ بس آپ کے بارے میں ۔ خاص کر انھوں نے آپ کی کتابیں خریدیں میرے واسطے ۔ میں نے ابھی پڑھی نہیں، کل سے پڑھنا شروع کروں‌گی ۔ اور مجھے کتنا اچھا لگےگا جب آپ ہمارے ہاں آئیں‌گے! کسی کو بھی یہاں آتے نہیں دیکھتی ہوں ۔ کوئی بھی ہمارے ہاں شام گزارنے نہیں آتا ۔ گھر میں سب کچھ ہے ۔ مگر ہم اکیلے ہی پڑے رہتے ہیں ۔ ابھی ابھی

میں بیٹھی تھی، سن رہی تھی۔ سنے جا رہی تھی جو کچھ آپ لوگ باتیں کر رہے تھے۔ کیا خوب تھا... اچھا تو جمعہ تک کے لئے رخصت...''

ساتواں باب

میں باھر نکلا اور گھر کی طرف جلدی جلدی روانہ ھوا۔ مسلوبویف کے لفظوں نے مجھ پر بہت اثر کیا تھا۔ دماغ میں خدا جانے کیسے کیسے خیال چلے آ رہے تھے... جیسے جان بوجھ کر گھر پر ایک حادثہ میرے انتظار میں ھو، جس نے بجلی کے جھٹکے کی طرح میرے اوسان خطا کر دئے۔

ٹھیک اس گھر کے پھاٹک کے سامنے، جس میں میرا فلیٹ تھا، بجلی کا کھمبا تھا۔ جیسے ھی میں نے پھاٹک میں قدم رکھا، ایک دم کھمبے کے پاس سے کوئی عجیب ھیئت کی چیز مجھ پر جھپٹی ایسے کہ منہ سے میرے چیخ نکل گئی۔ کوئی جاندار مخلوق تھی — خوف‌زدہ، تھرتھراتی ھوئی، نیم‌دیوانہ، اور اس نے چیخ مار کر میرا ھاتھ زور سے پکڑ لیا۔ مجھ پر دھشت طاری ھو گئی۔ یہ نیلی تھی۔

''نیلی، کیا ھو گیا تجھے؟'' میں چیخ پڑا۔ ''کیا بات ھو گئی؟''

''وھاں — اوپر، وہ بیٹھے ھیں... ھمارے گھر میں...''

''کون ھے وہ؟ چلو، چلیں۔ ساتھ چلیں۔''

''نہیں، نہیں۔ میں نہیں جاتی۔ جب تک وہ چلے نہ جائیں، میں یہیں ٹھیروں‌گی دروازے میں.... میں نہیں جانے کی۔''

میں دل میں عجب طرح کے اندیشے لئے ھوئے اوپر پہنچا۔ دروازہ کھولا، دیکھا کیا کہ پرنس موجود ھیں۔ وہ میز کے پاس بیٹھا ناول پڑھ رھا تھا، کم از کم کتاب تو ضرور کھلی ھوئی تھی۔

''ایوان پترووچ!'' وہ خوشی سے چلایا۔ ''بڑی خوشی ھے کہ آپ آخر واپس آگئے۔ اب میں بس چلنے ھی والا تھا۔ کوئی گھنٹے بھر سے اوپر آپ کا انتظار کیا۔ میں نے کاؤنٹیس صاحبہ سے وعدہ کر لیا ھے خود ان کے شدید اور خاص اصرار پر کہ آج شام آپ کو ساتھ لے کر پہنچوں‌گا۔ انھوں نے بڑی خصوصیت کے ساتھ یہ خواھش کی تھی اور آپ سے ملاقات کی بہت ھی مشتاق ھیں۔ اور چونکہ آپ مجھ سے وعدہ کر چکے تھے اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ

بذات‌خود آپ کے ہاں آؤں اور ذرا سویرے پہنچوں تاکہ آپ کہیں باہر نہ نکل گئے ہوں اور اپنے ساتھ ہی چلے چلنے کی دعوت دوں۔ ذرا آپ میری مصیبت کا اندازہ کیجئے، میں پہنچا تو آپ کی نوکرانی نے بتایا کہ آپ گھر پر موجود نہیں ہیں۔ اب کیا کروں۔ اور وہاں میں قول دے چکا ہوں کہ آپ کو ساتھ لےکر آؤں گا، تو سوچا انتظار کر لوں، کوئی پندرہ منٹ۔ خیر وہ پندرہ منٹ بھی گزر گئے — آپ کا ناول پڑھنا شروع کر دیا اور اس میں محو ہو گیا۔ ایوان پتروو‌چ، واقعی کیا کمال کی چیز ہے! اس کے بعد بھی آپ کی صحیح قدر نہیں کی لوگوں نے، جانتے ہیں آپ؟ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ آپ نے مجھے رلا دیا اور مجھے رونا ذرا کم ہی آتا ہے...،،

''اچھا تو آپ کا مطلب ہے کہ چلوں؟ میں اقرار کرتا ہوں کہ اس وقت... یعنی اگرچہ میں بالکل اس کے خلاف نہیں ہوں، لیکن...،،

''خدا کے واسطے، چلے چلئے۔ آپ یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ ذرا دیکھئے تو میں ڈیڑھ گھنٹے سے آپ کے انتظار میں ہوں... اور اس کے علاوہ مجھے آپ سے باتیں کرنی ہیں۔ بہت‌ہی ضروری ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ کس سلسلے میں؟ آپ اس پورے معاملے کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں... ممکن ہے ہم کوئی نہ کوئی فیصلہ کریں، کسی نتیجے پر پہنچیں۔ سوچئے، خدارا آپ انکار نہ کیجئے۔،،

میں نے دل میں اندازہ کیا کہ جلد یا بہ‌دیر جانا تو ہے ہی بہرحال۔ یہ صحیح ہے کہ نتاشا اس وقت تنہا ہوگی اور اسے میری ضرورت بھی ہوگی لیکن خود اسی نے تو یہ ذمہ‌داری مجھ پر ڈالی ہے کہ جتنی جلد سے جلد ہو سکے کاتیا سے جان پہچان کی جائے۔ اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ الیوشا وہیں موجود ہو... میں جانتا تھا کہ نتاشا کو کل نہیں پڑےگی جب تک میں کاتیا کے بارے میں معلومات اس تک نہ پہنچا دوں۔ چنانچہ میں نے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن نیلی کی فکر الگ ستا رہی تھی۔

''ذرا ٹھیرئے،، میں نے پرنس سے کہا اور زینے کی طرف گیا۔ نیلی وہاں ایک اندھیرے کونے میں دبکی کھڑی تھی۔

''کیوں، تم آنا کیوں نہیں چاہتی ہو، نیلی؟ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا؟ کیا کہہ دیا تم کو؟''

''کچھ نہیں... بس میرا دل نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتی...'' اس نے پھر وہی بات دھرائی۔ ''مجھے ڈر لگتا ہے...''

میں نے اسے منانے راضی کرنے کی بہت کوشش کی مگر بےسود۔ آخر ہم دونوں نے طے کیا کہ میں پرنس کو جیسے ہی لےکر باہر نکلوں وہ فوراً کمرے میں واپس چلی جائے اور اندر سے تالا لگا لے۔

''کسی کو بھی گھر میں نہ آنے دینا نیلی، چاہے وہ تمہیں کتنا ہی سمجھائے بجھائے۔''

''اور آپ ان کے ساتھ سوار ہوکر چل دیں گے؟''

''ہاں، ان کے ساتھ۔''

وہ چونک گئی اور اس نے میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ گویا التجا کر رہی ہو کہ میں اس کے ساتھ باہر نہ جاؤں لیکن منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ میں نے جی میں سوچا کہ کل اس سے تفصیل میں پوچھوں گا کہ کیا بات ہے؟

میں پرنس سے معذرت کرکے ذرا کپڑے بدلنے لگا۔ وہ مجھے یقین دلانے لگا کہ وہاں جانے کے لئے نہ کسی قسم کی پوشاک کی ضرورت ہے، نہ بناؤ سنگار کی۔ ''بس ذرا یوں ہی سا تازگی کا سامان ہونا چاہئے'' اس نے مجھے سر سے پیر تک غائرانہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ جانئے یہ سب اعلی سوسائٹی کے تکلفات ہیں۔ ان سے جان چھڑانا بھی مشکل ہے۔ تکلفات سے نجات کا آدرش اپنانے میں ہماری اعلی سوسائٹی کو بہت عرصہ لگےگا'' اس نے بات پوری کی اور اطمینان بھری نظر سے دیکھا کہ میرے پاس فراک کوٹ موجود ہے۔

ہم دونوں باہر نکل گئے۔ لیکن میں اسے زینے پر ہی چھوڑکر واپس کمرے میں آیا جہاں نیلی پہلے سے ہی آکر دبک گئی تھی اور ایک بار پھر اس سے رخصت چاہی۔ نیلی بہت بری طرح اضطراب کے عالم میں تھی۔ اس کے چہرے پر نیل سا ابھر آیا تھا۔ مجھے اس کی طرف سے خطرہ ہوا اور اسے اکیلا چھوڑتے ہوئے دل دکھا۔

”عجیب ہے یہ آپ کی نوکرانی بھی،، پرنس نے زینہ سے اترتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ”وہ چھوکری آپ کی نوکرانی ہی ہے نا؟،،
”جی نہیں... وہ تو... میرے ہاں عارضی طور پر ٹھیری ہوئی ہے۔،،
”عجب لڑکی ہے۔ مجھے تو یقین ہوا کہ پگلی۔ ذرا سوچئے تو، شروع میں اس نے معقول طریقے سے جواب دیا۔ اور اس کے بعد جب مجھ پر اچھی طرح نظر ڈال چکی تو جھپٹ پڑی، چیخی، کانپی تھرائی، مجھے کھسوٹ لیا... منہ سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں سکی۔ سچ کہتا ہوں کہ میں ڈر گیا تھا اور اس سے گھبرا کر بھاگنے ہی والا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ خود میرے پاس سے بھاگ گئی۔ میں حیران رہ گیا۔ آپ کی اس کے ساتھ کیسے بسر ہو رہی ہے؟،،
”اسے مرگی کی بیماری ہے،، میں نے جواب دیا۔
”اوہ یہ بات ہے! تب تو کوئی تعجب کی بات نہیں... اگر اسے دورے پڑتے ہیں۔،،

وھیں مجھے یہ ایک بات سوجھی: کہ کل میرے ہاں مسلوبویف کا آنا، ایسے وقت میں جب کہ اسے معلوم تھا کہ میں گھر پر موجود نہیں ہوں، پھر آج میرا مسلوبویف کے ہاں جانا اور اس کی زبانی وہ سننا جو شراب کے نشے میں بےارادہ اس کے منہ سے نکل گیا، اور آج شام کو سات بجے اس کا مجھے اپنے گھر دعوت دینا، اس کا اصرار کہ کبھی اس پر چال‌بازی کا گمان نہ کیا جائے اور آخر میں یہ کہ پرنس میرے مکان پر ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرتا رہا، ممکن ہے یہ جانتے ہوئے کہ میں مسلوبویف کے ہاں گیا ہوں اور نیلی کا اس سے یوں ڈرکر باہر نکل جانا — یہ سب واقعات ایسے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی نہ کوئی کڑی موجود ہے۔ اور بھی کچھ سوچنا باقی تھا۔

پھاٹک پر پرنس کی گاڑی ہمارے انتظار میں تھی۔ ہم سوار ہوکر چل دئے۔

آٹھواں باب

ھمیں بہت دور نہیں جانا تھا، صرف ترگووی موست تک۔ پہلے منٹ تو ہم خاموش رہے۔ میں برابر سوچ رہا تھا کہ دیکھوں،

یہ شروع کیسے کرتے ھیں۔ میرا قیاس تھا کہ وہ ادھر کی بات چھیڑیں گے ذرا ٹھونک بجا کے دیکھیں گے اور پھر مجھ سے اگلوائیں گے۔ لیکن اس نے بغیر کسی تمہید و تکلف کے صاف مطلب کی بات چھیڑ دی۔

''ایک صورتحال ایسی پیش آگئی ھے کہ ایوان پترووچ، مجھے اس کی طرف سے بڑی بےچینی ھے،، اس نے کہنا شروع کیا۔ ''میں چاھتا ھوں کہ سب سے پہلے آپ ھی سے ذکر کر دوں اور آپ کا مشورہ طلب کروں — بہت دنوں سے میں نے طے کر رکھا ھے کہ میرا جو مقدمہ چل رھا ھے اس میں ڈگری لینے سے انکار کر دوں اور اخمنیف سے دس ھزار کی رقم وصول نہ کروں۔ کیا خیال ھے آپ کا؟،،

''یہ تو ھو ھی نہیں سکتا کہ تمہیں معلوم نہ ھو کہ کیا قدم اٹھانا چاھئے،، فوراً میرے دماغ میں یہ خیال دوڑا۔ ''تو پھر کیا مذاق سوجھا ھے جو مجھ سے پوچھتے ھو؟،،

''پرنس صاحب، میں نہیں جانتا،، میں نے ھر ممکن سادگی کے ساتھ اسے جواب دیا۔ ''البتہ کسی اور معاملے میں، یعنی جس کا تعلق نتالیا نکولائیونا سے ھو، اس معاملے میں تیار ھوں کہ جو بات بھی آپ کے لئے، ھمارے، ھم سب کے لئے ضروری ھو، اس پر بات کروں۔ اور یہ جو آپ نے کہا اس میں تو آپ ھی مجھ سے بہتر جانتے ھیں۔،،

''نہیں، نہیں۔ میں تو یقیناً آپ سے کم ھی جانتا ھوں۔ آپ کے ان لوگوں سے تعلقات ھیں۔ اور ممکن ھے کہ خود نتالیا نکولائیونا نے اس معاملے میں ایک بار سے زیادہ آپ پر اپنے خیالات ظاھر کئے ھوں۔ میں بس انہی کی بات کو مدنظر رکھوں گا۔ آپ میری بہت مدد کر سکتے ھیں۔ بہت ھی دشوار معاملہ آ کے پڑا ھے۔ میں روپیہ چھوڑ دینے کو تیار ھوں۔ بلکہ طے کئے ھوئے ھوں کہ اسے تو ایسے ھی جانے دوں چاھے اور دوسرے پانسے کیسے ھی پڑیں — آپ سمجھے نا میری بات؟ مگر اس کی صورت کیا ھونی چاھئے؟ کس شکل میں قصہ فرو کیا جائے؟ یہ ھے سوال۔ بڑے میاں کو تو اکڑ ھے اور اینٹھے ھوئے ھیں۔ کہیں اگر میری شرافت کے بدلے توھین کر دیں اور روپیہ میرے منہ پر مار دیں تو...،،

''اچھا ویسے آپ بتائیے، آپ اس رقم کو کیا سمجھتے ہیں — اپنی یا ان کی؟،،
''میں نے مقدمہ جیتا ہے اس لئے میری ہی ہوئی۔،،
''لیکن آپ کا ضمیر کیا کہتا ہے؟،،
''یقیناً اپنی ہی رقم سمجھتا ہوں،، اس نے میرے کسی قدر گستاخانہ سوال پر جزبز ہوکر جواب دیا۔ ''مگر لگتا ہے کہ آپ کو اس معاملے کے تمام واقعات معلوم نہیں ہیں۔ میں بڑے میاں کو الزام نہیں دیتا کہ انہوں نے غبن یا غت‌ربود کیا اور آپ کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان پر کبھی یہ الزام نہیں دھرا۔ خود انہوں نے اپنی توہین کرائی۔ انہی پر لاپروائی کا الزام آتا ہے۔ انہی کا قصور ہے کہ جو انتظام انہیں سونپا گیا تھا، اسے ٹھیک سے نہیں چلایا۔ اور ہمارا جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے بعض غلطیوں کی ذمہ‌داری ان پر ضرور آتی ہے۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ اصل بات یہ نہیں ہے۔ سب قصے کی تہ میں جو چیز ہے وہ ہے ہمارا جھگڑا۔ اور اس وقت جو ہم نے ایک دوسرے کی تذلیل کر ڈالی — مختصر یہ کہ دونوں طرف کی خودپسندی کو زک پہنچی۔ میں نے غالباً بذات خود اس دس ہزار کی حقیر رقم کی طرف توجہ بھی نہ کی ہوتی لیکن آپ البتہ اتنا تو جانتے ہوں‌گے کہ یہ سارا جھگڑا کس بات سے شروع ہوا اور کیسے چلا۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے شک و شبہ کیا بلکہ یہ بھی کہہ لیجئے کہ غلطی کی (یعنی اس وقت میں غلطی پر تھا) لیکن مجھے اس کی خبر نہیں تھی اور پھر اوپر سے ان کی گستاخی اور بدتمیزی نے میری آبرو کو نقصان پہنچایا۔ میں نے اس معاملے کو ہاتھ سے جانے دینا نہ چاہا اور مقدمہ چھیڑ دیا۔ ممکن ہے آپ سمجھتے ہوں کہ میری طرف سے شرافت نہیں برتی گئی۔ میں اس میں اپنی صفائی نہیں دوں‌گا۔ البتہ آپ کی نظر میں صرف یہ لانا چاہتا ہوں کہ غصہ اور خودداری پر ضرب محسوس کرنا یہ کوئی شرافت کے ختم ہوجانے کا نام نہیں بلکہ قدرتی بات ہے، ایک انسانی خصلت ہے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے پھر دہراتا ہوں کہ مجھے اخمنیف کا تجربہ نہ تھا اور جو افواہیں الیوشا کے اور ان کی بیٹی کے معاملے میں میرے کانوں تک پہنچیں ان پر میں نے یقین کر لیا اور یہ سمجھ بیٹھا کہ روپے کا غبن کیا گیا

ہے۔ اچھا، خیر، اسے بھی جانے دیجئے۔ اب تو اصل سوال ہے کہ کیا کرنا چاہئے؟ میں روپے لینے سے انکار کر سکتا ہوں لیکن اگر ساتھ ہی یہ کہہ دوں کہ میرا دعوی صحیح تھا تو اس کے معنی ہوئے کہ میں انہیں یہ روپیہ اپنی جیب سے دے رہا ہوں۔ اور پھر یہیں سے نتالیا نکولائیونا کی نازک صورت‌حال کا سوال آ جاتا ہے... وہ یقیناً روپیہ منہ پر مار دیں گے...،،

''دیکھتے ہیں آپ۔ خود آپ نے ہی کہا ہے کہ وہ روپیہ منہ پر مار دیں گے۔ یعنی یہ کہ آپ خود اپنی جگہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ آدمی ایمان‌دار ہیں۔ اس لئے مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے اس بات کا کہ انہوں نے آپ کا روپیہ غبن نہیں کیا ہوگا۔ جب یہ ہے تو آپ بذات خود ان کے پاس کیوں نہ جائیں اور صاف کہہ دیں کہ آپ اپنے دعوی کو جائز نہیں سمجھتے۔ یہ زیادہ آبروسندانہ طریقہ ہے اور اس سے یہ ہوگا کہ اخمنیف کو بھی اپنی رقم لے لینے میں حجت نہ ہوگی۔،،

''ہونہہ... اپنی رقم۔ یہی تو بات ہے! آپ یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ اس کے پاس جاؤں اور کہوں کہ میں اپنے دعوی کو جائز نہیں سمجھتا۔ 'تو پھر دعوی کیا ہی کیوں تھا اگر خود جانتے تھے کہ جائز نہیں ہے؟'— سب میرے منہ پر کہیں گے۔ مگر میں اس طعنے کا سزاوار نہیں ہوں کیونکہ دعوی میرا عین جائز تھا۔ میں نے نہ تو کہیں اپنی زبان سے کہا نہ قلم سے لکھا کہ اس نے میری رقم غبن کی۔ لیکن اب بھی مجھے یقین ہے کہ اخمنیف نے لاپروائی برتی، خیال نہیں رکھا اور انتظام اچھی طرح نہیں کیا۔ یہ رقم بلاشبہ میری ہی ہے اسی لئے تو یہ تباہ‌کن ہے کہ خود اپنے اوپر الزام لگواؤں۔ اور آخر میں پھر آپ کے سامنے دہراتا ہوں کہ بڑے میاں نے اپنی تذلیل اپنے ہاتھوں کی ہے۔ اور اب آپ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ اس تذلیل کی معافی میں مانگوں — مشکل ہے۔،،

''مجھے لگتا ہے کہ اگر دو آدمی آپس میں صلح کرنے پر آمادہ ہوں تو...،،

''تو گویا یہ آسان بات ہے آپ کے خیال میں؟،،

''جی ہاں۔،،

''نہیں۔ اور بعض اوقات تو قطعی آسان نہیں۔ خاص طور پر تب...''

''خاص طور پر تب، جب کہ اس کے ساتھ کچھ اور حالات بھی متعلق ہوں۔ ہاں، اس میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں، پرنس صاحب! نتالیا نکولائیونا کا اور آپ کے بیٹے کا جو معاملہ ہے اسے پہلے آپ اس حد تک فیصل کیجئے جس حد تک آپ پر منحصر ہے اور اس طرح فیصل کیجئے کہ اخمنیف‌والوں کی اچھی طرح تسلی ہو جائے۔ تبھی آپ اخمنیف سے مقدمے کی صلح صفائی کر سکتے ہیں، پورے خلوص دل کے ساتھ۔ اور ابھی جب کہ کچھ طے نہیں ہے تو آپ کے سامنے صرف ایک راہ رہ جاتی ہے کہ اپنے دعوی کو نامنصفانہ تسلیم کریں اور کھلے عام تسلیم کریں بلکہ اگر ضرورت ہو تو لوگوں کے سامنے، یہ ہے میری رائے۔ میں آپ سے صاف کہہ رہا ہوں کیونکہ خود آپ نے میری رائے پوچھی، اور غالباً آپ نہیں چاہتے تھے کہ میں آپ کے ساتھ مکر سے کام لوں۔ اور اسی سے مجھے یہ بھی دریافت کر لینے کی ہمت ہو رہی ہے کہ آپ اخمنیف کو یہ رقم دے دینے کی فکر میں کیوں سر کھپاتے ہیں؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مقدمے میں آپ حق بجانب تھے تو پھر روپیہ واپس کرنا کیا معنی؟ میرے تجسس کو معاف کیجئےگا لیکن اس معاملے کا دوسرے حالات سے اس قدر گہرا تعلق ہے...''

''اور آپ کا کیا اندازہ ہے؟'' اس نے ایک دم مجھ سے اس طرح سوال کیا جیسے میرا سوال قطعی سنا ہی نہیں۔ ''کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ بڑے میاں اخمنیف دس ہزار کی رقم لینے سے انکار کر دیں‌گے اگر بغیر کچھ کہے سنے انہیں حوالے کی جائے اور... اور... بغیر ان سب جھمیلوں کے؟''

''یقیناً واپس کر دیں‌گے!''

مجھے طیش آگیا اور ناگواری سے میرا بدن سنسنانے لگا۔ اس ذلیل اور مشتبہ سوال نے مجھ پر ایسا تکلیف‌دہ اثر کیا جیسے پرنس نے میرے منہ پر تھوک دیا ہو۔ توہین کے اس احساس میں ایک اور چیز بھی شامل ہو گئی — بدتمیزی اور خود کو اونچا رکھنے کا انداز جس سے اس نے میرے سوال کا تو جواب بھی نہ دیا گویا سنا تک نہیں، اور اوپر سے ایک اور سوال جڑ دیا یعنی مجھ پر یہ جتانے کی کوشش کہ میں حد سے بڑھا جا رہا ہوں اور

ایسے سوال کی جرأت کرکے خود کو بہت بےتکلف بنائے لے رہا ہوں۔ اونچی ناک رکھنےوالوں کا یہ انداز مجھے پسند نہیں تھا، اس سے گھن آتی تھی اور پہلے میں الیوشا کو اس سے نکالنے کی انتہائی کوشش کرتا رہا تھا۔

''ہونہہ... آپ تو بڑے جذباتی نکلے۔ زندگی میں بہت سی چیزیں ایسے نہیں کی جاتی ہیں جیسے آپ اپنے جی میں سمجھتے ہیں،، پرنس نے پرسکون طریقے سے میرے تڑ سے جواب دینے پر کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں کہ نتالیا نکولائیونا اس معاملے کو طے کرنے میں کچھ نہ کچھ کر سکتی ہیں۔ آپ ان سے بات کیجئے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی مشورہ دیں۔،،

''نہیں دیں گی،، میں نے درشتی سے جواب دیا۔ ''آپ نے میری پوری بات سننے کی تو پروا نہیں کی جو میں آپ سے کہہ رہا تھا اور بات کاٹ دی۔ نتالیا نکولائیونا کا خیال یہ ہوگا کہ اگر آپ نے یہ رقم خلوص کے بغیر اور ان باتوں کا لحاظ کئے بغیر، جنہیں آپ ابھی 'جھمیلا، کہہ چکے ہیں، واپس کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ باپ کو بیٹی کا ہرجانہ دینے چلے ہیں اور بیٹی کو الیوشا کے بدلے روپیہ دے رہے ہیں۔ یعنی ایک لفظ میں یہ کہ روپے سے معاوضہ ادا کر رہے ہیں...،،

''ہونہہ... تو آپ یہ سمجھے ہیں مجھ کو، میرے عزیز یوان پترووچ!،، پرنس ذرا مسکرایا۔ نہ جانے کس واسطے مسکرایا؟ 'ہاں اور کتنی کچھ، کتنی بہت سی باتیں ہیں جن پر ہم کو پس میں بات کرنی تھی۔ مگر اب وقت ہی نہیں رہا۔ میں آپ سے ہرف یہ التجا کروں گا کہ محض ایک بات سمجھ لیجئے۔ یہ معاملہ راہ‌راست نتالیا نکولائیونا سے واسطہ رکھتا ہے اور ان کی ساری ئندہ زندگی سے۔ اور اس کا بڑی حد تک انحصار ہے اس پر کہ ہم آپ کے ساتھ کس فیصلے پر پہنچتے ہیں اور کیا طے کرتے ہیں — پ ناگزیر ہیں — خود دیکھ لیجئے۔ اگر آپ کو ابھی تک نتالیا کولائیونا کا خیال ہے تو میرے ساتھ بات‌چیت کرنے سے آپ کو نکار نہیں ہو سکتا، چاہے میری ذات سے ہمدردی ہو نہ ہو۔ اچھا نو آ پہنچے... * á bientôt۔''

---

* اگلی قریبی ملاقات تک (فرانسیسی)۔ یہاں پر اس کے معنی یں گفتگو جہاں سے ٹوٹی ہے، وہیں سے پھر اگلی ملاقات پر شروع ی جائے گی۔

نواں باب

کاؤنٹیس صاحبہ بڑی شان سے رہتی تھیں۔ کمرے بہت آرام‌دہ تھے، ان میں ٹھاٹ باٹ نہ سہی سلیقہ موجود تھا، تاہم ہر چیز صورت سے کہے دیتی تھی کہ عارضی رہائش کے لئے ہے۔ وقتی طور پر رہنے کے لئے یہ مکان بہت معقول تھا، لیکن کسی ایسے دولت‌مند خاندان کی مستقل بود و باش اس میں نہ لگتی تھی جو اپنے جاگیردارانہ شان و شکوہ اور ان چونچلوں کے ساتھ رہتا ہو جنھیں وہ اپنے طور پر ضروریات شمار کرتا ہے۔ افواہ تھی کہ کاؤنٹیس صاحبہ گرمیوں میں اپنی جاگیر واقع صوبہ سمبرسک میں جانےوالی ہیں (جو بالکل تباہ‌حال تھی اور بار بار رہن رکھی جاچکی تھی) اور یہ بھی کہ پرنس ان کے ساتھ جائیں‌گے۔ مجھ تک اس کی اطلاع پہنچ چکی تھی اور میں اس پریشانی میں تھا کہ کاتیا ان کے ساتھ چلی گئی تو الیوشا کیا کرےگا؟ ابھی تک نتاشا سے میں نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ مجھے کہتے ہوئے اندیشہ تھا۔ لیکن کئی علامتیں ایسی دیکھنے میں آئیں جن سے خیال گزرا کہ ممکن ہے نتاشا کو بھی اس کی اطلاع مل چکی ہو۔ مگر اس نے منہ سے کچھ نہ کہا اور اندر ہی اندر کڑھتی رہی۔

کاؤنٹیس نے میری بڑی آؤبھگت کی۔ تپاک سے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھا دیا اور کئی بار کہا کہ بہت زمانے سے وہ مجھ سے ملنے کی مشتاق تھیں۔ وہ خود ہی چاندی کے ایک خوبصورت سماوار سے چائے انڈیل رہی تھیں۔ سماوار کے اردگرد ہم سب بیٹھے تھے۔ میں تھا، پرنس تھا اور کوئی بہت ہی ٹھاٹ‌باٹ کے ایک صاحب، خاصی پکی عمر کے آدمی جن کے کوٹ پر ستارہ جگمگا رہا تھا، لباس بہت کلف کیا ہوا اور طور طریقوں میں رکھ رکھاؤ۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان صاحب کو بہت عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کاؤنٹیس غیرملکی سفر کے بعد پہلی سردیاں پیٹرس‌برگ میں گزار رہی تھیں اور انھیں ابھی یہاں اونچے تعلقات پیدا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، وہ اپنی پوزیشن ٹھیک سے جما نہیں سکی تھیں جیسا کہ ان کی خواہش اور ان کا اندازہ تھا۔ صرف یہی ایک صاحب اکیلے مہمان تھے، ان کے علاوہ رات گئے تک اور کوئی نہیں آیا۔ میری نگاہ کاتیرینا فیودوروونا کی تلاش میں تھی مگر وہ دوسرے کمرے

میں الیوشا کے ساتھ تھی۔ جیسے ہی اس نے سنا کہ ہم لوگ آئے ہیں وہ فوراً باہر آئی۔ پرنس نے اس کے ہاتھ کو بہت پیار سے بوسہ دیا اور کاؤنٹیس صاحبہ نے اسے میری طرف متوجہ کیا۔ پرنس نے فوراً ہی ہمارا تعارف کرا دیا۔ میں نے بےتابی بھرے التفات سے اس کو نگاہ بھر کے دیکھا — وہ ایک نازک اندام سنہرے بالوں والی پیاری سی لڑکی تھی، سفید فراک میں ملبوس، میانہ قد، چہرہ پرسکون اور متین اور بالکل ہی نیلی آنکھیں جیسا کہ الیوشا نے بتایا تھا — عنفوان شباب کا ہی حسن تھا اور بس۔ مجھے خیال تھا کہ بےمثال حسن کی پتلی کا سامنا ہوگا لیکن حسن کا پتہ نہ تھا۔ اچھا خاصا نرم و دل‌نشیں بیضاوی چہرہ تھا، سلیقے کا ناک‌نقشہ، گھنے اور واقعی بہت عمدہ بال، ان میں سیدھے سادے گھریلو انداز کی مانگ، نرم اور تھمی ہوئی نگاہ۔ اگر کہیں اور کسی جگہ سامنا ہوا ہوتا تو کوئی خاص توجہ کئے بغیر میں یوں ہی گزر جاتا۔ مگر یہ پہلی نظر کا تاثر تھا، بعد میں اسی شام کئی بار زیادہ اطمینان سے دیکھنے کا موقع ملا۔ صرف وہی ایک انداز جس سے اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا، سادہ اور مبالغہ آمیز توجہ کے ساتھ مجھ سے آنکھیں چار کرتے ہوئے اور منہ سے ایک لفظ کہے بغیر، اس انداز میں ہی مجھے عجیب‌پن محسوس ہوا اور میں نہ جانے کیوں اس پر مسکرا دیا۔ عین اسی لمحے میرے دل میں خیال آیا کہ یہ ہستی جو سامنے ہے بہت صاف‌دل ہے۔ کاؤنٹیس صاحبہ اس پر خاص چشم التفات رکھتی تھیں۔ ہاتھ ملانے کے بعد کاتیا کسی قدر تیزی سے میرے پاس سے چلی گئی اور کمرے کے دوسرے کونے پر الیوشا کے ساتھ جا بیٹھی۔ سلام دعا کرتے وقت الیوشا نے زیرلب کہا: "میں یہاں بس منٹ بھر کو ہوں۔ وہیں پہنچنا ہے"۔

"ڈپلومیٹ" صاحب — معلوم نہیں ان کا نام کیا تھا اور کچھ نہ کچھ تو پکارنا ہے، اس لئے ڈپلومیٹ سہی — بہت متانت اور وقار کے ساتھ بات کر رہے تھے اور کسی خیال کی تشریح میں مصروف تھے۔ کاؤنٹیس صاحبہ ان کی گفتگو بڑی توجہ سے سن رہی تھیں۔ پرنس بار بار مسکراتا تھا جس کا منشا یہ تھا کہ جو کہا جا رہا ہے بہت خوب ہے اور اس سے اتفاق ہے۔ اور بیان کرنے والا بھی بار بار اسی کو متوجہ کرتا تھا گویا ایک قابل قدر سننے والا مل

گیا ہے ۔ مجھے چائے دی گئی اور اس کے بعد اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا جس سے بڑی دلی خوشی ہوئی ۔ اس اثنا میں میں کاؤنٹیس صاحبہ کو توجہ سے دیکھتا رہا ۔ پہلا نقش تو یہ پڑا کہ وہ میری مرضی کے بغیر مجھے پسند آئیں ۔ ممکن ہے کہ ان کی عمر ڈھل چکی ہو مگر دیکھنے میں اٹھائیس سال سے زیادہ کی نہ لگتی تھیں ۔ چہرے پر ابھی تک تازگی باقی تھی، اٹھتی جوانی میں کیا غضب ڈھاتی ہوں گی ۔ گھرے سرمئی بال ابھی تک کافی گھنے تھے ۔ دیکھنے میں انتہائی نرم اور خوش‌مزاج، لیکن ذرا اوچھاپن اور شرارت‌بھرا تمسخر ٹپکتا تھا ۔ فی‌الحال وہ خود کو کسی وجہ سے بہت لئے دئے ہوئے تھیں ۔ لئے دئے ہونے میں بھی بہت ذہانت برس رہی تھی ۔ لیکن سب سے زیادہ تھی ان کی خوش‌مزاجی اور بشاشت ۔ مجھے ایسا نظر آیا کہ ان کی طبیعت کی اہم خصوصیت کسی قدر لاپروائی ہے، لطف اور تفریح کی پیاس ہے اور ایک طرح کی خوش‌مزاجانہ خودپسندی، شاید بہت کافی خودپسندی ۔ وہ بالکل پرنس کی مٹھی میں تھیں اور وہ ان پر بہت‌ہی زیادہ اثرانداز معلوم ہوتا تھا ۔ مجھے معلوم تھا کہ ان دونوں کی خاص آشنائی ہے ۔ اور یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ وہ دونوں جب ملک سے باہر گئے ہوئے تھے تو پرنس ان کے ایسے عاشقوں میں رہا تھا جو رقابت کے جذبے سے یکسر پاک ہوتے ہیں ۔ لیکن اس وقت مجھے خیال گزرا اور اب تک یہی سمجھتا ہوں کہ ان مراسم کے علاوہ کوئی اور بات بھی تھی، کوئی رازدارانہ واسطہ جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کئے ہوئے تھا، یعنی ایسی چیز جیسے کوئی باہمی ذمہ‌داری ہو جو اپنے اپنے ذاتی مفاد کی بنیاد پر قائم ہو... واقعی کوئی اس طرح کی پس‌پردہ حقیقت تھی ضرور۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اب پرنس ان سے اکتا چکا ہے لیکن اس کے باوجود تعلقات حسب‌معمول چلے جاتے تھے ۔ شاید وہ چیز جو انہیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے تھی، کاتیا کی دولت کے متعلق ان دونوں کے منصوبے تھے اور ان کی پہل لازمی طور پر پرنس کی ہی جانب سے ہوئی ہوگی ۔ کاؤنٹیس صاحبہ کو اس بات پر راضی کرکے کہ وہ اپنی سوتیلی بیٹی سے الیوشا کی شادی کرانے میں ہاتھ بٹائیں، پرنس نے کاؤنٹیس سے خود شادی کرنے کی بلا اپنے سر سے ٹالی ہوگی جس کا کاؤنٹیس کی طرف سے اصرار تھا ۔ کم از کم میں نے یہی نتیجہ نکالا تھا

الیوشا کے بعض جملوں سے، جو سادگی سے اس کے منه سے نکل گئے تھے اور الیوشا بھی کچھ نه کچھ اندازے تو رکھتا ھی تھا۔ اور خود الیوشا کی انھی جملوں سے ایک حد تک یه بھی پته چل گیا تھا که اگرچه کاؤنٹیس صاحبه پوری طرح پرنس کے اثر میں ھیں لیکن کسی وجه سے وہ خود ان سے ڈرتا ھے۔ یہاں تک که الیوشا کی نظر میں یه بات آچکی تھی۔ بعد میں کہیں جاکر یه معلوم ھوا که پرنس کا دلی منشا ھے که کاؤنٹیس کسی اور سے شادی کر لیں، اور سمبرسک کی جاگیر پر روانه کر دینے میں ایک مقصد یه بھی پوشیدہ تھا که وھاں چلی جائیں‌گی تو آس‌پاس کے اضلاع میں ممکن ھے کوئی مناسب سا شوھر مل جائے۔

میں بیٹھا باتیں سنا کیا، سمجھ میں نہیں آتا تھا که کیسے جلدی سے یه صورت کی جائے که کاتیرینا فیودوروونا سے تخلیے میں بات کروں۔ ڈپلومیٹ صاحب کاؤنٹیس کے کسی سوال کا جواب دینے میں مصروف تھے که موجودہ صورت‌حال کیا ھے اور جو اصلاحات* عمل میں لائی جانے‌والی ھیں وہ اندیشہ‌ناک ھیں یا نہیں؟ وہ بہت بولے، دیر تک بولتے رھے اور بڑے سکون سے، جیسے وہ بڑے بااختیار ھیں۔ انھوں نے اپنے خیال کی تشریح میں بہت باریکی اور ذھانت صرف کی لیکن خود خیال ھی نفرت‌انگیز تھا۔ ڈپلومیٹ صاحب اس بات پر زور دے رھے تھے که اصلاح اور ترقی کی جو اسپرٹ ھے وہ عن‌قریب رنگ لائے‌گی اور اس کا انجام وھی ھوگا جو ھونا ھے۔ اور اس کو دیکھ‌کر ان کی عقل ٹھکانے آجائے‌گی، اور صرف یہی نہیں که سوسائٹی میں سے (اس کا مطلب تھا سوسائٹی کا ایک حصه) اصلاح کی نئی اسپرٹ نکل جائے‌گی بلکه تجربوں سے وہ اپنی غلطی کو سمجھیں‌گے اور پھر دگنی قوت سے پرانے طریقوں کی طرف واپسی شروع کر دیں‌گے۔ اور تجربه، چاھے کیسا ھی تکلیف‌دہ سہی، بہت مفید

---

* انیسویں صدی کی ساتویں دھائی میں روس میں کئی بڑی بڑی اصلاحات تیار اور منظور کی گئی تھیں یعنی ۱۸۶۱ء میں کسان غلامی کی منسوخی، ۱۸۶۴ء میں عدالتی اصلاحات، ۱۸۶۴ء میں صوبائی علاقائی انتظامی اصلاحات جن کے مطابق روس کے مرکزی حصے میں مقامی خودانتظامی کے محدود اختیارات رائج کئے گئے تھے، وغیرہ۔ (ایڈیٹر)

ٹھیرے گا کیونکہ وہ انہیں سکھا دے گا کہ قدیم دستور و روایت کو کیسے مضبوطی سے تھاما جائے، اور اس کے نئے ثبوت مہیا کر دے گا۔ چنانچہ ہمیں یہ توقع کرنی چاہئے کہ جلد سے جلد معاملہ بےاحتیاطی کی انتہائی منزل پر پہنچے تاکہ ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ ''ہمارے بغیر کام نہیں چلے گا،، انہوں نے آخری بات کہہ دی ''آج تک دنیا میں کوئی سماج ہمارے بغیر کبھی ٹھیرا نہیں۔ ہمارے ہاتھ سے کچھ نہیں جانے والا، بلکہ اس کے برخلاف جیت ہماری ہوگی۔ ہم آگے آئیں گے یقینی۔ اور فی‌الحال ہمارا نصب‌العین یہ ہونا چاہئے: * «Pire ça va, mieux ça est» پرنس ان الفاظ پر ایک نفرت‌انگیز ہمدردی کے ساتھ مسکرایا۔ خوش‌بیان مقرر کو اپنی طرف سے پوری تسکین ہو گئی۔ میری حماقت دیکھئے کہ جی چاہا اس پر اعتراض وارد کروں۔ دل اندر سے تپ رہا تھا۔ لیکن جس چیز نے مجھے روکا وہ تھی پرنس کی زہرآلود نگاہ۔ اس نے ایک دزدیدہ نگاہ مجھ پر ڈالی، یعنی اسے میری جانب سے امید تھی کہ کوئی عجیب اور لڑکپن کی حرکت کر بیٹھوں گا۔ ممکن ہے خود وہ دل سے یہی چاہتا ہو کہ لوگوں کی نظروں میں میری بےعزتی کا تماشا دیکھے۔ پھر اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی پورا یقین تھا کہ ڈپلومیٹ یقیناً میرے اعتراض کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ بلکہ ممکن ہے خود مجھے بھی خاطر میں نہ لائے۔ ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ناگوار گزر رہا تھا کہ اتنے میں الیوشا نے بچا لیا۔

وہ چپ چاپ میرے پاس پہنچا، میرا شانہ چھوا اور دو بات کرنے کی خواہش کی۔ میں نے قیاس دوڑایا کہ وہ کاتیا کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ واقعہ بھی یہی تھا۔ منٹ بھر بعد میں کاتیا کے برابر بیٹھا تھا۔ پہلے تو اس نے سر سے پاؤں تک میرا بھرپور نگاہ سے جائزہ لیا گویا اپنے دل میں کہہ رہی ہو — ''اچھا تو تم ایسے ہو،،۔ پہلے منٹ تو ہم دونوں میں سے کوئی بھی بات شروع کرنے کے لئے لفظ نہ پا سکا۔ مجھے پکا یقین تھا اپنی جگہ کہ اگر ایک بار اس نے گفتگو چھیڑ دی تو پھر بولتی ہی چلی جائے گی اور صبح تک تھمنے کا نام نہیں لے گی۔ جو ''صرف پانچ چھ گھنٹے کی بات‌چیت،، کا ذکر الیوشا کی زبانی سنا تھا، وہ میرے دماغ میں

---

* یعنی ''خدا شرے برانگیزد کہ خیرما دراں باشد،، (فرانسیسی)۔

تازہ ہو گیا۔ الیوشا ہمارے پاس بیٹھا تھا اور بےتابی سے منتظر تھا کہ ہم بات چھیڑیں تو سہی۔

''آپ لوگ کچھ بولتے چالتے کیوں نہیں آخر؟،، اس نے مسکراہٹ سے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ملے تو اب چپ بیٹھے ہیں۔،،

''افوہ، الیوشا، تم بھی کیا آدمی ہو.. ہم ابھی باتیں کریں گے،، کاتیا نے جواب دیا۔ ''کتنی بہت سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں ہمیں ایک ساتھ بات کرنی ہے ایوان پتروویچ، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ شروع کہاں سے کروں۔ بہت دیر میں ہم دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ہمیں تو اب سے بہت پہلے ملنا چاہئے تھا، اگرچہ میں تو آپ کو ایک زمانے سے جانتی ہوں۔ ملنے کا بھی بہت اشتیاق تھا۔ بلکہ یہ بھی خیال آیا کہ آپ کو خط لکھ دوں...،،

''کس چیز کے بارے میں؟،، پوچھتے وقت بےاختیار میرے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''کیا کچھ کم باتیں ہیں کرنے کو،، اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''مثلاً یہی لیجئے کہ الیوشا جو نتالیا نکولائیونا کے متعلق بتاتے ہیں، کیا سچ ہے کہ انہیں ناگوار نہیں گزرتا کہ ایسے وقت میں یہ انہیں اکیلا چھوڑکر چلے آتے ہیں؟ کیا ایسی حرکت زیبا ہے جیسی یہ کرتے ہیں؟ اچھا، تم اس وقت یہاں کیسے موجود ہو، بتاؤ براہ کرم؟،،

''افوہ، توبہ ہے میری۔ میں تو ابھی جانےوالا ہوں۔ کہہ تو چکا ہوں کہ بس منٹ بھر یہاں ٹھیروں گا، ذرا دیکھوں کہ آپ دونوں آپس میں باتیں کیسے کرتے ہیں، اور پھر فوراً روانہ اس طرف۔،،

''اچھا تو لو۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہیں، بیٹھے ہیں — دیکھ چکے نا؟ یہ حضرت ہمیشہ کے ایسے ہی ہیں،، اس کے چہرے پر ذرا سرخی آ گئی جب اس نے الیوشا کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا۔ ''بس منٹ بھر کو — کہتے ہیں — منٹ بھر کو، اور دیکھتے دیکھتے آدھی رات ہو جاتی ہے اور جانے کا وقت نہیں رہتا۔ پھر کہتے ہیں کہ 'نہیں، وہ برا نہیں مانےگی۔ وہ بہت اچھے دل کی لڑکی ہے، — اس طرح سے سمجھا دیتے ہیں۔ تو کیا یہ کوئی اچھی بات ہے؟ شریفانہ حرکت ہے؟،،

''اچھا، تو میں جاتا ہوں،، الیوشا نے شکایت‌آمیز طریقے سے جواب دیا ''بس میرا دل چاہتا تھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ ذرا دیر کو ٹھیرتا...،،

''ہم سے تمہیں کیا لینا؟ بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم لوگ اکیلے میں بہت سی باتیں کر لیں۔ اچھا، سنو۔ خفا مت ہونا، ضروری ہے یہ — بھلے میں سمجھ لو۔،،

''اچھا، اگر ایسا ہی ضروری ہے تو میں بس چل دیا... اس میں بگڑنے، خفا ہونے کی کیا بات! منٹ بھر کو لیوینکا کے پاس ہوتا ہوا فوراً وہاں پہنچ جاؤں‌گا۔ سنا آپ نے ایوان پترووچ،، اس نے جانے کے لئے ہیٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''معلوم ہے آپ کو؟ ابا جان اس روپے کو قبول کرنے سے انکار کرنےوالے ہیں جو انہوں نے اخمنیف سے مقدمے میں جیتا ہے۔،،

''معلوم ہے، وہ خود مجھ سے کہہ چکے ہیں۔،،

''کس قدر شرافت کی بات کر رہے ہیں وہ۔ اور کاتیا کو اب بھی یقین نہیں کہ وہ شرافت سے کام لے رہے ہیں۔ اس کے بارے میں ذرا کاتیا سے بات کیجئے۔ اچھا، رخصت کاتیا اور اتنی عنایت کرو کہ اس پر شک نہ ہو کہ میں نتاشا سے محبت کرتا ہوں۔ اور تم لوگ مجھ پر یہ سب شرطیں لادتے کیوں ہو؟ مجھے برا بھلا کیوں کہتے ہو؟ مجھ پر نظر کیوں رکھتے ہو؟ گویا میں تم لوگوں کی نگرانی میں ہوں! نتاشا جانتی ہے کہ میں اس سے کتنی محبت کرتا ہوں، وہ مجھ پر یقین کرتی ہے، میں اس پر یقین کرتا ہوں کہ اسے میری محبت کا یقین ہے۔ میں اسے چاہتا ہوں ہر بات سے قطع‌نظر، ہر قسم کی پابندی سے قطع نظر۔ مجھے خود نہیں معلوم کہ اس سے مجھے کتنی محبت ہے۔ بس محبت ہے، یہ جانتا ہوں۔ اس لئے سوال جواب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔ تم چاہو تو ایوان پترووچ موجود ہیں، ان سے پوچھ لو۔ یہ تصدیق کر دیں‌گے تمہارے سامنے کہ نتاشا کو رقابت کی جلن ہے، اور چاہے وہ مجھ سے بےپناہ محبت کرتی ہو مگر اس کی محبت میں خودپسندی ہے اور میری خاطر کوئی قربانی کرنا نہیں چاہتی۔،،

''یہ کیسی بات؟،، میں نے حیرت سے پوچھا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

23*

''کیا بک رہے ہو، الیوشا؟'' کاتیا قریب قریب چیختے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ پیٹتے ہوئے بولی۔
''کیوں، اس میں تعجب کی کیا بات؟ ایوان پتروویچ کو تو معلوم ہے یہ سب۔ ہمیشہ اس کا مطالبہ یہی ہوتا ہے کہ میں اسی کے پاس موجود رہوں۔ یہ نہیں کہ وہ خود اصرار کرتی ہے اس بات پر، بلکہ ظاہر بات ہے کہ وہ بس یہی چاہتی ہے۔''
'شرم نہیں آتی؟ یہ کہتے شرم نہیں آتی تمہیں؟'' کاتیا نے غصے سے لال ہوتے ہوئے اسے ڈپٹا۔
''کیوں، اس میں شرم کا ہے کی؟ تم بھی عجب لڑکی ہو واقعی، کاتیا! میں اس سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ وہ اس کا پورا اندازہ بھی نہیں کرتی اور اگر وہ بھی مجھے اتنا ہی چاہتی ہوتی جتنا میں چاہتا ہوں، تو اپنی خوشی مجھ پر قربان کر دیتی۔ یہ درست ہے کہ وہ مجھے اپنے پاس سے جانے دیتی ہے، مگر اس کے چہرے سے میں دیکھ لیتا ہوں کہ ایسا کرنا سخت ناگوار ہے۔ تو پھر یہ وہی بات ہوئی جیسے مجھے کہیں نہ جانے دیا ہو۔''
''اچھا تو یہ یوں ہی نہیں ہے!'' کاتیا نے میری طرف منہ کرتے ہوئے اور غصے سے چمکتی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اقرار کرلو، الیوشا، ابھی سامنے اقرار کرو، یہ سب باتیں تمہیں باپ نے سکھائی ہیں؟ آج ہی سکھائی ہیں، ہے نا؟ اور براہ‌مہربانی مجھ سے چالاکی مت کرنا — مجھے سب ابھی معلوم ہو جائے گا! بتاؤ ہے یہی بات یا نہیں؟''
''ہاں، ہاں، انہوں نے آج مجھ سے یہی باتیں کیں'' الیوشا نے گڑبڑا کر جواب دیا۔ ''تو اس سے کیا؟ آج انہوں نے مجھ سے اس پیار سے باتیں کی ہیں، اس قدر ہمدردی سے پیش آئے ہیں اور نتاشا کی تعریفیں ہی کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو بڑا تعجب ہوا کہ نتاشا نے ان کی توہین کی، پھر بھی وہ اس کی اتنی تعریف کر رہے تھے۔''
''اور آپ، آپ نے اس کا یقین بھی کرلیا'' میں بولا۔ ''وہ، جسے نتاشا نے سب کچھ دے دیا جو وہ دے سکتی تھی اور اب بھی، آج بھی اسے آپ ہی کی طرف سے فکر تھی کہ کہیں آپ اکتا نہ جائیں، کہیں آپ کاتیرینا فیودوروونا کی ملاقات سے رہ نہ جائیں! اس نے خود مجھ سے آج یہ بات کہی۔ اور ایک آپ ہیں کہ ایک

دم ان جھوٹ‌موٹ کی باتوں کا یقین کر لیا۔ کیا آپ کو شرم نہیں آتی؟،،

''ناشکرا کہیں کا! ان کو تو کسی بات پر کبھی شرمندہ ہونا نہیں آتا!،، کاتیا نے ہاتھ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا، جیسے اس سے ہر قسم کی امید ٹوٹ چکی ہو۔

''مگر اصل میں آپ کا مطلب کیا ہے؟،، الیوشا نے شکایت بھری آواز میں کہا۔ ''جب دیکھو، تم ایسی ہی باتیں کرتی ہو، کاتیا! ہمیشہ تمہیں عیب ہی عیب نظر آتا ہے مجھ میں... اور ایوان پترووچ کا کیا ذکر! آپ کا خیال ہے کہ مجھے نتاشا سے محبت نہیں۔ میں نے اس معنی میں نہیں کہا تھا کہ نتاشا خودپسند ہے۔ کہنا صرف یہ تھا کہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے، بےحد و حساب، اور اسی وجہ سے مجھے بھی بھاری پڑتا ہے اور اسے بھی۔ اور رہا ابا جان کا معاملہ — تو وہ مجھے کبھی نہیں بنا سکتے، چاہے ان کے دل میں اس کی خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ میں انہیں یہ کرنے نہیں دوں‌گا۔ انہوں نے نہیں کہا کہ نتاشا خودپسند ہے، انہوں نے یہ لفظ برے معنوں میں نہیں کہا تھا۔ میں ان کی بات سمجھتا ہوں۔ انہوں نے حرف بحرف اتنی ہی بات کہی تھی جتنی میں نے اس وقت کہی ہے کہ نتاشا مجھ سے اس قدر دیوانہ‌وار محبت کرتی ہے، اتنی شدت سے مجھے چاہتی ہے کہ وہ خودپسندی کی حد کو پہنچ جاتی ہے، اور مجھے بھی بھاری پڑتا ہے اور اسے بھی۔ آگے چل کر نتیجہ یہ ہوگا کہ مجھے اور بار گزرنے لگےگا۔ ویسے تو انہوں نے یہ بات ٹھیک ہی کہی اور میری محبت کے مارے کہی۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے نتاشا کے خلاف توہین‌آمیز بات کہی۔ بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے تو نتاشا کی محبت کی شدت دیکھی، بےحد و حساب محبت کا ذکر کیا کہ یہ ایسی محبت ہے جس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں...،،

مگر کاتیا نے اس کی بات کاٹ دی اور بیان ختم نہ کرنے دیا۔ اس نے گرم ہوکر اس کی ملامت کی اور واضح کرنے لگی کہ تمہارے باپ نے اسی لئے نتاشا کی تعریف کی کہ اپنی بھلمنساھت جتاکر تمہیں فریب دیں اور پھر تم دونوں کے تعلقات آپس میں خراب کر دئیے جائیں اور ان کی نیت یہ ہے کہ پتہ بھی نہ چلے اور دھیان بھی

نہ جائے اور اسی میں خود الیوشا کو نتاشا کی طرف سے بددل کر دیا جائے۔ بڑے جوش اور دانائی سے کاتیا نے یہ جتایا کہ نتاشا واقعی اس کو بہت چاہتی ہے اور جس طرح وہ اس سے بیوہار کر رہا ہے، اسے کوئی محبت ہرگز برداشت نہیں کر سکتی — اور یہ کہ خود الیوشا ہی خودغرضی کا ملزم ٹھیرتا ہے۔ رفتہ رفتہ کاتیا نے اسے بری طرح مصیبت میں مبتلا اور قطعی لاجواب کر دیا۔ وہ وہیں پر ہمارے پاس بیٹھا تھا — بالکل پٹا پٹایا، آنکھیں زمین پر گاڑے، چہرے پر افسردگی اور بےچارگی برس رہی تھی۔ اب اس میں جواب دینے کی بھی سکت نہ رہی تھی۔ مگر کاتیا کو اب بھی قرار نہ آیا تھا۔ میں بہت گہری دلچسپی سے اس کی صورت تکتا رہا۔ مجھے خود شوق تھا کہ اس عجیب و غریب قسم کی لڑکی کو ذرا سمجھوں تو سہی۔ تھی تو وہ ابھی بچی ہی سی، لیکن عجیب طرح کی بچی، جس کے اپنے فیصلے تھے، مضبوط رائیں تھیں، پختہ اصول تھے اور نیکی اور ایمانداری کے ساتھ ایک پرجوش فطری محبت بھری ہوئی تھی۔ اگر واقعی اسے ابھی تک بچی کہا جا سکتا تو وہ سوچ بچار کرنے والے ایسے بچوں کی صف سے تعلق رکھتی تھی جن کی ہمارے خاندانوں میں بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ اس نے زندگی کے معاملوں پر بہت کچھ غور و فکر کیا ہے۔ کرید ہوتی تھی کہ غور و فکر کرنے والے اس پیارے سے سر میں جھانک کر دیکھا جائے کہ بالکل بچوں کے سے خیالات اور تصورات کس طرح سنجیدہ تاثرات اور ایسے مشاہدات سے گھلے ملے ہیں جو زندگی کے تجربے سے حاصل ہوئے ہوں گے (کیونکہ بہرحال کاتیا نے زندگی کچھ تو برتی تھی) اور پھر اس کے ساتھ ایسے خیالات بھی الجھے ہوئے ہوں گے جو انوکھے ہیں، اور تجربے میں نہیں آئے بلکہ ایسے بہت سے بسیط کابیے بھی ہوں گے جو اس نے ادھر ادھر کی کتابوں سے نکال لئے ہوں گے اور ممکن ہے کہ اپنی جگہ سمجھ لیا ہو کہ زندگی کے تجربے سے انہیں حاصل کیا ہے۔ اس روز رات کی باتوں میں اور بعد کے موقعوں پر بھی، مجھے یقین ہے کہ میں نے کاتیا کو گہری نظر سے جانچا۔ اس کا دل جوشیلا اور اثرپذیر تھا۔ بعض صورتوں میں ضبط سے دامن چھڑا کر صداقت کو ہی سب سے مقدم سمجھتی تھی اور خلوص کو سب سے اول قرار دیتی تھی اور زندگی کی تمام احتیاطوں کو محض رسمی تعصبات کا

درجہ دیتی تھی، اور لگتا تھا کہ اسے ایسی اٹل رائے پر ناز ہے، جیسی کہ عام طور سے دل گرم رکھنےوالوں کی ہوتی ہے چاہے عمر ان کی نوجوانی کی نہ رہ گئی ہو۔ مگر یہی بات اس میں تھی جس سے اس کی کشش میں ایک خصوصیت پیدا ہو گئی تھی۔ اسے سوچ بچار کرنے اور چیزوں کی جڑ بنیاد تک پہنچنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن ابھی نظریہ‌پرستی نہیں آئی تھی بلکہ نوخیز، بچپانہ شوخی اس قدر بھری ہوئی تھی کہ پہلی ہی نظر میں اس کی ان خصوصیات یا اچھوتی صفات سے محبت ہو سکتی تھی اور آدمی انہیں قبول کرسکتا تھا۔

مجھے اس وقت لیوینکا اور بورینکا کا خیال آیا اور ایسا لگا کہ یہ سب قصہ بالکل ٹھیک سلسلے سے چل رہا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ اس کا وہی چہرہ، جو پہلی نظر میں کوئی خاص خوبصورت نہ لگا تھا، اسی رات ایک ایک لمحہ خوبصورت ہوتا اور دلکش بنتا چلا گیا۔ بچپے اور غور و فکر کرنےوالی عورت کا یہ بھولا سا امتزاج، حق و انصاف کی یہ بچکانہ اور اعلی درجے کی تشنگی، اپنے جذبات پر کامل اعتماد — یہ تمام باتیں اس کے چہرے پر خلوص و صداقت کا ایک لطیف نور پھیلا دیتیں، اسے ایک برتر روحانی حسن عطا کر دیتیں اور آپ کی سمجھ میں آنے لگتا کہ یہ وہ حسن ہے جس کے سارے پہلو ایک دم نگاہ کے سامنے نمایاں نہیں ہوتے اور وہ خود کو ہر ایک عام قسم کی بےغور نگاہ پر روشن نہیں کرتا۔ اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ الیوشا کی اس سے گہری وابستگی ہونی ہی تھی۔ اگر وہ خود خیال نہیں دوڑا سکتا تھا، غور و فکر نہیں کر سکتا تھا تو ایسی ہستیوں کی طرف خاص کر اس کا دل کھنچتا تھا جو اس کے لئے غور و فکر بلکہ خواہش کر سکیں۔ چنانچہ کاتیا اسے اپنے پروں کے نیچے سمیٹ چکی تھی۔ الیوشا کا دل نیک اور شریف تھا اور وہ ہر ایسی چیز کے سامنے بغیر کش‌مکش کے سپر ڈال دیتا تھا جو پاک پاکیزہ ہو اور نفیس ہو، اور کاتیا دلی ہمدردی اور بچپے کی سی معصومیت کے ساتھ پہلےھی اس کے سامنے ساری باتیں کر چکی تھی۔ الیوشا کے پاس تو قوت‌ارادی کی ایک بوند بھی نہ تھی مگر کاتیا کی قوت ارادی مضبوط بھی تھی، پائدار بھی اور پرجوش بھی۔ اور الیوشا صرف اسی کا ہوکے رہ سکتا تھا جو اس پر چھا جائے بلکہ

س پر حکم چلایا کرے۔ نتاشا سے جب اس کے تعلقات کی ابتدا
نهی تب اس کا ایک سبب نتاشا کی یه خصوصیت بھی تھی۔ لیکن
کاتیا کو نتاشا پر ایک بہت بڑی فوقیت اس طرح حاصل تھی که
وه ابھی خود بچی تھی اور معلوم هوتا تھا که ایک زمانے تک
ایسی هی بچی کی بچی رهےگی۔ یه اس کا بچکانه‌پن، یه شفاف ذهن اور
ساتھ هی فیصلے پر پہنچنے میں کسی قدر اس کی کوتاهی، یه سب
چیزیں الیوشا کے لئے اور بھی قربت کا سبب بن گئی تھیں۔ وه اس
کو محسوس کرتا تھا اور اسی لئے کاتیا اسے اپنی طرف اور زیاده
سے زیاده مائل کرتی جاتی تھی۔ مجھے یقین هے که جب وه دونوں
اکیلے میں باتیں کرتے هوں‌گے تو کاتیا کی سنجیده "تبلیغی" گفتگو
کے ساتھ ساتھ ممکن هے که وه بچوں کے سے کھلنڈرے‌پن پر اتر
آتے هوں اور اگرچه کاتیا غالباً اسے اکثر ڈانٹ پلاتی هوگی اور
سنبھال‌کر مٹھی میں رکھتی هوگی لیکن صاف تھا که وه نتاشا کی
به‌نسبت کاتیا کے سامنے زیاده بےتکلف هے۔ دونوں ایک دوسرے
کا صحیح جوڑ تھے اور یہی بات اهم تھی۔

"بس کرو، کاتیا، بس کرو، بہت هوا۔ تم همیشه حق‌بجانب
هوتی هو اور میں نہیں۔ یه اس لئے که تمهاری روح مجھ سے زیاده
پاک صاف هے" الیوشا نے کھڑے هوکر اس کی طرف رخصتی هاتھ
بڑھاتے هوئے کہا۔ "میں ابھی سیدھا نتاشا کی طرف جاتا هوں اور
لیوینکا کے هاں جھانکوں‌گا بھی نہیں..."

"اور تمہیں لیوینکا کے هاں کرنا بھی کیا هے؟ اس وقت تم نے
کہنا مانا اور وهاں جا رهے هو تو تم بہت پیارے هو..."

"تم خود سب سے هزار درجه زیاده پیاری هو" الیوشا نے دکھے
هوئے دل سے کہا۔ "ایوان پتروویچ، مجھے آپ سے بس دو باتیں
کرنی هیں ذرا۔"

هم وهاں سے دو قدم سرک گئے۔

"میں نے آج بڑی بےشرمی کی حرکت کی" اس نے سرگوشی میں
مجھ سے کہا۔ "بہت نیچ پن کیا۔ ساری دنیا کے سامنے میں قصوروار
هوں اور ان دونوں لڑکیوں کے سامنے تو سب سے زیاده۔ آج یه
هوا که ابا جان نے تیسرے پہر کے کھانے کے بعد مجھے
الیکزاندرینا سے ملایا (یه ایک فرانسیسی خاتون هیں)۔ کیا دل‌کش
عورت هے! میں... بس اس کی طرف کھنچ گیا اور... اب کیا کہوں

کہ کیا... میں ان لڑکیوں کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہوں... اچھا رخصت، ایوان پترووچ!،،

''وہ بہت نیک‌دل، بڑا شریف آدمی ہے،، جلدی سے کاتیا نے کہنا شروع کیا جب میں دوبارہ اس کے برابر بیٹھ گیا۔ ''لیکن اس کے بارے میں پھر باتیں ہوں‌گی بہت سی۔ سب سے پہلے ہمیں ایک رائے پر پہنچ جانا چاہئے — کہئے، آپ کی پرنس صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے؟،،

''میں انہیں بہت برا آدمی سمجھتا ہوں۔،،

''میری بھی یہی رائے ہے۔ ہم دونوں اس پر تو اتفاق رکھتے ہیں۔ اب فیصلہ کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائےگا۔ اس کے بعد نتالیا نکولائیونا کے بارے میں... آپ جانتے ہیں، ایوان پترووچ، میں بالکل اندھیرے میں ہوں۔ انتظار تھا کہ آپ آئیں تو روشنی ملے۔ یہ سب وضاحت سے سمجھائیے کیونکہ سب سے اہم سوالوں پر میں صرف قیاس سے نتیجے نکالتی ہوں ان باتوں کے ذریعہ جو مجھ سے الیوشا کہتا رہا ہے۔ اور کوئی نہیں جس سے معلوم کیا جا سکتا۔ آپ بتائیے، اول تو یہ کہ (اور یہ سب سے مقدم ہے) آپ کا کیا اندازہ ہے — الیوشا اور نتاشا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش و خرم رہیں‌گے یا نہیں؟ یہ چیز ایسی ہے کہ سب سے پہلے اسی کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ خود قطعی فیصلے پر پہنچ سکوں اور آخری‌طور پر طے کر سکوں کہ کیا قدم اٹھایا جائے۔،،

''لیکن اس کے بارے میں قطعی یقینی بات کیسے کہی جا سکتی ہے؟..،،

''البتہ — یقینی تو نہیں کی جا سکتی،، اس نے ٹوکا ''مگر پھر بھی آپ کو کیا لگتا ہے؟ کیونکہ آپ بہت ذہین آدمی ہیں۔،،

''میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ دونوں خوش نہیں رہیں‌گے۔،،

''آخر کیوں؟،،

''کیونکہ دونوں کا جوڑ نہیں ہے۔،،

''میں نے بھی یہی سوچا تھا!،، اور اس نے دونوں ہاتھ بھینچ لئے جیسے گہرا دلی رنج ہوا ہو۔

''اور ذرا تفصیل سے بتائیے۔ سنتے ہیں آپ؟ میں بےحد مشتاق ہوں نتاشا سے ملنے کی، کیونکہ بہت باتیں ان سے کرنی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان سے مل کر ہر بات کا فیصلہ ہو جائےگا۔ میں

اپنے ذھن میں ان کی تصویر اتارتی رھتی ھوں — وہ ضرور بالضرور بہت ھی ذھین، سنجیدہ، راست‌باز اور نہایت خوبصورت ھوں‌گی۔ ھے نا؟"

"ٹھیک۔"

"مجھے اس کا یقین تھا۔ اچھا، اگر وہ ایسی ھیں تو بھلا الیوشا سے، ایسے بچے سے کیسے محبت ھو گئی انہیں؟ ذرا مجھے یہ بات سمجھائیے۔ مجھے اکثر اس بات کی ادھیڑبن ھوتی ھے۔"

"سمجھایا نہیں جا سکتا، کاتیرینا فیودوروونا۔ اس کا صحیح اندازہ کرنا بہت مشکل ھے کہ محبت کس لئے ھو جاتی ھے، کیسے ھو جاتی ھے۔ ھے تو وہ بچہ ھی، لیکن آپ کو معلوم ھے، بچے سے کس قدر محبت ھوجاتی ھے۔" (میرا دل پگھلنے لگا جب میں نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں کو کہ کس درجہ گہرائی، سنجیدگی، محویت اور بےقراری سے وہ مجھ پر لگی ھوئی تھیں۔) "اور پھر خود نتاشا میں بچکانہ‌پن کی جتنی کمی ھے، جتنی زیادہ وہ سنجیدہ ھے — اتنی ھی تیزی سے وہ الیوشا پر جان فدا کرسکتی ھے۔ وہ سیدھا سچا ھے، مخلص ھے اور غضب کا بھولا ھے بلکہ کہنا چاھئے بھولپن سے بسا اوقات دل موھتا ھے۔ ھو سکتا ھے کہ نتاشا نے اس سے پیار کیا ھو کیونکہ — مگر یہ بات سمجھائی کیسے جائے؟.. سمجھ لیجئے کہ ھمدردی یا ترس کھانے کا جذبہ طاری ھو گیا۔ نیک‌طینت دل ھمدردی کے مارے بھی محبت کر بیٹھتا ھے... میں جانوں، یہ معاملہ ایسا ھے کہ آپ سے وضاحت کر نہیں سکتا بلکہ خود آپ سے ھی سوال کروں‌گا، اچھا بتائیے، آپ بھی تو اسے چاھتی ھیں نا؟"

میں نے جرأت سے یہ سوال کر ڈالا اور مجھے محسوس ھوا کہ اس جیسی پاکیزہ روح کی اتھاہ بچکانہ معصومیت کو میرے اس قسم کے بےربط سوال سے صدمہ نہیں پہنچے گا۔

"خدا شاھد ھے کہ خود مجھے بھی اب تک معلوم نہیں" اس نے مجھ سے آنکھیں ملاتے ھوئے آھستہ سے جواب دیا۔ "لیکن لگتا ھے کہ میں بھی بہت محبت کرتی ھوں..."

"دیکھا آپ نے۔ اور کیا آپ وضاحت کرسکتی ھیں کہ کس لئے محبت کرتی ھیں؟"

''الیوشا میں مکر و فریب نہیں ہے،، اس نے لمحہ بھر سوچ کر جواب دیا۔ ''اور جب وہ مجھ سے آنکھیں چار کرکے کوئی بات کہتا ہے تو مجھے یہ بات بہت اچھی لگتی ہے... سنئے، ایوان پتروویچ، میں آپ سے اس کے بارے میں بات کر رہی ہوں، میں لڑکی ہوں، آپ مرد ہیں۔ کیا میں یہ مناسب کر رہی ہوں یا نہیں؟،،

''کیوں، اس میں نامناسب کی کیا بات؟،،

''ہاں یہی تو، نامناسب کی کیا بات؟ لیکن یہ لوگ،، (اس نے اس ٹولی کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا جو سماوار کے گرد بیٹھی تھی) ''غالباً یہ لوگ یہی کہیں گے کہ نامناسب بات ہے۔ یہ لوگ حق بجانب ہیں یا نہیں؟،،

''نہیں — آپ یہ سوچتی ہی نہیں اپنے دل میں کہ غلطی کر رہی ہیں۔ تو...،،

''میں ہمیشہ بالکل یہی کرتی ہوں،، وہ بیچ میں بول پڑی۔ظاہر تھا کہ اسے جلدی پڑی تھی کہ جتنی زیادہ سے زیادہ بات ہو سکے کر ڈالے۔ ''جب مجھے کسی معاملے میں الجھن ہوتی ہے تو فوراً اپنے دل سے پوچھتی ہوں۔ اور جب دل مطمئن ہو جاتا ہے تو میں بھی مطمئن ہو جاتی ہوں۔ ہمیشہ آدمی کو یہی کرنا چاہئے۔ اور میں آپ سے بات کر رہی ہوں اس بےتکلفی کے ساتھ جیسے خود اپنے آپ سے باتیں ہو رہی ہوں۔ اس لئے کہ اول تو آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔مجھے آپ کے اور نتاشا کے قصے میں الیوشا کے داخل ہونے سے پہلے تک کا حال معلوم ہے۔ جب میں نے سنا تھا تو رو پڑی تھی۔،،

''آپ سے کہا کس نے؟،،

''الیوشا نے ہی کہا اور کون کہتا۔ اور جب وہ کہہ رہا تھا تو خود اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اور اس کی جانب سے یہ کیسی پیاری بات تھی۔ مجھے بہت پسند آئی۔ میرا خیال ہے کہ جتنا آپ اسے چاہتے ہیں ایوان پتروویچ، وہ آپ کو اس سے زیادہ چاہتا ہے۔ بس، اسی طرح کی باتوں کی بدولت وہ مجھے پسند ہے۔ اور میں جو آپ سے اسی طرح بےتکلفانہ کھلی باتیں کر رہی ہوں جیسے خود اپنے آپ سے، اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ بہت ذہین آدمی ہیں، مجھے بہت کچھ مشورے دے سکتے ہیں اور سکھا سمجھا سکتے ہیں۔،،

''آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اتنا ذہین یا سمجھدار ہوں کہ آپ کو سکھا سمجھا سکتا ہوں؟''
''جائیے، آپ بھی کیا بات کرتے ہیں!'' وہ سوچ میں پڑ گئی۔
''میں نے یہ بات بس یوں ہی کہہ دی ہے۔ یہ مقصد نہ تھا۔ آئیے، اب سب سے اہم سوال پر بات کر ڈالیں۔ آپ یہ بتائیے مجھے ایوان پتروویچ — اب میں اپنے دل میں ایسا محسوس کرتی ہوں کہ نتاشا کی رقیب ہوں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ہوں، اب سوال یہ ہے کہ کیا قدم اٹھایا جائے؟ اسی لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آیا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہیں‌گے یا نہیں؟ دن رات اسی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ نتاشا کی پوزیشن بڑی افسوس‌ناک ہے، بڑی ہی افسوس‌ناک! الیوشا نے اس سے محبت کرنا قطعی ترک کر دیا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ میری محبت میں مبتلا ہوتا جاتا ہے، ہے نا یہ بات؟''
''ایسا ہی لگتا ہے۔''
''اور پھر وہ اسے فریب بھی نہیں دے رہا۔ خود واقف نہیں ہے کہ اس کے دل سے نتاشا کی محبت جاتی رہی لیکن نتاشا غالباً اس بات سے واقف ہے۔ اسے کتنا صدمہ ہوتا ہوگا؟''
''تو آپ کیا کرنا چاہتی ہیں کاتیرینا فیودوروونا؟''
''میرے دل میں تو بہت منصوبے ہیں'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا ''اور اس کے باوجود راہ نہیں سوجھ رہی۔ اسی لئے مجھے آپ سے ملنے کی اس قدر بےتابی تھی تاکہ آپ یہ سب واضح کر دیں۔ آپ ان سب معاملات کو مجھ سے کہیں بہتر سمجھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے گویا آپ میرے لئے فرشتۂ رحمت ہیں۔ سنئے، میں نے شروع میں یوں گتھی کو سلجھایا: اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں تو انہیں خوش و خرم رہنا چاہئے اور اس کی خاطر میرا فرض ہے کہ اپنی قربانی دےکر ان دونوں کی مدد کروں۔ ہے نا؟''
''میں جانتا ہوں کہ آپ نے اپنی قربانی دے دی ہے۔''
''ہاں، یہ ہوا تو ضرور۔ مگر بعد میں جب وہ یہاں میرے پاس آنے لگا اور مجھے زیادہ سے زیادہ چاہنے لگا تو میں اپنے بارے میں سوچ میں پڑ گئی اور ابھی تک فکرمند ہوں — قربانی دوں کہ نہ دوں؟ یہ بڑی بری بات ہے۔ ہے نا بری بات؟''

"قدرتی بات ہے" میں نے جواب دیا۔ "ایسا ہی ہونا تھا... آپ کا قصور نہیں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔ آپ یہ بات اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپ بہت نیک‌دل آدمی ہیں اور میں اپنی جگہ یہ بات اس لئے سوچتی ہوں کہ میرا دل پوری طرح صاف اور پاکیزہ نہیں۔ اگر دل صاف اور پاکیزہ ہوتا تو سمجھ میں آجاتا کہ کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ خیر، اسے چھوڑئے۔ بعد میں ان دونوں کے تعلقات کے بارے میں مجھے پرنس صاحب سے معلوم ہوا، maman سے معلوم ہوا اور خود الیوشا کی زبانی سنا۔ اس سے میں نے یہ قیاس کیا کہ ان کا جوڑ نہیں بیٹھ رہا۔ اور اب آپ نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ میں اور سوچ میں پڑ گئی — اب کیا ہونا ہے؟ اگر دونوں خوش‌وخرم نہیں رہیں گے تو بہتر ہے کہ الگ ہوجائیں۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ آپ سے اس کے بارے میں تفصیل سے پوچھوں اور خود نتاشا کے پاس جاؤں اور پورے معاملے کو اس سے مل کر طے کروں۔"

"مگر معاملہ طے کس صورت میں ہوگا؟ سوال تو یہ ہے۔"

"میں صاف یوں کہوں گی ان سے: 'آپ کو ہر چیز سے بڑھ کر الیوشا عزیز ہے۔ تو پھر آپ کو اس کی خوشی بھی سب سے بڑھ کر عزیز ہونی چاہئے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کو اس سے جدا ہو جانا چاہئے'۔"

"مگر یہ بات اسے کیسی لگے گی؟ اور وہ اگر آپ سے اتفاق بھی کرلے، یہ مان بھی جائے تو، اس کے بس میں ہے کہ اس پر عمل کر سکے؟"

"یہی تو وہ بات ہے جسے میں دن رات سوچا کرتی ہوں اور... اور..."

ایک دم وہ رو پڑی۔

"آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ مجھے نتاشا کی حالت پر کتنا دکھ ہے" اس نے زیرلب کہا۔ اس کے ہونٹ آنسوؤں سے لرز رہے تھے۔

آگے کہنے کو کوئی جملہ نہ تھا۔ میں چپ ہو گیا لیکن اندر سے میرا دل بھی اسے دیکھ کر بھرا آ رہا تھا، کسی خاص سبب سے نہیں بلکہ محض ایک طرح کی دردمندی کے مارے۔ کیا پیاری سی بچی تھی وہ! میں نے اس سے بھی نہ پوچھا کہ خود کو یہ

کیوں سمجھتی ہے کہ وہ الیوشا کو مسرت اور چین دے سکے گی۔
''آپ کو موسیقی پسند ہے؟'' اس نے ذرا ٹھنڈے ہوکر سوال کیا لیکن ابھی ابھی جو آنسو نکل پڑے تھے ان کی وجہ سے وہ اب تک چپ چپ تھی۔
''ہاں پسند ہے'' میں نے کسی قدر تعجب کے ساتھ جواب دیا۔
''اگر وقت ہوتا تو میں آپ کو بیتھووین کا تیسرا کنسرٹ سناتی۔ آجکل میں وہی بجا رہی ہوں۔ اس میں کیا جذبات بھرے ہوئے ہیں، واہ... بالکل ایسے جیسے میں ان دنوں خود اپنے اندر پاتی ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے۔ خیر، پھر کسی بار سہی۔ اس وقت تو باتیں کرنی ہیں۔''

ہم دونوں میں یہ گفتگو شروع ہوگئی کہ کاتیا کو نتاشا سے کیسے ملایا جائے اور اس کی سبیل کیونکر ہو۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ گھر میں کاتیا پر نظر رکھی جاتی ہے۔ اور اگرچہ سوتیلی ماں کا برتاؤ اچھا اور چاہ بہت ہے لیکن پھر بھی نتالیا نکولائیونا سے ملنے کی اجازت وہ نہیں دیں گی۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ اس مقصد کے لئے چال چلی جائے۔ صبح کو بعض اوقات وہ سوار ہوکر ہواخوری کے لئے نکلتی لیکن وہ بھی تنہا نہیں، قریب قریب ہمیشہ کاؤنٹیس صاحبہ کے ہمراہ۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کاؤنٹیس خود ساتھ نہیں ہوتی تھیں تو ایک فرانسیسی عورت کے ساتھ بھیج دیا کرتی تھیں اور یہ فرانسیسی خاتون آجکل بیمار تھیں۔ ایسا تب ہوتا ہے جب کاؤنٹیس صاحبہ کو سر درد کا دورہ پڑتا ہے۔ اب اس دن کا انتظار کرنا ہوگا جب ان کے سر میں درد ہو۔ اور اس موقع کے لئے فرانسیسی خاتون کو رضامند کرنا ہوگا (یہ ایک بڑی بی تھیں مصاحب قسم کی) کیونکہ وہ نیک‌دل خاتون ہیں۔ نتیجہ اس تمام تدبیر کا یہ نکلا کہ نتاشا کے ہاں جانے کے لئے پہلے سے کوئی دن تاریخ طے نہیں کی جا سکتی تھی۔
''نتاشا سے مل کر آپ کو افسوس نہیں ہوگا'' میں نے کہا۔
''وہ خود آپ کو جاننے کی بہت مشتاق ہے۔ اور ہونا بھی چاہئے، خواہ وہ صرف اس لئے ہو کہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ الیوشا کو کس کے سپرد کر رہی ہے۔ آپ اس معاملے میں بہت فکر نہ کیجئے۔ وقت آپ کو فکرمند کئے بغیر ہی اس کا فیصلہ کردے گا۔ آپ تو گاؤں جانےوالی تھیں نا؟''

''جی ہاں، عن‌قریب ۔ ہو سکتا ہے کہ مہینے بھر میں،، اس نے جواب دیا ۔ ''اور میں جانتی ہوں کہ پرنس صاحب اس پر خاص طور سے زور دے رہے ہیں ۔،،

''کیا خیال ہے، الیوشا جائےگا آپ کے ساتھ؟،،

'ہاں، اس کے بارے میں میں نے بھی سوچا،، نگاہ روبرو کرکے اس نے جواب دیا ۔ ''جائےگا ہی وہ!،،

''ہاں، جائےگا تو ۔،،

''پروردگار، آخر اس سب کا نتیجہ کیا ہونےوالا ہے؟ معلوم نہیں ۔ سنئے، ایوان پترووچ، میں آپ کو سب معاملات کے بارے میں لکھوں‌گی ۔ اکثر لکھتی رہوں‌گی اور بہت‌سا لکھوں‌گی۔ بس اب میں آپ کے پیچھے پڑنےوالی ہوں۔ آپ ہمارے ہاں آتے رہیں‌گے نا؟،،

''معلوم نہیں، کاتیرینا فیودوروونا، سب حالات پر منحصر ہے ۔ ممکن ہے بالکل ہی آنا نہ ہو ۔،،

''کیوں آخر ؟،،

''مختلف وجوہ پر اس کا انحصار ہے ۔ اور سب سے مقدم اس پر کہ پرنس سے میرے تعلقات کیسے رہتے ہیں ۔،،

''وہ آدمی ایمان‌دار نہیں ہے،، کاتیا نے فیصلہ‌کن انداز میں کہا ۔ ''اور آپ جانتے ہیں، ایوان پترووچ، کیسا رہے جو میں ایک دن خود آپ کے ہاں پہنچ جاؤں؟ اچھا رہےگا یا نہیں؟،،

''خود آپ کیا سمجھتی ہیں؟،،

''میں سمجھتی ہوں کہ اچھا ہی رہےگا ۔ خود ہی آپ کی خیریت معلوم کر لیا کروں‌گی...،، اس نے ذرا مسکراتے ہوئے بات پوری کی ۔ ''میں اس لئے یہ بات کہتی ہوں کہ علاوہ اس کے کہ آپ کی عزت کرتی ہوں، آپ کو بہت پسند بھی کرتی ہوں... اور آپ سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے ۔ میں آپ کو پسند کرتی ہوں... آپ سے یہ بات کہتے ہوئے بھلا شرماؤں کیوں میں؟،،

''ہاں، بھلا شرم کی کیا بات؟ آپ مجھے ابھی سے اتنی عزیز ہیں جیسے اپنا کوئی خاص رشتہ‌دار ۔،،

''اچھا تو آپ میرا دوست بننا پسند کریں‌گے؟،،

''ضرور — ضرور !،، میں نے جواب دیا ۔

''اور یہ لوگ ضرور اس پر کہیں‌گے کہ یہ بات نامناسب ہے، ایک نوعمر لڑکی کو ایسا وطیرہ اختیار نہ کرنا چاہئے،، اس نے یہ

جملہ ان لوگوں کی طرف مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا جو چائے کی میز کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ یہاں اتنا کہتا چلوں کہ شاید پرنس نے ہم دونوں کو باتیں کرنے کے لئے جان بوجھ کر تنہا چھوڑ دیا تھا۔

"میں تو اچھی طرح جانتی ہوں کہ پرنس کو میرے روپے سے غرض ہے" اس نے کہا۔ "انہوں نے میرے متعلق سوچ رکھا ہے کہ بچی ہوں بلکہ صاف منہ پر یہی کہہ دیتے ہیں۔ مگر میرا اپنے متعلق یہ خیال نہیں ہے۔ میں اب بچی نہیں ہوں۔ عجب قسم کے لوگ ہیں یہ سب — خود بچوں جیسے ہیں، پھر بھلا انہیں کس بات کی پڑی رہتی ہے؟"

"کاتیرینا فیودوروونا، میں آپ سے ایک بات تو پوچھنا بھول ہی گیا۔ یہ لیوینکا اور بورینکا کون ہیں، جن سے الیوشا اکثر ملنے جایا کرتا ہے؟"

"میرے دور کے رشتہ‌دار ہیں۔ بڑے ذہین اور نہایت ایمان‌دار مگر بکواس بہت کرتے ہیں... میں ان کو خوب جانتی ہوں..."

اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ انہیں، جب روپیہ آپ کے قبضے میں آجائے تو دس لاکھ کی رقم دینےوالی ہیں؟"

"یہ دیکھئے، اب اسی دس لاکھ کے سوال کو لے لیجئے۔ اس کے بارے میں اتنی باتیں بناتے ہیں کہ میرا ناک میں دم آگیا ہے۔ مجھے ضرور خوشی ہوگی کہ کسی کارخیر کے لئے رقم نذر کردوں، آپ جانئے اتنی بڑی رقم رکھ‌کر بھی کیا ہوگا، ہے نا؟ لیکن ابھی ایسا کرنے میں بہت زمانہ پڑا ہے۔ اور وہ ہیں کہ ابھی سے اس کے بارے میں نقارہ پیٹ رہے ہیں، بحثیں ہو رہی ہیں، شور مچ رہا ہے کہ اس رقم کو کس کام میں لگانا اچھا رہےگا۔ اور تو اور، اس پر جھگڑا کھڑا کردیا ہے انہوں نے۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ ان لوگوں کو اس قدر جلدی پڑی ہے۔ یہ سب تو ہے مگر ہیں وہ ایمان‌دار اور... ذہین۔ ابھی پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے جیسے زندگی گزارتے ہیں ان سے تو خیر، یہ بہتر ہی ہے۔ ہے نا یہ بات؟"

اس کے بعد ہم دونوں کی اور بہت‌سی باتیں رہیں۔ اس نے مجھ

سے قریب قریب اپنی ساری زندگی کہہ ڈالی اور میری باتوں کو بھی خوب جی لگا کر سنا۔ اس کا اصرار یہی تھا کہ نتاشا اور الیوشا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بیان کر دوں۔ کوئی آدھی رات ہو چکی تھی جب پرنس میرے پاس آیا اور گویا اس بات کا اشارہ کیا کہ رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے۔ میں نے خداحافظ کہا۔ کاتیا نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبایا اور معنی‌خیز نظروں سے دیکھا۔ کاؤنٹیس صاحبہ نے خواہش کی کہ میں آئندہ بھی ان کے ہاں آتا رہوں۔ میں اور پرنس ساتھ ساتھ وہاں سے نکلے۔

اس معاملے میں ایک عجیب اور شاید قطعی نامناسب ریمارک دینے سے میں خود کو باز نہیں رکھ سکتا۔ تین گھنٹے جو میری اور کاتیا کی گفتگو ہوتی رہی، اس سے اور جو اثر ہوا وہ تو جانے دیجئے، البتہ ایک طرح کا عجیب اور ساتھ ہی ساتھ گہرا اعتقاد اس بات پر پیدا ہوا کہ وہ ابھی تک پوری طرح بچی ہے اور قطعی نہیں جانتی کہ مرد اور عورت کے درمیان کیا پراسرار رشتے ہوتے ہیں۔ اس خیال کی روشنی میں کئی ایسے نتیجے جو اس نے نکال رکھے تھے اور عام طور پر وہ سنجیدہ لب و لہجہ، جس سے اس نے کئی نہایت اہم مسائل کو چھیڑا تھا، وہ سب کے سب غیرمعمولی مضحکہ‌خیز نظر آنے لگے...

دسواں باب

"مجھے ایک بات سوجھی" پرنس نے گاڑی میں میرے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا "کیسا رہے کہ ہم دونوں چل کر رات کا کھانا کھالیں؟ کیوں کیا خیال ہے؟"

"واقعی، میں نہیں کہہ سکتا، پرنس صاحب" میں نے ہچکچاہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "ویسے میں تو کبھی رات کو کھانا کھاتا نہیں..."

"اور ہاں، کھانے پر بیٹھ کر باتیں تو ہوں‌گی ہی" نگاہ گاڑ کر اور چالاکی کے ساتھ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں بالکل اس کا مطلب سمجھ گیا۔ "وہ پوری بات کرنا چاہتا ہے" میں نے اپنے جی میں سوچا۔ "اور مجھے بھی اس کی پڑی ہے۔" میں فوراً راضی ہو گیا۔

''تو پھر بات پکی۔ بالشایا مرسکایا چلیں۔ 'ب' کی طرف۔''
''رستوران کو؟'' میں نے ذرا کسی قدر گڑبڑا کر پوچھا۔
''ہاں اور کیا؟ میں تو اتفاق سے ہی کبھی گھر پر رات کا کھانا کھاتا ہوں۔ تو کیا آپ اس کی اجازت نہ دیں گے کہ میں آپ کو دعوت دے سکوں؟''
''مگر میں تو آپ سے کہہ چکا کہ رات کا کھانا کھاتا ہی نہیں ہوں۔''
''ایک بار کھا لینے میں کیا ہرج ہے! اور پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ میں آپ کو مدعو کر رہا ہوں۔''
یعنی مطلب یہ ہوا کہ میں آپ کی طرف سے ادا کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے جان بوجھ کر یہ کہا تھا۔ میں لے جائے جانے پر تو آمادہ ہو گیا لیکن ساتھ ہی جی میں ٹھان لیا کہ اپنا بل خود چکاؤں گا۔ ہم دونوں گاڑی سے وہاں پہنچے۔ پرنس نے کمرہ ریزرو کرا لیا اور ایک صاحب ذوق کی طرح اس نے دو تین کھانوں کا انتخاب کیا۔ جن کھانوں کا آرڈر دیا گیا وہ بھی کافی قیمتی تھے اور جو شراب لانے کو کہا وہ بھی خاصی مہنگی تھی۔ میری جیب سے حساب آگے جا رہا تھا۔ میں نے مینو اٹھا کر دیکھا اور اپنے لئے آدھا تیتر اور لافت کا ایک جام لانے کو کہا۔ پرنس نے شکایت کی۔
''تو آپ میرے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہتے! یہ تو بالکل مضحکہ خیز ہے۔ Pardon, mon ami* نہایت تکلیف دہ تکلف ہے یہ، بہت چھوٹے قسم کی خودپسندی۔ اس میں اپنی اپنی حیثیت کا فرق مدنظر معلوم ہوتا ہے، اور شرط لگاتا ہوں کہ عین یہی بات ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ مجھے شکایت کا موقع دے رہے ہیں۔''
مگر میں اپنی بات پر ڈٹا رہا۔
''خیر آپ کی جو مرضی ہو...'' اس نے کہا۔ ''میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا... بتائیے ایوان پترووچ، کیا میں آپ سے پوری طرح دوستی کے رنگ میں بات چیت کر سکتا ہوں؟''
''میں آپ سے خود یہی درخواست کرتا ہوں۔''

---

* معاف کیجئیے گا، دوست (فرانسیسی)۔

''اچھا تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی یہ ضابطہ‌پرستی خود آپ کے لئے ہی مضر ہوگی۔ یہ آپ کے جیسے لوگ سب خود ایسے‌ہی نقصان کر لیتے ہیں۔ آپ ادیب ہیں۔ آپ کو تو لازم ہے کہ معاشرے کو جانیں لیکن آپ ہیں کہ خود کو دوسروں سے بچاکر رکھتے ہیں۔ میں اس وقت تیتر کے بارے میں نہیں کہہ رہا بلکہ آپ اس پر کمربستہ ہیں کہ ہمارے حلقے سے کسی قسم کا بھی میل جول رکھنے سے بالکل منکر ہو جائیں، اور یہی بات ہے جو لازمی طور پر آپ کے لئے نقصان‌ده ہے۔ قطع‌نظر اس کے کہ آپ بہت خسارے میں رہتے ہیں، یعنی ایک لفظ میں کہوں کہ اٹھان ساری جاتی ہے، اس کو بھی جانے دیجئے۔ محض یہی بات سہی کہ آپ اس کو جانیں جس کے بارے میں لکھتے ہیں۔ آپ کے ناولوں کہانیوں میں کن کا ذکر ہوتا ہے، راجے‌نواب، سنگارخانے... مگر خیر، مجھے اس سے کیا! آپ کے ہاں اب ہوتا کیا ہے، غریبی کا ذکر، گم‌شدہ کوٹوں، انسپکٹروں*، جھگڑالو افسروں، کلرکوں، بیتے دنوں اور کٹر مذہبی لوگوں کے قصے، میں سب جانتا ہوں۔ جانتا ہوں...''

''مگر آپ غلطی پر ہیں، پرنس صاحب! اگر میرا آنا جانا نہیں ہے ان لوگوں کے ہاں وہ جو بقول آپ کے 'اونچا حلقہ' ہے تو اس کی وجہ ہے کہ اول تو اس میں جی اکتاتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہاں کرنا ہی کیا ہے۔ تاہم اس کوچے میں آنا جانا رہتا ہی ہے...''

''معلوم ہے مجھے۔ پرنس 'ر' صاحب کے ہاں سال میں ایک بار ہو آئے۔ وہیں پہلی بار آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن سال کے باقی دنوں آپ اپنے جمہوری غرور میں منه پھلائے اپنی کوٹھریوں میں پڑے رہتے ہیں اگرچہ آپ میں سے سب لوگ اس طرح پیش نہیں آتے۔ ایسے بھی تیز آدمی آپ میں موجود ہیں جن سے مجھ جیسے آدمی کو بھی متلی آتی ہے...''

''میں آپ سے التجا کروں‌گا، پرنس صاحب کہ اس موضوع سخن کو بدل دیا جائے اور ہم واپس اپنی اپنی کوٹھریوں کا رخ نہ کریں۔''

---

* اشارہ ہے گوگول کی کہانی ''اوورکوٹ'' اور اس کے ڈرامے ''انسپکٹر جنرل'' کی طرف۔ (ایڈیٹر)

''اُفوہ، پروردگار، اب آپ خفا ہو گئے نا۔ اور آپ نے خود ہی دوستانہ گفتگو کی اجازت دی تھی مجھ کو۔ لیکن معاف کیجئے گا خطا ہوئی، ابھی تک میں نے خود کو آپ کی دوستی کا سزاوار نہیں بنایا ہے۔ یہ شراب معقول ہے، چکھ ڈالئے۔''

اس نے اپنی بوتل میں سے میرے لئے آدھا گلاس بھر دیا۔

''دیکھتے ہیں آپ، میرے عزیز ایوان پترووچ، میں خوب سمجھتا ہوں کہ دوسرے پر اپنی دوستی لادنا نازیبا ہے۔ مگر ہم آپ کے ساتھ اتنے گستاخ اور بداطوار نہیں ہیں جتنا آپ ہم لوگوں کے بارے میں اپنی جگہ سوچتے ہیں۔ ساتھ ہی میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ آپ جو یہاں میرے پاس بیٹھے ہیں تو کوئی میرے لئے دل میں خاص جذبہ لئے نہیں بیٹھے ہیں بلکہ اس لئے کہ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ سے باتیں ہوں گی۔ سچ ہے نا؟''

وہ خود ہی ہنس پڑا۔

''اور چونکہ ایک خاص فرد کا مفاد آپ کے مدنظر ہے اس لئے آپ سننا چاہتے ہیں کہ دیکھیں میں کیا کہتا ہوں۔ ہے نا یہی بات؟'' زہریلی مسکراہٹ سے اس نے کہا۔

''آپ نے غلط نہیں سمجھا،'' میں بےتابی کے سارے ایک دم بول پڑا۔ (میں نے دیکھا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جب وہ کسی کو اپنے قابو میں پا جاتے ہیں، چاہے یہ قابو بہت معمولی سا کیوں نہ ہو، تو وہ اسے یہ بات محسوس کرائے بغیر چھوڑتے نہیں۔ اور میں اس وقت پرنس کے قابو میں تھا۔ کیونکہ جو کچھ وہ کہنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا اسے اول سے آخر تک سنے بغیر میں اٹھ کر جا نہیں سکتا تھا۔ اور وہ خود اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس کا لب و لہجہ فوراً بدل گیا اور زیادہ سے زیادہ نیچ پن کی بےتکلفی اور تمسخر پیدا ہوتا گیا)۔ ''پرنس صاحب، آپ نے غلط نہیں سمجھا — میں اسی غرض سے آیا بھی ورنہ سچی بات یہ ہے کہ مجھ سے بیٹھا نہ جاتا... اتنی رات گئے۔''

جی چاہتا تھا کہ کہہ دوں ''ورنہ میں آپ کے ساتھ بیٹھنے کا بھی روادار نہ ہوتا کسی طرح''۔ مگر میں نے ضبط کرلیا اور بات کا رخ بدل دیا۔ اس کے داب میں آکر نہیں بلکہ کم‌بخت اپنی کمزوری اور شرافت کے خیال سے۔ اور واقعی یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ آدمی کے منہ پر کڑوی بات کہہ دی جائے، چاہے

وہ اسی قابل کیوں نہ ہو ۔ اور چاہے میں اس سے اسی طرح درشت بات کہنے کی سوچے ہوئے ہوں ۔ میں جانوں کہ پرنس نے اسے میری آنکھوں سے تاڑ لیا اور جب میں بول رہا تھا تو اس نے تمسخر بھری نظر سے دیکھا، جیسے میری کمزور طبیعت سے لطف اٹھا رہا ہو اور اپنی نظر سے چیلنج کر رہا ہو کہ ''کہو، ہمت نہیں پڑی نا ۔ گڑبڑا گئے، برخوردار!،، ایسا ہی ہوا ہوگا کیونکہ جب میں نے بات پوری کی تو وہ قہقہہ مارکر ہنسا اور ذرا تھپکنے کے انداز میں میرے زانو پر ہولے سے ہاتھ مارا ۔

''ہنسی دلاتے ہو، برادر،، میں نے اس کی نظروں میں یہ جملہ پڑھا ۔ ''ٹھیر جاؤ ذرا!،، میں نے اپنے دل میں سوچا ۔

''آج میں بہت مزے میں ہوں!،، وہ زور سے بولا ۔ ''اور واقعہ یہ ہے کہ مجھے خود بھی اس کا سبب نہیں معلوم ۔ ہاں، ہاں دوست، یہی بات ہے! میں اسی کے بارے میں خاص طور سے بات کرنا چاہتا تھا ۔ جو کچھ کہنا سننا ہے بس وہ ہو جانا چاہئے، بات قطعی طور پر کسی نتیجے تک پہنچ جانی چاہئے اور امید ہے کہ اس بار آپ مجھے مکمل طور پر سمجھ لیں گے ۔ ہاں تو دوست وہ جو میں نے آپ سے ان روپیوں کی بات کی نا اور اس بےعقل باپ کا معاملہ جو پیر نابالغ ہے... تو اب اس کا تذکرہ بھی فضول ہے ۔ میں نے یوں ہی بات کی بات چھیڑی تھی ۔ ہا ۔ ہا ۔ ہا! آپ ٹھیرے ادبی آدمی، آپ نے خود ہی قیاس دوڑا لیا ہوگا...،،

میں پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا ۔ ابھی سے وہ نشے میں چور تو نہیں ہوا تھا ۔

''اور رہا، وہ اس لڑکی کا معاملہ ۔ تو سچی بات یہ ہے کہ میں اس کی عزت کرتا ہوں بلکہ پسند کرتا ہوں ۔ آپ یقین کیجئے ۔ وہ نک‌چڑھی ضرور ہے ۔ مگر 'گلاب کانٹوں بغیر نہیں ہوتا، جیسا کہ پچاس سال پہلے کہتے تھے اور کیا خوب کہتے تھے — کانٹے چبھتے ہیں مگر اسی میں تو مزا ہے'، اور چاہے میرا الکسیئی احمق سہی لیکن میں اس کا قصور ایک حد تک معاف کر چکا کیونکہ اس نے اچھے ذوق کا ثبوت دیا ۔ مختصر یہ کہ مجھے ایسی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں اور خود میرے بھی،، اس نے بہت زور دے کر اپنے ہونٹ بھینچے ''خاص اپنے کچھ ارادے ہیں ۔ خیر، مگر یہ بات پھر کبھی...،،

''پرنس صاحب! سنئے، پرنس صاحب!،، میں چیخ پڑا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے یہ جو آپ نے تیزی سے رخ بدلا ہے۔ دیکھئے... آپ گفتگو کا موضوع بدلئے۔ آپ سے میری درخواست ہے!،،

''آپ کو پھر غصہ آنے لگا۔ اچھا... یوں ہی سہی، میں موضوع سخن بدلے دیتا ہوں، بدلے دیتا ہوں! مگر آپ سے میرا صرف ایک سوال ہے میرے عزیز دوست ــ کیا واقعی آپ اس کی بہت عزت کرتے ہیں؟،،

''یقیناً،، میں نے درشتی کے ساتھ دوٹوک جواب دیا۔

''اچھا... تو اچھا کیا آپ اس سے محبت بھی کرتے ہیں؟،، اس نے نفرت‌انگیز طور پر دانت نکال کر اور آنکھیں بھینچ کر سوال جاری رکھا۔

''آپ خود کو بھولے جا رہے ہیں!،، میں چیخ پڑا۔

''نہیں، نہیں بھولوں گا۔ آپ صبر سے کام لیجئے۔ آج حیرت‌ناک حد تک میری روح مزے میں ہے۔ ایک زمانے سے ایسا لطف نہیں آیا تھا۔ کچھ تھوڑی سی شمپین چلےگی؟ کیا خیال ہے، میرے شاعر؟،،

''میں نہیں پیئوں گا۔ جی نہیں چاہتا!،،

''یہ کہئے بھی نہیں! آج تو آپ کو میرا ساتھ دینا ہی پڑےگا۔ آج میں کچھ بہت ہی زیادہ مگن ہوں اور چونکہ میں ٹھیرا خوش‌اخلاق بلکہ جذباتی حد تک خوش‌اخلاق آدمی تو اکیلا مزے نہیں لے سکتا۔ کون جانے، ہم پیتے پیتے اس بےتکلفی کو پہنچ جائیں کہ آپ کے بجائے تم اور تو پر آجائیں۔ ہا۔ ہا۔ ہا! نہیں میرے نوجوان دوست، آپ ابھی تک مجھے نہیں پہچانتے ہیں۔ یقین ہے کہ آپ کو مجھ سے محبت ہو جائےگی۔ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ میرے دکھ میں بھی برابر کے شریک ہوں اور سکھ میں بھی، قہقہوں میں بھی، آنسوؤں میں بھی، اگرچہ اس کا موقع نہیں آئےگا میرے خیال میں، کم سے کم میں تو رونے سے رہا۔ کہئے، کیا کہنا ہے ایوان پتروویچ؟ آپ صرف اتنا خیال کر لیجئے کہ جس بات کو میرا دل چاہتا ہے اگر وہ نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ لہر گزر جائے، سزا کرکرا ہو جائے، سب کچھ ہوا ہو جائے اور کچھ سن گن نہ ملے۔ اور آپ جو یہاں بیٹھے ہیں تو محض ایک امید میں کہ کچھ

سن لیں - کیا سچ نہیں ہے یہ بات؟،، اس نے مجھے کمینہ پن سے آنکھ مارتے ہوئے کہا - ،،اچھا تو اب آپ خود چن لیجئے - ،،

اس دھمکی میں وزن تھا - میں فوراً راضی ہوگیا - ،،وہ کہیں مجھے نشے میں دھت تو کرنا نہیں چاہتا؟،، میں نے اپنی جگہ سوچا - اس سلسلے میں یہاں ایک بات کا ذکر مناسب ہوگا - بہت زمانہ ہوا میں پرنس کے بارے میں افواہ سن چکا تھا - لوگوں سے سننے میں آیا تھا کہ اگرچہ یہ شخص سوسائٹی میں خود کو بہت لئےدئے اور قاعدے سے رہتا ہے لیکن کبھی کبھی اسے خوب شراب پی کر بدمستی کا شوق چراتا ہے - رات کے وقت کبھی اتنا پی جاتا ہے کہ آپے کا ہوش نہیں رہتا اور خفیہ طور سے نہایت گندی اور بدمعاشی کی حرکتیں کرتا پھرتا ہے... اس کے بارے میں بری سے بری افواہیں میرے کان میں پڑ چکی تھیں... لوگوں کا بیان ہے کہ الیوشا کو بھی یہ معلوم تھا کہ باپ کبھی کبھی نشے میں دھت ہو جاتا ہے اور وہ اس راز کو سب سے، خاص کر نتاشا سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا تھا - ایک بار وہ مجھ سے یہ بات کہنے چلا مگر فوراً ہی کٹ گیا اور پھر میرے پےدرپے سوالوں کا جواب تک نہیں دیا - خیر، یہ بتا دوں کہ میں نے الیوشا کی زبانی یہ قصے نہیں سنے تھے اور یہ بھی مانتا ہوں کہ مجھے ان کا یقین نہیں آیا تھا - اب مجھے انتظار ہوا کہ دیکھوں آگے کیا ہوتا ہے -

شمپین آئی - پرنس نے دو گلاسوں میں انڈیلی، اپنے لئے اور میرے لئے -

،،خوب پیاری لڑکی ہے، پیاری لڑکی! چاہے اس نے میری بےعزتی ہی کی ہو،، وہ شراب کے گھونٹ مزے میں آہستہ آہستہ لیتے ہوئے کہتا چلا گیا - ،،مگر یہ پیاری ہستیاں بہت دلکش ہوتی ہیں، خاص طور سے ایسے لمحوں میں... اور دیکھتے ہیں غالباً اس نے سوچا ہوگا کہ مجھے شرمندہ کردیا — یاد ہے اس رات کو — میری دھجیاں اڑا دیں؟ ہا - ہا - ہا! اس کے گالوں پر سرخی کیا پھبتی ہے، واہ! آپ کو عورتوں کے معاملے میں کچھ دسترس ہے؟ کبھی کبھی اچانک سرخی کی لہر پیلے گالوں پر بہار دیتی ہے — آپ نے نظر کی ہے؟ افوہ، خدایا، لگتا ہے کہ آپ پھر خفا ہو چلے، ہے نا؟،،

”جی ہاں، خفا تو ہوں!“ میں زور سے بولا، اب مجھے تاب صبر
ہیں رہ گئی تھی۔ ”اور مجھے پسند نہیں کہ آپ اس وقت نتالیا
کولائیونا کے بارے میں زبان سے کچھ کہیں... یعنی اس لب و لہجہ
یں بات کریں۔ میں... میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دوں گا!“
”اوہو، اچھا تو آپ ہی کی خوشی کروں گا اور پھر بات کا
خ موڑ دوں گا۔ میں تو گوندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہوں، بالکل
وم کی ناک۔ آئیے، آپ کے بارے میں بات ہو جائے۔ میں آپ
کو پسند کرتا ہوں، ایوان پتروویچ، کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ
یں آپ کے معاملات میں کتنا دوستانہ اور مخلصانہ خیال رکھتا
ہوں...“
”پرنس صاحب، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اصل معاملے پر
بات‌چیت کریں“، میں نے اس کی گفتگو میں دخل دیا۔
”یعنی ہمارے اپنے معاملے پر، یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟
آپ کی بات تو میں آدھے لفظ سے بھی سمجھ لیتا ہوں، * mon ami۔
لیکن آپ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ مسئلے کے قلب تک ہم
پہنچ جائیں گے بشرطیکہ اس وقت آپ کے بارے میں بات چھڑ جائے
اور آپ میری بات کاٹیں نہیں۔ اچھا تو اب سلسلے سے کہتا ہوں —
میں آپ سے کہنا چاہتا تھا، میرے انمول دوست ایوان پتروویچ کہ
اس طرح جینا، جیسے آپ جیتے ہیں، اس کا مطلب کہ سیدھے سیدھے
خود کو تباہ کرنا۔ آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں اس نازک سے
سوال کو چھیڑ رہا ہوں۔ میں دوستی کی خاطر ایسا کر رہا ہوں۔
آپ غریب آدمی ہیں، اپنے پبلشر سے پیشگی رقم لیتے ہیں، اپنا قرضہ
چکاتے ہیں۔ اس سے جو باقی بچ رہتا ہے آپ کے پاس، اس سے
چھ مہینے چائے پانی پر بسر کرتے ہیں، اپنی کوٹھری میں پڑے
ہوئے کپکپایا کرتے ہیں اور انتظار میں رہتے ہیں کہ دیکھئے
پبلشر کب اپنے رسالے میں آپ کا ناول چھاپتا ہے! ہے نا؟“
”چلئے یوں ہی سہی۔ لیکن پھر بھی یہ...“
”یہ زیادہ شریفانہ عمل ہے بہ‌نسبت چوری کرنے، سر ٹیکنے،
رشوتیں وصول کرنے، جوڑ توڑ کرنے وغیرہ وغیرہ کے۔ میں جانتا

---

* عزیز من (فرانسیسی)۔

ہوں، جانتا ہوں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہ باتیں بہت پہلے
لکھی اور چھاپی جا چکی ہیں۔،،
''اور سچ بات یہ کہ آپ کو میرے معاملے کے بارے میں
بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا آپ کو سلیقہ سکھانا ہوگا؟،،
''ہاں — واقعی آپ مجھے سلیقہ نہیں سکھائیں گے۔ مگر آخر کیا
کرنا چاہئے اگر ہم کو ایسے ہی نازک نکتے سے واسطہ ہو۔
اس سے دامن بچا کے گزرنا بھی مشکل۔ خیر، چلئے، کوٹھریوں
وو ٹھریوں کو ان کے حال پر چھوڑتے ہیں۔ مجھے ویسے بھی ان کا
شوق نہیں ہے، البتہ جب تک کوئی خاص موقع اس کا نہ ہو،،
(اس نے ایک گھناؤنا قہقہہ مارا)۔ ''لیکن یہ بات مجھے حیرت میں
ڈالے ہوئے ہے کہ آخر آپ کو کیا شوق ہے دوسرے درجے کے
آدمی کی حیثیت اختیار کرنے کا؟ یہ صحیح ہے کہ آپ کے ادیبوں
میں سے کسی نے غالباً یہ بھی کہیں کہہ دیا ہے کہ ممکن ہے
انسان کا سب سے عظیم وصف اسی میں ہو کہ وہ زندگی میں دوسرے
درجے کے آدمی کی حیثیت اختیار کرے... غالبا کچھ ایسی ہی
بات کہی ہے! میں نے بات‌چیت میں کہیں اس کا تذکرہ سنا تھا۔
لیکن دیکھئے، الیوشا آپ کی منگیتر کو لے اڑا۔ مجھے یہ معلوم
ہے۔ اور آپ ہیں کہ کسی شیلر کی طرح، ان کے لئے اپنی جان
کھپائے دے رہے ہیں، ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور قریب
قریب یہ حالت کر رکھی ہے کہ ان کی آواز پر دوڑتے ہیں...
آپ معاف کیجئے گا، میرے عزیز، مگر یہ تو اعلی جذبات کا گھٹیا
تماشہ ہے... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے دراصل آپ خود
تنگ نہ آچکے ہوں! تنگ آنا کیا معنی، شرم آنا کہنا چاہئے۔ میں
اگر آپ کی جگہ ہوتا تو شرم و غیرت سے مرجاتا۔ اور سب سے
بڑی تو ہے شرم کی بات، شرم کی بات!،،
''پرنس صاحب! غالباً آپ مجھے یہاں جان بوجھ کر لائے ہیں
تاکہ میری بےعزتی کریں!،، میں غصے میں آپے سے باہر ہو کر
چیخ پڑا۔
''نہیں، نہیں، میرے دوست، ہرگز نہیں۔ میں اس لمحے
سیدھا سادا کاروباری آدمی ہو گیا ہوں اور آپ کی راحت و آسائش
چاہتا ہوں۔ مختصر یہ کہ میں بگڑی کو بنا دیکھنا چاہتا ہوں۔
لیکن خیر، چلئے، سب قصے کو ایک طرف رکھے دیتے ہیں۔ آخر

ک میری بات آپ سن لیجئے۔ اگر ممکن ہو تو دو منٹ کے لئے
پنے غصے پر قابو رکھئے۔ اچھا، آپ کے جی میں کیا ہے؟ آپ کے
ئے کیسا رہے گا کہ شادی ہو جائے۔ دیکھئے، اب میں بالکل بےتعلق
ات کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ آپ یوں حیرت سے میرا منہ
کیوں تک رہے ہیں؟،،

''اس انتظار میں ہوں کہ آپ اپنی بات پوری کر لیں،، میں نے
واقعی حیرت سے اس کا منہ تکتے ہوئے جواب دیا۔

''بات کو بڑھا پھیلا کر کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں
بس اتنا جاننا چاہتا تھا کہ خود آپ کی کیا رائے ہوگی اگر آپ کا
کوئی دوست، جسے آپ کی سچی اور مستقل راحت و آسائش کی فکر
ہو، یوں ہی سرسری راحت نہیں، وہ کوئی لڑکی پیش کرے، نوجوان
اور خوبصورت لڑکی، لیکن... ایسی جو ذرا تجربہ رکھتی ہو۔ میں
کنایے سے کام لے رہا ہوں لیکن آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے —
یعنی ایسی لڑکی جیسی نتالیا نکولائیونا ہیں۔ اور ساتھ میں اچھا
خاصا نعم‌البدل بھی ملے تو ... (دیکھئے، میں ایک غیر متعلق مسئلے
پر بات کر رہا ہوں، ہمارے اس معاملے سے اس کا واسطہ نہیں۔)
ہاں، تو اب بتائیے، کیا رائے ہوگی آپ کی؟،،

''میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کا... دماغ خراب ہو گیا ہے
آپ کا!،،

''ہا۔ ہا۔ ہا! ہا... کہیں آپ مجھ پر ہاتھ تو نہیں
چھوڑنے والے ہیں؟،،

واقعی میں اس پر جھپٹنے والا تھا۔ اب تاب صبر نہ رہی تھی۔
میرے دماغ پر اس نے اپنے وجود کی وہ پرچھائیں ڈالی تھی جیسے
کوئی گند ہو، کوئی بہت بڑا سا مکڑا ہو جسے بری طرح جی چاہتا
تھا کہ بس کچل ڈالو۔ مجھ پر طعن و طنز سے اسے لطف آ رہا
تھا۔ مجھ سے وہ ایسے کھیل رہا تھا جیسے بلی چوہے سے کھیلتی
ہے یہ سمجھ کر کہ میں اس کے بس میں ہوں۔ مجھے ایسا لگا
(اور میں سمجھ گیا) کہ اسے خاص لطف آ رہا ہے، بلکہ جس طرح
میرے سامنے بےحیائی، بےشرمی سے، بدتمیزی سے اور جھلا کر آخر
اس نے اپنی نقاب الٹی ہے اس سے پرنس کو خاص طرح کی لذت
محسوس ہو رہی ہے۔ میرے حیرت‌زدہ ہو جانے اور بھونچکے
رہ جانے سے وہ مزا لینا چاہتا تھا۔ اس کے دل میں میری طرف سے

تحقیر کے جذبات بھرے تھے اور مجھ پر قہقہے لگا رہا تھا۔
مجھے شروع سے ہی یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ اس نے پہلے سے منصوبہ گانٹھ رکھا ہے اور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی غرض پوشیدہ ہے۔ لیکن میری حالت ایسی تھی کہ چاہے کچھ بھی ہوتا اس کی بات مجھے پوری سن لینی ہی تھی — نتاشا کا مفاد اسی میں تھا اور میرا فرض تھا کہ جو بھی گزرے اسے سہہ جاؤں کیونکہ ممکن تھا کہ اسی لمحے سارا معاملہ طے ہو جائے۔ لیکن ساتھ ہی دشواری یہ بھی تھی کہ ایسے جلے کٹے طعنے اور گرے ہوئے جملے میں نتاشا کے نام پر کیسے سن لیتا اور ٹھنڈے دل سے انہیں کیونکر برداشت کر لیتا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہ خود بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میری یہ ہمت نہیں کہ پوری بات سننے سے انکار کرکے اٹھ جاؤں۔ اس سے میں اور بھی پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ ''خیر، اسے خود بھی میری ضرورت ہے،، میں نے جی میں سوچا اور اس کے سوالوں کا سختی اور بد کلامی سے جواب دینے لگا۔ وہ بات کو سمجھ گیا۔
''ہاں تو میرے نوعمر دوست،، اس نے سنجیدہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا ''ایسے کام نہیں چلے گا۔ بہتر ہے کہ ہم بات کرکے صفائی کر لیں۔ دیکھتے ہیں آپ کہ میں آپ سے کچھ کہہ ڈالنے کا ارادہ کر رہا تھا اور آپ کے برتاؤ میں وہ لچک ہونی چاہئے تھی کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا اسے سن لیتے۔ میری خواہش ہے کہ بات کروں تو ویسے کروں جیسے میرا دل چاہتا ہے اور جیسے مجھے پسند ہے اور اصل میں ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ لیکن سوال یہ ہے، میرے نوجوان دوست، کہ آپ ذرا صبر سے کام لیں گے؟،،
میں نے خود کو قابو میں رکھا اور چپ رہا اگرچہ وہ مجھے ایسے زہرخند کے ساتھ گھور رہا تھا جیسے خود چیلنج کر رہا ہو کہ میں سخت سے سخت احتجاج کروں۔ تاہم وہ سمجھ گیا کہ میں بیٹھ کے سن لینے پر راضی ہوں اور اس نے اپنی گفتگو جاری رکھی:
''مجھ پر بگڑئیے نہیں، میرے دوست! اور ایسی بات بھی کیا تھی جس سے آپ ناراض ہوتے؟ صرف یہی نا کہ صاف سیدھی بات کہہ رہا تھا۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ آپ کو اس کے سوا مجھ سے کسی اور بات کی توقع ہی نہ تھی۔ ہے نا، چاہے میں کچھ

ہی آپ سے کہتا — چاہے میٹھی دل موہنے والی باتیں کرتا یا ایسے
یسے اب کر رہا ہوں، مطلب وہی ہوتا جو اب ہے۔ آپ دل
یں مجھے ذلیل سمجھ رہے ہیں، ہے نا؟ مگر ذرا دیکھئے تو کیا
یاری سادگی پائی جاتی ہے مجھ میں، کیا بے تکلفی ہے، کیا * bonhomie
ہے۔ میں آپ کے سامنے ہر بات کا اقرار کرتا ہوں یہاں تک کہ
پنی بالک ہٹ کا بھی۔ جی ہاں ** mon cher ۔ ذرا آپ کی جانب
ے بھی bonhomie چاہتا ہوں۔ تب ہم ڈھنگ سے متفق ہو جائیں گے،
ات مکمل طور پر نبھائیں گے اور آخر میں ایک دوسرے کو ٹھیک
ے سمجھ لیں گے۔ آپ میری باتوں پر تعجب نہ کیجئے — آخر میں
س قدر اکتا چکا ہوں ان سب معصومیتوں سے، الیوشا کی ان پاک دامنیوں
سے، شیلر کی سی شاعرانہ حرکتوں سے، اور وہ جو بلندیاں ہیں ان
دبخت تعلقات میں نتاشا والے قصے کی، (ویسے لڑکی بہت ہی پیاری
ہے) کہ میں تنگ آکر، کہنا چاہئے کہ خوش ہوں کہ موقع ملے
جو ان پر ٹوٹ پڑوں۔ اور بتائے دیتا ہوں کہ وہ موقع بس اب آ پہنچا
ہے۔ ہاں تو یہ بھی ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنا دل کھول کے
رکھ دینا چاہتا ہوں... ہا۔ ہا۔ ہا!‘‘

’’پرنس صاحب، آپ مجھے حیرت میں ڈالے دے رہے ہیں۔ سمجھ
میں نہیں آ رہے ہیں آپ۔ پولی‌شنیل *** کا انداز اختیار کر گئے ہیں
آپ! یہ خلاف توقع انکشافات...‘‘

’’ہا۔ ہا۔ ہا، ایک حد تک یہ حقیقت بھی ہے۔ کیا خوب
مقابلہ کیا ہے آپ نے! ہا۔ ہا۔ ہا! میں عیش اڑا رہا ہوں، میرے
دوست، میں اس وقت عیش اڑا رہا ہوں۔ مزے میں ہوں۔ اس لئے
میرے شاعر، آپ کو بھی چاہئے کہ پوری طرح میری دلجوئی کریں۔
آئیے، خیر، پیا جائے‘‘ اس نے اپنا جام بھرتے ہوئے فیصلہ کن انداز
میں کہا اور اس وقت وہ اپنے آپ سے بہت مطمئن تھا۔ ’’آپ جانتے
ہیں، میرے دوست کہ اس کم‌بخت شام کو، وہ یاد ہے آپ کو
نتاشا کے ہاں کی رات، اس نے تو میرا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔
یہ صحیح ہے کہ وہ لڑکی بذات خود بہت دلکش تھی لیکن میں وہاں

* شرافت (فرانسیسی)۔
** میرے عزیز (فرانسیسی)۔
*** پولی‌شنیل — مغربی یورپ کے کٹھ پتلی تماشے کا مسخرہ۔ (ایڈیٹر)

سے غصے کی آگ لئے ہوئے نکلا اور اب میری یاد سے وہ کبھی جائےگی نہیں۔ نہ تو یاد سے جائےگی، نہ اسے چھپاؤں گا۔ ٹھیک ہے کہ ہمارا بھی وقت آئےگا بلکہ عنقریب آنےوالا ہے، خیر، اس وقت یہ تذکرہ چھوڑتے ہیں۔ اور باتوں کے علاوہ میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا تھا کہ میرے مزاج میں ایک ایسا خاصہ ہے جس سے آپ ابھی تک واقف نہیں ہیں — وہ یہ کہ مجھے اس قسم کی تما‌م ادنا درجے کی باتوں سے، فضول کی نادانیوں سے، اور دلکش لغویات سے بڑی نفرت ہے۔ اور ہمیشہ سے مجھے اس کا شوق رہا کہ خود ایسا ہی جامہ پہن لوں، اسی انداز میں بات کروں، سدا کے نوجواز شیلروں کو تھپکوں، مزے میں لاؤں اور پھر ایک دم ان پر کاری ضرب لگاؤں اور اچانک ان کے سامنے اپنی نقاب الٹ دوں اور چہرہ بگاڑکر ان کی نقل بناؤں، ان کا منہ چڑاؤں، عین اسی وقت زبان نکال کر دکھاؤں جب انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو کہ ایسا ہوگا۔ کیا ہے؟ آپ سمجھتے نہیں ان باتوں کو۔ آپ کو یہ باتیں گری ہوئی، رذیل، مضحکہ‌خیز اور غیرشریفانہ لگتی ہوں‌گی — ہے نا؟،،

”بالکل یہی بات ہے۔،،

”آپ آدمی کھرے ہیں، میں کہہ سکتا ہوں۔ مگر کیا کیا جائے، جب وہ مجھے ستاتے ہوں۔ میں بھی بےوقوفی کی حد تک کھرا آدمی ہوں مگر مجبوری، طبیعت ہی ایسی پائی ہے۔ میں آج آپ سے اپنی زندگی کے کچھ خاص قسم کے واقعات بیان کروں‌گا۔ آپ مجھے بہتر طور پر سمجھ لیں‌گے اور ساتھ ہی لطف بھی بہت آئےگا۔ واقعی آج ممکن ہے کہ میں پولی‌شنیل جیسا ہو گیا ہوں۔ لیکن پولی‌شنیل بےتکلف اور کھرا تو ضرور ہے، ہے نا؟،،

”سنئے پرنس صاحب، کافی رات جا چکی ہے اور واقعی...،،

”افوہ تو یہ ہے، ایسی بھی کیا بےتابی! اور آپ کو کہاں کی جلدی پڑی ہے؟ ذرا بیٹھیں ہم، دوستانہ باتیں ہو جائیں، خلوص سے، جام شراب پر، جیسے اچھے دوست ملتے ہیں، باتیں کرتے ہیں آپس میں، سمجھے آپ؟ آپ سوچ رہے ہیں کہ مجھ پر چڑھ گئی ہے — کوئی بات نہیں، اچھا ہی ہے۔ ہا۔ ہا۔ ہا! سچ ہے کہ ہمیشہ دوستوں کے ساتھ گزری ہوئی یہ صحبتیں بہت دنوں یاد آتی ہیں اور ان کی یاد میں کیا لطف آتا ہے کہ واہ۔ ایوان پترووچ، آپ دل کے اچھے نہیں ہیں! وہ جو ہوتی ہے جذباتیت وہ نہیں ہے آپ میں،

احساس کا مادہ۔ بھلا ایک آدھ گھنٹے کی بات ہی کیا، ایسے دوست کی خاطر، جیسے میں۔ پھر اسی سلسلے میں یہ بھی ہے کہ اصل معاملے سے اس کا تعلق ہے... اتنا نہیں سمجھتے آپ؟ اور پھر بھی ادیب بنے پھرتے ہیں! آپ کو تو چاہئے تھا کہ اس موقع سے خوش ہوں، کیونکہ آپ مجھے خاص کردار کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ ہا۔ ہا۔ ہا! خدایا، آج میں کس درجہ صاف گوئی پر اتر آیا ہوں!،،

اس پر واقعی شراب سوار ہو چلی تھی۔ اس کا چہرہ بدل چکا تھا اور اس پر ایک طرح کی خباثت برس رہی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ وار کرنا، ڈس لینا، کاٹ کھانا اور دوسرے کی ہنسی اڑانا چاہتا ہے۔ ''یہ ایک حد تک اچھا ہی ہوا کہ وہ مدھوش ہے،، میں نے جی میں سوچا۔ ''مدھوش آدمی ہمیشہ دل کی بھڑاس نکالتا ہے۔،، لیکن پرنس اپنی جگہ ہوش میں تھا۔

''میرے دوست،، اس نے پھر کہنا شروع کیا۔ صاف نظر آتا تھا کہ خود اپنے آپ پر نازاں ہے۔ ''ابھی ابھی میں نے آپ کے سامنے ایک اعتراف کیا ہے (ممکن ہے کہ اس میں معقولیت نہ رہی ہو) کہ کبھی کبھی مجھے ایک ناقابل برداشت ترنگ آتی ہے کہ بعض خاص حالات میں لوگوں کے منہ پر اپنی زبان نکال دوں۔ یہ جو ایک بےضرر قسم کی سادگی بھری صاف گوئی تھی اس پر آپ نے مجھے پولی‌شنیل سے تشبیہ دے دی، جس پر واقعی ہنسی آتی ہے۔ اب اگر آپ مجھ کو طعنہ دیتے ہیں، اگر آپ کو مجھ پر حیرانی ہو رہی ہے کہ میں آپ کے خیال میں بدتمیزی سے پیش آ رہا ہوں، مختصر؛ یہ کہ گنوارپن برت رہا ہوں کہ آپ سے بات‌چیت کا لہجہ بدل دیا تو جناب آپ دراصل قطعی ناانصافی کر رہے ہیں۔ اول تو یہ صورت میرے مفید مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ میں اس وقت اپنے ہاں موجود نہیں ہوں بلکہ آپ کے ساتھ نکلا ہوں... یعنی کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم دونوں اچھے دوستوں کی حیثیت سے عیش اڑانے نکلے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ مجھے اپنی ترنگ میں بہہ نکلنا بہت عزیز ہے۔ جانتے ہیں آپ؟ ایک دفعہ تو مجھے یہ ترنگ آ گئی تھی کہ مابعدالطبیعاتی اور مخیر بن جاؤں اور آپ کے ہی جیسے خیالات مجھ میں بھر گئے تھے۔ مگر یہ بہت زمانے کی بات ہے، جب عنفوان شباب کا زریں دور تھا۔ اس زمانے کی یہ

یاد اب تک باقی ہے کہ میں اپنی دیہات کی جاگیر گیا تھا اور فلاح و بہبود کے جذبات لئے ہوئے گیا تھا — قدرتی بات ہے کہ وہاں ہر شے سے جی اکتا گیا۔ مگر آپ کو یقین نہ آئے گا کہ ہوا کیا بعد میں۔ اکتاہٹ کے مارے میں نے وہاں خوبصورت چھوکریوں سے میل ملاقات شروع کر دی... پھر آپ منہ بنانے لگے نا! ارے میرے عزیز، بگڑنا کاہے کا، ہم دوستوں کی طرح بےتکلفانہ باتچیت کر رہے ہیں۔ جھوم لینے کا، لگام ڈھیلی چھوڑ دینے کا وقت ہے نا! میں نے بالکل روسی مزاج پایا ہے۔ سمجھو کہ قطعی روسی طبیعت۔ یعنی وطن کو عزیز رکھنےوالا۔ اور خود کو بہاؤ پر چھوڑ دینےوالا آدمی ہوں۔ اور تم جانو کوئی کوئی لمحہ چھین کر زندگی کا بھی لطف اٹھاتے رہنا چاہئے آدمی کو۔ مرنا تو برحق ہے، پھر اس کے بعد کیا دھرا ہے! چنانچہ میں نے کہا چلو ذرا چھوکریوں کے ایرے پھیرے کئے جائیں۔ یاد پڑتا ہے کہ ایک گڈرین تھی، اس کا شوہر تھا خوبصورت کسان پٹھا۔ میں نے اسے اچھی طرح پٹوایا اور فوج میں بھرتی کرانےوالا تھا (یہ سب عہد ماضی کے قصے ہیں، میرے شاعر!) مگر ابھی فوج میں بھیجنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ وہ میرے ہسپتال میں ہی چل بسا... گاؤں میں میرا ایک ہسپتال تھا، جس میں بارہ مریضوں کے پلنگ تھے — نہایت اعلی درجے کا سازوسامان، صافستھرا، شفاف، دمکتا فرش ٹائل کا۔ اب تو خیر، ایک زمانہ ہوا کہ میں نے وہ ہسپتال اٹھا دیا مگر کبھی اس پر مجھے فخر ہوا کرتا تھا۔ یوں تو میں خیرخیرات میں لگا ہوا تھا۔ لیکن اس کسان کے قصے میں دوسری بات۔ اسے میں نے اتنے کوڑے لگائے کہ وہ تاب نہ لا سکا اور دنیا سے سدھار گیا۔ کیوں؟ اس کی بیوی کی بدولت... اچھا، پھر آپ نے برا برا منہ بنانا شروع کر دیا۔ سننے سے آپ کو خواہمخواہ کوفت ہو رہی ہے۔ آپ کے شریفانہ جذبات پر شاق گزر رہا ہے؟ دیکھئے، دیکھئے۔ موڈ خراب نہ کیجئے اپنا! یہ سب آج کی نہیں، ایک زمانے پہلے کی باتیں ہیں۔ میں نے یہ حرکت اس وقت کی تھی جب میں زندگی کے رومانوی دور میں تھا اور جی میں تھی کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے کام کر جاؤں، مخیر لوگوں کی ایک سوسائٹی قائم کروں... میں ان دنوں اس لائن پر پڑ گیا تھا۔ اور یہ کوڑے لگانےوالا واقعہ تبھی پیش آیا۔ اب میں ان پر کوڑا نہیں اٹھا سکتا۔

بلکه اب تو ایسی بات گوارا نہیں ہوگی — اب ریاکاری کرنے کی ضرورت ہے، اب ہم سب بنتے ہیں، وقت ایسا ہی ہے، جناب... ہاں اب تو مجھے سب سے زیادہ حیرت ہوتی ہے اس بےوقوف اخمنیف پر ۔ مجھے یقین ہے کہ اخمنیف کو اس کسان والا قصہ معلوم تھا، پوری طرح... اور جانتے ہیں آپ کیا ہوا، اس بھلے آدمی نے اپنی نیک‌دلی کے مارے — جو میرے خیال میں کھانڈ شیرے کی بنی ہوئی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس زمانے میں وہ میری محبت میں مبتلا ہو چکا تھا اور سن میں میرے بڑے گن گاتا تھا، اس نے طے کر لیا کہ چاہے کوئی کچھ کہے وہ اس واقعے کا ایک لفظ بھی نہیں مانے گا ۔ چنانچہ اسے ذرا بھی یقین نہیں آیا ۔ وہ اس واقعی اسر کو ذرا بھی خاطر میں نہ لایا ۔ بارہ برس تک اسی طرح وہ میرا کٹر حامی رہا اور چٹان کی طرح ثابت‌قدم یہاں تک کہ خود اس پر ضرب پڑ گئی ۔ ہا ۔ ہا ۔ ہا! خیر، یہ سب فضول کی بات ہے! آؤ، پی ڈالیں، عزیزم ۔ سنئے، آپ کو عورتوں وورتوں کا بھی شوق ہے یا نہیں؟،،

میں نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ صرف اسی کی سنتا رہا ۔ اب اس نے دوسری بوتل چڑھانی شروع کر دی تھی ۔

''اور مجھے رات کے کھانے پر عورتوں کے بارے میں بات‌چیت بہت پسند ہے ۔ آپ چاہیں تو کھانے سے نمٹ کر ایک خاتون سے آپ کو ملایا جائے، mademoiselle Philiberte ۔ واہ، کیا خیال ہے آپ کا؟ آپ کو ہو کیا گیا؟ لگتا ہے جیسے میری صورت سے بیزار ہیں... ہوں؟،،

وہ گویا فکر میں پڑ گیا ۔ لیکن پھر اس نے فوراً اپنا سر اٹھایا، مجھے معنی‌خیز نظروں سے دیکھا اور پھر بولنے لگا:

''ہاں تو بھئی، میرے شاعر دوست، ایک راز آپ کو بتانا چاہتا ہوں قدرت کا، جس سے آپ ناواقف معلوم ہوتے ہیں ۔ یقین ہے کہ فی‌الحال آپ مجھے گناہ‌گار قرار دے رہے ہوں گے بلکہ پاجی، شیطان اور گندگیوں کا پلندہ سمجھ رہے ہوں گے ۔ مگر خیر، میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر کہیں یہ ممکن ہوتا (جو بہرحال انسانی فطرت کی وجہ سے ممکن نظر نہیں آتا) کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے رازدارانہ خیالات کہہ سناتا، اور بےجھجک، بےدریغ وہ کچھ کہہ ڈالتا جو وہ دوسروں سے کہتے ڈرتا ہے اور کسی صورت زبان

پر نہیں لاتا ہے، بلکہ عزیز سے عزیز دوست تک کو ان کی ھوا نہیں دیتا ہے، اور تو اور خود کبھی کبھی اپنے دل میں ان کا اقرار کرتے گھبراتا ہے، اگر وہ سب زبان سے اگل سکتا — تو دنیا میں ایسا تعفن پھیل جاتا کہ ھم سب کے دم گھٹ جاتے ۔ اسی لئے میں برسبیل تذکرہ کہتا چلوں کہ دیکھئے ھماری سماجی عادات اور اوصاف کیا خوب ھیں ۔ ان میں کس درجہ گہرا خیال پایا جاتا ہے — میں یہ نہیں کہتا کہ ان میں اخلاقی اصول بھی ھیں، البتہ اپنی حفاظت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور تسکین مدنظر ہے ۔ یہ لفظ تسکین اور بھی مناسب رہےگا کیونکہ اخلاق اور کیا ہے، دراصل وھی تسکین، یعنی تسکین کے ھی پیش‌نظر اخلاق کو وضع کیا گیا ہے ۔ خیر، اس وقت ھم انسانی اوصاف کی بات چھوڑ دیں ۔ میں اصل موضوع سے بہکا جا رھا ھوں ۔ بعد میں آپ یاد دلا دیجئےگا ۔ اس پر قصہ مختصر کرتا ھوں کہ آپ مجھ کو کمینگی، گندگی، بدعنوانی اور بداخلاقی کا مورد الزام سمجھئے مگر شاید میرا قصور صرف اتنا ہے کہ دوسروں سے زیادہ صاف‌گو ھوں اور بس ۔ میں ان باتوں کو بھی نہیں چھپاتا جنہیں لوگ خود اپنی ذات تک سے پردے میں رکھتے ھیں، جیسا کہ میں آپ سے کہہ چکا ھوں... میری یہ حرکت بری سہی مگر فی‌الحال میں یہی کرنے کا ارادہ رکھتا ھوں ۔ خیر، آپ فکر نہ کیجئے،، اس نے تمسخر بھری مسکراھٹ کے ساتھ کہا ۔ ''میں نے 'قصوروار، کا لفظ استعمال کیا مگر میں اس قصور کی معافی بالکل نہیں چاھتا ۔ اور یہ بھی ذھن‌نشین کر لیجئے کہ آپ کے لئے ناگواری کا سبب پیدا نہیں کروں‌گا ۔ آپ سے میں یہ نہیں اگلوانا چاھتا کہ خود آپ کے سینے میں ایسے رازھائے پنہاں ھیں کہ نہیں، تاکہ آپ کے رازوں کے اعتراف کو اپنے لئے وجہ جواز بنا لوں... دیکھئے، کس قدر شرافت اور شائستگی کا برتاؤ کر رھا ھوں ۔ میں ھمیشہ شرافت سے پیش آیا کرتا ھوں...،،

''آپ بہکی بہکی باتیں بنا رہے ھیں،، میں نے اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ھوئے کہا ۔

''بہکی بہکی باتیں بنا رہے ھیں — ھا ۔ ھا ۔ ھا! تو کیا کہہ ڈالوں کہ آپ اس وقت دل میں کیا سوچ رہے ھیں؟ سوچ رہے ھیں کہ یہاں میں لایا کیوں آپ کو، نہ یہ بات، نہ وہ بات، اور بلاوجہ اب آپ کے سامنے خود کو بےنقاب کر رھا ھوں ۔ ہے نا یہی؟،،

''ھاں، ھے تو۔''
''خیر، تو آپ کو بعد میں معلوم ھو جائےگا۔''
''سب سے زیادہ سیدھی بات یہ کہ آپ قریب دو بوتل خالی کر چکے ھیں اور... بہک چلے ھیں۔''
''مطلب یہ کہ مجھ پر نشہ چڑھ گیا۔ ھو سکتا ھے۔ 'بہک چلے ھیں' — یہ ایک نرم طریقہ ھے کہنے کا کہ آپ نشے میں دھت ھیں۔ اوف، کیا آدمی ھیں آپ بھی سلیقے کے! مگر... لگتا ھے کہ ھم پھر ایک دوسرے کو کچوکے دینے پر اتر آئے۔ حالانکہ بات کوئی اور دلچسپ سی چل رھی تھی۔ ھاں تو میرے شاعر دوست، سنو، اگر دنیا میں کوئی شے عمدہ اور لذیذ رہ گئی ھے تو وہ ھے عورت۔''
''سنئے پرنس صاحب، ابھی تک میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ آپ نے مجھی کو کیوں اپنے رازوں کا اور عشق باز... تمناؤں کا امین چنا ھے۔''
''ھوں... تو میں آپ سے کہہ تو چکا کہ بعد میں سب معلوم ھو جائےگا آپ کو۔ ابھی سے اپنا دماغ پریشان نہ کیجئے۔ شاید میں نے یوں ھی بےوجہ کہہ دیا ھو۔ آپ ٹھیرے شاعر آدمی۔ سب سمجھ لیںگے۔ لیکن یہ بات تو ابھی میں آپ سے کہہ چکا تھا۔ ایک دم سے نقاب الٹ دینے میں عجب مزا ھے۔ عجب لطف ھے اس بیزاری میں کہ آدمی خود کو دوسرے کے سامنے اچانک بےنقاب کردے اور اس کا بھی خیال نہ کرے کہ کسی کا لحاظ رکھنا ھے۔ میں آپ کو ایک لطیفہ سناؤں — پیرس میں ایک خبطی اھلکار تھا۔ بعد میں جب یقین ھو گیا کہ یہ شخص پگلا ھے تو اسے پاگلخانے پہنچا دیا گیا۔ جب اس پر شروع شروع دیوانگی طاری ھو چلی تو اس نے لطف لینے کی ایک خوب ترکیب نکالی — وہ خود کو بالکل مادرزاد برھنہ کر لیا کرتا تھا اور ٹانگوں میں صرف جوتے اور موزے پہنے رھتا۔ اوپر سے ڈھیلی ڈھالی برساتی ڈانٹ لیتا جو ایڑیوں تک آتی تھی۔ اس میں لپٹ کر وہ گمبھیر اور شاندار بارعب انداز میں گھر سے سڑک پر نکل کھڑا ھوتا۔ یوں اگر دیکھئے تو اچھا بھلا آدمی، جیسے اور لوگ۔ بس لمبی برساتی میں ٹہلتا پھر رھا ھے۔ مگر جیسے ھی اکیلے میں کسی کا سامنا ھو جاتا جہاں کوئی اور نہ ھو تو وہ چپ چاپ اس کے قریب پہنچتا،

نہایت سنجیدہ اور گہری سوچ بچار میں مبتلا آدمی کا سا انداز لئے ہوئے اور ایک دم اس کے سامنے پہنچ کر رک جاتا، ایک دم برساتی اتار ڈالتا اور بالکل ننگ دھڑنگ... روح کی منظر کشائی کر دیتا۔ بس دم بھر کو یہ منظر رہتا۔ اور پھر وہ اپنے آپ کو لپیٹ لیتا اور حیرت‌زدہ تماشائی کے برابر سے ہوکر چہرے پر کسی قسم کے آثار ظاہر کئے بغیر چپ چاپ سنجیدگی سے وہاں سے آگے بڑھ جاتا اسی شان و وقار کے ساتھ جیسے ڈرامہ 'ھیملٹ' میں بھوت چلتا ہے۔ مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو، سب کے ساتھ اس کا یہی ایک سا برتاؤ تھا۔ اور لےدے کے اسی میں اس کو مزا آتا تھا۔ کچھ اسی قسم کا مزا آئے اگر آپ کسی جذباتی شیلر صفت آدمی کو ھونق کرکے رکھ دیں، کہ جب اسے گمان تک نہ ہو آپ اس کے منہ کے آگے یہ لمبی زبان نکال دیں۔ واہ کیا لفظ ہے 'ھونق'! یہ میں نے کہیں حال کے کسی ادیب کے ہاں پڑھا ہے۔''

''اچھا، وہ تو تھا دیوانہ، مگر آپ...''

''اور میں ہوشیار ہوں کیا؟''

''جی ہاں۔''

پرنس قہقہہ مارکر ہنسا۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ، میرے پیارے'' اس نے کہا۔ اس کی صورت پر بےانتہا گستاخی برس رہی تھی۔

''پرنس صاحب'' میں نے اس کی گستاخی پر جھلاتے ہوئے کہا ''آپ کو ہم سب سے نفرت ہے۔ مجھ سے بھی نفرت ہے۔ اور آپ ہر شخص اور ہر بات کا مجھ سے انتقام لے رہے ہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے آپ کی گھٹیا درجے کی خودپسندی کا۔ آپ کینہ‌ور آدمی ہیں اور کینہ بھی گھٹیا رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ کو برہم کردیا ہے۔ اور غالباً جس بات پر آپ کو سب سے زیادہ برہمی ہے وہ ہے اس شام کا معاملہ۔ واقعی آپ کے پاس بدلہ لینے کی اس سے بڑھ کر اور کوئی کارگر تدبیر نہ تھی کہ آپ یوں کھلم کھلا میری تذلیل کریں۔ حد ہے کہ آپ نے اس معمولی سے لحاظ کو بھی خاک میں ملا دیا جو عام طور سے سب ایک دوسرے کے ساتھ برتتے ہیں۔ آپ مجھے بس یہ دکھا دینا چاہتے ہیں کہ میری موجودگی میں آپ شرافت اور لحاظ کے تمام آداب کو ٹھکرا سکتے ہیں اس طرح کہ برملا اور بےادبی سے میرے منہ پر اپنا گندہ نقاب اتارکر پھینک دیں اور

یوں بالکل سامنے اپنے اخلاقی نک چڑھے پن کی نمائش کریں...،،
''یہ سب آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ھیں؟،، اس نے مجھے بدتمیز اور کینہ‌ور آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ ''یہی نا کہ آپ اپنی باریک‌نظری جتانا چاہتے ھیں؟،،
''یہ جتانے کے لئے کہ میں آپ کو خوب سمجھتا ہوں اور اسے صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔،،
* «Quefle idée, mon cher» وہ اپنا لہجہ بدل کر اور ایک دم اسی پہلے کے ہلکے پھلکے چھیڑ چھاڑ کے باتونی انداز میں کہتا چلا گیا۔ ''آپ نے بلاوجہ مجھے اصل موضوع سے ہٹا دیا۔ ** Buvons, mon ami، اجازت عطا ہو کہ آپ کا جام بھر دوں۔ میں آپ سے بہت‌ھی پرلطف اور عجیب قسم کا کارنامہ بیان کرنےوالا ہوں۔ اختصار کے ساتھ کہوں‌گا۔ ایک زمانے کی بات ھے کہ کسی خاتون سے میری ملاقات تھی۔ اس کی عمر ایسی تھی کہ اٹھتی جوانی تو نہیں کہی جا سکتی البتہ ہوگی کوئی ۲۷، ۲۸ برس کی — حسن اور اول درجے کا حسن — کیا سینہ تھا، کیا قامت تھا! کیا انداز تھے! آنکھیں عقابی، ایسی کہ آرپار ہو جائیں۔ ہمیشہ تنی ہوئی اور مانع۔ پروقار اور خود کو بہت لئے دئے۔ اس کی برف جیسی سردمہری کا عام چرچا تھا۔ اور سب گھبراتے تھے کہ اس کی عصمت و عفت رسائی سے بالاتر ھے اور ناکوں چنے چبوا دینےوالی۔ یہی لفظ 'ناکوں چنے چبوانے والی، بس مناسب ھے۔ اس کے آس پاس والوں میں کوئی اتنا سخت‌گیر نہیں تھا جیسی وہ کہ صرف بےہودگی کو ھی نہیں بلکہ کسی عورت کی ذرا معمولی سی لغزش کو بھی برداشت نہ کرتی تھی اور ایسی بےدردی سے سزا دیتی تھی کہ جس کی داد تھی نہ فریاد۔ اپنے حلقے میں اس کا بڑا اثر تھا۔ جو بڑی آن‌بان والی عمررسیدہ عورتیں تھیں، جنہیں اپنی عصمت و عفت کا بڑا ہیبت‌ناک گھمنڈ تھا وہ بھی اس کے آگے جھکتی تھیں بلکہ زانوئےادب تہ کرتی تھیں۔ وہ سب پر یکساں بےرحمی کی نظر رکھتی تھی جیسے پرانے زمانے کی خانقاھوں کی راہبہ ہو۔ نوجوان عورتیں اس کی کڑی نگاہ اور

---

* واہ، کیا خیال سوجھا ھے، میرے یار (فرانسیسی)۔
** آئیے، پی لیں میرے دوست (فرانسیسی)۔

سخت نکتہ‌چینی کے سامنے لرزتی تھیں۔ اس کے منہ سے نکلا ھوا
ایک جملہ، ایک اشارہ کسی کی بھی نیک‌نامی اور آبرو پر پانی
پھیر سکتا تھا۔ اس نے سوسائٹی میں اپنے لئے ایسا طرفہ مقام بنا
رکھا تھا کہ عورتیں تو کیا — مرد بھی اس سے خوف کھاتے تھے۔
بالآخر وہ ایک طرح کے گیان دھیان کے تصوف میں مبتلا ھو گئی
اور وہ بھی اتنا ھی سرد اور پروقار تھا... آپ کو یقین آئےگا؟
اس سے بڑھ‌کر بدکار اور عیاش عورت ھو نہیں سکتی ایسی بگڑی
ھوئی تھی وہ۔ اور مجھے یہ شرف حاصل ھوا کہ میں پوری طرح
اس کا رازدار بن گیا۔ یعنی یوں کہو کہ میں اس کا پوشیدہ
اور پراسرار عاشق تھا۔ ھماری ملاقاتیں اس قدر ھوشیاری اور
استادی کے ساتھ طے ھوا کرتی تھیں کہ خود اس کے گھر والوں
میں سے کسی کو ھوا تک نہیں لگتی تھی۔ صرف ایک خواص
تھی، نہایت ھی حسین فرانسیسی چھوکری۔ وہ اس کے تمام رازوں
کی شریک تھی۔ مگر وہ تھی اس قابل کہ اس پر پورا بھروسہ کیا
جا سکتا تھا۔ خیر، اس کو بھی ان کارروائیوں میں اپنا ساجھے کا
حصہ مل ھی جاتا تھا۔ وہ کیسے؟ اب میں اس کا ذکر نہیں کروں‌گا۔
اس میری نواب‌زادی کو عیاشی کی اس قدر چاٹ تھی کہ مارکوئس
دےساد* بھی اس سے درس لیتا۔ مگر اس تمام نفس‌پرستی یا عیاشی
کی سب سے شدید اور سب سے نوکیلی خراش اس میں تھی کہ سب
کچھ راز میں تھا اور کھل‌کے فریب کیا جا رھا تھا۔ یہ کہ ھر
وہ چیز جسے دوسروں کے سامنے یہ خاتون بہت عالی مرتبہ، قابل احترام
فرض اور ناقابل رد قرار دیا کرتی تھیں — اور اس پر اندر اندر
شیطانی قہقہہ، اور جان بوجھ‌کر ھر اس چیز کو پاؤں تلے روندنا
جسے مقدس کہا گیا ھو اور وہ بھی ساری حدیں پار کرکے،
عیش پرستی کو وھاں تک لے جانا جہاں انتہا سے زیادہ گرما گرم
تصور بھی نہ پہنچ سکے، سب سے بڑھ کر یہی چیز تھی جس
میں لذت کا اصلی رس بھرا ھوا تھا۔ کیا عورت تھی! عورت کے
روپ میں شیطان کی روح، مگر شیطان بھی ایسا کہ بےحد دل‌ربا۔
آج بھی اس کی یاد آتی ھے تو دل لہریں لینے لگتا ھے۔ عین اس

---

* فرانسیسی اھل قلم جس کا موضوع کام شاستری ادب ھے۔
(ایڈیٹر)

25—1651

وقت جب عیش کا پارہ چڑھتا تھا تو وہ ایک دم قہقہہ مارکر ہنس پڑتی تھی جیسے بےخودی میں بہہ گئی ہو۔ اور میں اس قہقہے کو خوب سمجھتا تھا اور خود قہقہے مارتا تھا... اگرچہ اب اس واقعے کو برسوں ہوچکے ہیں پھر بھی جب اس کی یاد آجاتی ہے تو سینے میں سانس رک جاتا ہے۔ سال بھر بعد اس نے مجھے دھتکار دیا۔ اب اگر میں اسے صدمہ پہنچانا چاہتا بھی تو کچھ بگاڑ نہ سکتا تھا۔ بھلا کس کو میری بات کا یقین آتا؟ ھائے، کیا کیرکٹر تھا۔ کیا کہتے ہو میرے نوجوان دوست؟"

"تھو تھو— کیا گری ہوئی بات ہے!" میں نے اس اعتراف کو گھناؤنے پن کے ساتھ سن کر جواب دیا۔

"آپ میرے نوجوان دوست شمار نہ ہوتے اگر اس کے علاوہ کوئی جواب آپ کی زبان سے نکلتا۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ آپ یہ کہیں گے۔ ھا۔ ھا۔ ھا! ٹھیرو ذرا، mon ami، جیتے رہو خود سمجھ میں آ جائے گا۔ ابھی کچے ہیں آپ۔ نہیں نہیں، اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو شاعر نہیں ہیں— وہ عورت زندگی کے معنی سمجھتی تھی اور جانتی تھی کہ اسے خوب اچھی طرح کیسے برتنا چاہئے۔"

"ھاں، مگر آدمی اس درندگی تک جائے ھی کیوں؟"

"کس درندگی تک؟"

"جس تک وہ عورت پہنچ گئی تھی اور آپ بھی اس کے ساتھ۔"

"اوھو۔ آپ اسے درندگی کہتے ہیں— یہ تو اس کی علامت ہے کہ آپ ابھی انگلی پکڑکر چلنے کے قابل ہیں، اور آپ کے نکیل پڑی ہے۔ یہ تو البتہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آزادی خود کو اس سے بالکل الٹی سمت میں بھی ظاہر کر سکتی ہے... خیر، چلو، ذرا کھل کے صاف بات کریں، mon ami ... آپ خود مانیں گے کہ یہ محض بکواس ہے۔"

"تو پھر کیا ہے جو بکواس نہیں ہے؟"

"شخصیت — میں بذات‌خود۔ یہ بکواس نہیں ہے۔ سب کچھ میرے لئے ہے۔ ساری دنیا میرے لئے بنی ہے۔ سنو، میرے عزیز۔ مجھے اب تک یقین ہے کہ زمین پر عیش و مسرت کے ساتھ رھنا ممکن ہے۔ یہی عقیدہ بہترین عقیدہ ہے کیونکہ اس کے بغیر آدمی بےمسرت زندگی بھی بسر نہیں کرسکتا۔ سوائے اس کے کیا دھرا

ہے کہ آدمی زہر گلے سے اتار لے۔ کہتے ہیں کہ کسی بےوقوف نے یہ بھی کیا تھا۔ وہ فلسفہ بگھارتا رہا یہاں تک کہ ہر شے کو تباہ کرکے رکھ دیا، اور یہاں تک تباہ کیا کہ جو حسب معمول اور قدرتی انسانی فریضے ہیں ان کے جواز تک کو مٹا دیا۔ پھر آخر میں کیا رہا۔ کچھ نہیں۔ لے دے کے حاصل جمع صفر۔ اور پھر اس نے اعلان کر دیا کہ زندگی میں بہترین شے — زہرہلاہل ہے۔ آپ کہیں گے — یہ 'ہیملٹ' تھا، یعنی ایک ہیبت‌ناک مایوسی، یعنی ایک ایسی بالاتر چیز ہے کہ ہم اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن آپ ہیں شاعر آدمی اور میں ٹھیرا ایک معمولی مخلوق۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ انسان کو چاہئے کہ وہ چیزوں کو نہایت سیدھے سادے اور عملی روپ میں دیکھا کرے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو ایک زمانہ ہوا کہ خود کو تمام بندھنوں سے، ذمہ‌داریوں کے بوجھ سے بھی آزاد کر چکا ہوں۔ میں کسی ذمہ‌داری یا فرض‌شناسی کو اسی وقت مانتا ہوں جب دیکھ لوں کہ اس سے مجھے فیض پہنچے گا۔ آپ بہرحال چیزوں کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کیونکہ آپ کے پیروں میں بیڑیاں ہیں اور ذوق آپ کا سر چکا ہے۔ آپ آدرش کی تمنا میں، اعلی صفات کی آرزو میں تڑپتے ہیں۔ یوں تو میرے دوست، آپ جو شے بھی مجھ سے کہیں میں اسے ماننے کو تیار ہوں، مگر کروں کیا جب نگاہ میں یہ حقیقت بسی ہوئی ہو کہ تمام انسانی اوصاف کی گھٹی میں انتہائی شدید قسم کی خود پسندی پڑی ہے۔ اور کوئی چیز جتنی پاک پاکیزہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ اس میں خودپسندی بھری ہوتی ہے۔ بس اب میں ایک ہی اصول مانتا ہوں کہ خود سے محبت کرو۔ زندگی کیا ہے — تجارتی لین‌دین۔ تم اپنا روپیہ برباد نہ کرو، بلکہ جس سے جتنی راحت اٹھاؤ، اس کی اتنی قیمت چکا دو۔ اس طرح آپ اپنا حق ہمسائگی پورا پورا ادا کر دیتے ہیں۔ یہ ہیں میرے اخلاقیات، اگر آپ واقعی انہیں جاننا چاہتے ہیں تو جانئے۔ اگرچہ میں ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میری سمجھ بوجھ میں زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ حق ہمسائگی ادا نہ کیا جائے بلکہ اس سے مفت کام لینے کی کوشش کی جائے۔ میرے سامنے کوئی آدرش نہیں ہیں، نہ مجھے ان کی تمنا ہے، اور نہ کوئی ضرورت نظر آتی ہے۔ آدمی

آدرش وادرش کے بغیر بڑے مزے کی خوش و خرم زندگی گزار
ؑتا ہے... یوں دیکھئے تو میں خوش ہوں کہ زہر ہلاہل کے
یر کام چلا سکتا ہوں۔ اگر کہیں ذرا نیک صالح ہوتا تو شاید
ںکل ہو جاتی، زہر کے بغیر کام نہ چلتا اس احمق فلسفی کی
ح (جرمن ہی ہو سکتا ہے بلاشبہ)۔ نہیں، نہیں! زندگی میں بہت
چھ خوشگوار موجود ہے! مجھے پیار ہے اثر و رسوخ سے، عہدے
ر مرتبے سے، عالی‌شان ڈیوڑھی سے، تاش کی بازی میں لمبی رقم
گانے سے (تاش کی تو گویا دھت سی ہے مجھے)۔ لیکن سب سے
ھ کر جو چیز پسند ہے مجھ کو وہ ہیں عورتیں... ہر قسم کی
ورتیں۔ مجھے خفیہ اور درپردہ عیاشیاں بھی پسند ہیں۔ جتنی
وکھی اور اچھوتی ہوں اتنا ہی خوب۔ بلکہ منہ کا مزا بدلنے
کو اگر ان میں ذرا سی گندگی بھی شامل ہو جائے تو کوئی
ہرج نہیں... ھا۔ھا۔ھا! اب میں آپ کے چہرے سے دیکھ سکتا
ہوں کہ میرے لئے کتنی نفرت برس رہی ہے!،،

''بجا فرمایا آپ نے،، میں نے جواب دیا۔

''خیر، فرض کیا آپ بھی حق بجانب ہی سہی۔ لیکن سوچئے
تو ذرا سی گندگی زہر ہلاہل سے تو بہتر ہی ہے، ہے نا؟،،

''نہیں، نہیں، زہر ہلاہل بہتر ہے۔،،

''میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ 'ہے نا؟' اسی لئے کہ آپ
کے جواب سے لطف‌اندوز ہوں‌گا۔ جانتا ہوں کہ آپ کیا جواب
دیں‌گے۔ نہیں، میرے نوعمر دوست — اگر آپ کو واقعی انسانیت
سے اصلی محبت ہے تو پھر آپ کی تمنا ہونی چاہئے کہ تمام معقول
لوگوں کا ذوق وہی ہو جو میرا ذوق ہے بلکہ اس میں گندگی
کا شائبہ بھی رہے۔ ورنہ دنیا میں معقول لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہ
رہ جائےگی اور یہاں صرف احمق لوگ بسیں‌گے۔ کیا وہ احمق
خوش‌قسمت نہیں ہوں‌گے؟ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ آج تک
وہ مثل چلی آ رہی ہے 'بےوقوف خوش قسمت پیدا ہوتے ہیں'۔
اور آپ کو معلوم ہے اس سے بڑھ کر خوش‌گوار بات ہو نہیں
سکتی کہ بےوقوفوں کے ساتھ رہا جائے اور ان کی ہاں میں ہاں ملائی
جائے — اس سے آدمی فائدے میں رہتا ہے! آپ یہ نہ سوچئےگا کہ
مجھے تعصبات عزیز ہیں، اور بعض روایتوں کے احترام کا بڑا قائل ہوں
اور اثر و رسوخ پیدا کرنے کی کوشش میں رہتا ہوں۔ نہیں جناب، اصل میں

مجھے صاف نظر آتا ہے کہ میں ایک نکمی ناکارہ سوسائٹی میں بس
کر رہا ہوں لیکن اس سوسائٹی میں میرے لئے آسائش موجود ہے
اور میں اس کا دم بھرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ میں اس
زبردست حامی ہوں حالانکہ اگر موقع پڑ جائے تو سب سے پہلے
میں ہی اسے چھوڑ بھاگوں۔ مجھے آپ لوگوں کے تمام جدید
خیالات کا علم ہے اگرچہ ان کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا
کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے میرے ضمیر میں کھٹک ہوئی
ہو۔ میں ہر بات سے اتفاق کر لیتا ہوں جب تک کہ مجھے تسا
رہے۔ مجھ جیسے بہت لوگ ہیں دنیا میں اور ہم واقعی مزے میں
ہیں۔ دنیا میں سب کچھ مٹ مٹا جائے گا مگر ایک ہم ہیں ک
کبھی نہیں مٹ سکتے۔ جب سے دنیا چلی آتی ہے تب سے ہمار
وجود قائم ہے۔ ساری دنیا ڈوب جائے مگر ہم ہیں کہ تیرتے رہیں گے
اور ہمیشہ اوپر ہی اوپر تیرتے جائیں گے۔ اچھا، ذرا اسی کو لیجئے
غور کیجئے کہ ایسے لوگ کتنے جاندار اور پائدار ہوتے ہیں جیسے
ہم۔ کہ مثال بننے اور نمونہ ہونے کی حد تک ٹھوس اور مستحکم
ہوتے ہیں۔ کبھی آپ کے ذہن میں یہ بات آئی؟ یعنی خود فطرت
ہماری حفاظت کرتی ہے۔ ہی۔ ہی۔ ہی! میں خاص کر ۹۰ سال
جینا چاہتا ہوں۔ مجھے موت پسند نہیں اور اس سے خوف آتا ہے
شیطان جانے آدمی کو کس طرح کی موت کا سامنا ہوگا۔ مگر ہم
یہ باتیں ہی کیوں کریں! وہ جو فلسفی تھا جس نے زہر پیا اسی
نے مجھے اس لائن پر ڈالا ہے۔ لعنت ہو فلسفے پر! Buvons,
mon cher* ہم نے حسیناؤں کا ذکر چھیڑا تھا... مگر آپ کدھر
کا رخ کئے ہوئے ہیں؟"

"میں تو گھر چلا اور آپ کا بھی چلنے کا وقت ہو گیا..."

"فضول، واہیات، یعنی میں نے تو، کہنا چاہئے کہ اپنا دل
کھول کے آپ کے سامنے رکھا اور آپ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی
نہ سمجھ پائے کہ یہ دوستی کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔ ہی۔ ہی۔ ہی!
آپ میں محبت کی کمی ہے، میرے شاعر دوست۔ لیکن ذرا ٹھیرئے،
میں ایک بوتل اور منگوانا چاہتا ہوں..."

"تیسری ہوگی؟"

---

* آؤ پیئیں، میرے یار! (فرانسیسی)

”جی ہاں۔ اور جہاں تک نیکی اور شرافت کا تعلق ہے تو
ان صاحب زادے! (آپ مجھے اجازت دیجئے کہ اس پیارے نام
ے مخاطب کر سکوں، ہے نا، اور کسے خبر، ممکن ہے ایک
ن میری نصیحت آپ کے کام آ جائے)... ہاں تو میاں صاحب زادے!
کی اور شرافت کے بارے میں تو میں کہہ چکا ہوں — 'نیکیوں
ں جتنی بڑھ کے نیکی ہوگی، اس میں اتنی ہی خودپرستی ہوگی'۔
ں موضوع پر میں آپ کو ایک بہت ہی خوب لطیفہ سنانا چاہتا
وں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے کسی لڑکی سے محبت ہو
ئی تھی اور محبت بھی قریب قریب سچی۔ بلکہ اس نے میری
اطر بہت کچھ قربان کر دیا...“

”یہ وہی لڑکی تو نہیں جس کو آپ نے لوٹ لیا تھا؟“ میں
ے درشت لہجے میں پوچھا۔ اب مجھے تاب ضبط نہ رہی تھی۔

پرنس اس پر چونک پڑا۔ اس کے تیور بدل گئے۔ آنکھوں میں
ون اتر آیا۔ اور انہی آنکھوں سے اس نے مجھے گھورا جو حیرت
ر غصے سے تپ رہی تھیں۔

”ذرا ٹھیرئیے“ اس نے گویا اپنے آپ سے کہا۔ ”ذرا ٹھیر
ائیے۔ میں حواس ٹھیک کر لوں۔ واقعی پی گیا ہوں۔ اور
یالات کی ڈور سلجھانی مشکل ہو رہی ہے...“

اس نے دم لیا اور مجھے ٹوہ لینے والی نگاہ سے دیکھا۔ اس میں
ہر وہی کینہ بھرا تھا۔ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا گویا
سے اندیشہ ہے کہ کہیں میں چل نہ دوں۔ مجھے یقین ہے کہ
س وقت وہ دماغی ادھیڑبن میں مبتلا تھا اور یہ سراغ لگانے کی
کوشش کر رہا تھا کہ بھلا یہ معاملہ جس کی کسی کو شاید
ی خبر ہو، میں نے کہاں سے اس کی سن گن پائی ہوگی اور کہیں
یسا تو نہیں کہ اس کی بدولت کوئی خطرہ گھات میں لگا ہو۔
ہ عالم کوئی منٹ بھر کو رہا مگر فوراً اس کا چہرہ متغیر ہو
گیا۔ وہی تمسخرآمیز، شرابی اور مزے کی کیفیت پھر اس کی آنکھوں
یں عود کر آئی۔ وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا! آپ پکے تلیراں* ہیں! بس اس کے سوا کوئی

---

* تلیراں ۱۹ ویں صدی میں فرانس کا بڑا چالاک سیاست داں
تھا۔ (ایڈیٹر)

لفظ ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ یہ تو دیکھئے کہ میں واقعی خود اس
سامنے بےعزت ہوکر رہ گیا جب اس نے میرے منہ پر یہ طعنہ
کہ میں نے اسے لوٹ لیا ہے۔ کس بری طرح وہ چیخی چلائی، کیسے
برے برے کوسنے دئیے اس نے! بڑی سخت عورت تھی اور ... اپ
اوپر ذرا بھی قابو نہ تھا۔ لیکن آپ خود ہی انصاف کیجئے
اول تو یہ کہ میں نے اسے لوٹا کھسوٹا نہیں تھا جیسا کہ آپ
ابھی ابھی کہا ہے۔ اس نے برضا و رغبت اپنی رقم مجھے دی او
وہ میری رقم ہو گئی۔ یوں فرض کیجئے — آپ اپنا بہترین ڈری
کوٹ مجھے بخش دیتے ہیں،، (یہ کہتے وقت اس نے میرے ا
اکلوتے کوٹ کی طرف دیکھا جو کسی قدر ملا دلا تھا اور تی
سال ہوئے جب ایک درزی ایوان اسکورنیاگین نے سی کر دیا تھا)
''اچھا تو میں آپ کا احسان‌مند ہوں اور اسے پہن ڈالتا ہوں
اتفاق سے سال بھر بعد آپ کا میرا جھگڑا ہو گیا۔ اب آپ ا
کوٹ واپس مانگتے ہیں۔ مگر میں نے اس عرصے میں کوٹ پہ
پہنا کر برابر کر دیا۔ تو اب واپس مانگنا شرافت نہیں ہے
دیا ہی کیوں تھا؟ دوسرے یہ کہ اگرچہ وہ رقم میری ہو چ
ہے پھر بھی مجھے چاہئے کہ واپس کر دوں۔ مگر ذرا سوچئے
تو اتنی بڑی رقم ایک دم کہاں سے ہاتھ آسکتی ہے؟ اور سب
سے بڑھ کر یہ کہ مجھ سے یہ سب شیلرازم (جذباتیت) اور فالتو
قسم کے وعظ نہیں سہے جاتے۔ یہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چ
ہوں اور یہی بات سب کی جڑ تھی۔ آپ یقین نہیں کر سکتے کہ
اس نے کیسے اونچے اونچے دعوے کئے، خوب چیخی چلائی کہ
یہ رقم، جاؤ تمہیں بخش‌دی (حالانکہ رقم میری ہو چکی تھی)
اس پر مجھے غصہ آ گیا اور فوراً ہی میں نے صورت حال کا صحیح
صحیح جائزہ لیا۔ میں عام طور سے حاضر دماغ رہتا ہوں۔ میں نے
سوچا کہ رقم اسے واپس دے‌کر کیوں مفت میں رنجیدہ کروں
بھلا میں اس کو اس لطف سے محروم کر دیتا جو صرف میری بدولت
اسے دکھ بھرنے اور ساری عمر مجھے کوسنے میں آنے والا تھا
آپ میری بات کا یقین کیجئے، میرے دوست کہ اس قسم کی ستم‌زدگی میں
واقعی ایک اونچے درجے کی لذت میسر ہوتی ہے کہ آدمی اپنی
جگہ بجا طور پر یہ سوچے کہ میں بلند و برتر ہوں اور مجھے
پورا حق ہے کہ اپنے ستم پہنچانےوالے کو پاجی اور کمینہ کہہ کر

کوسے جاؤں۔ یہ لذت اندوزی البتہ شیلر ٹائپ لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بعد میں شاید اس عورت کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ رہا ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ خوش ہوگی۔ اور چونکہ میں اسے اس لذت و مسرت سے محروم کرنا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے رقم واپس نہیں بھیجی۔ اور اس سے میرا یہ قول سچ ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص میں دریادلی کے آثار جتنے زیادہ بلند اور نمایاں ہوں گے اتنا ہی اس کی ذات میں نہایت گھناؤنے قسم کی خودپرستی بڑے پیمانے پر ہوگی... بھلا آپ یہ بات نہ سمجھتے ہوں، کیسے ممکن ہے؟ مگر ... ہاں آپ تو میری پکڑ کرنا چاہتے تھے۔ ہا۔ہا۔ہا! ہاں، تو اب مان لیجئے کہ آپ مجھے پھانسنا چاہتے تھے۔ واہ رے تلیران!،،

''اچھا، خدا حافظ!،، میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ایک منٹ اور! خاتمے کے دو لفظ اور کہوں گا،، وہ ایک دم اپنا نفرت‌انگیز لہجہ دھیما کرکے سنجیدگی کے انداز میں زور سے بولا۔ ''آپ میرے آخری الفاظ سن لیجئے — اب تک جو کچھ میں نے آپ سے کہا اس سے صاف طور پر اور بےغل و غش یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ (اور میں جانوں آپ خود اسی نتیجے پر پہنچے ہوں گے) کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو کسی شخص کے لئے، کسی چیز کی خاطر قربان نہیں کرتا ہوں۔ مجھے روپے سے محبت بھی ہے، اس کی ضرورت بھی۔ کاتیرینا فیودوروونا کے پاس بہت روپیہ ہے۔ اس کے باپ کے پاس آبکاری کا ٹھیکہ رہا ہے دس سال۔ ۳۰ لاکھ کی رقم اس لڑکی کے قبضے میں ہے اور یہ رقم میرے بڑے کام آئےگی۔ الیوشا اور کاتیا ایک دوسرے کا نہایت مناسب جوڑ ہیں — دونوں پکے بےوقوف ہیں۔ اور یہی بات میرے کام آنےوالی ہے۔ چنانچہ میری تمنا ہے اور نیت ہے کہ ان دونوں کی شادی ہو جائے اور جتنی جلد ہو سکے ہو جائے۔ دو تین ہفتے کے اندر کاؤنٹیس صاحبہ اور کاتیا دونوں دیہات کی جاگیر پر جانےوالی ہیں۔ الیوشا کو ان کے ساتھ جانا چاہئے۔ نتالیا نکولائیونا کو سمجھا دیجئے کہ خیریت اسی میں ہے کہ کوئی خواہ مخواہ کی جھنجھٹ نہ پڑے، کوئی شیلرازم کا روڑا نہ اٹکے اور وہ میری مخالفت نہ کریں۔ میں بڑا انتقامی اور کینہ‌ور آدمی ہوں۔ اپنی ساری کسر نکال لوں گا اور ہٹوں گا نہیں۔ میں اس لڑکی سے نہیں ڈرتا — بلاشبہ سب کچھ

ویسے ہی ہونے والا ہے جیسے میں نے نیت کر رکھی ہے لہذا اب جو میں اس کو پہلے سے چیتاونی دے رہا ہوں تو دراصل یہ خود اسی کے فائدے کے لئے۔ خیال رہے کہ کوئی حماقت نہ ہونے پائے اور وہ ٹھیک طرح سے بیوہار کرے۔ ورنہ بعد میں عمربھر پچھتائےگی اور بری طرح پچھتائےگی۔ اسے تو واقعی میرا شکر گزار ہونا چاہئے کہ میں نے قانون کی لاٹھی اس پر نہیں اٹھائی۔ کیا آپ کو معلوم ہے میرے شاعر دوست کہ خاندان کے سکھ چین کی قانون حفاظت کرتا ہے۔ بیٹے کو باپ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے، قانون اس کی ضمانت دیتا ہے، اور جو لوگ اولاد کو والدین کے مقدس حقوق سے ورغلاتے ہوں، قانون ان کا ساتھ نہیں دیتا۔ یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ میرے رسوخ بہت ہیں جب کہ اس کا کوئی رسوخ نہیں اور... سمجھتے ہیں آپ؟ میں اس لڑکی کا کیا کچھ بگاڑ سکتا تھا۔ مگر میں نے اب تک کچھ نہیں بگاڑا کیونکہ ابھی تک وہ معقولیت سے پیش آتی رہی ہے۔ پوری طرح یقین رکھئے کہ پچھلے چھ مہینے سے ان کی ایک ایک نقل و حرکت، ایک ایک کارروائی تیز نگاہوں کی زد میں رہی ہے۔ اور مجھے چھوٹی سے چھوٹی بات تک کی خبر ہے۔ چنانچہ میں خاموشی سے انتظار میں ہوں کہ الیوشا خود اپنے طور پر اس سے چھٹکارا پا لے چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہو بھی چکا ہے۔ تب تک الیوشا اپنا جی بہلاتا ہے، بہلانے دو۔ آج بھی وہ مجھے نرم‌دل شریف باپ سمجھتا ہے اور مجھے اسی کی ضرورت ہے کہ وہ میرے بارے میں یہ تصور قائم رکھے۔ ہا۔ ہا۔ ہا! مجھے یاد آتا ہے کہ ابھی اس روز رات کو میں اس لڑکی کی اس بات پر تعریف کر رہا تھا کہ وہ اتنی بلندنظر اور بےغرض ہے کہ اس نے الیوشا سے شادی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں بھی تو ذرا دیکھتا کہ آخر وہ اس سے شادی کرتی کیسے! اور جہاں تک اس رات کو میرا وہاں پہنچنا تھا تو اس کی غرض صرف اس قدر تھی کہ میرے خیال میں اس تعلق کو توڑ دینے کا وقت آ پہنچا تھا۔ مگر میں چاہتا تھا کہ پہلے اپنی آنکھوں سے اور خود اپنے تجربے سے ہر ایک بات کی تصدیق کر لوں... ہاں، تو یہ کافی ہے آپ کے لئے؟ یا آپ غالباً اب بھی جاننا چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہاں کیوں لایا، آپ

کے سامنے یہ سب قصہ کیوں چھانٹتا رہا اور اس قدر سادگی اور بے تکلفی سے کیوں پیش آیا جب کہ یہ سب کچھ کسی بے پردہ اعتراف کے بغیر بھی کہا جا سکتا تھا — ہے نا؟''

''جی ہاں۔''

میں نے ضبط سے کام لیا اور غور سے سنتا رہا۔ جواب میں مجھے کہنا بھی کیا تھا۔

''صرف اس لئے، میرے دوست، کہ میں نے آپ میں وہ معقولیت، سوجھ بوجھ اور نگاہ دیکھی ہے چیزوں کے بارے میں جو ہمارے ان دونوں بے وقوفوں میں سے ایک میں بھی نہیں پائی جاتی۔ آپ کو پہلے سے ہی معلوم ہوگا کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں، اور آپ نے میرے بارے میں کچھ کلیے، کچھ اندازے ضرور قائم کئے ہوں گے۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ آپ خواہ مخواہ مصیبت اٹھائیں چنانچہ فیصلہ کیا کہ روبرو آپ کو دکھا دوں کہ کس طرح کے آدمی سے آپ کو واسطہ پڑا ہے۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا بڑی چیز ہوا کرتی ہے۔ میری بات مان لیجئے، mon ami۔ اب آپ جانتے ہیں کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ اور چونکہ آپ اس لڑکی سے محبت کرتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ اپنے پورے اثر سے کام لیں گے (آپ کا بہرحال اثر تو ہے اس لڑکی پر) اور اس طرح آپ اسے بعض خاص حادثوں سے بچا سکتے ہیں۔ ورنہ ہوگا یہ کہ کچھ ناگوار صورتیں پیش آئیں گی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، خوب ذہن نشین کرائے دیتا ہوں کہ بعد کو کچھ ہنسی کھیل نہیں ہوگا۔ آخر میں تیسرا سبب آپ سے بے تکلفی برتنے کا یہ ہے کہ... (مگر آپ تو خود ہی عزیزم، اس کو بھانپ چکے ہیں) کہ میں واقعی اس پورے معاملے پر تھوڑی سی کیچڑ اچھالنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ آپ کی نظروں کے سامنے ایسا کروں...''

''چنانچہ آپ نے اپنے دل کی مراد پوری کرلی'' میں نے نفرت و غصے سے لرزتے ہوئے کہا۔ ''میں مانتا ہوں کہ آپ ان بے تکلف کھلے اعترافوں کے علاوہ اپنی رکاکت اور ہم سب کے لئے اپنے من کی کپٹ اور تذلیل کا کسی اور صورت سے اچھی طرح تماشہ نہیں دکھا سکتے تھے۔ بجائے اس کے کہ آپ کو یہ اندیشہ ہوتا کہ اس قسم کے اعترافوں کی بدولت میری نظر میں آپ کی کیا حیثیت رہ جائے گی، آپ کو ذرا شرم نہ آئی کہ یوں میرے سامنے کھلا

کھیل کھیلیں... آپ بالکل اس لبادےوالے پاگل کی طرح پیش آئے ہیں۔ آپ نے مجھے انسان تک نہیں سمجھا۔''

''بالکل ٹھیک اندازہ کیا آپ نے، میرے نوجوان دوست'' اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے سراسر سمجھ لیا — خواہ مخواہ تھوڑئی ادیب ہیں آپ۔ مجھے امید ہے کہ ہم دونوں دوستانہ طریقے سے جدا ہو رہے ہیں۔ ھاں تو کیا ایک ساتھ برودرشیفٹ نہ پیئیں گے؟ کیوں؟''

''آپ نشے میں دھت ہیں۔ اسی لئے میں آپ کو وہ جواب نہیں دینا چاھتا جو آپ کو...''

''پھر آپ بات ان کہی چھوڑے دے رہے ھیں۔ بات پوری کیجئے کہ جو آپ کو جواب دینا چاھئے۔ ھا۔ ھا۔ ھا! ظاھر ہے کہ اپنا بل ادا کرنے کی اجازت مجھے نہیں دیں گے آپ!''

''جی نہیں۔ آپ فکر نہ کیجئے۔ میں اپنا حساب خود ادا کروں گا۔''

''ھاں۔ بےشک۔ اچھا تو ھمیں ایک راستے پر تو جانا ہے نہیں؟''

''میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔''

''اچھا۔ رخصت، میرے شاعر۔ امید ہے کہ آپ مجھے جان گئے ہیں...''

وہ چل دیا۔ چلتے وقت قدم ذرا ڈگمگا رہے تھے۔ پھر اس نے میری طرف مڑکر نہیں دیکھا۔ پیادے نے اسے سہارا دے کر گاڑی میں سوار کر دیا۔ میں اپنے راستے پر ھو لیا۔ رات کے دو بج چکے تھے۔ بارش ھو رہی تھی۔ رات اندھیری تھی...

چوتھا حصّہ

پہلا باب

میں بیان نہیں کر سکتا کہ میرے اندر عناد کی آگ کتنی بھڑک گئی تھی۔ اگرچہ کسی بات کی بھی توقع کی جا سکتی تھی تاہم میں دم بخود رہ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ میرے سامنے اچانک اپنے تمام بھیانک‌پن کے ساتھ آ گیا ہو۔ ہاں، یاد پڑتا ہے کہ میرے حواس پراگندہ تھے جیسے کسی چیز نے مجھے کچل کر رکھ دیا ہو اور کوئی منحوس عذاب میرے دل کو بڑھ بڑھ کر چبا رہا ہو۔ مجھے نتاشا کی فکر پڑ گئی تھی۔ آگے چل کر اس کے لئے بڑے مصائب کا سامنا نظر آ رہا تھا۔ میں بدحواسی میں سرنگوں تھا کہ آخر کیا کیا جائے جس سے اس مصیبت کو ٹالا جا سکے اور آخری سانحہ پیش آنے تک جو وقت باقی ہے اس میں نتاشا کا دل ہلکا رکھا جا سکے۔ آخری سانحہ پیش آ کے رہے گا اس میں تو شبہ نہیں رہا تھا۔ وہ وقت قریب تھا اور بس اب یہ دیکھنے کو رہ گیا تھا کہ اس کی صورت کیا ہوگی۔

مجھے نہیں معلوم کہ گھر کیسے پہنچا۔ اگرچہ راستے بھر بارش میں بھیگتا گیا تھا۔ صبح کے ۳ بج رہے تھے جب میں پہنچا۔ ابھی میں نے اپنے کمرے کے دروازے پر دستک بھی نہ دی ہوگی کہ مجھے ایک کراہ سنائی دی اور دروازہ کی چٹخنی جھٹ سے کھل گئی گویا نیلی کی آنکھ تک نہیں جھپکی بلکہ اس تمام عرصے عین دروازے پر ہی میرا انتظار کرتی رہی۔ ایک موم‌بتی بھی روشن تھی۔ میں نے نیلی کی صورت دیکھی اور دیکھتے ہی سہم گیا — بالکل چہرہ ہی بدلا ہوا تھا۔ آنکھوں سے تپ کے شعلے نکل رہے تھے اور اس نے ایسی وحشت‌زدہ نگاہ سے دیکھا جیسے مجھے پہچانتی نہ ہو۔ اسے تیز بخار چڑھا تھا۔

''نیلی، کیا ہوا تمہیں؟ کیا طبیعت خراب ہے؟'' میں نے اس پر جھکتے ہوئے اور اس کے گرد بازو پھیلا کر پوچھا۔

وہ تشنج کے ساتھ بے اختیار مجھ سے چمٹ گئی، جیسے کسی چیز سے سہمی ہوئی ہو، کچھ جلدی جلدی اور اضطراری حالت میں کہنے لگی گویا اسی کا انتظار ہو کہ میں آؤں اور وہ مجھے یہ بتائے۔ میں نے سنا مگر اس کے الفاظ ایسے عجیب سے اور بے ربط تھے کہ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس پر سرسامی کیفیت طاری تھی۔

میں تیزی سے اس کو بستر تک لے گیا مگر وہ مجھ سے چمٹی رہی اور اس طرح لپٹی ہوئی تھی کہ چھوڑتی نہ تھی گویا وہ دہل گئی ہے اور کسی سے پناہ چاہتی ہے۔ بستر پر بھی اسے قرار نہ تھا۔ وہ میرا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی، اسے خوف تھا کہ کہیں میں اسے چھوڑ کر چل نہ دوں۔ میرے حواس بجا نہ تھے اور اعصاب میں اس قدر کشاکش تھی کہ اس کی صورت دیکھتے دیکھتے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ میں خود بیمار تھا۔ جب نیلی نے میرے آنسو دیکھے تو وہ نظر جما کر دیر تک میری صورت تکتی رہی، اس کی نگاہ میں ایسی گہری اور سوز و سازوالی توجہ تھی گویا وہ کسی بات کو ذہن نشین کرنے اور سمجھنے کی کوشش میں ہو۔ صاف نظر آتا تھا کہ بڑی کوشش سے کام لے رہی ہے۔ آخر اس کے چہرے سے کسی خیال کے آثار ظاہر ہوئے۔ اعصابی تشنج کے سخت دورے کے بعد عام طور سے وہ کچھ دیر کے لئے خیالات کی ڈور سلجھانے اور الفاظ کو ٹھیک طرح ادا کرنے کے قابل نہیں رہتی تھی۔ فی الحال یہی صورت تھی — مجھ سے کچھ کہنے کی سخت جان توڑ کوشش کرنے اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے اس نے اپنا ننھا سا ہاتھ پھیلایا اور میرے آنسو پونچھنے لگی، گلے میں باہیں ڈال دیں، مجھے اپنے قریب کھینچ لیا اور پیار کر لیا۔

اب یہ بات صاف تھی کہ جب میں گھر پر موجود نہیں تھا اس وقت نیلی کو دورہ پڑا۔ اور دورہ اس حالت میں پڑا جب وہ دروازے پر کھڑی تھی۔ جب دورہ گزر چکا تو اس کے بعد بھی دیر تک غالباً وہ ہوش میں نہیں آئی۔ ایسے وقت حقیقت اور ہذیان میں گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے کسی خوفناک بات کا تصور کیا ہو، بھیانک خواب دیکھا ہو۔ اور عین اسی وقت اسے دھندلا سا خیال ہو کہ میں گھر جلد واپس آنے والا ہوں

اور دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور فرش پر دروازے کے پاس پڑے پڑے وہ میری آمد پر ایک دم چونک پڑی ہو اور پہلے ہی دستک پر اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔

''مگر دروازے پر اس کا ہونا کیا معنی؟'' مجھے حیرت ہوئی اور ایک دم میں نے سخت استعجاب سے دیکھا کہ وہ اپنا اوورکوٹ پہنے ہوئے ہے (یہ کوٹ میں نے ابھی کچھ دن پہلے اس پھیری والی عورت سے خریدا تھا جس سے میری جان پہچان تھی اور جو کبھی میرے گھر آجاتی تھی اور کپڑے ادھار بیچ جاتی تھی)۔ تو مطلب یہ کہ نیلی باھر جانے کو تیار تھی اور تعجب نہیں جو دروازے کی چٹخنی کھول ہی رہی ہو کہ اتنے میں اسے دورہ پڑ گیا۔ آخر وہ جا کہاں رہی تھی؟ ممکن ہے اس وقت بھی اس پر ھذیانی حالت طاری تھی۔

اس دوران میں نیلی کا بخار کم نہ ھوا اور پھر اس کے دماغ کو گرمی چڑھی اور وہ بےھوش ہو گئی۔ میرے یہاں آنے کے بعد سے اب تک اسے دو بار دورہ پڑ چکا تھا، لیکن ھر بار کوئی نقصان پہنچائے بغیر اتر گیا تھا۔ لیکن اس وقت بخار بہت تیز تھا۔ کوئی آدھے گھنٹے اس کے برابر بیٹھے رہنے کے بعد میں نے کچھ کرسیاں صوفے کے پاس کھینچ لیں اور کپڑے پہنے پہنے دراز ہو گیا تاکہ اگر وہ آواز دے تو آواز سنتے ہی فوراً اٹھ بیٹھوں۔ میں نے چراغ بھی گل نہیں کیا۔ جب تک نیند آئے آئے کئی بار میں نے اس پر نظر ڈال لی۔ نیلی بالکل پیلی پڑ گئی تھی۔ ھونٹوں پر بخار کے سارے پپڑیاں جم رہی تھیں اور خون لگا تھا، شاید غش کھا کے گرنے سے ایسا ھوا ھوگا۔ چہرے پر ابھی تک خوف و دھشت کے آثار طاری تھے اور لگتا تھا کہ سوتے میں بھی دماغ سخت اذیت میں مبتلا تھا۔ میں نے طے کیا کہ اگر اس کی حالت سدھرنے میں نہ آئے تو صبح ھوتے ہی جلد سے جلد ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔ مجھے خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں بخار کی شدت دماغ پر اثر نہ کر جائے۔

''ھو نہ ھو پرنس نے اسے دھشت‌زدہ کیا ہے!'' مجھے اندیشہ ھوا اور ساتھ ہی مجھے جھرجھری آ گئی جب مجھے پرنس کی کہانی یاد آئی اس عورت کے بارے میں جس نے اپنی رقم اس کے منہ پر پھینک ماری تھی۔

دوسرا باب

...دو ہفتے گزر گئے۔ نیلی صحتیاب ہو رہی تھی۔ بخار کا اثر دماغ پر نہیں ہوا تھا۔ مگر بیماری سخت تھی۔ اپریل کے ختم پر ایک روز جب دھوپ کھلی ہوئی تھی، وہ اتنے دن بعد بستر سے اٹھی۔ ایسٹر کے تہوار کا ہفتہ تھا۔

بیچاری لڑکی! میں اب اپنی کہانی کو اسی طرح سلسلہ‌وار بیان نہیں کر سکتا۔ اب جبکہ یہ قصہ بیان کرنے بیٹھا ہوں تو اس کو بیتے بھی بہت زمانہ ہوگیا لیکن اس لمحے بھی مجھے بڑے قلق اور دل مسوس ڈالنے والے غم کے ساتھ یاد آتا ہے کہ ننھا سا ستا ہوا، پیلا چہرہ تھا، سیاہ آنکھیں کس طرح تجسس اور غور سے ایک جگہ جم کر رہ جاتی تھیں جب ہم دونوں اکیلے تھے اور وہ بستر پر پڑے پڑے مجھے دیر تک پلک جھپکائے بغیر تکتی جیسے چیلنج کر رہی ہو کہ اچھا بوجھو، میرے دماغ میں اس وقت کیا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ میرا قیاس کام نہیں کرتا اور میں الجھا ہوا ہوں وہ نرمی سے مسکرا دیتی گویا آپ ہی آپ مسکرا رہی ہو، اور میری طرف ایک دم پتلی سوکھی انگلیوں والا جلتا ہوا ننھا سا ہاتھ بڑھا دیتی تھی۔ اب کیا ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ سب کچھ گزر چکا، سلجھ چکا — لیکن آج تک اس بیمار، مظلوم اور دکھی دل کے راز میری سمجھ سے باہر ہیں۔

لگتا ہے کہ میں اصل موضوع سے ہٹا جا رہا ہوں مگر کیا کروں، اس وقت میرا دل چاہتا ہے کہ بس نیلی کا ہی تصور کروں۔ عجیب بات ہے کہ اس وقت جبکہ میں اکیلا ہسپتال میں پڑا ہوں، ان سب سے چھوٹ چکا ہوں جن سے بےپناہ اور شدید محبت تھی، اس وقت گزرے ہوئے ان دنوں کا کوئی بہت معمولی سا واقعہ جو مجھ سے نظرانداز ہو جایا کرتا تھا یا اگر نظر آیا بھی تو کچھ دیر بعد بھول جاتا تھا، ایک دم دماغ کے پردے پر نمودار ہوتا ہے اور بالکل ہی مختلف معنی مطلب ظاہر کرتا ہے، جس سے تصویر مکمل ہو جاتی ہے اور میری سمجھ میں وہ باتیں ٹھیک طرح سے آجاتی ہیں جو میں اب تک نہیں سمجھ سکا تھا۔

جب نیلی بیمار پڑی تو شروع کے چار دنوں میں ڈاکٹر اور

میں، ہم دونوں اس کی طرف سے سخت اندیشے میں مبتلا رہے۔
پانچویں دن ڈاکٹر مجھے ایک طرف لے گیا اور بولا کہ خطرے
کی کوئی بات نہیں، اس کی حالت سنبھل جائے گی۔ یہ وہی ڈاکٹر
تھا جس سے میرے اتنے عرصے کے تعلقات تھے — خوش مزاج، شریف
اور سنکی سا عمر رسیدہ کنوارا، جسے میں نیلی کی پہلی بیماری پر
بلاکر لایا تھا اور اس کے سینے پر یہ بڑا سا استانیسلاف تمغہ
دیکھ کر نیلی حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"اچھا تو اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں!" میں نے اطمینان
کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اس بار تو اس کی حالت سنبھل ہی جائے گی، لیکن
وہ زیادہ دن تک بچے گی نہیں۔"

"کیوں نہیں بچے گی؟" میں چیخ پڑا۔ موت کی اس پیش گوئی
نے میرے ہوش اڑا دئیے۔

"ہاں، اس لئے کہ اس کا جلد ہی مر جانا یقینی ہے۔ مریض
کو دل کا پرانا عارضہ ہے، اور ذرا بھی حالات ناموافق ہوئے تو
وہ پھر بستر پر پڑی ہوگی۔ پھر ممکن ہے صحت بحال ہو جائے
لیکن دیر تک تندرستی قائم رہ نہیں سکتی۔ وہ پھر بیمار پڑے گی
اور بالآخر دنیا سے سدھار جائے گی۔"

"تو کیا اس کو زندہ رکھنے کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی؟
نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا!"

"مجبوری ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ناموافق حالات دور
کئے جائیں، زندگی میں سکون ہو، ہچکولے نہ ہوں، شادمانی بڑھائی
جائے تو موت کو ٹالا جا سکتا ہے اور اس کے سوا بعض ایسے بھی
موقع دیکھنے میں آئے ہیں... عجیب، اتفاقیہ اور اکا دکا واقعات
کہ... مریض کو دل خوشکن حالات کا تار باندھ کر بچا لیا
گیا۔ یہ تو ہے مگر جڑ بنیاد سے مرض نکال دیا جائے — ممکن نہیں۔"

"مگر خدایا، اب کیا کیا جائے؟"

"میرے مشورے پر عمل کیا جائے، پرسکون زندگی بسر کی
جائے اور سفوف پابندی سے استعمال کیا جائے۔ میں نے دیکھا کہ
یہ لڑکی نخرے کرتی ہے، مزاج میں اس کے استقلال نہیں بلکہ
کبھی تو اسے مذاق اڑانے کی سوجھتی ہے۔ اسے پابندی سے سفوف
پھانکنا سخت ناپسند ہے اور ابھی قطعی انکار کر چکی ہے۔"

''ہاں، ڈاکٹر - ہے تو واقعی بہت عجیب لڑکی - مگر میں جانوں ان تمام باتوں کی وجہ وہ چڑچڑاپن ہے جو اس کے مزاج میں بس گیا ہے - کل کی بات ہے کہ وہ سب کہنا مان رہی تھی - لیکن آج جب میں اسے دوا دینے لگا تو اس نے چمچے کو ایسے ٹھوکر دیا جیسے اتفاق سے ان جانے میں ہاتھ لگ گیا ہو اور ساری دوا چھلک گئی - پھر دوسری دوا میں گھولنا چاہتا تھا تو اس نے ڈبہ ہی میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور فرش پر بکھیر کر خود رونے لگی... میں نہیں سمجھتا کہ وہ محض اس پر خفا تھی کہ میں دوا پلانا چاہتا تھا،، دم بھر سوچ کر میں نے کہا -

''ہوں - چڑچڑاپن! بہت دکھ جھیل چکی ہے وہ،، (نیلی کی پوری داستان صاف صاف میں ڈاکٹر کو سنا چکا تھا اور میں نے جو قصہ سنایا تھا اس پر ڈاکٹر کو حیرت بھی بہت ہوئی تھی) ''سب کچھ گتھا ہوا ہے - اور اس کی بدولت یہ بیماری - خیر، فی الحال اگر کچھ کیا جا سکتا ہے تو یہ کہ سفوف کا استعمال رہے - وہ سفوف لازمی طور پر پھانکتی رہے - میں جاکے ایک بار پھر اسے قائل کرنے کی کوشش کروں گا کہ ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرنا کتنا ضروری ہے - اور... بس یہ کہ دوا پیتی رہے - ،،

ہم دونوں باورچی خانے سے نکل آئے (جہاں ہم باتیں کر رہے تھے) اور ڈاکٹر پھر مریضہ کے بستر کے پاس گئے - مگر میرا اندازہ ہے کہ ہماری باتوں کی بھنک نیلی کے کان میں پڑ چکی تھی - کم سے کم اس نے تکیے سے سر ضرور اٹھایا تھا اور کان ہماری طرف کرکے تمام وقت باتیں سننے کی کوشش ضرور کی تھی - ادھ کھلے دروازے کی جھری میں سے میں سب کچھ دیکھ چکا تھا، لیکن جیسے ہی ہم وہاں سے نکل کر اس کی طرف بڑھے تو وہ پاجی کہیں کی پھر غڑاپ سے بستر میں دبک گئی اور طنزیہ مسکراہٹ سے ہماری طرف دیکھنے لگی - بیماری کے چار دنوں میں بچی بہت دبلی ہو گئی تھی — آنکھیں دھنس گئی تھیں اور بخار نے اب تک پیچھا نہ چھوڑا تھا - اس کی وجہ سے چہرے پر شرارت کی جو تب و تاب آ گئی تھی اور سرکشی کے جو تیور ہو گئے تھے وہ بہت عجیب لگتے تھے اور شہر پیٹرسبرگ کے تمام جرمنوں میں سب سے بھلا آدمی یہ ڈاکٹر بھی اچنبھے میں آ گیا اور اس کا منہ بدحواسی میں تکتا رہ گیا -

نہایت سنجیدگی سے، لیکن جس قدر بن پڑ سکتا تھا آواز کو
:هیما کرکے انہوں نے شفقت سے، نرم دل‌نشیں انداز سیں پیار کے
ساتھ سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو جو سفوف تجویز ہوا ہے،
بہت ضروری ہے اور کارآمد ہے، اور ہر ایک بیمار کا فرض ہے
کہ وہ نسخے کا استعمال کرے، اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔
نیلی سر اٹھا رہی تھی لیکن اچانک، ایسے جیسے محض اتفاق سے
اس کا بازو لگ گیا ہو، چمچیے کو ٹھوکا دیا اور اس میں جتنی
دوا تھی سب کی سب چھلک کر نکل گئی۔ مجھے یقین تھا کہ
اس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے۔

''بڑی ہی افسوسناک لاپرواہی ہے،، ڈاکٹر نے غصہ کئے
بغیر کہا۔ ''مجھے شبہ ہے کہ تم نے جان بوجھ کر یہ حرکت
کی۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ خیر... کوئی بات نہیں۔ ٹھیک ہو
جائےگا، ہم پھر دوا تیار کرتے ہیں۔،،

نیلی ان کے منہ پر ہنس پڑی۔ ڈاکٹر نے نپے تلے انداز میں
سر ہلایا۔

''بہت بری بات،، انہوں نے دوسری پڑیا گھولتے ہوئے کہا۔
''بہت، بےحد شرم کی بات۔،،

''آپ خفا نہ ہوں،، نیلی نے جواب دیا اور ہنسی کو ضبط
کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی ''میں اب کی بار دوا
ضرور پی لوں‌گی... لیکن یہ بتائیے، میں آپ کو پسند ہوں؟،،

''اگر تم ٹھیک ٹھیک بیوھار کروگی تو میں تمھیں بہت
پسند کروں‌گا۔،،

''واقعی بہت زیادہ؟،،

''ھاں، ھاں، بہت زیادہ۔،،

''تو اب آپ مجھے پسند نہیں کرتے؟،،

''اب بھی پسند کرتا ہوں۔،،

''اچھا تو اگر میں آپ کو پیار کرنا چاھوں تو آپ مجھے
پیار کریں‌گے؟،،

''ھاں، اگر کہنا مانوگی تو۔''

اس پر نیلی ضبط نہ کر سکی اور پھر ہنس پڑی۔

''مریضہ خوش‌مزاج ہے۔ مگر اس وقت یہ اعصابی کیفیت ہے

اور اسے شرارت سوجھی ہے،، ڈاکٹر نے نہایت سنجیدگی کا منہ بناکر زیرلب مجھ سے کہا۔

’’اچھا یہ بات ہے تو میں دوا ضرور پیئوں‌گی،، نیلی اپنی کمزور دبی آواز میں ایک‌دم جلدی سے بولی۔ ’’یہ بتائیے کہ جب میں بڑی ہو جاؤں‌گی تو کیا آپ مجھ سے شادی کریں‌گے؟،،

بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس نئی شرارت کی ایجاد میں اسے خوب لطف آیا ہے۔ آنکھوں میں چمک دوڑگئی تھی اور ہنسی کے ضبط سے ہونٹ پھڑکنے لگے۔ وہ ڈاکٹر کے جواب کے انتظار میں تھی اور ڈاکٹر حیران اور کچھ بوکھلائے ہوئے تھے۔

’’ہاں، ضرور،، انہوں نے اس نئی ترنگ پر بےاختیار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ’’ہاں اگر تم اچھی لڑکی نکلیں — تمیزدار، سلیقہ‌مند اور کہنا ماننےوالی لڑکی اور یہ کہ...،،

’’یہ کہ میں اپنی دوا پینے لگوں؟،، نیلی نے ڈاکٹر کو لقمہ دیا۔

’’اوہو، بالکل، یہ کہ دوا پینے لگو۔،، انہوں نے پھر دبی آواز میں مجھ سے کہا ’’بڑی اچھی لڑکی ہے یہ۔ بڑی خوبیاں ہیں، بہت کچھ ہے اس لڑکی میں... خوب، ذہین بات... مگر صاحب، شادی... یہ اچھی سوجھی اس کو...،،

ڈاکٹر نے پھر دوا اس کے نزدیک بڑھائی۔ اس بار نیلی نے کوئی بہانہ نہیں کیا بلکہ سیدھی طرح چمچے کو نیچے سے ٹھوکا دے دیا اور ہاتھ مارتے ہی ساری کی ساری دوا بیچارے ڈاکٹر کی واسکٹ اور چہرے پر الٹ گئی۔ نیلی نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ لیکن اس بار یہ قہقہہ پہلی سی خوش‌دلی اور چھیڑ کا انداز نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کی آنکھوں سے بےرحمی اور پاجی‌پن کے شرارے نکل رہے تھے۔ اس تمام وقت میں لگتا تھا وہ کوشش کرتی رہی کہ مجھ سے نظر چار نہ ہو اور صرف ڈاکٹر کو ہی مذاق اڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتی رہے۔ اس مسکراہٹ میں بھی بہرحال بےقراری چھن رہی تھی اور اس بات کا انتظار کہ دیکھیں اب یہ بڑے میاں ڈاکٹر آگے کیا کرتے ہیں۔

’’اوف! پھر تم نے وہی حرکت کی! کیسی بدقسمتی کی بات ہے! لیکن... میں پھر دوا گھول‌کے تیار کرتا ہوں اور دیتا ہوں،، بڑے میاں نے اپنا چہرہ اور واسکٹ رومال سے پونچھتے ہوئے کہا۔

نیلی کو اس رویے پر بڑا تعجب ہوا۔ اسے یہ گمان تھا کہ
ہم بگڑ جائیں گے اور ناراض ہوکر اسے برا بھلا کہنے لگیں گے،
ڈانٹیں ڈپٹیں گے اور شاید آپ سے آپ اس وقت اس کا جی چاہ رہا
تھا کہ کوئی بہانہ مل جائے کہ وہ روسکے، بےقرار ہوکر
سبکیاں بھرسکے اور صبح کی طرح پھر دوا پھینک سکے اور جھنجھلا کر
کچھ توڑپھوڑسکے اور اس طرح کی حرکتیں کرکے اپنا ننھا سا
دکھی اور مچلنےوالا دل ہلکا کرسکے۔ اس طرح کی چونچلوں والی
چھیڑخانی صرف بیماروں میں ہی نہیں ہوتی ہے اور نہ صرف نیلی
میں۔ کتنی ہی بار خود میرے ساتھ یہ صورت پیش آئی کہ کمرے
میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا ہوں اور جی میں بےاختیار اور بےقرار
خواہش اس بات کی ہے کہ کوئی شخص میری توہین کر دے،
کوئی بات کہہ کر مجھے ناراض کر دے اور میں اسے اپنی توہین
قرار دےکر بگڑ بیٹھوں اور کسی پر اپنا غصہ جی بھرکے نکال
لوں۔ عورتیں عام طور سے اسی طرح غصہ نکالتی ہیں، رونے لگتی
ہیں، سچ سچ کے آنسو بہا ڈالتی ہیں اور ان میں جو زیادہ جذباتی
ہوتی ہیں ان پر تشنج کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ یہ معمولی‌سا روزمرہ
کا قصہ ہے اور اکثر ایسی حالتوں میں پیش آتا ہے جب کسی
کے دل میں کوئی غم جما ہوا ہو، ایسا غم جس کے بارے میں
کسی کو کچھ پتہ نہیں ہوتا، جسے آدمی ظاہر تو کرنا چاہتا
ہے مگر کر نہیں پاتا۔

ڈاکٹر کو حالانکہ وہ ستا چکی تھی پھر بھی ان کی فرشتہ
صفت رحم‌دلی اور صبروسکون سے متاثر ہوکر، کہ وہ زبان سے
ملامت کا ایک بھی لفظ نکالے بغیر پھر تیسری بار دوا گھولنے
بیٹھ گئے، نیلی ایک دم ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس کے لبوں سے وہ مسکراہٹ
جس میں طنز و تمسخر تھا، غائب ہوگئی، چہرے پر رنگ دوڑ گیا
اور آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے مجھ پر ایک دزدیدہ نگاہ ڈالی
اور فوراً ہی دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر نے دوا بڑھائی۔ اس
نے نقاہت سے، شرماکر بڑے میاں کا بھرا ہوا لال ہاتھ تھام لیا
اور آہستہ آہستہ ان کے چہرے پر نظر ڈالی۔

''ڈاکٹر صاحب... آپ ناراض ہوں‌گے... کہ میں کیسی بدتمیز
اور بےہودہ ہوں،، اس نے کہنا شروع کیا مگر اس سے پیشتر

کہ وہ بات پوری کر سکتی کمبل میں دبک گئی۔ اپنا سر ڈھک لیا اور زور زور سے سبکیاں لے کر رونے لگی۔

''میری بیٹی روؤ نہیں... کوئی بات نہیں ہوئی۔ بس، اعصاب کی خرابی ہے۔ تھوڑا سا پانی پی لو۔،،

مگر نیلی ڈاکٹر کی بات ہی نہیں سن رہی تھی۔

''بس اب چپ ہو جاؤ... اپنے آپ کو ہلکان مت کرو،، وہ کہتے رہے۔ ڈاکٹر اپنی ذات سے بڑے حساس آدمی تھے، خود ان کا دل نیلی پر ترس کھا رہا تھا۔ ''میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تم سے شادی کروں گا بشرطیکہ تم اچھی تمیزدار لڑکی کی طرح بات مانو اور...،،

''اور دوا پی لوں!،، کمبل کے نیچے سے ہلکی سی اعصابی ہنسی کے ساتھ یہ جواب برآمد ہوا۔ کیا ہنسی تھی جس میں گھنٹیاں سی بج رہی تھیں اور جس میں سسکیوں کا شگاف پڑا ہوا تھا۔ وہ ہنسی جو میری اس قدر جانی پہچانی ہے۔

''اچھے دل کی مہربان بچی ہے،، ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا اور ان کی آنکھوں میں آنسو آتے آتے رہ گئے۔ ''بیچاری بچی!،،

اس دن سے نیلی اور ڈاکٹر کے درمیان ایک عجب قسم کا مگر بہت ہی اچھا رشتہ قائم ہو گیا۔ اور اس کے برخلاف میرے ساتھ نیلی میں روزبروز بیزاری، چڑچڑاپن اور جھلاہٹ بڑھتی چلی گئی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کی توجیہ کیسے کروں اور مجھے اس پر تعجب ہوتا تھا خاص طور سے اس لئے کہ یہ تبدیلی اس قدر اچانک نمودار ہوئی تھی۔ بیماری کے ابتدائی دنوں میں تو وہ خاص طرح میرے ساتھ نرمی اور پیار سے پیش آتی۔ لگتا تھا کہ کبھی مجھ پر سے نظریں نہ ہٹا سکے گی، اپنے پاس سے ذرا اٹھنے نہ دیتی تھی، اپنے ننھے سے تپتے ہوئے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھامے رہتی تھی اور مجبور کرتی تھی کہ میں اس کے پاس بیٹھا رہوں۔ اور اگر دیکھ لیتی کہ اداس یا رنجیدہ ہوں تو بہلانے اور خوش کرنے کی کوشش کرتی، چھیڑ چھاڑ کرتی، مجھ سے شرارت کرتی اور میرا مذاق اڑاتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ خود اپنے دکھ کو دبائے ہوئے ہے۔ راتوں کو میرا کام کرنا اسے پسند نہ تھا۔ یا یہ کہ میں جاگ کر اس کی تیمارداری کروں اور اگر میں اس کی بات نہ مانتا تو رنجیدہ ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی

اس کے چہرے پر مجھے فکرمندی کے آثار نظر آتے۔ وہ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے لگتی۔ اس بات کی کرید کرتی کہ میں کیوں اداس ہوں اور دماغ کس قصے میں الجھا ہوا ہے۔ لیکن اس پر حیرت ہوتی کہ جب کبھی نتاشا کا نام بیچ میں آجاتا وہ فوراً گفتگو روک دیتی یا ادھر ادھر کی کوئی اور بات چھیڑ دیتی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے نتاشا کا ذکر ناپسند تھا اور اس سے مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی۔ میں گھر میں قدم رکھتا تو وہ خوش ہو جاتی تھی لیکن ادھر میں نے ٹوپ اٹھایا باہر جانے کو اور اس نے مجھے اداسی سے دیکھا، بلکہ عجیب نظر سے اور نگاہوں سے میرا پیچھا کرتی تھی گویا ملامت کر رہی ہو۔

اس کی بیماری کا وہ چوتھا دن تھا کہ رات گئے تک میرا وقت نتاشا کے ہاں گزرا۔ بلکہ آدھی رات کے بعد بھی میں وہیں اٹک گیا۔ ہمیں آپس میں بہت سی باتیں کرنی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر جانے لگا تو میں نے اپنی مریضہ سے کہا کہ دیکھو، میں جلدی ہی لوٹ آؤں گا۔ خود میرا اندازہ بھی تھا کہ واپسی جلدی ہوگی۔ مجبوری سے جب مجھے نتاشا کے ہاں ٹھیر ہی جانا پڑا تو نیلی کے بارے میں فکر یا پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ نیلی کو میں نے گھر پر اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ الکساندرا سیمیونوونا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ مسلوبویف یوں ہی دم بھر کو مجھ سے ملنے چلا آیا تھا۔ اس کی زبانی نیلی کی بیماری کا حال اور یہ کہ مجھے اور بہت سی فکریں ہیں اور میں تن تنہا ہوں، الکساندرا سیمیونوونا کو معلوم ہو گیا۔ واہ کیا نیک دل اور ہاتھ بٹھانے والی عورت تھی، الکساندرا سیمیونوونا!

''اچھا تو مطلب یہ کہ اب وہ ہمارے ہاں شام کے کھانے پر نہیں آئیں گے!.. خدا رحم کرے ان کے حال پر! اور بیچارے بالکل تن تنہا ہیں۔ کوئی یار و مددگار نہیں ہے کس کا۔ خیر، یہ ایک موقع ہے کہ ہم اپنی ہمدردی دکھائیں۔ یہ موقع غنیمت ہے، اسے ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔''

فوراً وہ میرے مکان پر وارد ہوگئی اور اپنے ساتھ گاڑی میں ڈھیر کا ڈھیر سامان لاد کے لائی۔ آتے ہی پہلی بات جو اس کے منہ سے نکلی یہ تھی کہ اب وہ یہیں ٹھیرے گی اور مشکل کے وقت میری مدد کرنے آئی ہے۔ اس نے گٹھری کھول ڈالی۔ اس میں

شربت تھے، اچار سربے تھے جو بیمار کے فوراً کام آ سکتے تھے چوزے اور مرغی تھی کہ اگر حالت سدھری ہو تو وہ بیمار کی غذا میں استعمال ہو سکیں، سیب تھے آنچ پر دم دینے کے لئے۔ رنگترے تھے۔ کیئف کے خشک سربے تھے (بشرطیکہ ڈاکٹر کی طرف سے ان کی اجازت ہو)۔ اور آخر میں نقلی ریشم کے کپڑے، بستر کی چادریں، کھانے کی میز کے رومال، رات کے گون، پٹیاں، گدیاں — یعنی پورے ہسپتال کا ساز و سامان۔

''ہمارے ہاں سب سامان موجود ہے!،، اس نے جلدی جلدی اضطراب کے ساتھ بولتے ہوئے کہا گویا کہیں کی جلدی پڑی ہو۔ ''اب آپ تو اٹھاؤ چولھا زندگی بسر کر رہے ہیں، کنواروں کی سی۔ آپ کے پاس تو یہ گرہستی نکلنے سے رہی۔ تو مہربانی کرکے مجھ کو اجازت دیجئے... اور آپ کے فلپ فلیپچ کی یہی مرضی ہے۔ ہاں تو اب کیا ہے... جلدی کیجئے... جھٹ پٹ!.. اب مجھے کیا کرنا ہے؟ کیسی طبیعت ہے لڑکی کی؟ ہوش میں ہے نا؟ افوہ، کس قدر بےآرامی رہی ہوگی اسے۔ تکیہ تو میں ابھی لگائے دیتی ہوں تاکہ ذرا سر نیچا رہے۔ کیا خیال ہے آپ کا... چمڑے کا تکیہ ٹھیک نہیں رہےگا، کیا؟ چمڑے کا تکیہ زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے۔ ہائے، میں بھی کیسی بےوقوف ہوں! خیال ہی نہ آیا کہ چمڑے کا تکیہ لیتی چلوں۔ خیر، اب جاتی ہوں اور دم کے دم میں لے آتی ہوں... کیوں کیسا رہےگا، آگ نہ جلا لوں؟ میں اپنی بڑی بی کو آپ کے پاس بھیج دوں‌گی۔ ایک بڑی‌بی سے میری جان پہچان ہے۔ آپ کے ہاں کوئی نوکرانی بھی تو نہیں ہے۔ ہے نا؟ اچھا تو مجھے اب کیا کرنا ہے؟ یہ کیا دھرا ہے؟ جڑی بوٹیاں؟ تو کیا ڈاکٹر نے نسخے میں لکھی ہیں؟ شاید ان جڑی‌بوٹیوں کا جوشاندہ بنتا ہوگا؟ خیر، میں اب چل‌کے آگ جلائے دیتی ہوں۔،،

مگر میں نے اسے ٹھنڈا کیا اور اسے اس بات پر حیرت بھی ہوئی بلکہ افسوس بھی کہ یہاں کرنے کو بہت کام نہیں ہے۔ پھر بھی اس نے ہمت نہیں چھوڑی۔ نیلی سے تو آتے ہی اس نے دوستی بنا لی اور جب تک نیلی بیمار پڑی رہی اس نے میرا بڑا ہاتھ بٹایا۔ قریب قریب روزانہ اس کی آمد ایک معمول ہو گئی تھی۔ اور آنے کا انداز ہمیشہ کچھ اس طرح کا ہوتا تھا جیسے

کوئی شے گم ہو گئی ہو، کوئی کام بگڑ گیا ہو اور انہیں اسے درست کرنے کی جلدی پڑی ہو ۔ اور ہمیشہ یہ پخ لگا دیتی تھی کہ فلپ فلیپچ کی مرضی یوں ہے ۔ نیلی کو الکساندرا سیمیونوونا بہت اچھی لگی ۔ دونوں میں ایسی رسم پڑ گئی جیسے آپس میں بہنیں ہوں اور میرا تو قیاس ہے کہ یہ خاتون اتنی ہی بچی تھیں جتنی خود نیلی ۔ وہ اسے ادھر ادھر کے قصے کہانیاں سناتی اور اس کا جی بہلاتی اور جب وہ اپنے گھر چلی جاتی تو نیلی کو اس کی کمی کھلتی تھی ۔ جب وہ پہلی بار ہمارے ہاں وارد ہوئی ہے تو بیمار بچی کو عجیب سا لگا لیکن اسے اپنا خیال دوڑانے میں دیر نہیں لگی کہ بن بلائی مہمان کس غرض سے آئی ہے ۔ اور حسب‌معمول وہ بگڑ گئی ۔ اس نے پیچ و تاب کھایا، منہ کو تالا لگا لیا اور بے‌مروتی سے پیش آئی ۔

''کیوں آئی تھیں یہ ہمارے ہاں؟،، نیلی نے الکساندرا سیمیونوونا کے چلے جانے کے بعد ناگواری کے انداز میں سوال کیا ۔

''تمہارا ہاتھ بٹانے اور دیکھ بھال کرنے آئی تھیں وہ تو ۔،،

''مگر کیوں؟ کس لئے؟ میں نے ان کی اس طرح کی کوئی خدمت نہیں کی ۔،،

''اچھے دل کے لوگ اس بات کی راہ نہیں دیکھتے کہ اور لوگ پہلے ان کے کام آ چکے ہوں، تب وہ دوسروں کے کام آئیں ۔ وہ تو بس وقت ضرورت دوسروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں بغیر اپنی غرض کے ۔ نیلی، سنو، دنیا میں بہتیرے ہمدرد لوگ پڑے ہوئے ہیں ۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ ایسوں سے تمہارا واسطہ نہیں پڑا اور جب تمہیں ان کی ضرورت تھی وہ تمہیں نہیں ملے ۔،،

نیلی نے زبان سے کچھ نہیں کہا ۔ میں اس کے پاس سے چل دیا ۔ مگر کوئی پندرہ منٹ بعد اس نے مجھے آواز دی ۔ آواز میں نقاہت تھی ۔ پینے کو کچھ مانگا اور گرمجوشی کے ساتھ وہ مجھ سے لپٹ گئی، میرے سینے پر سر رکھ دیا اور دیر تک اپنے پاس سے ہلنے نہیں دیا ۔ دوسرے دن جب الکساندرا سیمیونوونا آئی تو پرمسرت تبسم کے ساتھ نیلی نے اس کو خوش آمدید کہا اگرچہ اب بھی اس میں اس کی طرف سے جھجک باقی تھی ۔

تیسرا باب

یہ اس دن کا ذکر ہے جب میں نے رات گئے تک سارا وقت نتاشا کے ہاں گزارا۔ میں گھر بہت دیر سے پہنچا۔ نیلی سو چکی تھی۔ الکساندرا سیمیونوونا کو بھی نیند آ رہی تھی مگر وہ اب تک مریضہ کے پاس بیٹھی میری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ فوراً اس نے جلدی جلدی کھسر پھسر کرکے مجھے بتانا شروع کیا۔ کہ نیلی اول اول مگن تھی، خوب قہقہے لگا رہی تھی لیکن بعد میں اداس ہو گئی۔ جب میں گھر نہیں پہنچا تو اس بات پر وہ چپ چپ سی ہو گئی اور فکر میں پڑ گئی۔ ''اس کے بعد نیلی نے سردرد کی شکایت کی، رونے لگی اور ایسی سبکیاں بھریں کہ خود میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں اس کا،، الکساندرا سیمیونوونا نے بتایا۔ ''وہ مجھ سے نتالیا نکولائیونا کے بارے میں باتیں کرنے لگی مگر میں اس سلسلے میں اسے کچھ نہ بتا سکی۔ سوالات تو اس نے بند کر دئے مگر روتی رہی اور روتے روتے آنکھ لگ گئی۔ اچھا، اب خداحافظ، ایوان پتروچ۔ اب اس کی حالت بہتر ہے۔ مجھے صاف نظر آ رہا ہے اور اب گھر جانا چاہئے۔ فلپ فلیپچ نے مجھ سے آنے کو کہہ دیا تھا۔ آپ کے سامنے مانتی ہوں کہ انہوں نے اس بار صرف دو گھنٹے کو آنے دیا تھا لیکن میں اپنی مرضی سے ٹھیر گئی۔ خیر، آپ اس کا خیال نہ کیجئے اور میری طرف سے فکر میں مت پڑئے۔ وہ مجھ سے ناراض ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے... غالباً صرف اتنا ہے کہ... اوہ توبہ، ایوان پتروچ، بتائیے تو میں کیا کروں — وہ روزانہ نشے میں دھت گھر لوٹنے لگے ہیں! کوئی معاملہ ہے جس میں الجھے ہوئے ہیں، مجھ سے بات تک نہیں کرتے، پریشان نظر آتے ہیں۔ کوئی خاص کام ان کے دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ مجھے صاف نظر آتا ہے۔ لیکن روزانہ رات کو شراب چڑھی رہتی ہے۔ اس وقت جو فکر ہے مجھ کو، وہ اس بات کی کہ اگر وہ گھر آئے ہوں گے تو انہیں بستر پر کون لٹائے گا؟ اچھا تو میں چلی، میں چل دی! خدا حافظ، خدا حافظ ایوان پتروچ۔ میں یہاں آپ کی کتابوں سے بھی الجھتی رہی ہوں — افوہ، کتنی بہت سی کتابیں ہیں۔ ان میں بڑی عقل کی باتیں ہوں گی۔ اور ایک میں بےوقوف ہوں کہ

کچھ بھی نہیں پڑھا... اچھا، تو اب کل تک کے لئے رخصت۔،،
لیکن دوسرے دن صبح کو نیلی بیدار ہوئی تو اس کی طبیعت گری گری اور اداس تھی۔ مشکل سے ہی اس نے میری کسی بات کا جواب دیا۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی جیسے مجھ سے سچ مچ ناراض ہو۔ البتہ کئی بار میں نے اس کو اپنی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پکڑا۔ گویا یہ نگاہ غلطانداز تھی۔ وہ جس نظر سے مجھے دیکھتی تھی اس میں بہت کچھ غم چھپا ہوا تھا اور دل میں کھبا ہوا۔ مگر اس کے سوا ایک نرم نگاہی بھی تھی کہ اس وقت جب وہ سامنے سے سیدھی طرح نظر چار کرتی تھی اتنی نمایاں نہ ہوتی تھی۔ اسی روز ڈاکٹر کے ساتھ یہ دوا پھینکنے اور الٹنے کا واقعہ پیش آیا۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا سوچوں۔
مگر نیلی میری طرف سے بالکل ہی بدل گئی۔ اس کے عجب طورطریقے، اس کے نازنخرے، اور بعض اوقات مجھ سے اس کی قریب قریب نفرت اس دن تک جاری رہی جب تک کہ میرے پاس سے چلی نہ گئی۔ یہاں تک کہ وہ آخری سانحے کا دن آ پہنچا جس نے ہماری ساری داستان ہی تمام کردی۔ خیر اس کے بارے میں بعد میں کہوں گا۔
البتہ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ گھنٹے آدھ گھنٹے کو وہ میرے ساتھ اسی جذبے کے ساتھ پیش آنے لگتی جو پہلے پایا جاتا تھا۔ ایسے لمحوں میں اس کی نرم‌نگاہی اور گھلاوٹ دگنی ہو جاتی اور اکثر ایسے وقت وہ تڑپ کے رو دیا کرتی تھی۔ مگر جلد ہی یہ لمحے گزر جاتے اور وہ پہلے کی طرح پھر غم کی آغوش میں نڈھال ہوکر گر پڑتی اور پھر مجھے غصے بھری نظر سے دیکھتی یا اسی طرح جھلانے لگتی جیسے ڈاکٹر کے ساتھ کیا تھا، یا ایک دم یہ دیکھ کر کہ میں اس کی کسی شرارت سے بیزار ہوں وہ ہنسنا شروع کر دیتی اور ہمیشہ اس طرزعمل کا انجام آنسوؤں پر ہوا کرتا تھا۔
ایک بار وہ الکساندرا سیمیونوونا سے بھی جھگڑ پڑی اور بولی کہ مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہئے۔ اور جب میں الکساندرا سیمیونوونا کی موجودگی میں اسے ڈانٹنے لگا تو وہ بکھر گئی، بھرے ہوئے غصے سے پھٹ کر اس نے سخت سے سخت جواب دے ڈالے

اور پھر ایک دم چپ ہو گئی اور ایسی چپ لگائی کہ دو دن تک مجھ سے بات‌چیت ہی نہیں کی، دوا نہیں پی، کھانے پینے تک سے انکار کردیا۔ آخر وہی بڑے میاں ڈاکٹر اسے راہ پر لائے اور وہ اپنے کئے پر پچھتائی۔

یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ دوا والے واقعے کے بعد سے نیلی اور ڈاکٹر کے درمیان تعجب‌خیز قسم کا دلی رابطہ شروع ہو گیا تھا۔ نیلی ان سے محبت کرنے لگی تھی اور ان کی آمد سے پہلے چاہے کتنی ہی غمزدہ کیوں نہ ہو، لیکن ان کا خیرمقدم کرتے وقت اس کے چہرے پر خوشی بھری مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ خود ڈاکٹر کا معاملہ یہ تھا کہ بڑے میاں ہمارے ہاں روز ایک پھیرا، اور کبھی دن میں دو دو پھیرے کرنے لگے۔ جب نیلی کی صحت قریب قریب ٹھیک ہو گئی اور وہ اٹھنے بیٹھنے لگی، تب بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ڈاکٹر پر اس نے ایسا منتر پھونکا تھا کہ وہ ایک دن بھی اس سے اپنا مذاق اڑوائے اور قہقہے سنے بغیر نہیں کاٹ سکتے تھے اور اس سے خوب لطف اندوز ہوتے۔ نیلی کے لئے ڈاکٹر نے تصویری رسالے لانے شروع کر دئے جو ہمیشہ تعلیمی یا اصلاحی قسم کے ہوتے تھے۔ ایک تو خاص طور سے اسی کے لئے خریدا گیا تھا۔ بعد میں ڈاکٹر اس کے لئے خوبصورت ڈبوں میں بند مٹھائی کی گولیاں، چاکلیٹ وغیرہ لانے لگے۔ ایسے موقعوں پر ڈاکٹر کی آمد میں خاص تقریب کی سی شان ہوا کرتی تھی، جیسے یہ ان کی سالگرہ کا موقع ہو اور نیلی فوراً سمجھ لیتی تھی کہ وہ تحفہ لئے ہوئے آئے ہیں۔ وہ خود سے تحفے کی نمائش نہ کرتے بلکہ خواہ مخواہ ہنستے ہوئے نیلی کے پاس بیٹھ جاتے اور اشاروں میں کہنا شروع کرتے کہ اگر ایک خاص ایسی اور ویسی لڑکی ٹھیک طرح کا برتاؤ کرنا سیکھ لے اور میری غیرحاضری میں بھی قابل تعریف رویے سے پیش آنے لگے تو بس اس لڑکی کو ایک اعلیٰ درجے کے انعام کا مستحق سمجھا جائےگا۔ اس تمام گفتگو کے دوران وہ اس قدر مہربانی اور نیک‌دلی کے ساتھ اسے دیکھتے کہ اگرچہ نیلی صاف صاف ان کے منہ پر ہنستی تھی لیکن اس کی روشن آنکھوں سے خلوص میں ڈوبا ہوا جذبۂ عقیدت ظاہر ہو ہی جاتا تھا۔ آخر میں بڑے میاں نہایت ادب آداب کے ساتھ کرسی سے اٹھتے، مٹھائی کا ڈبہ نکالتے اور نیلی کے حوالے کرتے

ہوئے یہ ضرور کہتے ''اپنی ہونےوالی اور چہیتی بیوی کے لئے،،۔
یہ کہتے وقت غالباً وہ خود نیلی سے بھی زیادہ خوش ہوتے تھے۔
اس کے بعد ان دونوں کی باتیں شروع ہوتیں اور ہر بار ڈاکٹر صاحب بہت شدت کے ساتھ اور سنانے کے طور پر اس بات پر زور دیتے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھے اور اسے خاص ڈاکٹری نصیحتیں کیا کرتے۔

''سب سے مقدم بات یہ ہے کہ آدمی کو اپنی تندرستی کا خیال کرنا چاہئے،، وہ کٹر عقیدے کے طور پر بیان کرتے۔ ''زندہ رہنے کے لئے سب سے پہلے اور سب سے لازم یہی ہے اور دوسرے یہ کہ ہمیشہ آدمی کی تندرستی بنی رہے اور اس کی بدولت زندگی کی خوشیاں میسر ہوں۔ میری پیاری بچی، اگر تمہارے دل کو غموں کا روگ لگا ہو تو انہیں بھول جاؤ یا کم‌ازکم اتنا کرو کہ ان کی طرف دھیان مت دیا کرو... اور اگر غم نہیں ہیں، تو... خیر، تب بھی ان کی طرف دھیان جانا نہیں چاہئے بلکہ صرف خوشگوار باتوں کو ذہن میں لانا چاہئے... یعنی ہلکی پھلکی، طبیعت کو مگن رکھنے والی باتیں...،،

''اور میں کن خوشگوار اور ہلکی پھلکی چیزوں کا خیال کروں؟،، نیلی نے سوال کیا اور ڈاکٹر صاحب لاجواب ہوکر رہ گئے۔

''ہاں... کوئی بھی بچکانہ کھیل جو تمہارے سن کے مطابق ہو... یا پھر، بس ایسی ہی کوئی چیز، اس کے بارے میں دھیان کیا کرو...،،

''میں کھیل کود پسند نہیں کرتی، مجھے نہیں چاہئے،، نیلی نے جواب دیا۔ ''اس سے تو اچھی نئی فراکیں ہیں۔،،

''نئی فراکیں! ہوں، یہ کوئی بہت اچھی بات نہیں ہے۔ ہر چیز میں ہمیں اعتدال سے کام لینا چاہئے۔ بہرحال... یہ بھی ہو سکتا ہے... نئی فراکوں کے شوق میں کوئی ہرج نہیں ہے۔،،

''اچھا تو جب میں آپ سے شادی کروں‌گی تو آپ مجھے بہت سی فراکیں بنوا دیں‌گے؟،،

''کیا سوجھی ہے!،، ڈاکٹر صاحب نے کہا اور وہ ناراض ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ نیلی شرارت سے مسکرائی اور ایک بار ذرا دیر کو اپنی طرف سے غافل ہوکر اس نے مسکراکر مجھے بھی

نظر بھر کے دیکھا۔ ''بہرحال ایک سوٹ تو تمہیں دوں گا بشرطیکہ تم اپنے طور طریقوں سے اس کی مستحق ٹھیریں۔''

''اور جب آپ سے شادی ہو جائے گی تو کیا مجھے روز روز دوا پابندی سے پینی پڑے گی؟''

''تب ممکن ہے تمہیں تھوڑی دیر کے لئے دوا پینے سے نجات ہو جائے'' ڈاکٹر اس پر مسکرانے لگے۔

نیلی نے اپنے قہقہے سے بات‌چیت کا سلسلہ توڑ دیا۔ بڑے میاں بھی اس کے ساتھ ہنسے اور بڑے چاؤ سے اسے لطف لیتے دیکھتے رہے۔

''بہت کھلنڈڑا ذہن ہے!'' انہوں نے میری طرف مڑ کر کہا۔ ''پھر بھی اس میں چونچلوں کی اور ایک خاص طرح کی ترنگوں اور جھلاہٹ کی علامتیں موجود ہیں۔''

ڈاکٹر بجا کہتے تھے۔ مجھے ٹھیک پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس لڑکی کو ہو کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بالکل اس کی مرضی ہی نہیں ہے مجھ سے بات کرنے کی، گویا میں نے کسی طرح کا کوئی قصور کر دیا ہو اس کے سلسلے میں۔ اس بات سے مجھے بڑا رنج ہوتا تھا۔ میں خود بھی دکھی ہو گیا اور ایک بار تو سارے دن میں نے اس سے بات ہی نہیں کی لیکن دوسرے دن خود اپنی جگہ شرمندہ ہوا۔ اکثر وہ رویا کرتی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیسے تسلی دوں۔ آخر ایک موقع ایسا آیا کہ اس نے اپنی چپ توڑ دی۔

تیسرے پہر کا وقت تھا، دن چھپنے سے ذرا پہلے میں گھر واپس آیا اور دیکھا کہ نیلی نے جلدی سے کوئی کتاب تکئے کے نیچے چھپائی۔ یہ میرا ناول تھا جو اس نے میز پر سے اٹھا لیا تھا اور میری غیرحاضری میں پڑھ رہی تھی۔ بھلا اسے مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت پڑی؟ ''ایسے جیسے جھینپ گئی ہو'' میں نے اپنے جی میں سوچا مگر کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے وہ سمجھ جائے کہ میں نے تاڑ لیا ہے۔ کوئی پندرہ منٹ بعد جب میں باورچی‌خانے میں منٹ بھر کو گیا وہ جلدی سے بستر سے کودی اور ناول کو وہیں رکھ دیا جہاں رکھا ہوا تھا۔ جب میں باورچی‌خانے سے نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کتاب وہیں میز پر رکھی ہے۔ ایک منٹ بعد اس نے مجھے آواز دی۔ اس کی آواز میں جذبات کی

جھنکار تھی۔ پچھلے چار دن میں شاید ھی اس نے مجھ سے کوئی بات کی ھوگی۔

''کیا آپ... آج... جائیں‌گے نتاشا سے ملنے؟'' اس نے مجھ سے بھرائی ھوئی آواز میں پوچھا۔

''ھاں نیلی، آج اس سے ملنے جانا بہت ضروری ھے۔''

نیلی منٹ بھر چپ رھی۔

''کیا آپ... ان سے بہت... بہت محبت کرتے ھیں؟'' اس نے پھر مری ھوئی آواز میں سوال کیا۔

''ھاں، نیلی بہت محبت۔''

''میں بھی ان سے محبت کرتی ھوں'' اس نے دھیمے سے کہا۔ پھر وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''میں ان کے پاس جانا چاھتی ھوں اور وھیں رھنا چاھتی ھوں'' نیلی نے دبی نگاہ سے مجھے دیکھتے ھوئے پھر بات کا سلسلہ اٹھایا۔

''یہ ناممکن ھے، نیلی'' میں نے چونک کر جواب دیا۔ ''تو کیا تم مجھ سے اس قدر بےزار ھو؟''

''کیوں ناممکن کیوں؟'' وہ بالکل سرخ ھو گئی۔ ''آپ خود ھی تو مجھے اس پر راضی کر رھے تھے اور منا رھے تھے کہ میں جاکر ان کے باپ کے یہاں رھوں۔ مگر میں وھاں جانا نہیں چاھتی۔ کیا نتاشا کے پاس نوکرانی ھے کوئی؟''

''ھاں۔ ھے تو۔''

''تو پھر وہ نوکرانی کو الگ کردیں اور میں ان کے گھر کام کروں‌گی۔ ان کی خاطر جو کچھ کر سکتی ھوں کروں‌گی اور پیسے بھی نہیں لوں‌گی۔ میں ان سے پیار کروں‌گی اور ان کا باورچی‌خانے کا کام دھندا کیا کروں‌گی۔ آج ھی آپ ان سے کہہ دیجئے۔''

''مگر آخر کیوں؟ یہ کیا سوجھی ھے تم کو، نیلی! اور تم نے نتاشا کے بارے میں کیا سوچ رکھا ھے؟ کیا تم سمجھتی ھو کہ وہ تمہیں اپنی باورچن بنانے پر راضی ھو جائیں‌گی؟ اگر تمہیں اپنے پاس رکھنا ھی ھے تو اپنی برابر کی حیثیت سے رکھیں‌گی یعنی چھوٹی بہن بنا کر۔''

''نہیں، نہیں۔ میں برابر کی حیثیت نہیں چاھتی۔ یہ صورت مجھے منظور نہیں...''

''مگر کیوں؟''
نیلی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے ھونٹ لرزنے لگے جیسے اب رو پڑے گی۔
''وہ آدمی جس سے اسے محبت ھے اب اسے چھوڑکر چل دینے والا ھے اور دغا دے جائے گا۔ ھے نا؟'' آخرکار اس نے پوچھا۔
میں سٹپٹا گیا۔
''مگر تمھیں کس بات سے یہ خیال پیدا ھوا؟''
''آپ نے خود ھی تو اس کے بارے میں مجھے سب کچھ بتایا اور پھر پرسوں الکساندرا سیمیونوونا کے شوھر یہاں صبح کو آئے تھے میں نے ان سے بھی پوچھ لیا — انھوں نے مجھے سب کچھ بتادیا۔''
''کیا معنی؟ کیا مسلوبویف صبح کو یہاں آیا تھا؟''
''جی ھاں، آئے تھے'' اس نے آنکھیں جھکا کر جواب دیا۔
''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ وہ آیا تھا؟''
''معلوم نہیں کیوں...''
میں نے خیال دوڑایا۔ ''خدا جانے اس میں کیا راز ھے کہ یہ شخص مسلوبویف پراسرار طریقے پر یہاں آنے جانے لگا ھے۔ اس لڑکی سے آخر کس قسم کے مراسم پیدا کئے ھیں اس نے؟ جاکے اس سے ملنا چاھئے'' میں نے سوچا۔
''اچھا، خیر، تو تمھیں نیلی اس سے کیا لینا، اگر وہ نتاشا کو دغا دے تو؟''
''مگر آپ کو ان سے اس قدر محبت ھے'' نیلی نے میری طرف نظریں اٹھائے بغیر جواب دیا۔ ''اور اگر آپ انھیں اتنا چاھتے ھیں تو ان سے شادی کر لیں گے، جب دوسرا مرد چلا جائے گا۔''
''نہیں، نہیں، نیلی، یہ بات نہیں۔ وہ مجھ سے اس طرح محبت نہیں کرتی جیسے میں کرتا ھوں۔ اور ... میں... نہیں، یہ بات نہیں ھو سکتی، نیلی۔''
''میں آپ دونوں کے ھاں نوکرانی کی حیثیت سے کام کروں گی اور آپ خوش خوش زندگی بسر کریں گے'' نیلی نے گویا سرگوشی کے انداز میں جواب دیا اور مجھ سے آنکھیں تک چار نہیں کیں۔
''اس لڑکی کو ھو کیا گیا ھے؟ آخر کیا معاملہ ھے؟''
میں نے جی میں سوچا اور دل پر گھونسہ لگا۔ نیلی خاموش ھو

گئی اور پھر رات تک اس نے ایک لفظ بھی مجھ سے نہیں کہا۔ جب میں گھر سے جا چکا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور رات گئے تک روتی رھی جیسا کہ بعد میں الکساندرا سیمیونوونا نے مجھے بتایا۔ روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ رات کو بھی وہ روئی اور سوتے میں کچھ بڑبڑائی۔

مگر اس دن کے بعد سے وہ اور گری گری رھنے لگی اور چڑچڑی ھو گئی۔ مجھ سے اس نے بولنا چالنا ھی بند کر دیا۔ یہ صحیح ھے کہ دو تین بار اپنے اوپر اس کی دزدیدہ نگاہ پکڑی اور اس میں بھی اس قدر نرمی اور گھلاوٹ تھی! لیکن یہ کیفیت پائدار نہ تھی۔ اتفاقیہ گھلاوٹ کے لمحوں کے ساتھ ھی یہ توجہ بھی آئی گئی ھو جاتی۔ اور گویا اسی جذباتی کیفیت کی ضد میں نیلی ھر ساعت اور غمزدہ ھوتی چلی گئی، اور تو اور ڈاکٹر کے ساتھ بھی اس کا رویہ بدل گیا۔ اس تبدیلی پر خود ڈاکٹر کو حیرت ھوئی۔ اسی عرصے میں نیلی کی صحت قریب قریب بحال ھو گئی تھی اور آخر میں ڈاکٹر صاحب نے بھی اسے کھلی ھوا میں چلنے پھرنے کی اجازت دے دی تھی مگر بہت تھوڑی دیر کے لئے۔ موسم کھلا ھوا، روشن اور گرم ھو چلا تھا۔ یہ ایسٹر کا ھفتہ تھا جو اس سال کافی دیر سے آیا*۔ میں صبح کو گھر سے نکل گیا۔ نتاشا کے ھاں پہنچنا ناگزیر تھا لیکن ارادہ کرکے گیا تھا کہ جلدی ھی گھر لوٹ آؤں گا تاکہ نیلی کو باھر گھمانے لے جاؤں۔ اتنی دیر کے لئے میں اسے گھر پر اکیلا چھوڑ گیا۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ واپسی پر گھر میں کیسی کاری ضرب میرے انتظار میں تھی۔ جلدی جلدی میں گھر آیا۔ دروازے پر کیا دیکھتا ھوں کہ چابی تالے کے باھر اٹکی ھوئی ھے۔ اندر قدم رکھا — سناٹا تھا۔ اندیشوں کے مارے میں دم بخود رہ گیا۔

---

* بڑے روزوں کا آخری ھفتہ۔ بڑے روزوں اور ایسٹر کا تعین قمری کیلنڈر کے مطابق ھوتا ھے اس لئے مختلف سالوں میں وہ مختلف وقت پر آتے ھیں۔ یہ تہوار موسم بہار میں پہلے پورے چاند کے بعد کے اتوار کو منایا جاتا ھے (پرانے کیلنڈر کے مطابق ۲۲ مارچ سے ۲۵ اپریل تک)۔ (ایڈیٹر)

میز پر ایک پرزہ نظر آیا جس پر پنسل سے بڑے بڑے ناھموار خط میں لکھا تھا:

''میں آپ کو چھوڑکر جا رہی ہوں اور اب آپ کے ھاں کبھی واپس نہ آؤں گی۔ لیکن آپ سے محبت بہت کرتی ہوں۔ آپ کی مخلص، نیلی۔''
میرے منہ سے وحشت کے مارے چیخ نکل گئی اور میں مکان سے باھر دوڑا۔

چوتھا باب

اس سے پہلے کہ میں سڑک پر پہنچ سکوں اور سوچ سکوں کہ اب کیا کرنا ہے، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک گھوڑا گاڑی آکے ھمارے دروازے کے پاس رکی۔ اس میں سے الکساندرا سیمیونوونا نیلی کا بازو تھامے ہوئے اتری۔ وہ اسے ایسی مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی گویا اسے خطرہ ہو کہ کہیں پھر وہ بھاگ نہ جائے۔ میں ان دونوں کی طرف لپکا۔
''نیلی یہ کیا حرکت ہے؟ تم کہاں چلی گئی تھیں۔ گئیں کیوں؟'' میں نے چیخ کر کہا۔
''ذرا صبر کیجئے۔ اتنا بےقرار ہونے کی ضرورت نہیں۔ اوپر چلیں پہلے۔ تب آپ سب سن لیں گے اس کے بارے میں'' الکساندرا سیمیونوونا ھڑبڑاکر بولی۔ ''میں جو آپ کو بتانےوالی ہوں ایوان پتروویچ'' انہوں نے راستے میں میرے کان میں جلدی جلدی کہا ''ایسی بات کہ آدمی تعجب میں رہ جائے... آئیے آپ کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔''
اس کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ کوئی بہت ھی اھم خبر لےکر آئی ہے۔
''جاؤ، چلو نیلی۔ تم جاکے ذرا لیٹ جاؤ'' الکساندرا سیمیونوونا نے کمرے میں داخل ہوتے ھی اس سے کہا۔ ''تم تھک گئی ہو، جانو۔ کوئی اتنی دور تک دوڑنا مذاق تو ہے نہیں اور وہ بھی بیماری کے بعد۔ لیٹ جاؤ پیاری، ذرا آرام کرلو۔ ھم ذرا دیر کو کمرے سے باھر جائیں گے، اس کے آرام میں خلل نہیں ڈالیں گے۔ اچھا ہے وہ ذرا سو لے۔''

اس نے مجھے آنکھ کا اشارہ کیا کہ اس کے پیچھے پیچھے باورچی‌خانے میں چلا آؤں ۔

مگر نیلی بستر پر لیٹی نہیں ۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور ھتھیلیوں میں منہ چھپا لیا ۔

ہم باورچی‌خانے میں چلے گئے اور الکساندرا سیمیونوونا نے اختصار سے بتانا شروع کیا کہ واقعہ کیا پیش آیا ۔ بعد میں مجھے اس کی تفصیلات معلوم ہوئیں ۔ واقعہ یوں پیش آیا تھا ۔

میری واپسی سے کوئی دو گھنٹے پہلے فلیٹ سے نکل کر اور میرے نام کا پرزہ چھوڑ کر، نیلی پہلے تو ڈاکٹر صاحب کے ھاں دوڑی گئی ۔ کسی نہ کسی طرح اس نے ھوشیاری کرکے ڈاکٹر کا پتہ پہلےھی معلوم کر رکھا تھا ۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ نیلی کو اپنے ھاں جو دیکھا تو وہ بالکل پتھرا گئے اور جب تک وہ وھاں رھی ''اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا،، ۔ ''اب تک مجھے اس کا یقین نہیں آتا ھے،، انہوں نے اپنا قصہ ختم کرتے ہوئے کہا ''بلکہ آئندہ بھی اس بات کا یقین نہ آئےگا،، ۔ پھر بھی نیلی ان کے گھر جا پہنچی تھی ۔ ڈاکٹر اطمینان سے اپنے مطالعے کے کمرے میں آرام کرسی پر بیٹھے گھر کا گون پہنے کافی پی رھے تھے کہ نیلی دوڑی ہوئی پہنچی اور ابھی وہ اپنے حواس بھی نہ ٹھیک کر پائے تھے کہ ان کی گردن سے لپٹ گئی ۔ وہ رو رھی تھی، ان سے لپٹی چمٹی، پیار کیا، ھاتھوں کو چوما اور بےقراری سے ٹوٹے پھوٹے جملوں میں ان سے التجا کرنے لگی کہ اپنے ھاں مجھے رکھ لیجئے ۔ اور میں اب ان کے ھاں کسی صورت سے نہیں رہ سکتی، اسی لئے گھر چھوڑ کر چلی آئی ہوں ۔ اس نے کہا کہ وہ دکھیا ھے ۔ اب ان پر کبھی نہیں ھنسےگی اور نہ نئی نئی فراکوں کا ذکر چھیڑےگی بلکہ ٹھیک طرح شرافت سے پیش آئےگی، لکھے پڑھےگی اور اتنا ھنر سیکھ لےگی کہ ان کی ''قمیص کا اگلا دامن دھو سکے اور اسے استری کر سکے،، (معلوم ہوتا ھے کہ نیلی نے اپنا بیان یا تو راستے میں ذھن‌نشین کر لیا ہوگا یا پہلے ھی سے تیار کر رکھا ہوگا) اور اس کے علاوہ یہ بھی وعدہ کرتی ھے کہ وہ ان کا ھر ایک حکم بجا لائےگی اور اگر یہی منشا ہو تو روزانہ دوا پیا کرےگی ۔ اور پہلے جو وہ ان سے شادی کرنے کی بات کیا کرتی تھی، یہ محض ایک مذاق تھا ۔ اس کا ایسا کوئی

ارادہ نہیں ہے۔ بیچارہ بوڑھا جرمن ایسا سکتے میں پڑا کہ منہ کھولے اور ہاتھ اوپر کو اٹھائے بیٹھا رہا، اور اس کے ہاتھ میں جو سگار تھا وہ سلگ سلگ کر ختم ہو گیا۔

''صاحب زادی،، آخر ڈاکٹر صاحب نے بمشکل قوت گویائی سے کام لیتے ہوئے کہا ''جہاں تک میں تمہاری بات سمجھ سکا ہوں، تمہاری خواہش یہ ہے کہ اپنے گھر میں تمہیں کوئی مناسب جگہ دے دوں۔ مگر یہ — ناممکن ہے کیونکہ جیسا کہ تم پر ظاہر ہے، میں بہت تنگی میں ہوں اور میری آمدنی معقول نہیں ہے... اور پھر بےسوچے سمجھے اس طرح ایک دم سے ایسی حرکت کر ڈالنا... نہایت واہیات بات ہے! اور پھر یہ بھی ہے کہ جہاں تک میرا قیاس ہے، تم گھر سے بھاگ کر آئی ہو۔ یہ قابل ملامت بات ہے۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں صرف اس قدر اجازت دی تھی کہ جب موسم اچھا ہو تو اپنے کرم‌فرما کے ساتھ تھوڑی دیر کو کھلی ہوا میں گھوم پھر لیا کرو۔ اور تم ہو کہ انہیں چھوڑ چھاڑکے نکل کھڑی ہوئیں اور بھاگی ہوئی میرے پاس آئی ہو، جبکہ تمہیں اپنی تندرستی کا خاص خیال رکھنا چاہئے تھا... اور دوا پینی چاہئے تھی... اور پھر اصل بات یہ... دراصل یہ کہ... میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے...،،

نیلی نے انہیں بات پوری نہیں کرنے دی اور رونے لگی۔ روتے روتے اس نے پھر التجا کی مگر سب بےسود۔ بڑے میاں اور بھی زیادہ حواس‌باختہ ہوتے گئے اور سوچ سمجھ ان کا ساتھ چھوڑتی چلی گئی۔ آخر میں نیلی نے ان کو چھوڑا اور ''اف خدایا!،، کی صدا لگاکر کمرے سے نکل بھاگی۔ ''اس روز تمام دن میری طبیعت خراب رہی،، بڑے میاں نے قصہ سناتے ہوئے آخر میں کہا۔ ''اور میں نے رات کو سونے سے پہلے جوشاندہ پیا...،،

وہاں سے نیلی دوڑی ہوئی مسلوبویف کے ہاں پہنچی۔ اس نے پہلے سے ہی یہاں کا پتہ بھی معلوم کر رکھا تھا اور سراغ نکال ہی لیا، اگرچہ اس میں دشواری ہوئی۔ اس وقت مسلوبویف گھر پر موجود تھا۔ الکساندرا سیمیونوونا ھکی بکی رہ گئی جب اس نے نیلی کی یہ التجا سنی کہ اسے وہ لوگ اپنے گھر میں رکھ لیں۔ اس نے پوچھا کہ آخر تمہیں ایسی کیا بےتابی ہے؟ کیا گڑبڑ ہو گئی اور میرے ھاں اسے کیا دکھ ہے؟ تو اس نے کوئی

واب نہ دیا بلکہ سبکیاں بھرتی ہوئی کرسی میں ڈھے گئی۔
کساندرا سیمیونوونا کا بیان ہے کہ ''وہ ایسی پھوٹ پھوٹ کے تڑپ
ڑپ کے روئی کہ مجھے ڈر لگا جیسے روتے روتے جان دے دے گی،،۔
لی کی التجا تھی کہ اسے وہ لوگ اپنے ہاں چاہے نوکرانی بنا کر رکھ
ں چاہے باورچن کی حیثیت سے۔ کہنے لگی کہ میں فرش دھویا
کروں گی اور کپڑے دھونا سیکھ لوں گی (کپڑے دھونے کے کام
ر اسے خاص تکیہ تھا اور کسی خاص وجہ سے وہ سمجھتی تھی
کہ کپڑے دھونے کی خدمت کا لالچ دے کر وہ لوگوں کو
س پر آمادہ کر سکتی ہے کہ وہ اسے اپنے ہاں رکھ لیں)۔ الکساندرا
یمیونوونا کو خیال آیا کہ نیلی کو تب تک کے لئے رکھ لیا
بائے جب تک کہ یہ معاملہ صاف نہ ہو جائے اور اس درمیان
یں مجھے اس کی اطلاع دے دی جائے۔ مگر فلپ فلیپچ نے سختی
ے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس بھگوڑی کو ابھی فوراً میرے
ہاں پہنچایا جائے۔ راستے بھر الکساندرا سیمیونوونا اسے پیار کرتی،
لے لگاتی ہوئی آئی لیکن اس سے نیلی اور بھی پھوٹ پھوٹ کے
ونے لگتی۔ اس کی حالت دیکھ کر الکساندرا سیمیونوونا کو بھی
ونا آ گیا۔ چنانچہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی دونوں راستے بھر روتی
ہیں۔

''مگر آخر کیوں نیلی تم ان کے ساتھ رہنا کیوں نہیں چاہتی
ہو؟ کیا وہ تمہارے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آتے یا کیا بات
ہے؟،، الکساندرا سیمیونوونا نے پوچھا اور خود ان کے گالوں پر
نسو جاری تھے۔

''نہیں...،،

''تو پھر کیا وجہ ہے؟،،

''کوئی وجہ نہیں۔ بس میں ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی...
میں نہیں رہ سکتی۔ ویسے تو میں ان کے ساتھ بہت پاجی پن کرتی
رہی اور یہ الٹا مجھ سے اچھا سلوک کرتے رہے... مگر آپ کے
ساتھ ہوں گی تو پاجی پن یا زیادتی نہیں کروں گی۔ میں کام کروں گی،،
اس نے کہا اور جیسے اس پر سبکیوں کا دورہ پڑا ہوا ہو۔

''تم ان کے ساتھ پاجی پن کیوں کرتی رہیں، نیلی؟،،

''بس یوں ہی...،،

''صرف اتنی ہی بات اس کے منہ سے نکلی ہے،، الکساندرا

سیمیونوونا نے بات پوری کرتے ہوئے کہا اور آنسو پونچھ ڈالے۔
''یہ ایسی غمزدہ کیوں ہے؟ کہیں یہ بھی دورہ تو نہیں پڑا؟ کیا خیال ہے آپ کا، ایوان پترووچ؟،،
ہم دونوں نیلی کے پاس پہنچے۔ وہ تکیے میں ہتھیلیوں سے منہ ڈھانپے پڑی تھی اور رو رہی تھی۔ میں اس کے پاس گھٹنوں کے بل جھکا، اس کے ہاتھ تھامے اور انہیں چومنے لگا۔ اس نے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑا لئے اور پہلے سے بھی زیادہ تڑپ کر رونے لگی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہوں تو کیا کہوں۔ اسی وقت بڑے میاں اخمنیف آ پہنچے۔
''میں تمہارے پاس کام سے آیا ہوں، ایوان، کہو کیا حال ہے؟،، انہوں نے ہم سب کو حیرت کی نظر سے بغور دیکھتے ہوئے اور مجھے اس حالت میں کہ گھٹنوں کے بل جھکا ہوا ہوں، سخت تعجب سے تکتے ہوئے کہا۔
ادھر کچھ عرصے سے بڑے میاں بیمار تھے۔ پیلے پڑ گئے تھے اور سوکھ گئے تھے۔ مگر ایسے جیسے کسی کے خلاف سرکشی سے کام لے رہے ہوں انہوں نے بیماری کی کچھ پروا نہ کی اور آننا اندریئونا کی ہدایات اور کہنے سننے کو بھی ایک طرف جھٹک دیا۔ حسب معمول روزانہ اپنے کام سے باہر جاتے رہے اور بستر پر بیمار بن کر نہیں لیٹے۔
''اچھا فی الحال رخصت،، الکساندرا سیمیونوونا نے بڑے میاں پر تیکھی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ ''فلپ فلیپچ نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے آ جاؤں۔ ہمیں کچھ مصروفیت ہے۔ لیکن شام ہوتے، کوئی دن چھپے میں ادھر ہوتی جاؤں گی اور گھنٹے دو گھنٹے ٹھیروں گی بھی۔،،
''یہ کون تھی؟،، بڑے میاں نے آہستہ سے پوچھا اور ظاہر تھا کہ ان کا دھیان کسی اور طرف بٹا ہوا ہے۔ میں نے بیان کر دیا۔
''ہونہہ۔ تو بھئی ایوان، میں کام سے آیا ہوں...،،
مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ یہ کام کیا ہوگا اور ان کی آمد کی توقع بھی تھی۔ وہ اس لئے آئے تھے کہ مجھ سے اور نیلی سے بات کریں اور اس سے کہیں کہ ان کے یہاں رہنے کو رضامند ہو جائے۔ بالآخر آننا اندریئونا آمادہ ہو گئی ہیں کہ اس یتیم

چی کو اپنے هاں رکھ لیں۔ یہ نتیجہ نکلا تھا هماری ڈھکی چھپی
تچیت کا — میں نے بڑی بی کو یہ پٹی پڑھا کر راضی کر لیا
ھا کہ جب ایسی بچی نگاہ کے سامنے رہےگی جس کی ماں کو اس
کے سخت گیر باپ نے عاق کر دیا تھا، تو اس سے بڑے میاں کا
ل ضرور پگھل جائےگا۔ میں نے آننا اندریئونا کے سامنے اس خوبی
سے نقشہ کھینچا کہ وہ خود هی اس کی حامی هو گئیں اور شوهر
کے سر هو گئیں کہ یتیم بچی کو گود لے لیا جائے۔ بڑے میاں
ذات خود دل سے یہی چاهتے تھے۔ اول تو اپنی آننا اندریئونا کی
خوشی انہیں مدنظر تھی اور پھر اس کے علاوہ ان کی اپنی نیت
ھی یہی کچھ تھی... لیکن یہ سب قصہ بعد میں بیان کروں گا...
میں پہلے ذکر کر چکا هوں کہ بڑے میاں کی پہلی آمد کے
وقت سے هی نیلی کو ان سے چڑ هو گئی تھی۔ بعد میں مجھے
یسا نظر پڑا کہ جب کبھی اخمنیف کا نام نیلی کی موجودگی میں
یا جاتا تو اس کے چہرے پر نفرت کا سا شرارہ چمکتا تھا۔ بڑے
میاں نے ادھر ادھر کی بات کئے بغیر سیدھے سیدھے مطلب کی
بات چھیڑ دی۔ وہ منہ اٹھائے نیلی کے پاس گئے جو ابھی تک
نکیے میں منہ چھپائے پڑی تھی اور اس کا هاتھ اپنے هاتھوں میں
لے کر پوچھنے لگے کہ کیا وہ ان کے هاں چلنا اور وهیں رهنا اور
بیٹی کی جگہ رهنا پسند کرےگی؟
''میری ایک بیٹی تھی۔ میں اسے اپنے سے زیادہ چاهتا تھا،،
بڑے میاں نے بات مختصر کردی۔ ''مگر اب وہ میرے پاس نہیں
هے۔ مر چکی۔ کیا تم پسند کروگی کہ اس کی جگہ لے لو، گھر
میں اور... میرے دل میں بھی؟،،
یہ کہتے کہتے ان کی بخار سے تپتی هوئی خشک آنکھوں میں
آنسو کی بوند چھلک آئی۔
''نہیں، میں نہیں چاهتی،، نیلی نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔
''مگر میری بچی، کیوں نہیں؟ تمہارا دنیا میں کوئی نہیں۔
ایوان همیشہ تو تمہیں اپنے هاں رکھنے سے رهے۔ اور میرے
ساتھ تم ایسے هی رهوگی جیسے خود اپنے گھر میں۔،،
''میں یہ نہیں چاهتی کیونکہ آپ بدمزاج آدمی هیں۔ جی هاں،
بدمزاج، بالکل بدمزاج!،، اس نے اپنا سر اٹھا کر اور بستر پر بڑے
میاں کے سامنے بیٹھ کر دھڑلے سے کہا۔ ''میں خود بھی بدمزاج

ھوں اور سب سے بڑھ کے بدمزاج ھوں مگر آپ مجھ سے بھی بدتر ھیں!''

یہ کہتے ھوئے نیلی کے چہرے پر ھوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں شرارے بھر گئے۔ یہاں تک کہ اس کے لرزتے ھوئے ھونٹ پیلے پڑے اور کسی زبردست جذبے کی شدت سے بڑے بڑے میاں حواس باختہ ھو کر اسے دیکھتے رہ گئے۔

''جی ھاں، مجھ سے بھی زیادہ بدمزاج، کیونکہ آپ اپنی بیٹی کا قصور معاف کرنے کو تیار نہیں۔ آپ اسے بالکل دل سے نکال دینا اور دوسری لڑکی کو لے لینا چاھتے ھیں۔ مگر بھلا آپ اپنی اولاد کو کیسے بھول جائیں گے؟ کیا آپ سمجھتے ھیں کہ مجھ سے محبت کرنے لگیں گے؟ نہیں۔ جب بھی آپ مجھے دیکھیں گے آپ کو یاد آئے گا کہ میں اجنبی ھوں اور آپ کی جو اپنی بیٹی تھی اسے آپ دل سے نکال چکے ھیں کیونکہ آپ بے درد آدمی ھیں۔ اور میں بے درد آدمی کے پاس نہیں رھنا چاھتی۔ نہیں — میں نہیں چاھتی!'' نیلی نے سبک سبک کر بات پوری کی اور اسی کے ساتھ مجھ پر اڑتی ھوئی نگاہ ڈالی۔

''پرسوں ایسٹر کا تہوار ھے۔ سب ایک دوسرے کو پیار کریں گے، گلے لگائیں گے... جھگڑے قصے چکائیں گے اور خطا قصور معاف کرائے جائیں گے... مجھے خبر ھے... مگر آپ، صرف آپ... اوہ، بے درد آدمی! دور ھو جائیے!''

وہ آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ اس نے پہلے سے ھی یہ تقریر تیار کر رکھی ھوگی اور اسے زبانی یاد کر لیا ھوگا کہ اگر بڑے میاں نے پھر سوال کیا تو یہ جواب دوں گی۔ اس تقریر کا اثر ھوا۔ بڑے میاں کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور صورت سے معلوم ھوتا تھا کہ دل میں درد اٹھ رھا ھے۔

''کیونکر آخر — کیا وجہ کہ سب کو میری فکر ستا رھی ھے؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے نہیں چاھئے یہ!'' نیلی ایک دم چیخ پڑی اور جیسے طیش میں بھر کر بولی۔ ''میں جاؤں گی اور بھیک مانگ لوں گی!''

''نیلی یہ کیا حرکت ھے؟ نیلی پیاری!'' میں بے اختیار چلایا لیکن میری چلاھٹ نے آگ پر تیل کا کام کیا۔

''ھاں، ھاں، میں سڑک پر بھیک مانگنے نکل جاؤں گی مگر

یہاں نہیں ٹھیروں گی،، اس نے روتے ہوئے چیخ کر کہا۔ ''میری ماں نے بھی سڑک پر بھیک مانگی اور مرتے وقت انہوں نے مجھ سے یہی کہا تھا: غریب ہو جانا، بھیک مانگ لینا اس سے بہتر ہے کہ... بھیک مانگنے میں کیا شرم کی بات! میں کوئی ایک آدمی سے تو مانگ نہیں رہی ہوں، سبھی سے مانگ رہی ہوں اور سب آدمی کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ کسی ایک آدمی سے مانگنا شرم کی بات ہے، مگر سب سے مانگنے میں شرم کی کیا بات۔ ایک بھکارن نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ میں بچی ہوں، روپیہ کمانے کی میرے پاس کوئی سبیل نہیں ہے۔ اسی لئے سب سے بھیک مانگتی ہوں۔ میں یہاں ٹھیروں گی نہیں۔ ہرگز نہیں ٹھیروں گی۔ ہرگز نہیں۔ میں بدمزاج ہوں، ہاں ہوں بدمزاج، بڑی بدمزاج۔ لو، میں ایسی ہوں!،،

ایک دم نیلی نے میز پر سے پیالی مضبوطی سے پکڑ کر اٹھائی اور فرش پر پٹخ دی۔

''یہ لیجئے ٹوٹ گئی،، اس نے میری طرف اکڑ کر فتح مندی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بس دو ہی پیالیاں ہیں گھر میں، اب دوسری کو بھی توڑ ڈالوں گی... پھر دیکھوں آپ چائے کیسے پیئیں گے؟،،

معلوم ہوتا تھا کہ وہ طیش کی گرفت میں ہے اور گویا اسی غیظ و غضب میں اسے لطف آ رہا ہے۔ ایسا تھا کہ خود اسے احساس تو ہے کہ یہ حرکت شرمناک اور بےہودہ ہے مگر اسی کے ساتھ خود کو اور زیادہ توڑ پھوڑ پر اکسا رہی ہے۔

''بیمار ہے یہ لڑکی، وانیا، بس اتنی بات ہے،، بڑے میاں اخمنیف نے کہا۔ ''یا پھر... یا یہ کہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر یہ ہے کس قسم کی لڑکی۔ اچھا رخصت!،،

انہوں نے ٹوپی اٹھائی اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔ وہ مردہ سے لگ رہے تھے۔ نیلی نے بہت بری طرح ان کی توہین کی تھی۔ میرے اندر ہر شے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

''تم نے ان کے ساتھ اس قدر زیادتی کیسے کی، نیلی!،، جب ہم دونوں رہ گئے تو میں نے چیخ کر کہا۔ ''تمہیں شرم نہیں آتی؟ شرم نہیں آتی تمہیں؟ نہیں۔ تم اچھی لڑکی نہیں ہو۔ واقعی تم بدذات ہو!،، اور جیسے میں کھڑا تھا ٹوپی پہنے بغیر ویسے ہی

بڑے میاں کے پیچھے پیچھے لپکا۔ میں چاھتا تھا کہ انہیں بڑے دروازے تک پہنچا آؤں اور دو حرف تسلی کے کہہ دوں۔ جب میں لپکا ھوا زینے کے نیچے پہنچا ھوں تو ایسا لگ رھا تھا جیسے میری آنکھوں کے سامنے نیلی کا چہرہ ھے جو میری ڈانٹ پھٹکار سے بہت بری طرح سفید پڑ گیا ھے۔

میں نے دوڑکر بڑے میاں کو جا لیا۔

"بیچاری لڑکی ستائی ھوئی ھے اور خود اس کے بہت دکھ درد ھیں۔ میری بات کا یقین کرنا، ایوان، اور میں اس سے اپنا دکھڑا لےکر بیٹھ گیا،" انھوں نے تلخ مسکراھٹ کے ساتھ کہا۔ "میں نے اس کا زخم دکھا دیا۔ لوگ کہتے ھیں کہ پیٹ‌بھرا آدمی بھوکے کو نہیں سمجھ سکتا، میں کہوں‌گا کہ بھوکا بھی ھمیشہ بھوکے کی نہیں سمجھ پاتا۔ اچھا، رخصت، خدا حافظ!"

میں ان کی تسکین کی خاطر کوئی اور بات چھیڑ ھی دی مگر بڑے میاں نے انکار میں ھاتھ ھلا دیا۔

"تم مجھے تسلی دینے کی کوشش نہ کرو۔ بہتر ھے کہ اس پر نظر رکھو کہ وہ، تمہاری لڑکی تمہیں چھوڑکر کہیں بھاگ نہ لے۔ دیکھنے میں لگتا ھے کہ وہ بھاگ جائےگی،" انھوں نے ذرا خفگی سے کہا اور جلدی جلدی قدم بڑھاتے ھوئے چل دئے۔ جاتے ھوئے وہ اپنی چھڑی گھما رھے تھے اور اسے فٹ‌پاتھ پر پٹک رھے تھے۔

ان کو گمان بھی نہ تھا کہ یہ کوئی پیغمبرانہ پیش‌گوئی نکلےگی۔

مجھ پر کیا گزری ھے جب اپنے کمرے پر واپس آکر پھٹی پھٹی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ نیلی وھاں سے چمپت ھو چکی تھی! میں دروازے کے باھر گیا، سیڑھیوں پر اس کی تلاش کی، آوازیں دیں، یہاں تک کہ پڑوسی کے دروازے کھٹکھٹائے اور ان سے نیلی کے بارے میں پوچھا، مگر بےسود۔ یقین نہیں آ رھا تھا کہ وہ پھر بھاگ گئی۔ آخر کدھر سے بھاگ سکتی تھی؟ صرف ایک ھی تو پھاٹک تھا۔ جب میں بڑے میاں سے بات کر رھا تھا تو اسے ناگزیر طور پر ھم لوگوں کے برابر سے کھسک کر جانا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ پہلے وہ گھر سے نکل‌کر زینے پر کہیں چھپ گئی ھوگی اور

ب میں واپس آ گیا تو وہاں سے کھسک گئی تاکہ میرا سامنا
ہ ہو جائے۔ بہرحال کچھ بھی ہو — اتنی دیر میں بہت دور
بانے سے رہی۔
سخت فکر و تردد میں مبتلا میں اس کی تلاش میں پھر نکلا
ور جان بوجھ کر کمرہ کھلا چھوڑ دیا۔
اول تو میں سیدھا مسلوبویف کے ہاں پہنچا۔ وہاں دونوں
یں سے کوئی موجود نہ تھا۔ یہاں میں نے ایک پرزہ چھوڑا اور
کھ دیا کہ ایسی مصیبت پھر آ پڑی ہے اور التجا کی کہ
گر نیلی آپ کے ہاں آ جائے تو فوراً ہی مجھے اس کی خبر کرا
یجئے۔ یہاں سے ڈاکٹر کے گھر گیا۔ وہ بھی گھر پر موجود
ہ تھے۔ نوکرانی نے بتایا کہ نیلی یہاں صرف ایک ہی بار آئی
ھی صبح کے وقت۔ اب کیا کروں؟ میں سیدھا ببنووا کے مکان کی
لرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر مجھے کفن دفن کرنے والے
ی بیوی کی زبانی پتہ چلا کہ مالکہ مکان کو دو دن سے کسی
نا پر پولیس نے حوالات میں رکھا ہے اور اس خاص واقعے کے دن
سے آج تک نیلی کو یہاں پھر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ تھکاماندہ
ےدم ہوکر میں پھر مسلوبویف کے ہاں واپس پہنچا۔ یہاں وہی
سورت باقی تھی۔ گھر پر کوئی نہیں آیا تھا اور نہ خود مالک
کان واپس آئے تھے۔ میز پر میرا پرزہ جوں کا توں دھرا تھا۔
ب کیا کروں؟
جب میں رات گئے اپنے گھر کی طرف واپس آ رہا تھا تو غم
سے ادھ موا ہو چکا تھا۔ مجھے اس روز شام کے وقت نتاشا کے ہاں
جانا چاہئے تھا۔ اس نے خود صبح کو مجھ سے کہا تھا۔ لیکن
سارا دن ہو گیا اور میرے منہ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا تھا۔
یلی کی فکر نے ساری روح کو کھولا رکھا تھا۔ ”اس کے معنی
کیا ہیں؟“ میں نے اپنے جی میں سوچا۔ ”یہ کہیں اس کی بیماری
کوئی عجیب رنگ تو نہیں لائی؟ کہیں یہ تو نہیں کہ وہ پاگل
ہو گئی ہو یا ممکن ہے پاگل ہوتی جا رہی ہو؟ توبہ ہے۔ اب
ہوگی کہاں وہ۔ کس جگہ تلاش کروں؟“
ابھی اپنے جی میں بمشکل یہ کہا ہی ہوگا کہ ایک دم نیلی
پر میری نظر پڑی — وہ واسی لیفسکی پل پر مجھ سے چند قدم دور
موجود تھی۔ وہاں بجلی کے کھمبے کے نیچے کھڑی تھی۔ اس

نے مجھے نہیں دیکھا ۔ اس کی طرف دوڑنے کو قدم اٹھانے ہی وا
تھا کہ میں نے ضبط سے کام لیا ۔ ''بھلا یہاں کھڑی ہوئی کی
کرتی ہے یہ؟،، میں نے سوچا اور اب یقین تھا کہ اگر وہ بھاگ
بھی تو مجھ سے بھاگ نہیں سکتی ۔ میں نے طے کیا کہ ٹھیر کر
ذرا دیکھوں تو ۔ دس ایک منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ وہیں ایک
جگہ جمی رہی اور آتے جاتوں کو دیکھتی رہی ۔ آخر ایک خوش پوش
عمررسیدہ جنٹلمین اس کے نزدیک سے گزرنے لگا تو نیلی اس کی طرف
بڑھی ۔ اس شخص نے رکے بغیر جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ
نکال کر اسے دے دیا ۔ نیلی نے شکریے میں سر جھکایا ۔ میں بیان
نہیں کر سکتا کہ اس لمحے میری کیا حالت ہوئی ہے ۔ دل مسوس کر
رہ گیا جیسے کوئی قیمتی شے، جسے میں نے اتنا عزیز رکھا ہو
اتنا چاہا ہو، جو مجھے اتنی پیاری ہو، اسے اٹھا کر پھینک دیا
گیا اور کیچڑ میں عین میری نظر کے سامنے پیروں سے کچلا گیا ہو ۔
مجھے محسوس ہوا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں ۔

جی ہاں، بیچاری نیلی کے حال پر آنسو، اگرچہ اسی کے ساتھ
مجھے ناقابل برداشت نفرت بھی محسوس ہو رہی تھی: کہ وہ
مجبوری سے بھیک نہیں مانگ رہی ہے، اس لئے نہیں کہ اس سے
کسی نے منہ موڑ لیا ہو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہو ۔
وہ بےدرد ظالموں کے پنجے سے نکل کر نہیں بھاگی تھی بلکہ ان
کو چھوڑ کر بھاگی تھی جو اس سے محبت کرتے تھے اور اس کی
قدر کرتے تھے ۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے کارناموں سے کسی
کو حیرت‌زدہ کر دینا یا جھنجھوڑ دینا چاہتی ہو، جیسے وہ کسی
کے آگے دکھاوا کر رہی ہو! مگر اس کے سینے کے اندر کوئی
پوشیدہ چیز پک رہی تھی... ہاں، تو اخمنیف نے ٹھیک کہا
تھا ۔ اس کے ساتھ زیادتیاں ہوئی تھیں، اس کے دل میں زخم پڑ
گئے تھے جو بھرنے‌والے نہیں تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ جان
بوجھ کر اپنے زخموں کو کریدنے کی کوشش کر رہی ہے، انہیں
بڑھا رہی ہے اپنے عجیب و غریب رویے سے اور اس بات سے کہ
ہم میں سے کسی پر اسے اعتبار نہیں، یعنی اگر کہا جا سکے
تو یوں کہوں کہ وہ اپنے دکھ سے لطف‌اندوز ہوتی تھی اور
اس سے ستم‌زدہ خودپسندی کو تسکین ملتی تھی ۔ اپنے دکھ کو
کریدنا، اسے تازہ کرنا اور اس سے لطف لینا ایسی بات ہے جیسے

میں سمجھ سکتا ہوں — بہت سے ایسے لوگ جن کی تذلیل کی گئی ہے، جن پر زیادتیاں کی گئیں، جنہیں قسمت نے ستایا، اور جو دل میں مانتے ہیں کہ تقدیر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی، انصاف نہیں کیا، انہیں اپنی اذیتوں کو بڑھانے میں لطف آتا ہے۔ مگر ہماری طرف سے کون سی زیادتی ہوئی تھی جس کی نیلی شکایت کر سکتی؟ یہاں تو صورت یہ تھی گویا وہ ہمیں اپنی بالک‌ہٹ اور شرارتوں سے اور دیوانہ‌وار حرکتوں سے سہما دینا چاہتی تھی، جیسے وہ یہ سب کچھ واقعی ہمارے دکھاوے کو کرتی رہی تھی... مگر نہیں! اب وہ اکیلی تھی۔ ہم میں سے کوئی دیکھنے‌والا نہ تھا کہ نیلی بھیک مانگ رہی ہے۔ کیا اسے بھیک مانگنے میں کوئی خاص لطف آ رہا ہے اس لئے مانگ رہی ہے؟ مانگ ہی کیوں رہی ہے؟ اسے روپے کی کیا ضرورت ہے؟

خیرات لینے کے بعد وہ پل سے چل دی اور ایک دکان کی جگمگاتی ہوئی کھڑکی کے سامنے پہنچی۔ یہاں اس نے اپنی آمدنی گننی شروع کی۔ میں اس سے کوئی بارہ قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ نیلی کے ہاتھ اچھی خاصی رقم آ چکی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ صبح سے بھیک مانگتی رہی ہے۔ سارے پیسے مٹھی میں دبا کر اس نے سڑک پار کی اور ایک چھوٹی سی دکان میں داخل ہو گئی۔ میں فوراً اس دکان کے دروازے کی طرف لپکا۔ دروازہ چوپٹ کھلا تھا، میں نے نظر دوڑائی کہ دیکھوں وہاں وہ کر کیا رہی ہے؟

دیکھا کہ اس نے کاؤنٹر پر پیسے رکھ دئے اور ایک پیالی اس کے حوالے کی گئی، بالکل سادہ سی چائے کی پیالی، قریب قریب ویسی ہی جیسی اس نے صبح غصے میں توڑ دی تھی اخمنیف کو اور مجھے دکھانے کے لئے کہ میں بدمزاج، بدذات لڑکی ہوں۔ پیالی کی قیمت پندرہ کوپک کے قریب ہوگی، ممکن ہے اس سے بھی کم ہو۔ دکاندار نے پیالی ایک کاغذ میں لپیٹ کر، باندھ کر نیلی کے حوالے کر دی، اور وہ اطمینان کی کیفیت چہرے پر لئے ہوئے دکان سے نکل گئی۔

''نیلی!،، میں نے زور سے پکارا جب وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ ''نیلی!،،

وہ چونک پڑی، مجھ پر نظر ڈالی۔ پیالی اس کے ہاتھ سے وہیں

چھوٹ گئی اور فٹ پاتھ پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ نیلی کے چہرے پر ہلدی پھری ہوئی تھی، مگر جب اس نے مجھے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ میں سب کچھ دیکھ اور سمجھ چکا ہوں، تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا، جس پر ناقابل برداشت اور دردناک شرم لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور گھر کی طرف لے کر چلا۔ بہت دور جانا نہیں تھا۔ راستے میں ہم نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔ گھر پہنچ کر میں تو بیٹھ گیا اور نیلی میرے سامنے کھڑی رہی، ادھیڑبن اور پریشانی میں مبتلا، پہلے کی طرح زرد پڑی ہوئی، آنکھیں زمین پر گڑی ہوئیں۔ اس نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا تک نہیں۔

"نیلی، تم بھیک مانگ رہی تھیں؟"

"جی ہاں" نیلی نے گویا زیرلب کہا اور اس کا سر اور بھی جھک گیا۔

"تمہیں روپے کی اس لئے ضرورت تھی کہ بدلے کی پیالی خرید سکو جیسی تم نے صبح توڑی تھی؟"

"جی ہاں..."

"مگر میں نے کیا تمہیں برا بھلا کہا تھا، کیا پیالی پر تمہیں ڈانٹا پھٹکارا تھا؟ نیلی، تم خود دیکھ سکتی ہو کہ تمہاری اس حرکت میں کس قدر گری ہوئی بات، کتنی بدذاتی پائی جاتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ تمہیں شرم نہیں آتی اس پر؟ نہیں آتی کیا..."

"آتی ہے..." اس نے ایسی نحیف آواز میں کہا جو بمشکل سنائی دیتی تھی اور گالوں پر ایک آنسو بہہ نکلا۔

"شرم کی بات..." میں نے دھرایا۔ "نیلی میری عزیز، اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو مجھے معاف کر دو، اور آؤ، ہم پھر مل جائیں۔"

اس نے میری طرف دیکھا، آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور وہ دوڑ کر میرے سینے سے چمٹ گئی۔

عین اسی لمحے الکساندرا سیمیونوونا ہمارے ہاں پہنچی۔

"یہ کیا؟ گھر پر موجود ہے یہ تو، پھر؟ اوہ، نیلی، نیلی، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ خیر، اچھا ہوا کہ وہ گھر پر تو موجود ہے... ایوان پتروویچ، آپ کو نیلی کہاں ملی؟"

میں نے اشارے سے الکساندرا سیمیونوونا کو منع کر دیا کہ وہ پوچھ گچھ نہ کریں اور وہ میری بات سمجھ گئیں۔ میں پیار کے ساتھ نیلی سے رخصت ہوا۔ وہ ابھی تک پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، اور رحمدل الکساندرا سیمیونوونا کو اس پر راضی کیا کہ جب تک میں باہر ہوکر آؤں وہ نیلی کے پاس ٹھیری رہیں۔ دوڑا ہوا میں نتاشا کی طرف روانہ ہوا۔ دیر ہو گئی تھی اس لئے مجھے جلدی تھی۔

اس رات ہماری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا — نتاشا کو اور مجھے بہت سی باتیں کرنی تھیں، تاہم نیلی کے بارے میں مختصر لفظوں میں جتنی تفصیلات تھیں، میں نے نتاشا کو سنا دیں۔ اس قصے سے اسے بڑی دلچسپی ہوئی اور بہت حیرانی بھی۔

''جانتے ہو کیا بات ہے، وانیا؟'' نتاشا نے لمحہ بھر سوچ کر کہا۔ ''میں جانوں وہ تم سے محبت کرتی ہے۔''

''کیا مطلب... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' میں نے حیرت‌زدہ ہوکر پوچھا۔

''ہاں، یہ محبت کی ابتدا ہے، واقعی عورت کی محبت کی ابتدا...''

''کیا فضول بات کرتی ہو، نتاشا! دیکھتی ہو وہ ابھی بچی ہے!''

''ایسی بچی جس کی عمر چودہ برس کی ہونے‌والی ہے۔ اسے جھنجھلاہٹ اس بات کی ہے کہ تم اس کی محبت کو سمجھ نہیں پاتے۔ بلکہ غالباً وہ خود بھی اپنے آپ کو ٹھیک طرح نہیں سمجھ رہی ہے۔ یہ جھنجھلاہٹ اور تلخی وہ ہے جس میں بہت کچھ تو بچپنا ہے مگر ہے سنجیدہ اور اسی لئے وہ دکھ بھری ہے۔ سب سے بڑھ‌کر یہ کہ اسے مجھ سے رقابت ہونے لگی۔ تم مجھے اس قدر چاہتے ہو کہ مجھے یقین ہے کہ جب تم گھر پر ہوتے ہوگے تب بھی میری فکر کرتے ہوگے، میرا خیال اور میری ہی باتیں کرتے ہوگے۔ چنانچہ تم اس کی طرف خاص دھیان نہیں دیتے۔ اس نے یہ بات نوٹ کر لی ہے اور وہی اسے کھٹکتی رہتی ہے۔ شاید وہ تم سے باتیں کرنا چاہتی ہے، تمہارے سامنے اپنا دل کھول کے رکھنا چاہتی ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی سبیل کیا ہو، اسے شرم لگتی ہے اور خود اپنے دل کی حالت سمجھ میں نہیں آتی۔ شاید وہ موقع کے انتظار میں رہتی ہے اور تم بجائے اس کے

کہ وہ موقع قریب لاؤ، اس سے کٹے کٹے رہتے ہو، میرے پاس دوڑ دوڑ کے آتے ہو، یہاں تک کہ جب وہ بیمار پڑی تھی تب بھی تم آخر میں اسے سارے سارے دن اکیلا چھوڑکر چلے جاتے تھے۔ یہ رونا اسی بات کا ہے۔ وہ تمہیں اپنے قریب نہیں پاتی اور جو چیز اسے سب سے زیادہ دکھ دیتی ہے وہ یہ کہ تم اسے محسوس تک نہیں کرتے۔ اور اس وقت بھی، ایسے خاص وقت میں تم اسے میری خاطر اکیلا چھوڑکر چلے آئے۔ اب کیا ہوگا، اس صدمے سے، وہ کل پھر بیمار ہو جائےگی۔ تم اسے چھوڑکر آئے کیسے؟ جاؤ، واپس جاؤ، فوراً...''

''میں اسے چھوڑکر نہ آتا مگر...''

''ہاں، ہاں، میں سمجھتی ہوں یہ بات۔ میں نے ہی آنے کو کہا تھا۔ مگر اب جاؤ۔''

''میں چلا تو جاؤں‌گا خیر، مگر جو کچھ تم نے کہا اس کے ایک لفظ کا بھی یقین نہیں۔''

''کیونکہ یہ اور لوگوں کے معاملے سے اس قدر مختلف ہے۔ اس کے تمام واقعات کی کڑیوں کو ذہن میں جوڑکر دیکھو تو تمہیں یقین آجائےگا۔ اس کا بچپن میرا تمہارا جیسا نہیں گزرا ہے...''

میں گھر پہنچا مگر بہرحال دیر سے پہنچا۔ الکساندرا سیمیونوونا نے مجھے بتایا کہ نیلی گزشتہ شب کی طرح بہت روتی رہی اور ویسے ہی روتے روتے سو گئی۔ ''اچھا، اب میں چلوں‌گی، ایوان پترووچ۔ فلپ فلیپچ نے مجھ سے کہہ دیا تھا۔ انہیں میرا انتظار ہوگا، بچارے۔''

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نیلی کے بستر کے پاس بیٹھ گیا۔ مجھے خود اس کا افسوس ہو رہا تھا کہ ایسے وقت میں نیلی کو چھوڑکر چل دیا۔ بہت دیر تک، جب آدھی رات جا چکی تھی، میں وہیں نیلی کے پاس بیٹھا اور اپنے خیالوں میں گم رہا... ہم سب پر یہ ایک کڑا وقت تھا۔

مگر میں پہلے یہ بتا دوں کہ ان دو ہفتوں میں اور کیا کچھ گزری تھی...

پانچواں باب

رستوران میں پرنس والکوفسکی کے ساتھ جو یادگار رات گزاری
ں کے بعد کچھ دن تک مجھے نتاشا کی طرف سے بڑی فکر لگی
ہی۔ ''اس بدبخت پرنس نے اسے کس بات کی دھمکی دی تھی اور
کس خاص روپ میں وہ نتاشا سے اپنا انتقام لینے پر تلا ہوا تھا؟''
ر لمحے یہی سوال میرے ذہن میں گونجتا اور میں طرح طرح کی
یاس‌آرائی میں الجھ‌کر رہ جاتا۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ
ں کی دھمکیاں خالی خولی نہ تھیں اور نہ محض ڈھول کا پول تھا
لکہ جب تک نتاشا اس کے بیٹے الیوشا کے ساتھ رہتی ہے وہ واقعی
سے کوئی زک پہنچا سکتا ہے۔ وہ گھٹیا ذہن کا، انتقامی، کمینہ،
کینہ‌ور اور جوڑ توڑ کرنےوالا آدمی تھا — میں نے خیال دوڑایا۔
یاس میں نہیں آسکتا تھا کہ وہ اپنی توہین کو یوں‌ہی جانے دےگا
ور انتقام لئے بغیر رہ جائےگا۔ بہرحال اس نے نکتے کی ایک بات
و صاف صاف کہہ دی تھی کہ الیوشا کو چاہئے کہ وہ نتاشا سے
پنے تعلقات توڑ لے اور مجھ سے اسے امید تھی کہ میں نتاشا کو
س آنےوالی علحدگی کے لئے راضی کر دوں‌گا۔ یعنی اس بات پر
یار کر دوں‌گا کہ جب یہ واقعہ ہو تو بقول اس کے ''کوئی
ہنگامہ برپا نہ ہو، خواہ مخواہ کی خرافات نہ ہو اور شیلرازم کی
حرکتیں نہ کی جائیں''۔ یہ بجا ہے کہ پرنس کو سب سے زیادہ
کر اس بات کی تھی کہ الیوشا کو اس کی طرف سے کوئی خفگی نہ
ہونے پائے اور وہ اسے حسب معمول اپنا مشفق باپ ہی سمجھتا رہے۔
یہ امر بہت لازمی تھا تاکہ وقت آنے پر وہ آسانی سے کاتیا کی دولت
پر ہاتھ ڈال سکے۔ ہاں تو اب یہ میرا کام تھا کہ نتاشا کو
اس جدائی کے لئے ہموار کر دوں جو عنقریب ہونےوالی تھی۔ مگر
میں نے نتاشا میں بڑی تبدیلی دیکھی — اب اس کی میرے ساتھ وہ
پرانی بےتکلفی غائب ہو چلی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اب وہ ایسی
لگتی تھی جیسے خود مجھ پر اسے اعتماد نہیں رہا۔ جب میں اسے
دلاسا دینے کی کوشش کرتا تو وہ اور غمزدہ ہو جاتی۔ میرے
سوالوں سے اسے اور بھی تکلیف پہنچتی بلکہ کبھی تو جھلا اٹھتی۔
میں بعض دفعہ اس کے کمرے میں بیٹھا اس کو تکتا رہتا کہ وہ
ایک سرے سے دوسرے تک ٹہل رہی ہے۔ ہاتھ آگے بندھے ہوئے

ھیں - چہرہ پیلا اور اداس ہے - جیسے ہر شے سے ذہن بےنیاز ہے
اور یہ بھی بھول چکی ہے کہ میں یہاں موجود ہوں - جب کبھی
مجھ سے نگاہ چار ہو جاتی (یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے نگاہ
تک نہ ملاتی) تو اس کے چہرے پر ایک بےقرار اذیت جھلک اٹھتی
اور وہ جلدی سے دوسری طرف مڑ جاتی - مجھے اندازہ ہو گیا کہ
غالباً وہ خود اپنے طور پر آنےوالی جدائی کے لئے کوئی منصوبہ
باندھ رہی ہے اور غم‌وملال کے بغیر یہ بات کیونکر ممکن تھی
بھلا؟ مجھے ادھر سے یقین ہو گیا تھا کہ اس نے الیوشا سے جدائی
کی خود ھی ٹھان لی ہے - تاھم مجھے فکر اور پریشانی دامن گیر
تھی تو اس کے سخت اور بھاری صدمے کی طرف سے - اس کے علاوہ
بسا اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ میں بات کرنے کی یا سمجھانے
بجھانے کی کوشش کرنے سے ڈرتا تھا اور دھشت کے مارے بس اس
انتظار میں رھتا کہ دیکھوں انجام کیا ہوتا ہے -

اور جہاں تک میرے ساتھ اس کے سخت اور رکے رکے برتاؤ
کا تعلق ہے اگرچہ اس سے مجھ کو پریشانی ہوتی تھی اور تکلیف
پہنچتی تھی تاھم اپنی نتاشا کے دل پر پورا بھروسہ تھا — میں نے
دیکھا کہ وہ خود بہت بری طرح الجھی ہوئی، پریشان اور فکروں
سے نڈھال ہے - باھر سے اگر اس کے معاملے میں ذرا بھی دخل
دیا جائے تو اسے اذیت پہنچتی ہے اور جھنجھلاھٹ سوار ہو جاتی
ہے - ایسے حالات میں خاص کر ان دوستوں کی طرف سے دخل اندازی
جو ھمارے دلوں کے راز جانتے ھیں، سب سے زیادہ ھمیں جھلا دیتی
ہے - مگر ساتھ ھی ساتھ مجھے یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بالآخر
نتاشا میری طرف واپس آئےگی اور میرے ھی پیار میں اس کو تسکین
ملےگی -

پرنس سے جو میری بات‌چیت ہوئی تھی اس کے بارے میں
نتاشا سے میں نے کچھ نہ کہا تھا — ظاھر ہے کہ میں کہتا تو
اس کا ملال اور بڑھتا - بس کبھی موقعے سے اس کا ذکر کر دیا
تھا کہ میں پرنس کے ساتھ کاؤنٹیس صاحبہ کے ھاں ہو آیا ہوں
اور اس بات کا مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ بڑا ھی پاجی آدمی
ہے - لیکن نتاشا نے پرنس کے بارے میں مجھ سے سوال تک نہ کیا،
جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی - میں نے کاتیا سے جو اپنی ملاقات
کا حال سنایا اسے بہرحال وہ بڑے شوق سے سنتی رھی - اور جب

سن چکی تو اس نے کاتیا کے متعلق بھی زبان سے کچھ نہ کہا لیکن اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا اور اس روز تمام دن خاص طور سے اس میں ھلچل برپا رھی۔ کاتیا کے سلسلے میں کوئی بات بھی میں نے پردے میں نہیں رکھی اور صاف صاف اقرار کر لیا کہ خود مجھ پر بھی اس لڑکی نے بہت زبردست اثر ڈالا ھے۔ اور پھر اسے چھپانے سے حاصل بھی کیا تھا؟ اگر چھپاتا تو نتاشا یقینی طور پر تاڑ جاتی کہ کوئی بات ھے جو میں نے کہنے سے روک لی اور اس پر وہ اور بھی مجھ سے خفا ھوتی۔ چنانچہ جتنی تفصیل سے میں اسے سنا سکتا تھا سب کچھ سنا دیا۔ یہ کوشش تھی اس بات کی کہ اس کے سوالات کا جواب بھی اسی میں ھو جائے کیونکہ وہ جس حالت میں تھی، خاص طور سے اس کے لئے دشوار تھا کہ سوال کر سکے — یہ کچھ آسان بات نہیں ھے کہ آدمی اپنے رقیب کے اوصاف کے بارے میں بےتکلف اور بےتعلق انداز میں پوچھ گچھ کرسکے!

مجھے خیال تھا کہ شاید اسے ابھی تک یہ معلوم نہ ھوگا کہ پرنس کی خاص ھدایات کے مطابق الیوشا کو کاؤنٹیس صاحبہ اور کاتیا کے همراہ دیہات کی جاگیر جانا ھے۔ میں ھچکچا رھا تھا کہ یہ اطلاع کیسے زبان پر لاؤں کہ چوٹ نرم پڑ جائے۔ لیکن میں حیرت میں رہ گیا جب نتاشا نے اس اطلاع کے پہلے ھی لفظ پر مجھے روک دیا اور کہا کہ تسلی دینے کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے تو یہ پانچ دن سے معلوم ھے۔

"توبہ الہی!" میں چیخ پڑا۔ "مگر تمہیں کس سے پتہ چلا؟"

"الیوشا سے!"

"کیا؟ یعنی وہ تم سے پہلے ھی کہہ چکا ھے؟"

"ھاں، کہہ چکا۔ اور میں بھی اپنے جی میں سب کچھ ٹھان چکی ھوں، وانیا" اس نے جواب دیا اور ایک ایسی نگاہ ڈالی جس سے صاف یہ مطلب نکلتا تھا اور ناگواری کے ساتھ کہ بس، اب آگے نہ بولنا۔

الیوشا اکثر نتاشا کے ھاں آتا رھتا تھا مگر ھمیشہ ایک آدھ منٹ کو۔ صرف ایک موقع پر وہ نتاشا کے پاس کئی گھنٹے ٹھیرا۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ھے جب میں خود وھاں موجود نہ تھا۔ وہ عام طور سے خیالوں میں الجھا ھوا، اداس سا آیا کرتا اور دبی

دبی گھلاوٹ کے ساتھ نتاشا کو دیکھا کرتا۔ لیکن نتاشا اس وقت چاؤ سے، اس قدر پیار سے اس کا سواگت کرتی کہ وہ سب کچھ ایک دم بھول جاتا اور پھر تر و تازہ ہوجاتا۔ ادھر اس نے یہ بھی شعار بنا لیا تھا کہ اکثروبیشتر میرے ہاں ہوتا ہوا گزرتا، قریب قریب روزانہ ہی۔ یہ صحیح ہے کہ الیوشا خود بھی بہت دردمند تھا مگر وہ اپنے غم لئے ہوئے لمحے بھر کو بھی تنہا نہ رہ سکتا تھا اور غم بہلانے کو میرے ہاں مستقل پھیرا کرتا رہتا تھا۔

میں بھلا اس سے کہتا بھی تو کیا کہتا؟ مجھے وہ سردمہری کا الزام دیتا، کہتا کہ میں التفات نہیں برتتا ہوں، شکایت کرتا کہ اس کی طرف سے میرا دل صاف نہیں ہے، رنج کرتا، آنسو بہاتا اور کاتیا کے ہاں روانہ ہو آتا۔ وہاں اس کا جی بہل جاتا۔

جس روز نتاشا نے مجھ سے کہا کہ اسے معلوم ہے کہ الیوشا باھر جانےوالا ہے (پرنس سے میری باتچیت کے کوئی هفته بھر بعد کی بات ہے یہ) تو الیوشا رنج کا مارا دوڑا ہوا میرے ہاں آیا، میرے گلے لگ گیا، لپٹا رہا اور بچے کی طرح سبک سبک کر رویا۔ میں خاموش تھا اور انتظار میں تھا کہ دیکھوں وہ خود کیا کہتا ہے۔

''میں کمینہ ہوں، ذلیل آدمی ہوں، وانیا،، اس نے کہنا شروع کیا۔ ''مجھے خود مجھ سے بچالو۔ مجھے اس کا رونا نہیں کہ خود کمینہ اور ذلیل آدمی ہوں بلکہ اس لئے کہ میری بدولت نتاشا کو دکھ بھرنے پڑیں گے۔ میں اسے مصیبت میں چھوڑے جا رہا ہوں... وانیا، میرے دوست، مجھے بتاؤ، میرے لئے فیصلہ کرو — ان دونوں میں سے مجھے کس سے زیادہ محبت ہے — نتاشا سے یا کاتیا سے؟،،

''الیوشا، یہ فیصلہ مجھ سے نہ ہو سکےگا،، میں نے جواب دیا۔ ''تم اسے مجھ سے بہتر جانتے ہوگے...،،

''نہیں وانیا، یہ بات نہیں۔ اتنا بدھو نہیں ہوں کہ ایسا سوال کروںگا۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ میں خود اپنے آپ کو اس کا قائل نہیں کر سکتا۔ میں خود سے سوال کرتا ہوں اور جواب مجھ کو معلوم نہیں۔ مگر تم باھر سے دیکھنےوالے ہو، اور میرے مقابلے میں زیادہ صاف طور پر دیکھ سکتے ہو۔ خیر، اگرچہ تمھیں معلوم نہیں، پھر بھی بتاؤ تو، تمھیں کیا لگتا ہے؟،،

''مجھے یہ لگتا ہے کہ تم کاتیا کو زیادہ چاہتے ہو۔،،

''واقعی، تمھیں ایسا ہی لگتا ہے؟ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں!

تم نے ٹھیک طرح سے اندازہ نہیں لگایا۔ مجھے نتاشا دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ کوئی چیز مجھے اس کی ترغیب نہیں دے سکتی۔ میں نے کاتیا سے بھی کہہ دیا ہے اور وہ پوری طرح مجھ سے اتفاق کرتی ہے۔ تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟ ابھی ابھی میں نے تمہیں مسکراتے دیکھا۔ افوہ، وانیا، تم تو کبھی مجھے دلاسا نہیں دیتے جب میں دکھی ہوتا ہوں جیسے اس وقت... اچھا، رخصت!،،

تیزی کے ساتھ وہ کمرے سے نکل گیا اور حیرت‌زدہ نیلی پر اس کا غیرمعمولی اثر پڑا جو چپ‌چاپ ہم دونوں کی بات‌چیت سن رہی تھی۔ ابھی نیلی بیمار ھی تھی اور بستر پر پڑی دوا کھا رہی تھی۔ الیوشا نے اس سے کبھی بات نہ کی اور جب وہ آیا شاید ھی کبھی اس کی طرف کوئی توجہ کی ہو۔

دو گھنٹے بعد الیوشا پھر آیا۔ اس کے چہرے پر جو مسرت کے آثار تھے انہیں دیکھ‌کر میں حیران رہ گیا۔ وہ پھر گلے سے لپٹ گیا اور مجھے گلے لگانے لگا۔

''بات طے ہو گئی!،، وہ چیخ کر بولا۔ ''ساری غلطفہمیاں دور ہو گئیں۔ تمہارے پاس سے سیدھا میں نتاشا کے ھاں گیا۔ اس قدر دماغ الجھا ہوا تھا کہ نتاشا کے بغیر بنائے نہ بنتی۔ اندر قدم رکھتے ھی میں اس کے قدموں پر گر پڑا اور پاؤں چوم لئے — یہ تو کرنا ھی تھا مجھے، بہت زمانے سے اس کی آرزو تھی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو غم سے جان چلی جاتی۔ خیر، تو نتاشا نے مجھے خاموشی سے روتے ہوئے گلے لگا لیا۔ پھر میں نے اس سے کہہ ڈالا کہ دیکھو میں تمہاری بہ‌نسبت کاتیا سے زیادہ محبت کرتا ہوں...،،

''تو اس نے کیا جواب دیا؟،،

''اس نے کچھ بھی نہیں کہا، صرف مجھے تھپکا، سہلایا اور دل ھلکا کیا، میرا دل ھلکا کیا، جس نے یہ بات اس سے کہی تھی! وہ آدمی کا دل ھلکا کرنا جانتی ہے، ایوان پترووچ! میں نے اس کے پاس روتے روتے اپنے دل کا سارا غم بہا دیا، سب کچھ کہہ ڈالا۔ میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کاتیا پر بہت بری طرح فدا ہوں۔ مگر کچھ بھی ہو مجھے تم سے بہت پیار ہے اور چاہے میں کسی سے محبت کرتا پھروں مگر تمہارے بغیر، نتاشا

کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہارے بغیر میں مر ہی جاؤں گا۔ نہیں وانیا، واقعی ایک دن بھی میں نتاشا کے بغیر نہیں جی سکتا۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ نہیں جی سکتا! چنانچہ ہم نے طے کیا کہ ہم دونوں کو فوراً شادی کر لینی چاہئے۔ مگر شادی میرے باہر چلے جانے سے پہلے تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اب یہ بڑے روزوں کے دن ہیں اور ان دنوں میں شادی ہونے سے رہی*۔ لہذا تبھی ہوگی جب میں واپس آ جاؤں، یعنی پہلی جون تک۔ ابا جان بھی اس کی اجازت دے دیں گے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور جہاں تک کاتیا کا تعلق ہے تو اس کا کیا! میں نتاشا کے بغیر تو جی نہیں سکتا... آپ جانئے... ہوگا یہ کہ ہماری شادی ہو جائے گی اور ہم دونوں پھر پہنچیں گے وہاں جہاں کاتیا...،،

بیچاری نتاشا! اسے کتنا بھاری پڑا ہوگا اس لڑکے کا جی ہلکا کرنا، اسے بہلانا، اس کے ساتھ بیٹھنا، اس کے اعتراف سننا اور اس بھولے نادان اور خودغرض لڑکے کا دل بہلانے کے لئے جھٹ پٹ بیاہ کر لینے کی ترکیب دل سے جوڑ کر اسے سنانا۔ الیوشا کو واقعی کچھ دن کے لئے تسلی ہو گئی تھی۔ وہ نتاشا کے پاس اسی لئے دوڑا ہوا جاتا تھا کہ اس کا دل ناتواں اکیلا اس غم کا بوجھ اٹھانے قابل نہ تھا۔ لیکن جیسے جیسے ان کی جدائی کا وقت قریب آتا گیا وہ آنسوؤں میں ڈوبتا چلا گیا اور بےتابی بڑھتی گئی اور اکثر میرے ہاں آنے لگا اور اپنے غموں کے جام انڈیلنے لگا۔ ادھر کچھ دنوں سے وہ نتاشا سے اس قدر زیادہ تعلق خاطر محسوس کرنے لگا تھا کہ ایک دن کے لئے بھی اس سے بےنیاز نہیں ہو پاتا تھا، چھ ہفتوں کا تو ذکر کیا۔ بہرحال اسے آخری لمحے تک ادھر سے پورا اطمینان تھا کہ نتاشا کو صرف چھ ہفتے کے لئے چھوڑ کر جا رہا ہے اور واپسی پر ان دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ اور نتاشا نے اچھی طرح جان لیا تھا کہ اس کی ساری زندگی کروٹ لینے کو ہے، الیوشا اب جا کر کبھی اس کے پاس نہ آئے گا اور یہی ہونا رہ گیا ہے۔

---

* بڑے روزوں کے دوران گرجے میں شادی پر پابندی تھی۔ (ایڈیٹر)

ان کی جدائی کا دن قریب آ رہا تھا۔ نتاشا بیمار تھی — پیلی پڑ گئی تھی، آنکھوں میں بخار کی تپش تھی، ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتی اور کبھی مجھ پر ایک تیز و گرم نگاہ ڈال لیتی۔ اب اس کی آنکھوں سے آنسو نہ نکلتے تھے، میرے سوالوں کا جواب نہ دیتی تھی اور جب دروازے سے الیوشا کی کھنکھناتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں پڑتی تو وہ چونک جاتی، لرزاٹھتی جیسے پودے پر پتی۔ الیوشا کی آمد سے اس کے چہرے پر تب و تاب آ جاتی اور وہ لپک کر اس کے پاس پہنچتی، اسے بےاختیار گلے لگاتی، پیار کرتی اور خوب ہنستی... الیوشا اس کے چہرے کو ٹوہ لینےوالی نظر سے دیکھتا، فکرسندی سے اس کی تندرستی کے بارے میں سوال کرتا۔ اور کوشش کرتا کہ نتاشا کو یہ کہہ کر بہلائے کہ وہ بہت عرصے کے لئے باهر نہیں جا رہا ھے اور پھر شادی کی تاریخ کی بات چھیڑتا۔ نتاشا اپنے اوپر بڑا جبر کرتی اور ضبط سے کام لےکر اپنے آنسو اندر ھی اندر پی جاتی۔ جب تک الیوشا وهاں موجود رهتا، نتاشا کی آنکھ سے آنسو نہیں نکلتا تھا۔

ایک بار الیوشا نے کہنا شروع کیا کہ اسے جاتے وقت اتنا روپیہ نتاشا کے لئے چھوڑ جانا چاھئے جو غیرحاضری کی مدت میں اس کے خرچ کے لئے کافی ھو اور اس میں فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ ابا جان نے سفر کے لئے بہت کافی رقم دینے کا وعدہ کیا ھے۔ نتاشا کو اس پر طیش آ گیا۔ جب هم دونوں اکیلے تھے تو میں نے نتاشا سے کہا کہ اگر تمہیں ضرورت پڑی تو میرے پاس کوئی ڈیڑھ سو روبل ھیں۔ تو اس نے یہ تک نہ پوچھا کہ اتنی رقم آئی کہاں سے۔ الیوشا کی روانگی سے یہ دو دن پہلے کی بات ھے، یعنی اس سے ایک روز پہلے کی جب کاتیا اور نتاشا کی پہلی اور واحد ملاقات ھوئی ھے۔ کاتیا نے الیوشا کے هاتھ ایک رقعہ بھیجا اور اس میں نتاشا سے اس بات کی اجازت چاھی کہ وہ اگلے دن اس سے ملنے آ سکے۔ اور ساتھ ساتھ اس نے مجھے بھی لکھا کہ میں بھی آ جاؤں اور اس ملاقات کے وقت موجود رھوں۔

میں نے جی میں ٹھان لی تھی کہ نتاشا کے هاں بارہ بجے ضرور بالضرور پہنچوں گا (کاتیا نے یہی وقت مقرر کیا تھا) چاھے کتنی ھی رکاوٹیں کیوں نہ ھوں۔ اور رکاوٹیں، اڑکاوے بھی بہت سے تھے۔

نیلی کے علاوہ پچھلے ہفتے اخمنیف میاں بیوی کے سلسلے میں بھی بڑی الجھنوں کا سامنا تھا۔

پورا ایک ہفتہ پہلے یہ الجھنیں شروع ہوئی تھیں۔ ایک روز صبح کو آننا اندریئونا نے مجھے بلا بھیجا اور درخواست کی کہ سارے کاموں کو بالائے طاق رکھ کر میں فوراً ان کے ہاں پہنچوں کیونکہ ایک ایسا معاملہ درپیش ہے جس میں ذرا بھی تاخیر کی گنجائش نہیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ وہ اکیلی ہیں اور کمرے میں ٹہل رہی ہیں — اضطراب اور وحشت ان پر طاری ہے اور سخت بےتابی سے شوہر کی واپسی کے انتظار میں ہیں۔ جیساکہ ہوتا ہی تھا اس بار بھی مجھے بہت دیر لگی ان کی زبانی یہ جاننے میں کہ اصل معاملہ کیا ہے اور کیوں اس قدر وحشت‌زدہ ہیں اور ظاہر میں یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ آخر بڑی سخت اور بےربط ڈانٹ پھٹکار کے بعد مثلاً یہ کہ ''تم آخر آتے کیوں نہیں ہو؟ تم نے ہم لوگوں کو لاوارثوں کی طرح دکھوں میں تن تنہا کیوں چھوڑ رکھا ہے؟،، یا یہ کہ ''خدا جانے تمہاری غیرحاضری میں ہم پر کیا کیا گزرتی رہی ہے،، انہوں نے بالآخر بتایا کہ تین دن سے نکولائی سرگیئچ اس قدر بوکھلائے ہوئے ہیں کہ ''بس بیان سے باہر ہے،،۔

''وہ اپنے آپے میں نہیں ہیں،، آننا اندریئونا نے مجھے بتایا۔ ''ان پر تپ کی سی کیفیت طاری ہے۔ راتوں کو مقدس تصویروں کے آگے گھٹنوں پر جھک کر دعائیں مانگتے ہیں اور ایسے چھپ کر کہ مجھے معلوم نہ ہو۔ سوتے میں بڑبڑاتے ہیں اور دن کو ان کی حالت پاگلوں کی سی ہوتی ہے۔ کل کی بات ہے: ہم شوربہ پی رہے تھے اور انہیں چمچہ نہیں ملا جو بالکل پاس رکھا تھا۔ سوال ایک چیز کا کرو، جواب دوسری کا ملتا ہے۔ گھر سے ہر ہر منٹ نکل کھڑے ہونے کی عادت ہو گئی ہے۔ ہمیشہ کہہ دیتے ہیں 'میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔ وکیل سے ملنا ہے،۔ اور آخر آج صبح تو یہ ہوا کہ انہوں نے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں اپنے آپ کو بند کر لیا۔ بولے 'مجھے مقدمے کے بارے میں ایک خاص کاغذ تیار کرنا ہے،۔ اب دیکھو، میں نے دل میں کہا 'بھلا جب تمہیں پلیٹ کے پاس رکھا ہوا چمچہ نہیں ملتا تو مقدمے کا خاص کاغذ کیسے تیار کروگے؟، بہرحال میں نے چابی

کے سوراخ میں سے اندر جھانک کر دیکھا: بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے اور منہ پر آنسوؤں کا ریلا لگا تھا۔ یہ عجیب مقدسے کا کاغذ لکھنا ہوا کہ لکھتے میں آدمی یوں روتا جائے۔ میں نے جی میں سوچا، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری اخمنیفکا والی زمین کا غم انہیں ستا رہا ہے۔ تو مطلب یہ کہ بس گئی ہاتھ سے وہ ساری زمین جائداد ہماری اخمنیفکا والی۔ میں دکھیا اپنے جی میں یہ سوچ ہی رہی تھی کہ کیا دیکھوں، وہ ایک دم میز سے اچھل کر کھڑے ہوئے اور قلم اٹھا کے پٹک دیا۔ منہ لال تھا اور آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ جھٹکے سے ٹوپی اٹھائی اور باہر نکل کر مجھ سے بولے 'میں ابھی آتا ہوں، آننا اندریئونا'۔ وہ باہر گئے اور میں سیدھی ان کے لکھنے پڑھنے کی میز پر پہنچی۔ ہمارے مقدسے کے بارے میں کاغذوں کا ایسا انبار میز پر پھیلا پڑا تھا کہ اسے چھونے کی اجازت تک نہیں تھی مجھ کو۔ کتنی ہی بار میں نے ان سے منت کی کہ 'لائیے، میں ان سارے کاغذوں کو ایک بار اٹھا کر صاف کر دوں۔ میز جھاڑ پونچھ دوں'۔ مگر کوئی پروا نہیں۔ وہ چیخنے چلانے لگتے ہیں اور ہاتھ ہلا دیتے ہیں — یہاں جب سے پیٹرسبرگ آئے ہیں ان کی طبیعت میں اس قدر جھلاہٹ آگئی ہے اور چیخنے لگے ہیں۔ خیر، تو میں میز کے پاس گئی اور مجھے کرید لگی ہوئی تھی کہ دیکھوں کونسا کاغذ لکھ رہے تھے وہ؟ یہ ٹھیک سے پتہ تھا کہ وہ کاغذ اپنے ساتھ لے نہیں گئے بلکہ میز سے اٹھتے وقت اسے اور کاغذوں میں رلا ملا گئے ہیں۔ تو یہ لو، وہ کاغذ مل گیا۔ دیکھو، ایوان پترووچ، پیارے۔"

اور انہوں نے میری طرف ایک کاغذ کا پرزہ بڑھا دیا۔ آدھے کاغذ پر تحریر تھی مگر ایسی کٹی پھٹی اور اوپر تلے لکھی ہوئی کہ کئی جگہوں پر اس کا پڑھنا مشکل تھا۔

بیچارے بڑے میاں! کوئی ان کی تحریر کی اول سطر دیکھتا تو بتا دیتا کہ وہ کیا لکھ رہے تھے اور کس کو لکھ رہے تھے۔ نتاشا کے نام خط تھا، اپنی چہیتی نتاشا کے نام۔ انہوں نے نتاشا کو بھرے ہوئے دل سے اور نرمی سے خطاب کیا تھا — اس کا قصور معاف کیا تھا اور لکھا تھا کہ گھر واپس آجاؤ۔ سارے خط کی عبارت پڑھ لینا بہت دشوار تھا — بے ربطی سے لکھا گیا تھا جیسے خود پر قابو نہ ہو اور جابجا کاٹ چھانٹ تھی۔ یہ بات صاف

نظر آتی تھی کہ وہ شدید جذبہ جس نے انہیں قلم ہاتھ میں لینے پر مجبور کیا ہوگا اور شروع کی گہری جذباتی سطریں ان سے لکھوائی ہوں‌گی، شروع کی ان سطروں کے بعد تیزی سے بدل گیا اور مختلف قسم کے احساس میں لت پت ہو گیا۔ بڑے میاں خط میں آگے چل‌کر اپنی بیٹی کو ملامت کرنے لگے، اسے اس کے قصور گنوانے لگے اور بڑے سخت تہدید آمیز لفظوں میں اور نفرت‌وغصے سے اسے یاد دلانے لگے کہ وہ کس قدر سرکش اور گمراہ لڑکی ہے، سنگ‌دل ہے، ایک بار بھی اس نے یہ خیال نہ کیا کہ ماں باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے عمل کی پاداش اور بددماغی کے عذاب سے خوف دلایا اور اس پر زور دیتے ہوئے خط ختم کیا کہ وہ حکم مانتے ہوئے فوراً اپنے گھر واپس آ جائے۔ ''اور جب عاجزی، انکسار کے ساتھ اپنے خاندان کی آغوش میں بہت اعلی درجے کا چال چلن دکھاؤگی اور نئی زندگی کا آغاز کروگی، تب شاید ہم تمہارا قصور معاف کرنے کا فیصلہ کر سکیں‌گے۔،، صاف جھلک رہا تھا کہ جب بڑے میاں شروع کی سطریں لکھ چکے تو انہیں لگا کہ یہ کشادہ‌دلی کا جذبہ دراصل ان کی کمزوری ہے۔ انہیں اس کمزوری پر شرم محسوس ہونے لگی اور آخر زخمی خودداری کی ٹیسیں سہتے ہوئے انہوں نے خط ختم کرتے کرتے تندمزاجی اور دھمکی کا لہجہ اختیار کر لیا۔ آننا اندریئونا میرے سامنے اپنے ہاتھ میں ہاتھ بھینچے ہوئے کھڑی تھیں اور اضطراب کی خلش کے ساتھ انہیں اس بات کا انتظار تھا کہ اب میں خط کے بارے میں کیا کہتا ہوں۔

جو میں نے سوچا تھا وہ ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ ان کے شوہر اب نتاشا کے بغیر زندگی کے دن نہیں کاٹ سکتے اور قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ باپ بیٹی کا ملاپ جلد ہوگا اور یہ اسی کے آثار ہیں اگرچہ ہر بات کا دارومدار حالات پر ہے۔ اسی کے ساتھ میں نے یہ اندیشہ بھی ظاہر کر دیا کہ شاید مقدمے میں ناکامی سے ان پر بہت کڑی چوٹ پڑی ہے اور اس نے انہیں ہلا کے رکھ دیا ہے۔ پھر اس کا ذکر کیا کہ پرنس کے جیت جانے سے ان کی خودداری ذبح ہوکے رہ گئی ہے اور جس طرح سے مقدمہ فیصل ہوا ہے اس نے ان میں نفرت اور غصے کی بھٹی دھکا دی ہے۔ اس جیسے موقع پر دل ہمدردی کی جستجو کئے بغیر نہیں رہ سکتا

چنانچہ بڑے میاں کا دھیان اور بھی زور سے اپنی بیٹی کی طرف گیا جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے کہیں سے بھنک پا لی ہو (چونکہ نتاشا کے بارے میں انہیں سب کچھ خبر رہتی تھی) کہ الیوشا اسے اب چھوڑنے ہی والا ہے ۔ تو انہوں نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اب نتاشا پر کیا گزر رہی ہوگی کیونکہ خود اپنے تجربے سے انہوں نے جان لیا تھا کہ ایسے وقت میں بیٹی کو بھی دلاسے کی سخت ضرورت ہو سکتی ہے ۔ یہ سب ایک طرف، پھر بھی وہ اپنی خودداری پر قابو نہ پا سکے ۔ انہیں یہی لگا کہ میری آبرو خاک میں ملائی گئی ہے اور وہ بھی بیٹی کے ہاتھوں ۔ غالباً انہیں یہ خیال بھی گزرا ہوگا کہ جو ہوا سو ہوا، بہرحال نتاشا نے گھر آنے میں پہل نہ کی، اور وہ شاید اب بھی ان کا خیال نہیں کر رہی ہے اور نہ خود سے آکر ملاپ کر لینے کی ضرورت محسوس کرتی ہے ۔ ''انہوں نے ٹھیک یہی بات سوچی ہوگی،، میں نے آخر میں سوچا ''اور اسی لئے خط پورا نہیں کیا ۔،، یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے اور ذلتیں اٹھانی پڑیں، اور پہلے سے بھی زیادہ سخت قلق کا باعث ہوں ۔ کون جانے، ہو سکتا ہے کہ ملاپ کا سوال اسی کی وجہ سے ایک مدت کو ٹل جائے ۔

آننا اندریئونا میری بات سنتے وقت رو رہی تھیں ۔ آخر جب میں نے ان سے کہا کہ اب مجھے نتاشا کے ہاں چلنا ہے اور دیر ہوئی جا رہی ہے تو وہ چونکیں اور انہوں نے بتایا کہ جو اصل بات تھی وہ تو کہنا بھول ہی گئیں ۔ وہ اصل بات یہ کہ جب کاغذوں کے انبار میں سے وہ خاص کاغذ نکال رہی تھیں تو اس پر روشنائی بکھر گئی ۔ واقعی ایک کونے پر روشنائی لگ گئی تھی اور بڑی بی کو اس کا ہول تھا کہ ان کے شوہر کو اس دھبے سے پتہ لگ جائے گا کہ وہ ان کی عدم‌موجودگی میں کاغذ الٹ پلٹ چکی ہیں اور نتاشا کے نام کا خط پڑھ چکی ہیں ۔ ان کے اندیشے بےسبب بھی نہیں تھے — صرف اتنی ہی بات کہ ہم ان کا راز جانتے ہیں انہیں شرم اور ذہنی کوفت سے یہاں تک پہنچا سکتی تھی کہ وہ اپنے غصے میں اور اٹل ہو جاتے اور اکڑ کے مارے اس لڑکی کو معاف کرنے کے خلاف تل جاتے ۔

لیکن معاملے پر سوچ‌بچار کرنے کے بعد میں نے بڑی بی کو سمجھایا بجھایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ۔ خط لکھتے لکھتے وہ

میز سے اس قدر بیقرار اٹھے ہوں گے کہ انہیں ایک ایک تفصیل خود بھی یاد نہ رہی ہوگی اور شاید اب دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ انہوں نے خود ہی خط پر دھبا ڈالا ہوگا اور اسے بھول گئے۔ جب میں آننا اندریئونا کو اس طور پر قائل کر چکا اور خط کو جہاں کے تہاں احتیاط سے لگا دیا تو چلنے سے پہلے نیلی کے بارے میں ان سے سنجیدگی کے ساتھ بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ بیچاری بےکس لاوارث لڑکی، کہ جس کی ماں کو خود اس کے کٹر سخت گیر باپ نے عاق کر دیا تھا، اپنی زندگی اور اپنی ماں کی موت کی دردناک اور مصیبت بھری کہانی سے ممکن ہے کہ بڑے میاں کا دل پگھلا دے اور ان میں فیاضی کے جذبات ابھار دے۔ ان کے دل میں سب کچھ پہلے سے تیار اور پختہ ہو چکا ہے۔ بیٹی کی چاہ پہلے ہی ان کی خودداری اور زخمی تمکنت پر غالب آنے لگی ہے۔ بس اب اس کی دیر ہے کہ اسے ایک ٹھوکا مل جائے، ایک مناسب موقع میسر آ جائے اور وہ موقع نیلی کی بدولت پیدا ہو سکتا ہے۔ بڑی بی نے نہایت توجہ اور غور سے میری بات سنی۔ ان کے چہرے پر امید اور جوش و خروش کی روشنی پھیل گئی۔ وہ ایک دم مجھ پر برس پڑیں کہ یہ بات پہلے سے کیوں نہ کہی، نیلی کے بارے میں بےتابی سے سوال پر سوال کرنے لگیں اور اس پر قصہ ختم ہوا کہ انہوں نے پختہ وعدہ کیا خود اپنی طرف سے بڑے میاں کو منانے کا کہ وہ اس یتیم‌ویسیر بچی کو اپنے گھر بلا کر رکھ لیں۔ انہیں نیلی کے لئے سچ سچ کی شفقت محسوس ہونے لگی اور اس کا رنج ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ آننا اندریئونا نے اس کے بارے میں اور پوچھ گچھ کی، زبردستی کی کہ بچی کے لئے مربے کا ایک مرتبان لیتا جاؤں جو وہ خود دوڑ کر اندر کوٹھری سے لے آئیں، پانچ روبل نکال کر دئے اس خیال سے کہ شاید ڈاکٹر کے لئے میرے پاس روپے کافی نہ ہوں۔ اور جب میں نے روپیہ لینے سے انکار کیا تو اس پر مانتی نہیں تھیں، بلکہ اس خیال سے خود کو تسلی دے کر چپ ہوئیں کہ نیلی کو فراک کی ضرورت ہوگی اور شاید اس طرح وہ اس کی مدد کر سکیں گی، چنانچہ وہ کپڑوں کے صندوق کی طرف بڑھیں اور اسے اتھل پتھل کردیا، اپنے سارے کپڑے نکال کر ڈال دئے اور ان میں سے وہ کپڑے جو بیچاری یتیم لڑکی کے کام آ سکتے تھے چن کر اٹھا لئے۔

میں نتاشا کی طرف چل دیا۔ جب میں زینے کی آخری سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، اور زینہ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، چکردار تھا، تو میں نے نتاشا کے دروازے پر کسی کو دیکھا۔ یہ شخص دروازہ کھٹکھٹانے ہی والا تھا لیکن میرے قدموں کی آہٹ سن کر تھم گیا۔ ذرا ہچکچاہٹ کے بعد اس نے بظاہر اپنا ارادہ بدل دیا اور زینے سے اترنے میں عجلت کی۔ سیڑھیوں کے موڑ پر اس کا سامنا ہوا۔ حیرت سے میں تکتا رہ گیا کہ یہ شخص بڑے میاں اخمنیف تھے۔ زینے پر گھپ اندھیرا رہتا تھا، یہاں تک کہ دن کے وقت بھی۔ وہ ایک طرف کو دیوار کے پاس سکڑ گئے تاکہ میں آسانی سے گزر جاؤں اور مجھے یاد ہے کہ جب انہوں نے ارادتاً مجھے غور سے دیکھا تو ان کی آنکھیں تپ گئیں۔ مجھے خیال گزرا کہ انہیں اذیت ہوئی اور اذیت سے وہ سرخ ہو گئے بہرحال یہ ضرور ہے کہ وہ بری طرح شرمائے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"میں جانوں... تم ہو وانیا!"، انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں بمشکل اتنا کہا۔ "میں یہاں ایک آدمی سے ملنے آیا تھا... نقل نویس رہتا ہے.. کام سے آیا تھا... ادھر کچھ دنوں سے اس نے مکان بدل لیا ہے یہیں کہیں... لیکن لگتا ہے کہ وہ یہاں نہیں رہتا... بھول ہوئی مجھ سے... اچھا رخصت۔"

اور وہ جلدی جلدی زینہ اتر گئے۔

میں نے طے کر لیا کہ نتاشا سے اس اتفاقی ملاقات کے بارے میں ابھی کچھ نہ کہوں گا البتہ جب الیوشا چلا جائے گا اور وہ اکیلی رہ جائے گی تب اسے ضرور بتا دوں گا۔ اس وقت تو نتاشا خود اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ اگرچہ وہ اس واقعے کی پوری اہمیت کا اندازہ لگا سکتی تھی اور سمجھ سکتی تھی تاہم ابھی وہ اس کی تاب لانے کے قابل نہ تھی اور ٹھنڈے دل سے اس کی ویسی قدر نہ کر سکتی تھی جیسی اس عالم میں کرتی جبکہ اس پر آخری بار مصیبت اور مایوسی کا پہاڑ ٹوٹ چکا ہوتا۔ ابھی مناسب لمحہ نہیں آیا تھا۔

میں اس روز اخمنیف کے ہاں دوبارہ جا سکتا تھا اور میرا دل بھی بہت چاہا مگر میں گیا نہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ اگر وہاں جاتا ہوں تو بڑے میاں مجھے دیکھ کر کٹ جائیں گے۔ ممکن ہے انہیں یہ بھی خیال آئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ ان سے

وهاں زینے میں ملاقات ہوئی تھی۔ چنانچہ دو دن تک میں ٹالتا رہا اور اس کے بعد گیا۔ بڑے میاں کا دل بیٹھا ہوا تھا مگر وہ مجھ سے ایسے ملے جیسے کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی اور سارے وقت صرف مقدمے کی ہی بات‌چیت کرتے رہے۔

''میں پوچھوں، وہ تم اس روز اتنی اوپر کی منزل پر کس سے ملنے جا رہے تھے جب ہماری تمہاری ملاقات ہو گئی تھی۔ یاد ہے تم کو؟ بھلا کب کی بات ہوگی؟ یہی پرسوں کی میرے خیال میں'' انہوں نے ایک دم کچھ بےپروائی سے سوال کیا اگرچہ مجھ سے نگاہ نہیں ملائی۔

''ایک میرے ملاقاتی وہاں رہتے ہیں'' میں نے بھی نگاہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھا تو یہ بات ہے۔ مجھے اپنے منشی کی تلاش تھی، استافیئف کی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ وہاں رہتا ہے... مگر نہیں غلطی ہوئی۔ خیر، تو میں سنا رہا تھا کہ عدالت نے فیصلہ دیا کہ...'' وغیرہ وغیرہ۔

مقدمے پر بات کرتے وقت بھی ان کے چہرے پر ایک رنگ آیا، ایک گیا۔

میں نے اسی روز آننا اندریئونا کو یہ واقعہ بھی من‌وعن سنا دیا تھا کہ وہ خوش ہو جائیں۔ اور دوسری باتوں کے علاوہ ان کو اس سے بھی منع کر دیا کہ بڑے میاں کو ابھی معنی‌خیز نظر سے نہ دیکھیں، آہیں نہ بھریں، اشارہ کنایہ نہ کریں، یعنی کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کسی طرح یہ پایا جائے کہ وہ ان کے اس تازہ‌ترین رخ سے آگاہ ہو گئی ہیں۔ بڑی بی کو اس قدر حیرت ہوئی اور لطف بھی آیا کہ اول تو وہ میری بات کا یقین ہی نہیں کر رہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس لاوارث لڑکی کے متعلق اشاروں میں بڑے میاں سے ذکر کیا تھا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، اگرچہ وہ پہلے خود ہی ہمیشہ کہتے رہتے تھے تاکہ میں کسی بچے کو گود لینے پر رضامند ہو جاؤں۔ ہم دونوں نے طے کیا کہ کل وہ پھر بڑے میاں سے اس سلسلے میں کھلی بات کریں، اشاروں میں نہیں اور ادھر ادھر کا قصہ بیچ میں نہ لائیں۔ لیکن دوسرے دن ہم دونوں وحشت اور فکر کے عالم میں تھے۔

ہوا کیا کہ صبح کو اخمنیف کی اس وکیل سے بات چیت ہوئی

جو ان کے مقدمے کی پیروی کر رہا تھا۔ وکیل نے ان سے کہا کہ پرنس سے اس کی ملاقات ہوئی تھی اور اگرچہ اخمنیفکا کی جاگیر پر پرنس کا قبضہ رہے گا تاہم ''بعض خاص قسم کے خاندانی معاملات کی بنا پر،، اس کا فیصلہ ہے کہ بڑے میاں کے نقصان کی تلافی کی جائے اور دس ہزار روبل کی رقم چھوڑ دی جائے۔ بڑے میاں وکیل کے پاس سے سیدھے میرے یہاں پہنچے، حواس باختہ، غصے سے آگ بگولہ، آنکھیں ابلی ہوئی۔ مجھے آواز دی اور نہ جانے کیوں، فلیٹ سے باہر زینے پر بلایا اور کہا کہ میں ابھی فوراً جاؤں اور پرنس کو ان کی طرف سے ڈوئل کا چیلنج سنا دوں۔ میں یہ سن کر ایسا بدحواس ہوا کہ میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور دیر تک عقل ٹھکانے نہ آئی۔ میں نے کوشش کی کہ ان کو سمجھاؤں بجھاؤں مگر بڑے میاں پر ایسا غضب کا طیش سوار تھا کہ انہیں دل کا دورہ پڑتے پڑتے رہ گیا۔ میں مکان کے اندر گیا کہ جاکر پانی کا گلاس لے آؤں مگر جب میں واپس آیا تو بڑے میاں زینے پر موجود نہ تھے۔

دوسرے دن میں پھر ان سے ملنے گیا مگر وہ مکان پر بھی موجود نہ تھے۔ پورے تین دن تک غائب رہے۔ کہیں پتہ نہ چلا۔

تیسرے دن ہمیں پتہ چلا کہ واقعہ کیا ہوا۔ وہ میرے ہاں سے نکل کر سیدھے پرنس کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔ وہ گھر پر نہیں ملا تو اس کے نام رقعہ چھوڑ آئے۔ اس رقعے میں لکھا تھا کہ وکیل کی زبانی ان کو پرنس کے الفاظ پہنچ گئے ہیں۔ وہ ان الفاظ کو اپنی انتہائی سخت ذلت سمجھتے ہیں اور پرنس کو کمینہ پاجی۔ اس تمام قصے کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ پرنس کو ڈوئل کا چیلنج دیتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ اگر اس نے چیلنج قبول کرنے سے انکار کیا تو اچھا نہ ہوگا، پبلک میں اس کی رسوائی کی جائے گی۔

آننا اندریئونا نے مجھے بتایا کہ ان کے شوہر ایسی بدحواسی میں، ایسے ٹوٹے ہوئے گھر پہنچے کہ فوراً بیمار ہوکر بستر پر گر گئے۔ بیوی کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آ رہے تھے لیکن ان کے سوالوں کا جواب مشکل ہی سے دیتے تھے اور سخت بےقراری کی تپش میں کسی بات کا انتظار تھا۔ دوسرے دن ڈاک سے ایک خط آیا۔ خط پڑھتے ہی وہ زور سے چیخ پڑے اور اپنا سر پکڑ لیا۔

آننا اندریئونا خوف و دهشت کے مارے سناٹے میں رہ گئیں۔ لیکن بڑے میاں نے لپک کر اپنا ہیٹ اٹھایا، چھڑی سنبھالی اور گھر سے نکل گئے۔

یہ خط پرنس کا تھا۔ مختصر لفظوں میں، روکھےپن سے اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اس نے اخمنیف کو اطلاع دی تھی کہ وکیل سے اپنے الفاظ کے بارے میں وہ کسی کے سامنے اپنے کو جوابدہ نہیں سمجھتا۔ اور مقدمہ ہار جانے پر اگرچہ اسے اخمنیف سے بہت ہمدردی ہے لیکن اس ہمدردی کے باوجود جس شخص کو مقدمے میں شکست ہوئی ہے، اس کے لئے یہ معقول خیال نہیں کرتا کہ وہ اپنے حریف سے انتقامی کارروائی کے طور پر ڈوئل کے چیلنج کا مجاز سمجھا جائے۔ اب رہا ''پبلک میں رسوائی یا تذلیل کا سوال،، جس کی دھمکی دی گئی ہے تو اخمنیف صاحب سے عرض ہے کہ وہ اس کی مطلق فکر نہ کریں کیونکہ کسی قسم کی کھلی توہین نہیں ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ ان کا خط افسران متعلقہ کی خدمت میں فوراً بھیج دیا جائےگا اور پولیس شروع سے ہی خبردار ہوکر بلاشبہ وہ اقدام کرےگی جو امن‌وانتظام برقرار رکھنے کے لئے مناسب ہیں۔

خط ہاتھ میں لئے ہوئے اخمنیف فوراً پرنس کی طرف روانہ ہوگئے۔ پرنس پھر مکان سے باہر تھا۔ بڑے میاں کو دربان سے پتہ چلا کہ شاید کاؤنٹ ''ن،، کے ہاں گیا ہوا ہے۔ وہ تیزی سے اس طرف ہو لئے۔ کاؤنٹ کے خدمت‌گار نے انہیں زینے پر چڑھتے ہوئے روک دیا۔ ان کے غصے کا پارہ تو بےحد چڑھا ہوا تھا اور بڑے میاں نے اس کے ایک چھڑی رسید کر دی۔ اس پر فوراً انہیں کس لیا گیا اور حویلی سے باہر کھینچ کر پولیس افسر کے حوالے کردیا گیا جس نے لےجاکر تھانے میں بند کردیا۔ کاؤنٹ کو خبر ہوئی۔ پرنس وہاں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے بوڑھے عیاش کاؤنٹ سے بیان کیا کہ یہ وہی اخمنیف ہے اسی نتالیا نکولائیونا کا باپ (پرنس بعض خاص قسم کی کارروائیوں میں کاؤنٹ کی خدمات خصوصی انجام دے چکا تھا) تو بزرگوار بڑے میاں یہ سن کر صرف مسکرا دئیے اور واقعے کی کوئی خاص حیثیت نہ رہی — حکم صادر ہوا کہ اخمنیف کو حوالات سے رہا کر دیا جائے۔ لیکن رہائی کہیں جاکر تیسرے دن ہوئی جب (خود پرنس کا حکم ضرور ہوگا اس

میں) انہیں اطلاع دی گئی کہ پرنس نے بذات‌خود کاؤنٹ صاحب سے منت کی کہ بڑے میاں کی خطا معاف کر دی جائے۔

بڑے میاں جب گھر واپس آئے تو جنون کے سے آثار تھے۔ آتے ہی وہ بستر پر گر پڑے اور گھنٹہ بھر تک بےحس و حرکت پڑے رہے۔ بالآخر وہ آدھے اٹھ‌کر بیٹھے اور آننا اندریئونا دہشت کے مارے دھل‌کر رہ گئیں جب شوہر نے علی‌الاعلان کہا کہ انہوں نے بیٹی کو ہمیشہ کے لئے عاق کیا اور پدرانہ شفقت اور دعا سے ہمیشہ ہمیشہ کو محروم کر دیا۔

آننا اندریئونا بالکل سن ہو گئیں لیکن بوڑھے شوہر کی مدد کرنا بھی ضروری تھا۔ اور اگرچہ خود ان کے ہوش و حواس بجا نہ تھے تاہم سارے دن اور قریب قریب ساری رات ان کی خدمت کرتی رہیں — سر کو سرکے سے تر کرکے اس پر برف کی پوٹلی رکھتی رہیں۔ بڑے میاں کو تیز بخار تھا اور سرسامی حالت تھی۔ رات گئے دو بجے کا عمل ہوگا جب میں ان سے رخصت ہوکر چلا۔ لیکن دوسرے دن صبح کو اخمنیف بستر سے اٹھے اور اسی روز میرے پاس آئے تاکہ نیلی کو بیٹی بناکر لے جائیں۔ نیلی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ اس واقعے نے انہیں بالکل ہی توڑکر رکھ دیا اور گھر واپس آتے ہی وہ بستر پر گر گئے۔ یہ ایسٹر کا آخری جمعہ تھا یعنی وہ دن جب کاتیا اور نتاشا کی ملاقات ہونےوالی تھی اور جس کے ایک دن بعد الیوشا اور کاتیا کو شہر پیٹرسبرگ سے باھر چلا جانا تھا۔ میں اس خاص ملاقات کے وقت وھاں موجود تھا — دن کو بہت سویرے ان دونوں کی ملاقات ہوئی جبکہ اخمنیف ابھی آئے نہیں تھے اور نیلی پہلی بار میرے ھاں سے فرار نہ ہوئی تھی۔

چھٹا باب

الیوشا گھنٹہ بھر پہلے نتاشا سے کہنے آچکا تھا اور میں عین اس وقت پہنچا جب کاتیا کی گاڑی پھاٹک کے نزدیک رکی۔ کاتیا ایک عمر رسیدہ فرانسیسی عورت کے ساتھ آئی تھی جو بہت سمجھانے بجھانے اور منانے کے بعد اور کافی ھچکچاھٹ کے بعد بمشکل اس کے ساتھ آنے کو تیار ہوئی تھی اور اس پر رضامند ھو گئی تھی

کہ اسے نتاشا کے ہاں اکیلا جانے دےگی مگر ایک شرط کے ساتھ کہ الیوشا کاتیا کے ساتھ ساتھ رہے اور وہ خود گاڑی میں بیٹھی انتظار کرتی رہے۔ کاتیا نے مجھے اشارہ کیا اور گاڑی سے اترے بغیر مجھ سے کہا کہ الیوشا کو نیچے بلا دوں۔ میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ نتاشا رو رہی ہے اور الیوشا بھی رو رہا ہے۔ یہ سن کر کہ کاتیا پھاٹک کے پاس پہنچ گئی ہے وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی، آنسو پونچھ ڈالے اور بےتابی کے ساتھ دروازے کے سامنے کی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ اس روز وہ سر سے پیر تک سفید لباس میں تھی۔ اس کے سیاھی مائل سنہرے بال نہایت سلیقے سے پیچھے کی طرف کنگھی کئے ہوئے تھے اور گھنے لچھے کی طرح پڑے تھے۔ مجھے اس کے بال بنانے کی یہ ادا بہت دلکش لگتی۔ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کے پاس ٹھیر رہا ہوں تو بولی کہ میں بھی باھر جاؤں اور مہمانوں کا استقبال کروں۔

''نتاشا کے ھاں میں پہلے نہیں آسکی،، کاتیا زینے پر چڑھتے ہوئے مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ''اس قدر مجھ پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی کہ توبہ ہے۔ میں مادام البرٹ کو پورے دو ھفتے سے منا رہی تھی اور آخر وہ بمشکل راضی ہوئی ہیں۔ آپ تو، ایوان پتروویچ، ایک دفعہ بھی مجھ سے ملنے نہ آئے۔ میں بھی آپ کو کچھ لکھ نہ سکی، اور میرا دل بھی نہ چاھا لکھنے کو۔ خط میں کوئی بات صاف صاف نہیں لکھ سکتے۔ آپ سے ملنے کو بہت ھی جی چاھتا تھا... توبہ ہے۔ دل کیسا دھڑک رہا ہے...،،

''کھڑی سیڑھیاں ہیں،، میں نے جواب دیا۔

''جی ھاں... سیڑھیاں بھی... بتائیے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ نتاشا مجھ سے ناراض تو نہ ہوں‌گی؟،،

''نہیں۔ کیوں؟،،

''ھاں، واقعی۔ بھلا کیوں... کیوں ناراض ہوں‌گی؟ خیر، میں خود ابھی ملے لیتی ہوں۔ پوچھنا کیا؟..،،

میں نے سہارا دینے کو اپنا بازو بڑھایا۔ وہ زرد پڑی ہوئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ بہت گھبرائی ہوئی بھی تھی۔ آخری موڑ پر وہ سانس لینے رکی لیکن مجھ پر نظر ڈال کر اس نے ہمت کی اور اوپر چڑھتی چلی گئی۔

دروازے پر پھر ایک بار وہ ٹھیری اور مجھ سے زیرلب بولی:

"میں سیدھے اندر چلی جاؤں گی اور کہوں گی کہ مجھے آپ پر اس قدر اعتبار تھا کہ آتے ہوئے ڈری نہیں... مگر میں یہ سب باتیں کیوں کر رہی ہوں، کیا حاصل؟ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ نتاشا بہت ہی شریف ذات ہیں۔ ہیں نا؟"

وہ ایسی جھکی دبی اندر داخل ہوئی گویا اس سے کوئی قصور ہوگیا ہو اور نتاشا کو اس نے گہری نظر سے دیکھا۔ نتاشا اس پر فوراً مسکرا دی۔ پھر کاتیا اس کی طرف تیزی سے بڑھی، نتاشا کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور اپنے بھرے ہوئے حسین ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دئے۔ اس کے بعد نتاشا سے ایک لفظ کہے بغیر وہ سنجیدگی سے بلکہ سختی سے الیوشا کی طرف بڑھی اور اس سے کہا کہ ہم دونوں کو آدھ گھنٹے کے لئے اکیلا چھوڑ دو۔

"برا مت ماننا، الیوشا"، اس نے کہا۔ "یہ میں صرف اس غرض سے چاہتی ہوں کیونکہ مجھے اور نتاشا کو بہت سے مسائل پر باتیں کرنی ہیں۔ ایسے بہت سے خاص سوال اور سنجیدہ معاملے ہیں جن کی بھنک تمہارے کان میں نہیں پڑنی چاہئے۔ بھلے آدمی بنو اور ذرا کھسک جاؤ یہاں سے، مگر آپ ٹھیرئے، ایوان پترووچ۔ آپ کو ہماری تمام گفتگو سننی چاہئے۔"

"آئیے، بیٹھ جائیں"، الیوشا کمرے سے باہر جا چکا تو اس نے نتاشا سے کہا۔ "میں ایسے بیٹھوں گی آپ کے سامنے۔ پہلے میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ بالکل نتاشا کے آمنے سامنے بیٹھ گئی اور چند منٹ تک اسے غور سے دیکھتی رہی۔ نتاشا نے ایک بے اختیار مسکراہٹ سے اس کا جواب دیا۔

"میں آپ کا فوٹو تو پہلے دیکھ چکی تھی۔ الیوشا نے مجھے دکھایا تھا"، کاتیا نے کہا۔

"اچھا تو فوٹو ملتا جلتا ہے مجھ سے؟"

"نہیں آپ فوٹو سے بہتر ہیں"، کاتیا نے فیصلہ کن انداز میں اور وقار کے ساتھ جواب دیا۔ "اور مجھے اسی کا یقین تھا کہ آپ اپنی تصویر سے بہتر ہوں گی۔"

"واقعی؟ اور خود آپ پر سے میری نگاہ نہیں ہٹتی، کس قدر حسین ہیں آپ!"

"میں اور حسین! نہیں، میری دوست..."، اس نے کہا اور

نتاشا کا ہاتھ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو غور سے دیکھتی ہوئی خاموش ہو گئیں۔ ''میری دوست، آپ کو ایک بات جتا دوں،، کاتیا نے خاموشی کی مہر توڑی۔ ''ہمارے پاس ملاقات کا صرف آدھ گھنٹہ ہے۔ مادام البرٹ اس پر بھی بمشکل راضی ہوئی ہیں اور معاملات بہت سے ہیں جن پر ہمیں تبادلۂ خیال کرنا ہے... میں چاہتی ہوں... مجھے چاہئے کہ... خیر تو آپ سے سیدھے سبھاؤ پوچھنا یہ تھا کہ کیا آپ الیوشا کو بہت زیادہ چاہتی ہیں؟،،

''جی ہاں۔ بہت زیادہ۔،،

''اگر یہ بات ہے... اگر واقعی الیوشا سے آپ کو بہت محبت ہے... تو... پھر آپ کو اس کی خوشی کا بھی بہت خیال ہوگا..،، اس نے گویا زیرلب دبے انداز میں کہا۔

''جی ہاں۔ میں اسے خوش و خرم دیکھنا چاہتی ہوں...،،

''اچھا، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا میں اسے خوش رکھ سکوں گی؟ کیا مجھے اس طرح کی بات کرنے کا حق پہنچتا ہے جبکہ میں اسے آپ سے چھڑا کر لے جا رہی ہوں۔ اگر آپ سمجھتی ہیں اور ہم دونوں اس فیصلے پر پہنچتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ زیادہ خوش رہے گا تو پھر... پھر یہ ہے کہ...،،

''مگر اس کا فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے، کاتیا پیاری۔ آپ خود دیکھ سکتی ہیں کہ یہ معاملہ طے ہو چکا ہے،، نتاشا نے نرمی سے جواب دیا اور اپنا سر جھکا دیا۔ گفتگو کو جاری رکھنا اسے بہت بھاری پڑ رہا تھا۔

میرا خیال ہے کہ کاتیا اس سوال پر لمبی چوڑی بحث کرنے کو تیار تھی کہ ان دونوں میں سے کون الیوشا کو خوش رکھ سکے گی اور کس کو دستبردار ہو جانا چاہئے۔ لیکن نتاشا کے جواب کے بعد وہ فوراً سمجھ گئی کہ ہر بات بہت دن پہلے فیصل ہو چکی ہے اور اب بحث کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ ادھ کھلے لبوں سے وہ نتاشا کا منہ تکتی رہی۔ دل پر بوجھ تھا اور دماغ معطل۔ ابھی تک وہ نتاشا کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔

''اور کیا آپ اسے بہت چاہتی ہیں؟،، نتاشا نے ایک دم سے سوال کیا۔

''جی ہاں۔ لیکن ایک بات اور ہے جو میں آپ سے پوچھنا

چاھتی تھی۔ ایک حد تک اسی وجہ سے میں آئی بھی — مجھے یہ بتائیے کہ الیوشا میں کیا بات ہے جس کی بنا پر آپ اس سے محبت کرتی ھیں؟،،

''میں نہیں جانتی،، نتاشا نے جواب دیا۔ اور اس کی آواز میں ناگوار بےچینی جھلک رہی تھی۔

''کیا آپ سمجھتی ھیں کہ وہ ذھین ھے؟،، کاتیا نے پوچھا۔

''جی نہیں۔ میں تو صرف محبت کرتی ھوں...،،

''اور میں بھی۔ ھمیشہ مجھے اس پر ترس آتا ھے۔،،

''اور مجھے بھی،، نتاشا نے جواب دیا۔

''اب اس کا کیا کرنا چاھئے؟ اور آپ کو وہ میری خاطر چھوڑ کیسے سکے گا، یہ سمجھ میں نہیں آتا!،، کاتیا نے زور سے کہا۔ ''اب جبکہ میں آپ سے مل چکی ھوں، یہ بات میری سمجھ سے بالکل باھر ھے!،،

نتاشا زمین کو گھور رہی تھی، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کاتیا ذرا دیر تو خاموش رہی پھر ایک دم کرسی سے اٹھی اور نتاشا کو آھستہ سے بازوؤں میں لے لیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور آنسو بہائے۔ کاتیا اس کرسی کے بازو پر بیٹھ گئی جس پر نتاشا بیٹھی تھی۔ وہ برابر اس سے لپٹ چمٹ رہی تھی۔ اب اس کے ھاتھ چومنے لگی۔

''کاش آپ کو معلوم ھوتا کہ میں آپ سے کتنا پیار کرتی ھوں!،، اس نے روتے ھوئے کہا۔ ''آئیے، ھم دونوں بہنیں بن جائیں اور ھمیشہ ایک دوسرے سے خط و کتابت رکھیں... میں آپ سے ھمیشہ محبت کرتی رھوں گی... اس قدر مجھے آپ سے محبت ھے... اس قدر کہ...،،

''کیا اس نے آپ سے کہا کہ جون میں ھماری شادی ھونے والی ھے؟،، نتاشا نے پوچھا۔

''جی ھاں۔ کہا تو۔ اور یہ بھی کہ آپ اس پر راضی ھیں۔ خیر، یہ سب تو بس... صرف اس کا جی بہلانے کو ھے، اور کیا۔!،،

''ھاں، اور کیا۔،،

''میں بھی یہی سمجھی ھوں۔ میں اس سے صحیح معنوں میں محبت کروں گی، نتاشا، اور آپ کو ھر بات خط میں لکھتی رھوں گی۔ معلوم ھوتا ھے کہ عنقریب وہ میرا شوھر ھو جائے گا۔ ایسا ھی

نظر آتا ہے اور سبھوں کی زبان پر یہی ایک بات ہے۔ پیاری نتاشا اب تمہیں جانا پڑے گا... اپنے گھر چلی جاؤگی؟''
نتاشا نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف اسے زور سے پیار کر لیا۔
''خوش رہو!'' نتاشا نے کہا۔
''اور آپ... آپ بھی... خوش رہئے'' کاتیا نے کہا۔
عین اسی وقت دروازہ کھلا اور الیوشا داخل ہوا۔ اس سے پورے آدھ گھنٹے بھی انتظار نہ ہو سکا تھا۔ اس نے ان دونوں کو بازو میں بازو لئے اور روتے دیکھا تو وہ بےدم ہوکر غم کے مارے دونوں کے سامنے گھٹنوں کے بل سرنگوں ہو گیا۔
''اب تمہیں رونا کس بات کا ہے؟'' نتاشا نے اس سے سوال کیا۔
''اس بات کا کہ مجھ سے جدا ہو رہے ہو؟ مگر بہت عرصے کی جدائی تو ہے نہیں۔ تم جون تک واپس آ جاؤگے ہے نا؟''
''اور پھر تمہاری شادی ہو جائےگی'' کاتیا نے آنسوؤں کے درمیان کہا تاکہ الیوشا کو اطمینان رہے۔
''مگر میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا، ایک دن کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتا، نتاشا۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا... تمہیں پتہ نہیں کہ میرے لئے تمہاری ہستی کتنی بیش‌قیمت ہے! خاص طور سے اس وقت!..''
''اچھا تو ایک تدبیر ہے، تم یہ کر سکتے ہو'' نتاشا نے اچانک جوش میں آ کر کہا۔ ''کاؤنٹیس تھوڑے دن ماسکو میں ٹھیریں گی — ہے نا؟''
''ہاں — ایک ہفتہ قریب قریب'' کاتیا نے لقمہ دیا۔
''ایک ہفتہ۔ تو پھر اس سے بہتر کیا — تم انہیں کل ماسکو پہنچانے جاؤگے، اس میں صرف ایک دن لگےگا، اور پھر تم فوراً یہاں واپس آ سکتے ہو۔ اور جب وہ لوگ ماسکو سے روانہ ہونے لگیں گے تو ہم دونوں مہینہ بھر کے لئے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہیں گے اور تم ان کے ساتھ جانے کے لئے ماسکو روانہ ہو جاؤگے۔''
''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک... اور چار دن تم دونوں کو ساتھ رہنے کے مل جائیں گے'' کاتیا نے خوش ہوکر کہا اور نتاشا سے معنی‌خیز نظریں چار کیں۔
میں بیان نہیں کر سکتا کہ الیوشا اس نئی سبیل نکل آنے پر کس قدر جھوم اٹھا۔ ایک دم اس کے دل کو تسلی ہو گئی۔

چہرہ خوشی کے مارے جگمگانے لگا۔ اٹھ کے اس نے نتاشا کو گلے لگایا، کاتیا کے ہاتھ چومے اور مجھ سے لپٹ گیا۔ نتاشا اسے ایک غمزدہ تبسم کے ساتھ دیکھنے لگی لیکن کاتیا اس کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے ایک نگاہ گرم و تابناک میری طرف کی، نتاشا کو گلے لگایا اور چلنے کو اٹھ کھڑی ہوئی۔ فرانسیسی مادام نے عین اسی وقت آدمی کو اوپر بھیجا یہ کہلوانے کے لئے کہ آدھ گھنٹے کی جو شرط تھی وہ پوری ہو گئی، بس اب بات چیت ختم ہونی چاہئے۔

نتاشا اٹھی۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے، ہاتھوں میں ہاتھ لئے کھڑی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ آنکھوں آنکھوں میں وہ سب کچھ کہہ دینے کی کوشش کر رہی ہیں جو ان کی روحوں میں سمٹا ہوا ہے۔

''اب ہم دونوں کی ملاقات کبھی نہ ہوگی گویا،، کاتیا نے کہا۔

''کبھی نہیں، کاتیا،، نتاشا نے جواب دیا۔

''اچھا تو اب ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہیں۔،،

دونوں گلے ملنے لگیں۔

''مجھے کوسنا نہیں،، کاتیا نے جلدی سے زیرلب کہا۔ ''میں ہمیشہ... آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں... وہ ہمیشہ خوش رہے گا۔ آؤ الیوشا، مجھے نیچے لے چلو!،، اس نے الیوشا کا بازو تھامتے ہوئے جلدی سے کہا، ایسے کہ آواز لبوں میں رہ گئی۔

''وانیا!،، نتاشا نے ان لوگوں کے رخصت ہو جانے کے بعد مجھ سے کہا۔ اس کے دل میں ہلچل مچی تھی اور وہ مصیبت میں تھی۔ ''تم بھی چلے جاؤ... اور اب واپس نہ آنا — الیوشا شام تک میرے پاس رہے گا، آٹھ بجے تک۔ مگر اس کے بعد نہیں ٹھیرے گا۔ میں اکیلی رہ جاؤں گی... کوئی نو بجے آنا۔ آ جانا مہربانی کر کے!،،

جب شام کو نو بجے نیلی کو الکساندرا سیمیونوونا کے پاس چھوڑ کر (جبکہ پیالی ٹوٹنے کا واقعہ ہو چکا تھا) میں نتاشا کے ہاں پہنچا تو وہ بالکل اکیلی تھی اور بے صبری کے ساتھ میرا انتظار کر رہی تھی۔ ماورا سماوار اندر لے آئی۔ نتاشا نے مجھے چائے کی پیالی بنا کر دی، خود صوفے پر بیٹھ گئی اور مجھے اشارہ کیا کہ اور نزدیک کھسک آؤں۔

''ہاں تو سارا قصہ تمام ہوا،، اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا نگاہ تھی، میں کبھی بھول نہیں سکتا۔

''تو یہ تھا ہماری محبت کا انجام۔ چھ مہینے کی زندگی! اور باقی زندگی بھر کے لئے،، نتاشا نے میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کہا۔ اس کا ہاتھ جل رہا تھا۔ میں نے سمجھایا بجھایا کہ کوئی گرم کپڑا اوڑھ لو اور بستر پر جا کر لیٹ جاؤ۔

''ٹھیرو وانیا، دم لینے دو۔ میرے عزیز مہربان۔ ذرا میں بات تو کر لوں، جو کچھ ہوا ہے اسے یاد تو کر لوں... لگتا ہے کہ میرے تو پرزے اڑ گئے... اب کل میں اس سے آخری بار ملوں گی، دس بجے... بالکل آخری بار!..،،

''نتاشا، تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ تمہیں بخار چڑھ جائے گا... ذرا اپنی صحت کی فکر کرو...،،

''خیر۔ تو وانیا جب سے وہ گیا ہے، آدھ گھنٹے سے، میں بس تمہاری راہ دیکھ رہی تھی اور جانتے ہو، سوچ کیا رہی تھی؟ کیا خیال ہے کہ میں اپنے آپ سے کیا سوال کر رہی ہوں گی؟ میں اپنے جی میں سوال کر رہی تھی — کیا واقعی مجھے اس سے محبت تھی؟ یا نہیں تھی؟ یہ ہم دونوں کی محبت تھی کیا چیز؟ کیوں، کیا سمجھتے ہو، وانیا کہ یہ بےوقوفی ہے اب میرا اپنے جی میں اس طرح کا سوال کرنا؟،،

''اپنے آپ کو ہلکان مت کرو، نتاشا...،،

''دیکھتے ہو وانیا — میں اب اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ میں اس سے برابر والے کی طرح پیار ہی نہیں کرتی تھی، جیسے کوئی عورت مرد سے پیار کرتی ہے۔ بلکہ مجھے اس سے ایسی محبت تھی کہ... ماں کی سی۔ اور مجھے تو لگتا ہے کہ دنیا میں کوئی محبت ایسی نہیں جہاں دونوں فریق برابر کے درجے پر ایک دوسرے کو چاہتے ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟،،

میں اسے فکرمندی سے دیکھ رہا تھا اور مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں اس کے دماغ کو گرمی نہ چڑھ جائے، یہ اسی کے آثار نہ ہوں۔ کوئی چیز اسے اپنی گرفت میں لیتی ہوئی لگتی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بولے چلے جانے پر مجبور ہے۔ اس کی زبان سے بعض الفاظ تک بےربط نکل رہے تھے۔ اور وہ بیشتر تلفظ ایسے کرتی تھی کہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ مجھے اس کی طرف سے سخت اندیشہ ہو گیا۔

''وہ میرا تھا۔ قریب قریب اسی وقت سے جب میں پہلی بار اس

سے ملی، ایک بے پناہ تمنا اس بات کی مجھ میں پیدا ہو گئی تھی کہ اسے میرا ہونا چاہئے، فوراً میرا بن جانا چاہئے - کسی اور کی طرف نظر اٹھاکے نہیں دیکھنا چاہئے - کسی اور کو سوائے میرے جاننا تک نہیں چاہئے — صرف مجھے... آج صبح کاتیا نے اس بات کو خوب بیان کیا : میں اس سے اس طرح محبت کرتی تھی گویا ہمیشہ اس پر ترس آتا ہو... جب میں اکیلی ہوتی تھی تو مجھ میں ہمیشہ سے یہ بے پناہ خواہش پیدا ہوتی تھی، خواہش کی ایک سخت کھٹک کہ وہ ہمیشہ خوش و خرم رہے، بے حد خوش رہے - اس کی صورت کو (تم جانتے ہو وانیا، کیا کیفیت برستی ہے اس کے چہرے پر) میں سکون کے ساتھ دیکھ نہ سکتی تھی - کسی کے بھی چہرے پر وہ بات نہیں ہے - اور جب وہ ہنس پڑتا تھا تو میں ٹھنڈی پڑجاتی تھی اور مجھے جھرجھری آ جاتی تھی... سچ !..،،

''نتاشا، سنو بات...،،

''لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں،، اس نے میری بات کاٹی ''اور... خود تم بھی کہہ چکے ہو کہ اس میں قوت‌ارادی نام کو نہیں، اور وہ... کچھ ایسا ذہین آدمی نہیں، بچے کی طرح ہے - مگر یہی ایک چیز تھی جو مجھے اس میں سب سے پیاری تھی... تمہیں یقین آئےگا اس کا؟ اگرچہ میں یہ بھی ٹھیک سے نہیں جانتی کہ صرف اسی بنا پر مجھے اس سے محبت تھی - بس اتنا جانتی ہوں کہ اسے میں چاہتی تھی اور اگر وہ کسی طرح اس سے مختلف ہوتا مثلاً یہ کہ اس میں قوت ارادی ہوتی یا وہ ہوشیار اور ذہین ہوتا تو شاید میں اس سے یوں محبت نہ کر سکتی - جانتے ہو وانیا، میں تمہارے سامنے کسی بات کا اقرار کرنا چاہتی ہوں — تمہیں یاد ہے تین مہینے ہوئے جب ہمارا جھگڑا ہوا تھا جب وہ اس کے ہاں گیا تھا، کیا نام اس کا، منا... مجھے پتہ چل گیا، میں نے سراغ لگا لیا اور جانتے ہو کیا ہوا — مجھے سخت اذیت پہنچی مگر ساتھ ساتھ جیسے مزا بھی آیا... میں نہیں جانتی کیوں... یہ بات دل کو اچھی لگی کہ وہ بھی بڑوں کی طرح اور بڑے بڑوں کے ساتھ خوبصورت عورتوں کے گھر پھیرے کرنے لگا اور منا کے ہاں پہنچا! میں... کیا بتاؤں، اس جھگڑے میں مجھے کس قدر روحانی لطف ملا - اور پھر اسے معاف کر دینے میں بھی... ہائے میری جان !،،

اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی اور عجیب سی ہنسی ہنس دی۔ پھر وہ اپنے خیالوں میں گم ہوگئی جیسے ابھی تک کچھ یاد کر رہی ہو اور دیر تک ایسے ہی بیٹھی رہی، چہرے پر مسکراہٹ اور بیتے دنوں کا دھیان۔

''اس کا قصور معاف کر دینا مجھے بہت پسند تھا، وانیا،'' وہ کہتی رہی۔ ''جانتے ہو، جب وہ مجھے اکیلا چھوڑ جاتا تھا تو میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلا کرتی، رنج کرتی اور رویا کرتی۔ لیکن فوراً مجھے خیال آتا: اچھا ہے، جتنا وہ قصوروار ٹھیرے اتنا ہی اچھا... ہاں! اور جانتے ہو، ہمیشہ اس کا تصور ایک چھوٹے سے لڑکے کی طرح میرے ذہن میں آتا کہ میں کرسی پر بیٹھی ہوئی ہوں، وہ اپنا سر میرے زانو پر رکھ دیتا ہے اور سو جاتا ہے۔ میں ہلکے ہلکے اس کا سر سہلا رہی ہوں، اسے تھپک رہی ہوں... جب وہ میرے پاس نہیں ہوتا تو اس کی یہ تصویر میرے پاس ہوتی ہے... میں کہتی ہوں، وانیا،'' وہ ایک دم سے بولی ''کاتیا بھی کیا پیاری لڑکی ہے!''

مجھے ایسا لگا جیسے وہ جان بوجھ کے اپنے زخم کرید رہی ہے، اور ایک طرح کا وفور شوق ہے، غم اور اذیت کا، جو اسے زخموں کے کریدنے پر مجبور کر رہا ہے... اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے جب کوئی شخص بہت سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہے!

''مجھے یقین ہے کہ کاتیا اسے چین سے رکھ سکےگی۔ اس لڑکی میں کیرکٹر بھی ہے اور بات کرنے میں قوت فیصلہ بھی۔ اور الیوشا کے ساتھ وہ اس قدر سنجیدہ اور لئے دئے رہتی ہے اور اس سے ہمیشہ ایسی سوجھ بوجھ کی گفتگو کرتی ہے جیسے وہ خود بڑی بوڑھی ہو۔ حالانکہ ابھی خود بھی بچی ہی تو ہے! پیاری لڑکی، پیاری سی لڑکی! ہائے! مجھے امید ہے کہ وہ دونوں خوش رہیںگے۔ مجھے امید ہے، اسی کی امید ہے!..''

ایک دم آنسوؤں کا طوفان اس کے دل سے ابل پڑا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آدھ گھنٹے تک یہی حال رہا اور ضبط نہ ہو سکا۔ بمشکل اسے کچھ کچھ قرار آیا۔

میری پیاری نتاشا! اس رات بھی حالانکہ خود اپنے غم میں مبتلا تھی مگر دوسروں کے حال احوال سے، خود میرے معاملات سے اسے دلچسپی تھی۔ میں نے اس سے نیلی کے بارے میں بات کی تاکہ

خیال بٹا سکوں جب میں نے دیکھا کہ اب اسے قرار آ چلا ہے یا یوں کہوں کہ وہ روتے روتے تھک چکی ہے... ہم رات گئے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ جب تک نتاشا سو نہ گئی میں وہیں ٹھیرا رہا اور چلتے وقت میں نے ساورا سے کہا کہ وہ اپنی دکھیا مالکن کو اکیلا نہ چھوڑے۔

”ہائے۔ جلدی تمام ہو یہ قصہ!،، اپنے گھر واپس ہوتے ہوئے میرے منہ سے نکلا۔ ”بس اب اس مصیبت کا خاتمہ ہی ہو جائے! چاہے کیسے ہی ہو، چاہے جو کچھ ہو۔ مگر اب جلدی سے یہ قصہ نمٹ جائے۔ نمٹ ہی جائے!،،

دوسرے دن صبح ٹھیک دس بجے تھے کہ میں پھر نتاشا کے ہاں جا پہنچا۔ الیوشا بھی اسی وقت آیا... خدا حافظ کہنے۔ اس منظر کو میں بیان نہ کروں گا۔ اب اس کو دھرانا بھی نہیں چاہتا۔ نتاشا نے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خود کو قابو میں رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا اور بظاہر وہ خوش خوش نظر آنا چاہتی تھی جیسے اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ مگر یہ اس کے قبضۂ قدرت سے باہر تھا۔ اس نے بےتحاشا اور بڑی بےقراری سے الیوشا کو کلیجے سے لگا لیا۔ کم بولی لیکن دیر تک اسے آنکھیں بھر کے تکتی رہی، نتاشا کی نگاہیں دکھ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور بالکل کھوئی ہوئی۔ جو لفظ بھی الیوشا کے منہ سے نکلتا وہ بےصبری سے اسے سنتی مگر یہ بھی لگتا تھا کہ اس کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ الیوشا نے اس سے معافی مانگی۔ منت کی کہ اس محبت کو اور اس عرصے میں نتاشا کو جتنا صدمہ پہنچایا اس کو معاف کر دیا جائے۔ اس کی بےوفائیوں کو، کاتیا سے محبت کو... اور اس کی جدائی کو دل سے بھلا دیا جائے... وہ ٹوٹے ہوئے جملوں میں بول رہا تھا، گلا رندھا ہوا تھا۔ پھر وہ ایکدم نتاشا کو دلاسا دینے لگا، کہنے لگا کہ بس، ایک مہینے کے لئے جا رہا ہوں یا زیادہ سے زیادہ پانچ ہفتے لگ جائیں گے۔ گرمیوں میں لوٹ آؤں گا اور پھر نتاشا سے شادی ہو جائے گی۔ ابا جان بھی رضامند ہو جائیں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پرسوں ماسکو سے پھر ایک بار آؤں گا اور پورے چار دن تک دونوں ساتھ رہیں گے۔ یعنی بس ایک دن کی جدائی ہے یہ۔

عجیب بات ہے کہ اسے اپنے لفظوں کا پورا اعتبار تھا۔ اسے

یقین تھا کہ ھاں ماسکو سے تیسرے دن وہ لوٹ آئے گا... تو پھر غمزدہ ہونے اور آنسو بہانے کا کیا سبب؟

آخر گھنٹے نے گیارہ بجائے۔ بمشکل میں نے اسے سمجھا بجھا کر چل دینے پر راضی کیا۔ ماسکو جانےوالی گاڑی دوپہر کو ٹھیک بارہ بجے جاتی تھی۔ صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔ نتاشا نے بعد میں مجھ سے خود کہا کہ اسے یاد نہیں پڑتا کہ نگاہ واپسیں جو الیوشا پر چلتے وقت ڈالی، وہ کیسی تھی۔ البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ نتاشا نے اس پر اشارے سے صلیب کا نشان بنا کر حضرت مسیح کی امان میں دیا، پیار کیا اور اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپا کر اندر کمرے میں بھاگ گئی۔ اور میں الیوشا کو نیچے بگھی تک پہنچانے گیا ورنہ یقین تھا کہ وہ لوٹ آتا اور نیچے جاتا ہی نہیں۔

''آپ ہی ایک ہماری امید ہیں'' جب ہم نیچے جا رہے تھے تو وہ بولا۔ ''وانیا، میرے دوست! میں نے تمہیں دکھ دیا اور ہرگز اس قابل نہیں کہ محبت کی امید رکھ سکوں لیکن آخر تک بھائی‌بندی نبھا دینا — نتاشا سے محبت کرنا۔ اسے چھوڑ نہ دینا۔ مجھے ہر بات لکھتے رہنا اور جتنا ممکن ہو تفصیل سے لکھنا۔ بہت چھوٹے چھوٹے حرفوں میں لکھنا تاکہ کاغذ میں زیادہ سے زیادہ عبارت سما سکے۔ پرسوں میں یقیناً یہاں پہنچ جاؤں گا۔ ضرور بالضرور۔ مگر اس کے بعد جب رخصت ہو جاؤں تو ضرور لکھتے رہنا!''

میں نے اسے گاڑی میں سوار کرا دیا۔

گاڑی چلی تو چلا کر بولا ''پرسوں تک کے لئے رخصت! ضرور بالضرور!''

ڈوبے ہوئے دل کے ساتھ میں اوپر نتاشا کے پاس واپس گیا۔ وہ ھاتھ پر ھاتھ باندھے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔ مجھے یوں دیدے پھاڑ کر دیکھنے لگی جیسے پہچانتی نہیں۔ بالوں کی لٹ ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ آنکھیں خالی تھیں اور سنسان۔ ماورا چوکھٹ کے پاس کھڑی اسے تک رھی تھی جیسے دہشت‌زدہ ہو۔

ایک دم نتاشا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''اف، تم ہو — ارے!'' وہ مجھے دیکھ کر چیخ پڑی۔ ''اب اکیلے تم ہی رہ گئے ہو! تمہیں اس سے نفرت تھی نا! تم نے اسے میری محبت کی وجہ سے کبھی معاف نہ کیا!.. اور اب تم میرے

پاس رہ گئے! اور اب کیا ہے؟ تم اس لئے آئے ہو کہ مجھے پھر سے تسلی دو، سمجھاؤ بجھاؤ کہ میں ابا کے گھر واپس چلی جاؤں، جنہوں نے مجھے چھوڑدیا، عاق کر دیا۔ میں جانتی تھی کہ یہی ہونےوالا ہے۔ کل جانتی تھی۔ دو مہینے پہلے جانتی تھی!.. میں اب جانا نہیں چاہتی۔ نہیں جاؤں‌گی! میں خود انہیں عاق کرتی ہوں!.. جاؤ بس چلے جاؤ! میں تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتی!.. چلے جاؤ، نکل جاؤ!،،

مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس پر جنون سوار ہے اور میری صورت دیکھ‌کر اس کا پارہ دیوانگی کی حد تک چڑھ گیا ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ہاں یہی ہونا تھا اور مناسب معلوم ہوا کہ وہاں سے ٹل جاؤں۔ دروازے کے باہر سیڑھی پر میں جا بیٹھا اور انتظار کرتا رہا۔ اب تب میں اٹھتا، دروازہ کھولتا، ماورا سے اشارے میں بات کرتا اور پوچھ لیتا۔ ماورا روئے جا رہی تھی۔

اسی طرح کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔ بیان نہیں کرتا کہ اتنی دیر میں خود مجھ پر کیا گزر گئی۔ دل ڈوبنے لگا اور اتھاہ درد کے سارے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ ایکدم دروازہ کھلا اور نتاشا دوڑتی ہوئی نکلی۔ برساتی لئے اور ٹوپی لگائے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خود اسے اپنی حرکات کا ہوش نہ تھا اور بعد میں اس نے مجھے بتایا بھی کہ وہ واقعہ کچھ دھندلا سا یاد پڑتا ہے اور اسے خود خبر نہ تھی کہ کدھر دوڑی جا رہی ہے اور کس غرض سے۔

اس سے پہلے کہ میں اچھل‌کر خود کو اس سے آڑ میں کر سکوں اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور وہ وہیں بت بن‌کر رہ گئی میری نگاہوں کے سامنے۔ ”مجھے ایک جھلک سی یاد آئی،، نتاشا نے بعد میں مجھ سے بیان کیا ”کہ بےدردی اور دیوانگی کے جوش میں تمہیں میں نے گھر سے نکال دیا تھا، تمہیں، تمہیں جو میرے پیارے بھی ہو، بھائی بھی اور پشت پناہ بھی! اور اس پر بھی جب میں نے دیکھا کہ تم، دکھیا، اتنی توہین کے بعد مجھے چھوڑکر نہیں گئے بلکہ سیڑھیوں پر بیٹھے اس کا انتظار کر رہے ہو کہ کب تمہیں اندر بلا لوں، اف، میرے پروردگار! کاش تمہیں خبر ہوتی، وانیا کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئی ہے! ایسا لگا جیسے کسی نے دل پر خنجر مار دیا ہو...،،

”وانیا، وانیا!،، اس نے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھاکر کہا۔

''ارے، تم یہاں ہو!..'' اور خود کو میرے بازوؤں میں ڈال دیا۔
میں نے نتاشا کو سنبھالا اور اٹھاکر کمرے میں لے گیا۔ وہ بےھوش ہو گئی تھی۔ ''اب کیا کروں میں؟'' میں نے سوچا۔ ''اسے سرسام ہو جائے گا!''
طے کیا کہ دوڑا ہوا ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔ مرض کے شروع میں ہی کچھ تدبیر کرنی چاھئے۔ اس میں زیادہ دیر تو لگےگی نہیں۔ میرے وہ بڑے میاں جرمن ڈاکٹر ۲ بجے تک گھر پر ہی رہا کرتے تھے۔ میں ان کی طرف دوڑا اور ساورا سے منت کی کہ وہ ایک منٹ، ایک لمحے کو بھی نتاشا کو چھوڑکر نہ ہٹے اور اسے باھر نہ جانے دے۔ خدا نے مدد کی — اگر ذرا اور دیر ہو گئی ہوتی تو ڈاکٹر صاحب گھر پر ھاتھ نہ آتے۔ وہ گھر سے نکل کر سڑک پر آ ھی چکے تھے اور باھر جانے والے تھے کہ میں نے انھیں جا لیا۔ فوراً اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اس سے پہلے کہ وہ معاملے پر حیرانی کا اظہار کر سکیں، انھیں لئے ہوئے میں تیزی سے نتاشا کے گھر روانہ ہوا۔
ھاں بس خدا نے ھی میری مدد کی! اس آدھ گھنٹے میں جب میں گھر پر نہیں تھا، نتاشا کو کچھ ہو گیا اور اندیشہ تھا کہ اس کی جان ھی نکل گئی ہوتی اگر میں ڈاکٹر کو لئے ہوئے عین موقع پر نہ آ پہنچا ہوتا۔ مجھے یہاں سے گئے پندرہ منٹ بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ پرنس والکوفسکی مکان پر آ دھمکا۔ وہ سیدھا ریلوے اسٹیشن سے سب کو رخصت کرکے نتاشا کے ھاں چلا آیا تھا۔ شاید اس نے بہت پہلے سے منصوبہ باندھ رکھا تھا آج کی، اس وقت کی آمد کا۔ نتاشا نے بعد میں مجھ سے کہا کہ پہلے منٹ تو پرنس کو دیکھ‌کر مجھے تعجب تک نہ ہوا۔ ''میرا دماغ ایسا گھوم رہا تھا'' اس نے کہا۔
وہ نتاشا کے بالکل سامنے جم گیا اور اسے شفقت اور تشفی کی صورت بناکر دیکھنے لگا۔
''عزیزم'' اس نے ٹھنڈا سانس بھرکے کہا ''میں آپ کے دکھ کو سمجھتا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ یہ وقت آپ پر کیسا گراں گزرےگا، اسی لئے آپ کے ھاں آنا میں نے اپنا فرض سمجھا۔ اگر ھو سکے تو اسی کو اپنی تسکین کا سبب بنا لیجئے اور اسی پر صبر کیجئے کہ کم از کم الیوشا سے دستبردار ھوکر آپ نے اس کی خوشی

کا ساسان تو کر دیا ۔ مگر آپ اس بات کو مجھ سے بہتر سمجھتی ھیں کیونکہ آپ نے اپنے اندر وہ ھمت اور عزم پایا کہ ایسے بڑے‌پن کا سلوک کر سکیں...،،

''میں بیٹھی سنتی رھی،، نتاشا نے بعد کو مجھے بتایا ۔ ''لیکن اول تو ایسا لگ رھا تھا کہ سمجھ میں کچھ نہیں آ رھا ۔ بس یہ خیال پڑتا ھے کہ میں اسے بیٹھی تکتی رھی، تکتی رھی ۔ اس نے اپنے ھاتھوں میں میرا ھاتھ لے لیا اور دباتا رھا ۔ بظاھر اسے یہ حرکت بہت بھائی ۔ اور میں اپنے غم سے ایسی کچلی ھوئی تھی کہ اتنا بھی خیال نہ آیا کہ اس سے ھاتھ چھڑا لوں ۔،،

''اب آپ نے دیکھ لیا،، پرنس نے کہا ''کہ اگر آپ الیوشا کی بیوی بن گئی ھوتیں تو وہ ایک دن آپ سے بیزار ھو جاتا ۔ اور آپ میں یہ بات سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے لئے کافی خودداری موجود تھی... لیکن میں اس لئے نہیں آیا کہ آپ کی تعریف کروں ۔ میں تو آپ کو صرف یہ بتانا چاھتا ھوں کہ مجھ سے بہتر سچا دوست آپ کو کبھی کہیں میسر نہ آئے گا ۔ مجھے آپ سے ھمدردی ھے اور آپ کے حال پر ترس آتا ھے ۔ میں اس سارے قصے میں خواہ مخواہ کو فریق بنا رھا ھوں لیکن سوال میرے فرض کی ادائگی کا تھا ۔ آپ کا دل بڑا ھے، وہ اس بات کو سمجھے گا اور مجھ سے صلح کر لے گا... مگر آپ یقین کیجئے گا مجھ پر آپ سے بھی زیادہ سخت گزری ھے !،،

''بس کیجئے، پرنس صاحب،، نتاشا نے کہا ۔ ''مجھے چین لینے دیجئے ۔،،

''ضرور ضرور، میں ابھی چلا جاؤں گا،، اس نے جواب دیا ۔ ''مگر آپ سے اپنی سگی بیٹی کی طرح محبت کرتا ھوں، مجھے یہ اجازت دیجئے کہ آتا رھوں اور آپ سے ملتا رھوں ۔ مجھے اب اپنے باپ کی جگہ سمجھئے اور اجازت دیجئے کہ آپ کے کام آ سکوں ۔،،

''مجھے کچھ نہیں چاھئے ۔ بس مجھے اپنے حال پر اکیلا چھوڑ دیجئے،، نتاشا نے پھر اس کی بات کاٹی ۔

''میں جانتا ھوں کہ آپ میں بڑی خودداری ھے... لیکن میں جو کہہ رھا ھوں، خلوص سے کہہ رھا ھوں، صدق دل سے ۔ اب بتائیے، ارادہ کیا ھے آپ کا؟ والدین سے صلح صفائی کر لینے کا؟ یہ بہتر رھے گا ۔ لیکن آپ کے والد بےانصاف، خود سر اور بےدرد آدمی ھیں ۔

معاف کیجئے گا لیکن حقیقت یہی ہے۔ اپنے گھر جائیں گی آپ تو کیا ملے گا سوائے لعنت ملامت اور دکھ کے؟.. مگر آپ کو آزادانہ زندگی بسر کرنی چاہئے۔ اور یہ میرا اخلاقی فرض ہے، مقدس فرض ہے کہ آپ کا خیال رکھوں اور اب سہارا دوں۔ الیوشا نے بھی مجھ سے یہی التجا کی ہے کہ آپ کو بےسہارا نہ چھوڑوں اور میل رکھوں۔ مگر میرے علاوہ اور بھی ہستیاں ہیں جنہیں آپ کا بہت خیال ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اجازت دیں گی کہ آپ کو کاؤنٹ 'ن' سے ملایا جائے۔ وہ بہترین طبیعت کے آدمی ہیں۔ ہمارے عزیزوں میں ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے سارے خاندان پر ان کے احسانات ہیں۔ الیوشا کے لئے انہوں نے بہت کچھ کیا۔ الیوشا کو ان کی ذات سے بڑی محبت اور عقیدت ہے۔ بڑے زبردست آدمی ہیں اور ان کے اثر رسوخ بہت ہیں۔ بزرگ عمررسیدہ شخصیت ہے ان کی۔ آپ جیسی بن‌بیاہی نوجوان لڑکی کے لئے نہایت مناسب رہےگا کہ ان سے ربط ضبط قائم کریں۔ میں آپ کا ذکر ان سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔ وہ آپ کی مدد کریں گے اور اگر آپ چاہیں تو اعلی درجے کی حیثیت بنا دیں گے... اپنے عزیزوں میں سے کسی کے ساتھ۔ میں نے انہیں بہت زمانہ ہوا تبھی ہمارے معاملات کا سارا حال صاف صاف اور تفصیل سے سنا دیا تھا۔ اور اب رحمدلی اور فیاضی کی بدولت ان کی بےتابی کا یہ حال ہے کہ خود مجھ سے اصرار کرتے رہتے ہیں کہ جتنی جلدی ممکن ہو ان کو آپ سے ملایا جائے... وہ ایسی ہستی ہیں جو ہر قسم کی صفت اور حسن کی قدر کرتے ہیں، آپ یقین کیجئے گا، ایک بزرگ آدمی، بڑا دل رکھنے والے، اونچی حیثیت کے، جو صحیح قدر و قیمت پہچان سکتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ ابھی چند روز پہلے ایک خاص معاملے میں آپ کے والد کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کر چکے ہیں۔''

نتاشا اچھل پڑی جیسے کسی نے ڈنک مار دیا ہو۔ اب وہ بالآخر اس کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

''مجھے رہنے دیجئے۔ بس، رہنے دیجئے، بس!'' اس نے زور سے ڈانٹا۔

''مگر میری عزیز، آپ بھول رہی ہیں کہ کاؤنٹ آپ کے والد کے بھی کام آسکتے ہیں...''

''میرے باپ آپ سے کچھ نہیں لیں گے - آپ جانتے ہیں کہ نہیں؟''
نتاشا نے پھر ڈانٹا -
''اف خدایا، کس قدر بےصبر اور بےاختیار آدمی ہیں آپ! میں نے ایسا کیا قصور کیا جس کا یہ بدلہ ہے؟'' پرنس نے کسی قدر بےچینی سے ادھر ادھر نظر گھما کر کہا - ''بہرحال آپ مجھے اس کی اجازت تو دیجئے ہی'' اس نے جیب سے نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکالتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی - ''اتنی اجازت تو ہوگی کہ میں اپنی ہمدردی کا یہ ثبوت یہاں چھوڑ دوں اور خاص طور سے کاؤنٹ 'ن' کی ہمدردی کا ثبوت، جن کے حکم کی میں صرف تعمیل کر رہا ہوں - اس گڈی میں دس ہزار روبل ہیں - ذرا ٹھہرئیے، میری عزیز'' اس نے گھبرا کر جلدی سے کہا جب دیکھا کہ نتاشا غصے میں بھری اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی ہے - ''پوری بات ذرا ٹھنڈے دل سے سن لیجئے — آپ جانتی ہیں کہ آپ کے والد مقدمہ ہار گئے ہیں - یہ دس ہزار کی رقم ایک طرح سے نقصان کا ہرجانہ ہو جائےگی جو . . .''
''نکل جاؤ'' نتاشا چیخ پڑی - ''اپنا روپیہ اٹھا کر یہاں سے بھاگ جاؤ! میں تمہیں خوب سمجھتی ہوں! کمینے، پاجی — ذلیل آدمی!''
پرنس والکوفسکی کا غصے کے سارے رنگ فق ہو گیا اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا -
وہ شاید یہ دیکھنے آیا تھا کہ اب زمین کیسی ہے، صورت‌حال کو اچھی طرح ناپ تول لیا جائے - اور بلاشبہ اسے ان دس ہزار روبل کی تاثیر پر بڑا بھروسہ تھا، نتاشا اس وقت مفلس، قلاش اور بےکس و بےبس تھی . . . اپنے کمینےپن اور جوڑ توڑ سے پرنس ایک سے زیادہ موقعوں پر کاؤنٹ ''ن'' جیسے عمر رسیدہ عیاش اور ہوس‌پرست کی اسی قسم کی خدمت انجام دے چکا تھا - لیکن اسے نتاشا سے نفرت تھی اور یہ دیکھ کر کہ اس کی کوئی پیش نہ گئی، اس نے فوراً اپنا لب و لہجہ بدل دیا اور ناپاک مسرت کے ساتھ نتاشا کی توہین کرنے میں عجلت کی تاکہ یہاں آنا مفت نہ جائے -

---

''اب دیکھئے - یہ تو ٹھیک نہیں ہے، عزیزم کہ آپ اس طرح طیش میں آگئیں'' اس نے ذرا کانپتی ہوئی آواز میں کہا کیونکہ جو توہین وہ کرنےوالا تھا اس سے لطف‌اندوز ہونے کے لئے وہ

بے‌تاب تھا۔ ''اس سے کام نہیں چلے گا۔ آپ کو سہارا دیا جا رہا ہے اور آپ ہیں کہ اپنی نکو ٹیڑھی کئے لے رہی ہیں۔ آپ کو خود یہ احساس کیوں نہیں کہ الٹا شکرگزار ہونا چاہئے تھا میرا؟ میں آپ کو اس نوجوان لڑکے کے باپ کی حیثیت سے حوالات میں ڈلوا دیتا جسے آپ بگاڑ رہی تھیں اور نافرسان بنا رہی تھیں۔ مگر میں نے یہ نہیں کیا... کھی، کھی، کھی، کھی!''

عین اسی وقت ہم گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ باورچی‌خانے میں ہی ہم کو آواز سنائی دی، آواز سن‌کر ہم وہیں ٹھٹک گئے، ڈاکٹر کو میں نے ایک لمحے کے لئے روکا اور پرنس کے آخری الفاظ کان میں پڑے۔ بعد میں اس کی نفرت انگیز کھی کھی سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی نتاشا کی غم‌ناک چیخ: ''اف پروردگار!'' میں نے ایک دم دروازہ کھول دیا اور پرنس پر لپکا۔

میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا اور پوری طاقت سے گال پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ بھی جواب میں مجھ پر حملہ کرتا مگر یہ دیکھ‌کر کہ ہم دو آدمی ہیں دم دبا‌کر بھاگ نکلا اور چلتے چلتے نوٹوں کی گڈی میز پر سے اٹھا لی۔ جی ہاں، اس نے یہی حرکت کی۔ میں نے خود دیکھا اور باورچی‌خانے کی میز سے ایک بیلن پھینک‌کر مارا... اور جب میں کمرے میں دوڑ‌کر آیا تو دیکھا کہ ڈاکٹر نتاشا کو تھامے ہوئے ہے اور نتاشا جیسے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، بری طرح تڑپ رہی ہے۔ دیر تک ہم اسے سکون کی حالت میں نہ لا سکے۔ آخر، بستر پر لٹانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس پر ہذیان طاری تھا۔ بالکل جیسے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہو۔

''ڈاکٹر، اس کو کیا ہوا''؟خوف کے مارے ہاتھ پاؤں چھوڑتے ہوئے میں نے پوچھا۔

''ذرا صبر کیجئے'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ''ذرا اور قریب سے دورے کی حالت کا اندازہ کر لوں پھر تشخیص کروں‌گا... مگر یہ بتا دوں کہ حالت خراب ہے۔ سرسام کی نوبت پہنچ سکتی ہے... خیر، بہرحال، کچھ تو تدبیر کی ہی جائےگی...''

مجھے ایک نئی تدبیر سوجھی۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ دو تین گھنٹے نتاشا کے پاس رہیں اور وعدہ لے لیا کہ منٹ بھر کو بھی اسے چھوڑ‌کر نہ جائیں۔ انھوں نے وعدہ کیا اور میں گھر دوڑا ہوا گیا۔

30—1651

نیلی ایک کونے میں سکڑی سمٹی اور پریشان بیٹھی تھی، اس
نے مجھے عجیب نگاہ سے دیکھا، خود میں بھی عجیب لگ رہا ہوں گا۔
میں نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ صوفے پر بیٹھ گیا۔
زانو پر اس کو لے لیا اور خوب بھر کے پیار کرنے لگا۔ وہ سرخ
ہو گئی۔

''نیلی، میری پیاری بچی!،، میں نے اس سے کہا۔ ''کیا تم ہم
سب کو مصیبت سے نکالنے کو تیار ہو؟ کیا ہمیں بچانا چاہوگی؟،،

وہ دیدے پھاڑ کر میرا منہ تکنے لگی۔

''نیلی، بس تم ہی ہماری آخری امید ہو! ایک باپ ہے — تم اس
کو دیکھ چکی ہو، جانتی ہو۔ اس نے اپنی بیٹی کو عاق کر دیا
ہے اور کل وہ یہاں آیا تھا کہ تمہیں گود لے لے۔ اب وہ نتاشا
(جس کے بارے میں تم خود کہہ چکی ہو کہ تمہیں اس سے محبت
ہے) اکیلی رہ گئی، وہ شخص جس سے اسے محبت تھی اور جس کی
خاطر اس نے اپنے باپ کو چھوڑا تھا، اسے چھوڑ کر چلا گیا۔
وہ اس پرنس کا بیٹا ہے جو تمہیں یاد ہوگا کہ ایک شام مجھ سے
ملنے آیا تھا، اس وقت تم گھر پر تنہا تھیں اور اسے دیکھ کر بھاگ
گئی تھیں اور بعد میں بیمار پڑ گئی تھیں... تم اسے جانتی تو ہو
نا؟ وہ بدذات آدمی ہے!،،

''ہاں میں جانتی ہوں،، نیلی نے کانپتے ہوئے جواب دیا اور اس کا
رنگ فق ہو گیا۔

''ہاں تو وہ بدذات آدمی ہے۔ اسے نتاشا سے اس لئے نفرت تھی
کہ اس کا بیٹا نتاشا سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ الیوشا آج چلا گیا
اور اس کے جانے کے گھنٹہ بھر بعد اس کا باپ نتاشا کے ہاں پہنچا۔
اس کی توہین کی، دھمکیاں دیں حوالات میں بند کرا دینے کی اور
اس کا مذاق اڑایا۔ تم سمجھ رہی ہو نا میری بات، نیلی؟،،

اس کی سیاہ آنکھیں چمک اٹھیں مگر اس نے فوراً نگاہ جھکا لی۔

''میں سمجھتی ہوں،، نیلی نے اس طرح سے زیرلب کہا کہ مشکل
سے سنائی دیتا تھا۔

''اب نتاشا اکیلی رہ گئی ہے اور بیمار ہے۔ جب میں تمہارے
پاس آنے لگا تو اسے اپنے ڈاکٹر کے ساتھ چھوڑ آیا۔ سنو، نیلی —
ہمیں نتاشا کے باپ کے پاس چلنا چاہئے۔ تم اس شخص کو پسند
نہیں کرتی ہو اور اس کے ہاں جانا بھی نہیں چاہتی تھیں مگر

اب مجھے اور تمہیں مل کر ان کے ہاں چلنا ہوگا۔ میں جاؤں گا اندر اور کہہ دوں گا کہ اب تم ان کے گھر رہنے کو اور بیٹی بن کر رہنے کو تیار ہو۔ بڑے میاں بیمار ہیں کیونکہ انہوں نے نتاشا کو عاق کیا اور اوپر سے الیوشا کے باپ نے ان کی ابھی دو دن ہوئے بڑی جان لیوا توہین کی ہے۔ اب وہ بیٹی کا نام بھی سننے کو تیار نہ ہوں گے مگر وہ آج بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور بہت چاہتے ہیں اور اس سے میل کر لینے کو آمادہ ہیں۔ مجھے خبر ہے نیلی، سب خبر ہے مجھ کو! ٹھیک یہی بات ہے!.. سن رہی ہو، نیلی؟''

''سن رہی ہوں'' اس نے ویسے ہی بہت آہستہ سے کہا۔

میں نیلی سے باتیں کر رہا تھا مگر میرے چہرے پر آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ نیلی مجھے دبی نظر سے دیکھے جا رہی تھی۔

''تم کو میری بات کا یقین ہے نیلی؟''

''ضرور۔''

''اچھا تو اب میں تمہیں لے کے چلوں گا اور وہ لوگ تمہیں قبول کریں گے، مہربانی اور خوش‌خلقی سے تمہاری آؤ بھگت کریں گے، تم سے سوال کرنا شروع کریں گے۔ تب میں گفتگو کو ایسے موڑوں گا کہ وہ تم سے تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگیں گے۔ ماں اور نانا کے بارے میں۔ نیلی، انہیں تم سب کچھ کہہ‌سنانا، ٹھیک ایسے جیسے مجھے سنایا تھا۔ بلاتکلف ایک ایک بات ان کے آگے بیان کر دینا، کچھ رہ نہ جائے۔ انہیں تم بتانا کہ کیسے تمہاری ماں کو ایک بدطینت آدمی نے چھوڑ دیا تھا اور وہ ببنووا کے تہہ‌خانے میں آ کر مر گئی، کیسے تم اور تمہاری ماں مل کر گلی گلی بھیک مانگتے پھرے۔ اور مرتے وقت ماں نے تم سے کیا کیا وصیتیں کیں... انہیں اپنے نانا کے متعلق بھی بتانا کہ وہ تمہاری ماں کو کسی طرح معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور آخری وقت ماں نے تمہیں بھیج کر ان کو بلوایا تھا تاکہ قصور معاف کرا لیں اور اس وقت بھی انہوں نے انکار کر دیا... اور پھر وہ کس حال میں مری ہیں۔ تم ان کو ایک ایک ذرہ بتا دینا، سب کچھ سنانا! جب تم کہہ چکوگی تو بڑے میاں کے دل پر بھی اس کا اثر ہوگا۔ دیکھتی ہو، ان کو

معلوم ہے کہ الیوشا اسے چھوڑکر چلا گیا اور اب وہ بےسہارا رہ گئی ہے۔ اس کی ذلت ہوئی، رسوائی ہوئی۔ اب وہ بےکس، بےیار و مددگار ہے اور اپنے دشمن کے رحم و کرم پر پڑی ہے۔ انہیں سب خبر ہے... نیلی! تم نتاشا کو بچا لو! بتاؤ، چلوگی؟،،

''جی ہاں،، نیلی نے لمبا سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور مجھے عجیب نگاہ سے دیر تک غور سے دیکھا۔ اس نگاہ میں کوئی شے تھی جس میں ملامت جھلکتی تھی، اور میں نے اس کی کھٹک اپنے سینے میں محسوس کی۔

تاہم میں اپنے خیال سے باز نہ آیا۔ مجھے اس تدبیر پر بہت بھروسہ تھا۔ نیلی کا ہاتھ میں نے تھاما اور ہم دونوں چل دئے۔ تین بجے کا عمل تھا۔ آسمان پر بادل امنڈ رہے تھے۔ ادھر کچھ روز سے موسم بہت گرم اور گھٹا گھٹا تھا۔ لیکن اب کہیں دور سے بہار کی پہلی گھڑگھڑاہٹ سنائی دینے لگی تھی۔ گردآلود سڑکوں پر ہوا کے جھونکے مچل رہے تھے۔

ہم دونوں ایک گھوڑا گاڑی میں سوار ہو لئے۔ سارے راستے نیلی نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ وہ کبھی کبھی مجھ پر وہی ایک عجیب اور پراسرار نگاہ ڈال لیتی تھی اور بس۔ اس کے سینے میں تلاطم برپا تھا اور گاڑی پر میرے ہاتھ کو جو اسے سنبھالے تھا اس کے ننھے سے دل کی دھڑکن محسوس ہوئی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ تڑپ کر پہلو سے نکل جائے گا۔

ساتواں باب

مجھے لگ رہا تھا کہ اخمنیف کے گھر کا راستہ ہی کبھی طے نہ ہوگا۔ آخر خدا خدا کرکے پہنچ گئے اور میں نے گھر کے اندر ڈوبتی ہوئی حالت میں قدم رکھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جب میں اس گھر سے رخصت ہونے لگوں گا تو صورت کیا ہوگی لیکن یہ ضرور جانتا تھا کہ چاہے کچھ ہو جائے اس وقت تک یہاں سے ٹلوں گا نہیں جب تک نتاشا کا قصور معاف نہ کرا لوں اور باپ بیٹی کا ملاپ طے نہ ہو جائے۔

تین بج چکے تھے اور بڑے میاں، بڑی بی دونوں حسب‌معمول تنہا بیٹھے تھے۔ نکولائی سرگیئچ مضمحل اور بیمار تھے، ان کی

رنگت زرد ہو گئی تھی اور بےجان پڑے تھے اپنی آرام کرسی پر نیم‌دراز۔ اور ٹھنڈائی کی پٹی سر پر بندھی ہوئی۔ آننا اندریئونا ان کے پاس بیٹھی تھیں، بار بار ان کی کنپٹی سرکے سے بھگوتی رہتی تھیں اور کنکھیوں سے مستقل ان کی صورت دیکھے جا رہی تھیں۔ خود ان کے چہرے پر ایسی سوالیہ اور رحم‌آلود کیفیت برس رہی تھی جس سے بڑے میاں کو پریشانی بلکہ الجھن لگ رہی ہوگی۔ وہ سختی سے اپنے لبوں پر سہرسکوت لگائے ہوئے تھے اور بڑی بی کو بھی بولنے چالنے کی ہمت نہ تھی۔ جب اچانک ہم داخل ہوئے تو ان دونوں کو بڑا تعجب ہوا۔ آننا اندریئونا نہ جانے کیوں، نیلی کے ساتھ مجھے دیکھ کر سہم سی گئیں اور پہلے منٹ انہوں نے مجھ کو ایسی نگاہ سے دیکھا گویا ایک دم خود کو کسی بات کا قصوروار سمجھ رہی ہوں۔

''لیجئے، میں اپنی نیلی کو آپ کے پاس لے آیا ہوں،، میں نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''اس نے سوچ سمجھ کر طے کر لیا، اور یہ اب اپنی مرضی سے یہاں آئی ہے۔ اسے رکھ لیجئے اور محبت کیجئے...،،

بڑے میاں نے شک و شبہ کی نظر سے مجھے دیکھا اور ان کی صرف ایک نظر سے ہی میں نے بھانپ لیا کہ انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے کہ نتاشا اکیلی رہ گئی، اسے تنہا بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا گیا اور عجب نہیں کہ اب تک اس کی تذلیل بھی کی جا چکی ہو۔ انہیں فکر پڑ گئی کہ ہم دونوں کی آمد کے پیچھے جو اصل میں راز ہے اس کا پتہ لگائیں اور انہوں نے ٹوہ لینے‌والی نظر سے ہم دونوں کو دیکھا بھی۔ نیلی لرز رہی تھی اور میرا ہاتھ بہت مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی۔ وہ نگاہ تک نہیں اٹھا رہی تھی، بس کبھی کبھی اپنے آس پاس سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ لیتی تھی جیسے جال میں پھنسا ہوا جانور ہو۔ لیکن آننا اندریئونا کو سدھ بدھ آگئی اور انہوں نے اس موقع پر ہوش سے کام لیا — وہ خود سے ارادہ کرکے نیلی کی طرف بڑھیں، اسے پیار کیا، تھپکا بلکہ اس پر ترس کے آنسو بھی بہائے۔ چمکارکر اپنے پاس بٹھا لیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ نیلی کنکھیوں سے ان کو تعجب کے ساتھ ٹوہ لینےوالے انداز میں دیکھتی رہی۔

مگر نیلی پر پیار نچھاور کرنے اور اسے اپنے برابر بٹھا لینے کے بعد بڑی بی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب آگے کیا

کریں اور انہوں نے میری طرف سادگی کی توقع سے دیکھا۔ بڑے میاں کو ناگوار گزرا جیسے نیلی کو لانے میں انہیں مجھ پر کچھ شک و شبہ ہو۔ خود اس کا اندازہ کرکے کہ میں نے ان کی ناگواری اور غصّے کے تیوروں کو بھانپ لیا ہے انہوں نے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور لفظ توڑ توڑ کر بولے:

''وانیا، بھئی، سر میں بہت سخت درد ہے۔''

ہم لوگ ابھی خاموشی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ شروع کہاں سے کروں۔ کمرے میں اندھیرا اندھیرا سا تھا۔ ایک گھنگھور طوفانی گھٹا آسمان پر چھائی جا رہی تھی اور پھر ایک بار دور؟ کہیں سے طوفان کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی۔

''یہ سنئے، کیسی گھڑگھڑاہٹ ہے۔ اس بہار میں وقت سے پہلے ہی گھڑگھڑاہٹ شروع ہو گئی'' بڑے میاں نے کہا۔ ''مگر مجھے یاد پڑتا ہے کہ ۱۸۳۷ء میں ہمارے یہاں تو گھٹاؤں کی گرج اس سے بھی پہلے شروع ہو گئی تھی۔''

آننا اندریئونا نے لمبا سانس بھرا۔

''کچھ چائے ہو جائے؟'' انہوں نے دبتے دبتے پوچھا مگر کسی نے جواب نہ دیا اور وہ پھر نیلی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''کیا نام ہے تمہارا بچی؟'' انہوں نے اس سے پوچھا۔

نیلی نے دھیمی آواز میں اپنا نام بتا دیا اور پہلے سے بھی زیادہ آنکھیں جھکا لیں۔ بڑے میاں نے توجہ کی نگاہ سے اسے دیکھا۔

''یعنی یلینا۔ ہے نا؟'' آننا اندریئونا اور جوش سے باتیں کرنے لگیں۔

''جی ہاں'' نیلی نے جواب دیا۔ اور پھر خاموشی کا پردہ پڑ گیا۔

''پراسکوویا اندریئونا، میری ایک سالی ہیں، ان کی بھی ایک رشتے کی بھانجی کا نام یہی تھا یلینا۔ سب اسے نیلی کہتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے'' نکولائی سرگیئچ بولے۔

''اب تمہارا کوئی رشتہ‌دار نہیں ہے کیا، نہ ماں، نہ باپ؟'' آننا اندریئونا نے پھر سوال کیا۔

''جی نہیں'' نیلی نے جھٹکے سے دبے لہجے میں جواب دیا۔

''ہاں میں نے سنا تو تھا یہی ۔ یہی سننے میں آیا تھا ۔ اور کیا تمہاری ماں کے انتقال کو بہت زمانہ ہوگیا؟''
''جی نہیں ۔ بہت زمانہ تو نہیں ہوا ۔''
''ہا ۔ بیچاری بچی ۔ بن ماں باپ کی بچی'' آننا اندریئونا اس کی طرف درد بھری نظر سے دیکھتے ہوئے بولیں ۔ بڑے میاں بےچینی کے مارے میز پر انگلیوں سے طبلہ بجا رہے تھے ۔
''تمہاری ماں کسی اور ملک کی رہنےوالی تھیں ۔ ہے نا؟ یہی بتایا تھا نا تم نے ایوان پترووچ؟'' بڑی بی دبے دبے سوال کرتی رہیں ۔
نیلی نے اپنی سیاہ آنکھوں سے مجھ پر نگاہ پھینکی گویا پکار رہی ہو کہ مدد کو دوڑو ۔ سانس لینے میں اسے دقت ہو رہی تھی اور تنفس ناہموار تھا ۔
''اس کی نانی روسی تھیں اور نانا انگریز، لہاذا وہ زیادہ روسی ہوئی ۔ لیکن آننا اندریئونا میں نے بتایا تھا کہ نیلی دوسرے ملک میں پیدا ہوئی تھی ۔''
''لیکن اس کی ماں شوہر کے ساتھ اپنے ملک سے باہر جا کر کیوں رہیں؟''
نیلی ایکدم شرم سے سرخ ہوگئی ۔ بڑی بی کو فوراً محسوس ہوا کہ ان سے خطا ہو گئی ہے اور شوہر نے جو ایک کڑی تہدیدآمیز نگاہ ڈالی تو وہ چونک گئیں ۔ بڑے میاں نے انہیں کڑی نگاہ سے دیکھا اور ایک لمحے کے لئے کھڑکی کی طرف منہ پھیر لیا ۔
''اس کی ماں کو ایک بدذات آدمی نے فریب دیا'' وہ ایکدم بیوی کو خطاب کرکے بول پڑے ۔ ''وہ اس کے ساتھ باپ کو چھوڑ کر نکل کھڑی ہوئی تھی اور باپ کی دولت بھی اپنے چاہنے والے کے حوالے کر دی ۔ پاجی نے اس کی ساری دولت دھوکا دے کر اپنے قبضے میں کر لی، اسے ملک سے باھر لے گیا، لوٹ لیا اور چھوڑ دیا ۔ کوئی شریف دوست تھا جو آخر تک اس کا ساتھ دیتا رہا اور جب تک زندہ رہا اس کی مدد کرتا رہا ۔ جب وہ شخص دنیا سے سدھار گیا تو نیلی کی ماں واپس روس چلی آئی اپنے باپ کے پاس ۔ یہ اب سے دو سال پہلے کی بات ہے ۔ یہی تو کہا تھا نا تم نے وانیا؟'' انہوں نے بےموقع ایک دم پوچھ لیا ۔
نیلی بہت بپھری ہوئی اٹھی اور دروازے کی طرف چل دی ۔
''یہاں آؤ نیلی'' بڑے میاں نے آخر اپنا ھاتھ اس کی طرف بڑھاتے

ہوئے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔ یہاں، میرے پاس بیٹھ جاؤ، بیٹھو!'' وہ جھکے، جھک کر نیلی کا ماتھا چوما اور دھیرے دھیرے اس کا سر سہلانے لگے۔ نیلی سر سے پاؤں تک لرزاٹھی مگر وہ خود کو قابو میں کئے رہی۔ آننا اندریئونا اس منظر سے متاثر ہوکر خوشی سے دل میں امیدیں لئے ہوئے اپنے بڑے میاں کو دیکھتی رہیں کہ آخر وہ بن ماں باپ کی بچی پر پسیجے تو سہی۔

''نیلی، مجھے معلوم ہے کہ ایک خبیث آدمی نے، بےاصولے شخص نے تمہاری ماں کو برباد کیا، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری ماں اپنے باپ کی عزت اور ان سے محبت بھی کرتی تھیں'' بڑے میاں نے نیلی کا سر سہلاتے سہلاتے آخر بھڑک کر وہ بات کہہ ڈالی اور ان سے ضبط نہ ہو سکا کہ ہمیں لاجواب کر دینے کو ٹال جائیں۔ ان کے زرد گالوں پر ہلکی سی سرخی لہرا گئی۔ ہم سے انہوں نے نگاہیں چار نہیں کیں۔

''اماں تو اتنا چاہتی تھیں نانا کو کہ خود نانا ان سے اتنی محبت نہ کرتے تھے'' نیلی نے دبتے دبتے مگر خوب جما کر کہہ ڈالا اور اس نے بھی اس کی کوشش کی کہ کسی کو دیکھ کر مخاطب نہ کرے۔

''تمہیں کیسے معلوم؟'' بڑے میاں نے تیزی سے سوال کیا، بالکل بچوں کی طرح بےقابو ہوکر اور اپنی اس بےصبری سے بظاہر شرمندہ ہوتے ہوئے۔

''میں جانتی ہوں'' نیلی نے ترشی سے جواب دیا۔ ''انہوں نے اماں کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا اور... اور انہیں نکال دیا...''

میں نے دیکھا کہ نکولائی سرگیئچ کے منہ سے کچھ نکلنے ہی والا تھا اور وہ اس قسم کا کوئی جواب دینےوالے تھے کہ ہاں ٹھیک ہے، اس باپ کا یہ رویہ بےجا نہیں تھا لیکن انہوں نے ہم لوگوں کو ایک نظر دیکھا اور بات پی کر رہ گئے۔

''کیوں، جب تمہارے نانا نے اپنے پاس تمہیں نہیں رکھا تو تم کہاں رہنے گئیں؟'' آننا اندریئونا نے سوال کیا جنہیں ایک دم گویا ضد ہو گئی تھی اور اس بات کی زبردست خواہش تھی کہ موضوع گفتگو جاری رہے۔

''جب ہم یہاں آئے تو ایک زمانے تک تو نانا جان کی تلاش ہی کرتے رہے'' نیلی نے جواب دیا۔ ''مگر ان کا کوئی پتہ نہیں

چلا ۔ مطلب یہ کہ اماں نے مجھے بتایا تھا کہ نانا جان پہلے بڑے دولت‌مند آدمی تھے اور ایک کارخانہ لگانےوالے تھے مگر اب وہ بالکل غریب آدمی رہ گئے کیونکہ اماں انہیں چھوڑکر جس شخص کے ساتھ چلی گئی تھیں اس نے نانا جان کی ساری دولت اماں کے ھاتھوں لے لی اور پھر واپس نہ کی ۔ اماں نے مجھے خود یہ سب بتایا تھا...''

''ھوں...'' بڑے میاں نے دھمک کے ساتھ ھنکارا بھرا۔

''اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ'' نیلی جوش میں آکر اور کہتی چلی گئی۔ اسے یقیناً نکولائی سرگیئچ کو جواب دینے کی فکر تھی اگرچہ بظاھر وہ آننا اندریئونا سے مخاطب تھی۔ ''انھوں نے بتایا تھا کہ نانا ان سے بہت خفا تھے اور انھوں نے بھی نانا کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی۔ مگر اب دنیا میں نانا کے سوا ان کا کوئی نہ تھا۔ جب وہ کہہ رھی تھیں تو روتی جاتی تھیں... 'وہ اب مجھے معاف نہ کریں گے'، — جب ھم یہاں آ رھے تھے تو راستے میں وہ بار بار کہتی تھیں 'مگر شاید وہ تمہیں دیکھیں تو تمہاری محبت ان کے دل میں آجائے اور میرا قصور معاف کر دیں'۔ اماں کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ جب یہ بیان کرتی تھیں تو ھمیشہ مجھے پیار کرتی جاتی تھیں۔ مگر انہیں نانا جان کے پاس جاتے بہت ھول آتا تھا۔ انھوں نے مجھے سکھایا تھا کہ نانا جان کے لئے دعا مانگا کروں، خود بھی دعائیں کیا کرتی تھیں اور بہت قصے سنائے تھے کہ نانا جان کے گھر میں پہلے ان کی زندگی کیسی گزرتی تھی۔ اور نانا ان سے کس قدر محبت کرتے تھے — اتنی محبت کسی اور سے نہیں تھی۔ اماں انہیں پیانو بجا کے سنایا کرتیں اور راتوں کو بیٹھکے کتابیں پڑھتیں اور سناتیں۔ نانا انہیں پیار کرتے تھے اور تحفوں پر تحفے دیا کرتے تھے... ھر طرح کی نعمت ان کے لئے حاضر کی جاتی۔ چنانچہ اماں کی سالگرہ کے موقع پر ایک دفعہ باپ بیٹی میں جھگڑا ھو گیا کیونکہ نانا نے سمجھا اماں کو خبر نہیں ھوگی کہ اب کے کیا تحفہ ملنےوالا ھے مگر اماں نے بہت پہلے سے پتہ چلا لیا۔ اماں کو بندوں کی آرزو تھی اور نانا نے ان سے چال کی کہ بندے نہیں ملیں‌گے بلکہ دھکدھکی ملےگی اور جب اچانک بندے تحفے میں دئے اور دیکھا کہ اماں نے بہت پہلے ھی سے معلوم کر رکھا تھا کہ دھکدھکی نہیں بلکہ بندے ملنےوالے ھیں تو نانا اس بات پر خفا ھو گئے اور آدھے دن تک انھوں نے

اماں سے بات بھی نہیں کی۔ لیکن بعد میں من گئے اور انہیں پیار کرنے اور معافی مانگنے لگے...،،

نیلی کو قصہ بیان کرنے میں ایسا لطف آیا کہ وہ بہہ گئی۔ یہاں تک کہ اس کے پیلے پچکے گالوں پر بھی رنگ دوڑ گیا۔

صاف ظاہر تھا کہ تہہ‌خانے کے کونے میں پڑی پڑی اس کی ماں ایک بار سے زیادہ اپنی بیٹی کو بیتے ہوئے خوشگوار دنوں کے قصے سنا چکی تھی۔ وہ سناتی جاتی ہوگی اور بیٹی کو لپٹاتی اور پیار کرتی جاتی ہوگی (بس اب زندگی میں لے دے کے وہی ایک اس کے پاس رہ گئی تھی)۔ وہ اس کے حال پر روتی ہوگی اور خود کبھی گمان نہ گزرتا ہوگا کہ یہی قصے اس کمزور، کمسن بچی کے بیمار اور قبل از وقت تیار دل و دماغ پر کیسا زبردست اثر چھوڑ جائیں گے۔

مگر ایسا لگا جیسے نیلی نے ایک دم لگام کھینچ لی۔ اس نے شک و شبہ کی نظر سے چاروں طرف دیکھا اور پھر گونگی ہو گئی۔ بڑے میاں کو پھر گراں گزرا اور انہوں نے میز پر انگلیاں ٹھونکنا شروع کر دیں۔ آننا اندریئونا کی آنکھوں میں ایک آنسو کی بوند تھرتھرائی، اور انہوں نے چپ چاپ اسے رومال سے پونچھ ڈالا۔

’’جب ہم یہاں آئے تو اماں بہت بیمار تھیں،، نیلی نے دھیمی آواز میں پھر کہنا شروع کیا۔ ’’ان کے سینے میں بیماری بیٹھ گئی تھی۔ بہت دنوں تک ہم نانا ابا کی تلاش کرتے رہے مگر ان کا پتہ نہ چلا۔ پھر ہم نے تہہ‌خانے کے ایک کمرے میں کونا کرایے پر لے لیا۔،،

’’کونا — اور ایسی بیمار کے لئے؟،، آننا اندریئونا چیخ پڑیں۔

’’جی ہاں... ایک کونا...،، نیلی نے جواب دیا۔ ’’اماں بہت غریب تھیں۔ وہ مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں،، اس نے اور بڑھے ہوئے جوش سے اضافہ کیا ’’کہ بیٹی، غریب ہونا کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن مالدار ہونا اور لوگوں کو دکھ دینا گناہ ہے... اور خدا انہیں اپنے کئے کی سزا دے رہا ہے۔،،

’’تم واسی‌لیفسکی جزیرے میں رہتی تھیں، بُبنووا کے ہاں — کیوں؟،، بڑے میاں نے میری طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا اور اس کی کوشش کی کہ سوال کرنے میں ایک طرح کی بےتعلقی پائی جائے۔ وہ اس انداز میں بولے تھے گویا خاموش رہنا زیب نہ دیتا ہو۔

”نہیں، وہاں نہیں، پہلے تو ہم میشچانسکایا اسٹریٹ پر آ کر رہے تھے۔ وہاں گھپ اندھیرا رہتا تھا اور سیلن تھی،، وہ ذرا تھم کر سوچ کر کہتی چلی گئی۔ ”وہاں اماں بری طرح بیمار پڑ گئیں اگرچہ ہمیشہ بستر پر پڑی نہیں رہتی تھیں۔ میں ان کے کپڑے دھو دیا کرتی تھی۔ اور وہ رویا کرتی تھیں۔ وہیں پر ایک بڑی بی بھی رہتی تھیں — کسی کپتان کی بیوہ، اور ایک ریٹائرڈ کلرک رہتا تھا۔ جب بھی آتا، نشے میں دھت ہوتا۔ ہر روز رات کو شور مچاتا اور دنگا فساد کیا کرتا تھا۔ مجھے اس شخص سے بڑا ہول آتا تھا۔ اماں اپنے بستر میں مجھے لپٹا لیتیں اور گلے لگاتیں۔ جب وہ شخص چیختا اور گالم گلوچ کرتا تھا تو اماں سر سے پیر تک کانپا کرتی تھیں۔ ایک بار اس نے کپتان کی بیوہ پر ہاتھ اٹھایا، وہ بوڑھی عورت تھی، لاٹھی ٹیک ٹیک کر چلتی تھی۔ اماں کو اس پر رحم آئی، وہ اس کی حمایت کرنے کھڑی ہو گئیں، اس شرابی نے اماں پر بھی ہاتھ اٹھایا۔ تو میں نے اس کو مارا...،،

نیلی رک گئی۔ اس یاد نے نیلی کے دل‌ودماغ میں ہلچل برپا کر دی، اس کی آنکھوں سے لپٹیں اٹھنے لگیں۔

”اف، توبہ ہے الٰہی!،، آننا اندریئونا کے منہ سے اس قصے میں بالکل محو ہو کر نکلا۔ ان کی آنکھیں نیلی پر لگی ہوئی تھیں جو ان کو ہی خاص کر مخاطب کئے جا رہی تھی۔

”پھر اماں وہاں سے اٹھ گئیں اور انہوں نے مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ یہ دن کا وقت تھا۔ ہم دونوں ماں بیٹی سڑکوں پر پیدل چلتے رہے، چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ راستے بھر اماں روتی رہیں اور میرا ہاتھ تھامے چلتی رہیں۔ میں تھک کر چور ہو گئی تھی۔ اس روز کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ اماں خود سے باتیں کرتی رہیں اور مجھے سناتی گئیں کہ ’غریب رہنا نیلی اور جب میں مر جاؤں تو تم کسی کی بات نہ سننا، کوئی بات نہ ماننا۔ کسی کے پاس نہ جانا۔ اکیلی رہنا، غریبی میں زندگی بسر کرنا اور کام کرنا۔ اگر کام نہ بن پڑے تو بھیک مانگ لینا، لیکن ان لوگوں کے پاس نہ جانا،۔ دن چھپ چکا تھا اور ہم دونوں ایک بڑی چوڑی سڑک پار کر رہے تھے کہ ایک دم سے اماں نے پکارا: ’ازورکا، ازورکا!، اتنے میں ایک بڑا سا بے بالوں کا کتا اماں کی طرف لپکا۔ وہ ان کے پاس آ کر لاڈ کرنے اور اچھلنے کودنے

لگا۔ اماں سہم گئیں۔ ان پر ہلدی پھر گئی، منہ سے چیخ نکلی اور وہ ایک لمبے قد کے بوڑھے آدمی کے سامنے دو زانو جھک گئیں۔ بوڑھا آدمی لاٹھی ٹیکتا ہوا جا رہا تھا اور زمین کو دیکھتا چلتا تھا۔ یہی بوڑھا میرے نانا جان تھے۔ ان کے بدن پر صرف کھال رہ گئی تھی اور کپڑوں سے بھی بہت خستہ حال تھے۔ پہلی بار تب میں نے اپنے نانا کو دیکھا۔ نانا بھی بہت ڈر گئے۔ ان کا رنگ بھی زرد پڑ گیا۔ اور جب انہوں نے اماں کو اپنے قدموں پر پڑا اور پیروں سے لپٹتا دیکھا تو خود کو جھٹکا دے کر الگ کر لیا اور اماں کو الگ دھکیل دیا، فٹ پاتھ پر اپنی چھڑی پٹکی اور تیزی کے ساتھ ہم کو چھوڑ کر نکل گئے۔ ازورکا پیچھے چھوٹ گیا اور اماں کی بلائیں لیتا، صدقے ہوتا رہا اور پھر نانا کے پیچھے پیچھے دوڑ گیا، ان کے کوٹ کا دامن پکڑ کے کھینچا اور واپس لانے کی کوشش کی لیکن نانا نے اس کے بھی چھڑی جما دی۔ ازورکا پھر ہماری طرف لپکنے کو ہوا تھا کہ نانا جان نے اسے پکار لیا اور وہ دوڑا ہوا چلا تو گیا مگر برابر ہنکارتا رہا۔ اماں ایسے بے حس و حرکت پڑی تھیں جیسے مر گئی ہوں۔ ہجوم ہو گیا لوگوں کا اور پولیس آ گئی۔ میں چیخیں مارتی اور اماں کو اٹھانے کی کوشش کرتی رہی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، چاروں طرف دیکھا اور میرا سہارا لے کر چلنے لگیں۔ میں آگے آگے، وہ پیچھے پیچھے۔ ہم گھر کو چلے۔ بہت دیر تک لوگ آنکھیں کھولے، سر ہلاتے ہمیں دیکھتے رہے...،،

نیلی سانس لینے اور آگے بات کرنے کے لئے ہمت کرنے کو ذرا تھم گئی۔ وہ بہت پیلی پڑ گئی تھی لیکن آنکھوں سے عزم کی کرن جھلک رہی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس نے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ آج سب کچھ سنا کر رہوں گی۔ اس وقت نیلی میں کوئی شے سرکشی پر بھی آمادہ لگتی تھی۔

’’ہاں تو،، نکولائی سرگیئچ نے اٹکتی ہوئی آواز میں جھلاہٹ کی سختی سے کہا ’’تمہاری اماں نے اپنے باپ کے ساتھ زیادتی کی تھی اور انہوں نے ٹھیک کیا جو اسے جھٹک دیا...،،

’’اماں بھی یہی کہا کرتی تھیں،، نیلی نے بے ربطی کے ساتھ بیچ میں سے بات کاٹ دی۔ ’’جب ہم لوٹ کر گھر آ رہے تھے تو وہ برابر کہتی رہیں ’یہی ہیں تمہارے نانا نیلی۔ میں ان کی

خطاوار ہوں۔ اسی لئے انہوں نے مجھے دھتکار دیا، عاق کر دیا۔ اب مجھ پر خدا کی طرف سے عذاب نازل ہو رہا ہے،۔ اس روز رات گئے تک اور دوسرے دن تمام وقت بس یہی کہتی رہیں۔ ایسے بےاختیار کہے جا رہی تھیں جیسے انہیں خود خبر نہ ہو کہ کیا کہہ رہی ہیں...،،

بڑے میاں چپ رہے۔

''ہاں تو پھر بعد میں تم دوسرے مکان میں کیسے منتقل ہوئیں؟،، آننا اندریئونا نے پوچھا۔ وہ خود اس اثنا میں مستقل ٹسوے بہاتی رہی تھیں۔

''اسی رات اماں بیمار پڑیں، اور کپتان کی بیوہ نے بہنووا کے مکان میں ان کے لئے ٹھکانا تلاش کر لیا۔ دو دن بعد ہم لوگ اس گھر میں چلے آئے اور کپتان کی بیوہ بھی ہمارے ساتھ۔ جب ہم اس نئے ٹھکانے میں آ گئے تو اماں کافی بیمار تھیں اور تین ہفتے تک بستر پر پڑی تھیں۔ میں بس ان کی دیکھ بھال میں لگی تھی۔ روپیہ پیسہ ہمارے پاس کچھ نہ بچا تھا۔ کپتان کی بیوہ ہماری مدد کرتی تھیں اور ایوان الکساندرچ۔،،

''وہ تابوت‌ساز، جہاں یہ لوگ رہتے تھے،، میں نے وضاحت کی۔

''جب اماں بیماری سے اٹھیں اور چلنے پھرنے قابل ہو گئیں تو انہوں نے وہ ازورکا والا قصہ مجھے سنایا۔،،

نیلی تھم گئی اور سوچ میں پڑ گئی۔ بڑے میاں کو بظاہر اطمینان ہوا کہ چلو، اچھا ہے، اب گفتگو کتے کی طرف مڑ گئی۔

''ہاں تو — کیا سنایا انہوں نے ازورکا کے بارے میں؟،، بڑے میاں نے کرسی میں اور دھنستے ہوئے پوچھا۔ گویا اس طرح وہ اپنا چہرہ بالکل آڑ میں کر لیں گے اور نیچے فرش کی طرف دیکھنے لگے۔

''وہ نانا کے بارے میں بتاتی رہیں،، نیلی نے جواب دیا۔ ''جب وہ بیمار پڑی تھیں تو برابر نانا کی باتیں کیا کرتی تھیں اور جب سرسام ہوتا تھا تب بھی انہی کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔ اور جب ان کی تندرستی ٹھیک ہونے لگی تو انہوں نے پھر مجھے سنانا شروع کر دیا کہ پہلے زمانے میں زندگی کیسے کٹتی تھی... تبھی انہوں نے ازورکا والا قصہ بھی سنایا تھا۔ ایک دفعہ کہیں شہر سے باہر انہوں نے دیکھا کہ کچھ شریر بیہودہ لڑکے ازورکا کو رسی

سے باندھے کھینچے لئے جا رہے ہیں دریا میں ڈبونے تو اماں نے ان لڑکوں کو کچھ روپیہ پیسہ دے کر کتے کو چھڑا لیا اور گھر لے آئیں۔ جب نانا ابا نے ازورکا کو دیکھا تو وہ اس پر بہت ہنسے۔ ازورکا گھر سے بھاگ گیا، اماں رونے لگیں۔ نانا کو ان کے رونے سے ڈر لگا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ جو کوئی ازورکا کو لائےگا اسے سو روبل انعام دئے جائیں گے۔ تیسرے دن ازورکا مل گیا اور لانےوالے کو نانا جان نے سو روبل دے دئے۔ تب سے انہیں ازورکا سے پیار ہو گیا۔ اماں کو اس سے اتنا پیار تھا کہ وہ اسے سوتے وقت بھی اپنے پاس رکھتی تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ازورکا سڑک پر تماشا دکھانےوالوں میں سے کسی کا کتا تھا۔ اسے اکڑوں بیٹھنا اور بندر کو پیٹھ پر بٹھاکر چلنا آتا تھا۔ رائفل لےکر قواعد پریڈ بھی کر لیتا تھا اور اس کے علاوہ بہت سے کرتب اسے آتے تھے... جب اماں گھر سے نکل کھڑی ہوئیں تو نانا ابا نے کتے کو اپنے پاس رکھ لیا اور وہ ہمیشہ باہر جاتے وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی اماں کی نظر ازورکا پر پڑی وہ فوراً سمجھ گئیں کہ ہو نہ ہو، نانا جان یہیں کہیں نزدیک موجود ہیں...،،

ظاہر تھا کہ یہ وہ بات نہیں تھی جو بڑے میاں نیلی کی زبانی ازورکا کے متعلق سننا چاہتے تھے اور زیادہ سے زیادہ افسردہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اور سوال نہیں کئے۔

’’تو پھر اس کے بعد نانا سے تم نہیں ملیں؟،، آننا اندرئیونا نے پوچھا۔

’’جی نہیں، جب اماں کی حالت سدھرنے لگی تو میں پھر نانا جان سے ملی۔ دکان جا رہی تھی کچھ روٹی خریدنے، اتنے میں ایک شخص نظر آیا جس کے ساتھ ازورکا تھا۔ قریب سے دیکھتی ہوں تو نانا جان تھے۔ میں ایک طرف کو ہٹ گئی اور دیوار کی طرف سمٹ کر کھڑی ہوگئی۔ نانا نے مجھے دیکھا اور ایسی سخت اور ڈرا دینےوالی نظر ڈالی کہ میں لرزکر رہ گئی اور وہ برابر سے گزر گئے۔ مگر ازورکا کو میں یاد تھی، وہ میرے پاس اچھلنے کودنے لگا اور میرے ہاتھ چاٹنے لگا۔ مجھے گھر آنے کی جلدی تھی، میں نے مڑکر دیکھا کہ نانا جان دکان کے اندر داخل ہوئے۔ تو میں نے جی میں سوچا کہ وہ دکان کے اندر ہمارے بارے میں پوچھتے

ہوں گے۔ مگر میں بہت ہی خوفزدہ ہو گئی تھی اور جب میں گھر پہنچی تو ڈر کے سارے میں نے اماں سے کچھ نہیں کہا سنا کہ کہیں وہ سنتے ہی پھر بیمار نہ پڑ جائیں۔ دوسرے دن میں دکان بھی نہیں گئی، بہانہ بنا دیا کہ سر میں درد ہے۔ اور جب تیسرے دن باہر نکلی اور دکان پر گئی تو کوئی نہیں ملا مگر مجھ پر ایسا ہول سوار تھا کہ سارے راستہ دوڑتی ہوئی گئی۔ لیکن اس کے ایک دن بعد ابھی میں نکڑ پر مڑی بھی نہ تھی کہ سامنے نانا جان کتے سمیت چلے جا رہے تھے۔ میں بھاگ کھڑی ہوئی اور ایک گلی میں نکل گئی، وہاں سے دوسرے راستے جا کر دکان پہنچی۔ لیکن اچانک دیکھتی ہوں کہ ٹھیک ان کے سامنے موجود ہوں۔ اب ڈر کے سارے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میں وہیں کی وہیں رہ گئی۔ نانا جان بالکل میرے سامنے رکے پھر انہوں نے مجھے نگاہ جما کے دیکھا۔ پھر میرا سر تھپکا، ہاتھ تھاما اور ساتھ لےکے چل دئیے۔ پیچھے پیچھے ازورکا دم ہلاتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ تب میں نے دیکھا کہ نانا جان ٹھیک طرح سے چل نہیں پاتے تھے بلکہ لکڑی پر جھک جھک جاتے تھے اور ان کے ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ وہ مجھے ایک خوانچہ فروش تک لے گئے جو سڑک کے موڑ پر بیٹھا کرتا تھا اور میٹھے آٹے کی چڑیاں اور سیب بیچتا تھا۔ نانا جان نے اس سے میٹھے آٹے کا ایک مرغا اور ایک مچھلی، ایک مٹھائی کی گولی اور ایک سیب خریدا اور جب وہ اپنے چمڑے کے بٹوے میں سے پیسے نکال رہے تھے تو ان کے ہاتھ بہت کانپ رہے تھے۔ پانچ کوپک کا سکہ نکل کے گر گیا۔ میں نے وہ اٹھا کے دیا۔ انہوں نے پانچ کوپک کی وہ اکنی اور میٹھے آٹے کے بسکٹ مجھی کو دے دئیے اور پھر میرا سر سہلایا۔ لیکن اس بار بھی زبان سے کچھ نہ کہا اور چلے گئے۔

''اس کے بعد میں گھر آئی اور اماں کو نانا جان سے ملنے کی ساری بات سنا دی۔ اور یہ بھی بتایا کہ اول تو میں انہیں دیکھ کر ڈر ہی گئی تھی اور ان سے آڑ میں ہوگئی تھی۔ اماں کو میری بات کا شروع میں تو یقین ہی نہ آیا مگر بعد میں انہیں ایسی خوشی ہوئی کہ رات گئے تک مجھ سے پوچھتی گچھتی رہیں، پیار کرتی اور روتی رہیں۔ اور جب کہنے کو کچھ نہ رہا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ نانا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور

نانا تم کو چاہتے ہی ہوں گے تبھی تو وہ خاص طور سے دیکھنے کو آئے۔ انہوں نے مجھے یہ بھی نصیحت کی کہ میں ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤں اور ان سے بات کروں۔ دوسرے دن صبح کو ہی کئی بار انہوں نے مجھے باہر بھیجا حالانکہ میں ان سے کہہ چکی تھی کہ نانا جان شام کو اس طرف آتے ہیں۔ تھوڑی دور رہ کر وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آئیں اور موڑ پر خود کو چھپاتی رہیں، دوسرے دن بھی یہی صورت ہوئی مگر نانا جان آئے ہی نہیں۔ ان دنوں بارش ہو رہی تھی، اماں چونکہ ہمیشہ میرے ساتھ ساتھ باہر نکل کھڑی ہوتی تھیں انہیں سردی لگ گئی اور وہ پھر ایسی بیمار پڑیں کہ بستر پر لیٹ گئیں۔

''نانا جان ہفتہ بھر بعد نظر آئے اور پھر انہوں نے مجھے میٹھے آٹے کی مچھلی اور ایک سیب لے دیا مگر زبان سے اس دفعہ بھی کچھ نہ کہا۔ جب وہ چل دئے تو میں چپکے چپکے ان کے پیچھے ہو لی کیونکہ اس بار میں نے پہلے سے ہی طے کر رکھا تھا کہ اب کے پتہ چلاکے رہوں گی کہ نانا جان کہاں رہتے ہیں اور اماں کو بتا دوں گی۔ سڑک کے دوسری طرف میں ذرا فاصلے سے چلتی رہی تاکہ نانا جان کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ وہاں سے وہ بہت دور رہتے تھے، وہاں پر نہیں جہاں بعد میں رہنے لگے اور ان کا انتقال ہوا بلکہ گوروخووایا سڑک کے ایک بڑے سے مکان کی چوتھی منزل پر رہا کرتے تھے۔ میں نے سب پتہ لگا لیا اور گھر بہت دیر سے پہنچی۔ اماں کو بہت پریشانی تھی کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ میں گئی کہاں۔ مگر جب میں نے انہیں سب کچھ بتایا تو وہ پھر بہت خوش ہوئیں اور دوسرے دن انہیں چل کر نانا جان سے ملنے کی بےتابی ہو گئی۔ لیکن دوسرے دن ڈر کے مارے ان کی ہمت نہ پڑی۔ اسی طرح ہاں نہیں کرتے کرتے پورے تین دن ٹل گئے۔ پھر وہ کبھی نہ جا سکیں۔ بعد میں انہوں نے مجھے بلا کر کہا 'سنو، نیلی، میں تو بیمار ہو گئی اور جا ہی نہیں سکتی۔ مگر میں نے تمہارے نانا کے نام ایک خط لکھا ہے، تم ان کے پاس جاؤ اور یہ خط دے دو۔ جب وہ پڑھیں تو دیکھتی رہنا اور دیکھنا کیا کہتے ہیں، کیا کرتے ہیں۔ گھٹنوں کے بل ادب سے جھک جانا اور ان کو پیار کرنا اور التجا کرنا کہ تمہاری ماں کو معاف کر دیں...، اماں یہ کہہ کر بہت بری طرح روئیں

اور مجھے پیار کرتی رہیں۔ جب میں چلنے لگی تو انہوں نے مجھے سعادت دی اور دعائیں کیں اور پاک شبیہوں کے سامنے مجھے بھی اپنے ساتھ دوزانو کیا۔ اگرچہ بیمار تھیں مگر باہر کے دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ جب میں نے باہر نکل کر مڑکے دیکھا تو وہ وہیں کھڑی تھیں اور مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں...

''میں نانا کے گھر پہنچی، دروازہ کھولا۔ دروازے میں کنڈی چٹخنی کچھ نہ تھی۔ نانا جان میز کے پاس بیٹھے روٹی آلو کھا رہے تھے۔ ازورکا سامنے کھڑا انہیں کھاتے دیکھ رہا تھا اور دم ہلا رہا تھا۔ اس مکان میں بھی کھڑکیاں نیچی اور اندھیری تھیں، اور وہاں بھی صرف ایک ہی میز کرسی تھی۔ وہ مکان میں تنہا رہتے تھے۔ میں نے اندر قدم رکھا تو وہ ایسے ڈر گئے کہ رنگ سفید پڑ گیا اور کانپنے لگے۔ میں بھی سہم گئی اور ایک لفظ منہ سے نہ نکلا۔ صرف اتنا کیا کہ آگے بڑھ کر میز کے پاس پہنچی اور خط سامنے رکھ دیا۔ جیسے ہی نانا کی نظر اس خط پر پڑی، انہیں ایکدم غصہ آ گیا۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے، اپنی چھڑی اٹھائی جیسے مجھے پیٹنے کے لئے اٹھائی ہو، مگر مارا نہیں، صرف دروازے کے پاس تک لے گئے اور باہر دھکیل دیا۔ ابھی میں پہلے زینے سے بھی نہ اتری تھی کہ انہوں نے پھر دروازہ کھولا اور بند کا بند خط میری طرف پھینک دیا۔ میں گھر گئی اور اماں کو یہ سارا ماجرا سنا دیا۔ اس پر اماں پھر بستر سے لگ گئیں...''

آٹھواں باب

عین اسی وقت گھٹاؤں میں بڑے زور کی گرج ہوئی اور موٹی موٹی بوندیں کھڑکی کے شیشوں پر پٹ پٹ پڑنے لگیں۔ کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ آننا اندریئونا نے دہشت سے نگاہ اٹھاکے دیکھا اور اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔ ہم سب چونک گئے۔

''بارش جلدی ہی ختم ہو جائے گی،'' بڑے میاں کھڑکیوں کی طرف دیکھ کر بولے۔ اس کے بعد وہ اٹھے اور کمرے میں ادھر ادھر سے ٹہلنے لگے۔ نیلی نے انہیں کن انکھیوں سے دیکھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے بہت زور کا بخار چڑھا ہو۔ اگرچہ وہ مجھ سے نظریں بچا رہی تھی مگر میں نے یہ حالت دیکھ لی۔

"ہاں تو پھر کیا ہوا؟" بڑے میاں نے آرام کرسی پر پھر سے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

نیلی نے چاروں طرف دبتے دبتے ایک نظر ڈالی۔

"تو پھر اس کے بعد تم اپنے نانا سے نہیں ملیں؟"

"میں، ملی..."

"اچھا پھر ملیں تم! ذرا بتاؤ تو میری بچی" آننا اندریئونا نے جلدی سے لقمہ دیا۔

"میں تین ہفتے تک ان سے نہیں ملی" نیلی نے کہا۔ "جب تک اچھی خاصی سردیاں نہیں پڑنے لگیں تب تک۔ تو سردی ہو گئی تھی اور برف پڑ چکی تھی۔ جب میں نانا جان سے دوبارہ اسی جگہ ملی تو میرا دل خوش ہو گیا کیونکہ اماں کو بڑا رنج تھا کہ وہ آتے نہیں۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو میں سڑک کے دوسری طرف دوڑکر چلی گئی۔ یہ حرکت میں نے جان بوجھ کر کی تھی تاکہ نانا جان دیکھ لیں کہ میں ان سے دور بھاگی ہوں۔ مڑکر جو دیکھا تو دیکھتی ہوں کہ نانا جان پہلے تو میرے پیچھے تیز تیز چلے، پھر وہ مجھے پکڑنے کو دوڑ پڑے اور پکارنے لگے 'نیلی، نیلی!'، اور ازورکا بھی ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مجھے ان کی حالت پر ترس آیا اور رک گئی۔ نانا میرے پاس آئے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ساتھ ساتھ لے چلے۔ جب دیکھا کہ میں رو رہی ہوں تو وہ ٹھٹک گئے، میری طرف دیکھا، جھکے اور مجھے پیار کیا۔ اس کے بعد انہوں نے دیکھا کہ میرے جوتے پھٹے ہوئے ہیں، تو پوچھنے لگے کہ تیرے پاس دوسری جوڑی نہیں ہے؟ میں نے کھٹ سے کہہ دیا کہ اماں کے پاس روپیہ پیسہ کچھ نہیں۔ روٹی بھی وہ لوگ ترس کھاکے دے دیتے ہیں جن کے ساتھ ہم رہتے ہیں۔ نانا نے زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ بازار لے گئے اور وہاں سے کچھ جوتے خریدوا دئے اور کہا کہ ابھی پہن لو۔ اس کے بعد اپنے ساتھ گھر لےکر گئے۔ گھر پہنچنے سے پہلے وہ ایک دکان میں گئے، وہاں ایک سموسہ اور مٹھائی کی دو گولیاں خریدیں۔ گھر پہنچتے ہی مجھ سے کہا کہ پہلے میں سموسہ کھا لوں اور خود مجھے کھاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ جب میں کھا چکی تو مٹھائی کی گولیاں بھی دے دیں۔ ازورکا نے میز پر پنجے رکھ دئے اور خود بھی سموسہ مانگنے لگا۔ میں نے اسے

بھی ذرا سا ٹکڑا دے دیا اور نانا اس پر ہنس پڑے۔ اس کے بعد مجھے اٹھا کر اپنے پاس کھڑا کر لیا، میرا سر سہلانے تھپکنے لگے اور پوچھا کہ کیا اسکول میں کچھ لکھا پڑھا بھی ہے؟ میں نے انہیں بتا دیا۔ اس پر وہ بولے کہ جب کبھی ہو سکے دن کو تین بجے آ جایا کروں۔ خود مجھے پڑھایا کریں گے۔ اس کے بعد کہا کہ مڑ جاؤ اور کھڑکی سے باہر دیکھتی رہو جب تک میں ادھر منہ کرنے کو نہ کہوں۔ میں نے انہی کا کہنا کیا مگر مڑکر جھانک بھی لیا کہ دیکھوں کیا کرتے ہیں۔ دیکھا کہ انہوں نے تکیے کا ایک کونا کھولا اور اس میں سے چار روبل نکالے۔ پھر یہ روبل مجھے دئے اور کہا 'یہ صرف تمہارے لئے ہیں'۔ میں روبل لینے ہی والی تھی کہ پھر ارادہ بدل دیا اور کہہ دیا کہ 'اگر صرف میرے لئے ہیں تو میں نہیں لوں گی'۔ اس پر نانا جان کو غصہ آ گیا اور بولے 'اچھا کیسے بھی سہی، تم لے لو اور چل دو یہاں سے'۔ میں چل دی اور انہوں نے مجھے پیار تک نہ کیا۔

''جب گھر پہنچی تو اماں کو سارا قصہ سنایا۔ اماں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹری کا ایک طالب‌علم وہاں تابوت‌ساز کے ہاں آیا کرتا تھا، اس نے اماں کا علاج کیا اور ان سے کہا کہ کچھ دوادارو کر لیں۔

''میں اکثر نانا جان کے پاس جایا کرتی تھی۔ اماں کی بھی یہی خواہش تھی۔ نانا نے ایک نئی دینیات کی اور جغرافیہ کی کتاب خریدی اور مجھے پڑھانا شروع کر دیا۔ کبھی کبھی بتایا کرتے تھے کہ دنیا میں کون کون سے ملک ہیں اور ان میں کس قسم کے لوگ رہتے ہیں، کتنے سمندر ہیں، پرانے زمانے میں کیا زندگی تھی اور یسوع مسیح نے ہم سب کے گناہ معاف کئے۔ جب میں اپنی طرف سے سوال کرنے لگتی تو وہ بہت خوش ہوتے تھے چنانچہ میں ان سے اکثر سوالات کیا کرتی اور وہ بھی مجھے بہت سی باتیں بتایا کرتے تھے اور خدا کے متعلق بہت باتیں کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ پڑھنے لکھنے کی باری نہ آتی بلکہ ہم ازورکا سے ہی کھیلتے رہتے — ازورکا کو مجھ سے بڑا پیار ہو گیا اور میں نے اسے چھڑی پر سے کودنا سکھا دیا۔ نانا جان اس پر بہت ہنسا کرتے اور میرا سر تھپکا کرتے۔ بس ان میں یہ بات تھی

کہ وہ زیادہ‌تر نہیں ہنستے تھے۔ ابھی بہت سی باتیں کئے جا رہے ہیں تو ذرا دیر میں چپ لگ جائے گی اور دم سادھ کے بیٹھ جائیں گے۔ ہلیں گے تک نہیں۔ جیسے نیند میں ہوں۔ مگر آنکھیں کھلی ہیں۔ اسی طرح اندھیرا ہونے تک بیٹھے رہتے تھے، اور شام کا اندھیرا ہوتے ہی وہ ایسے خوفناک، اتنے بوڑھے نظر آنے لگتے تھے کہ بس... کبھی میں آتی تو دیکھتی کہ وہ کرسی پر بیٹھے سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کچھ سن نہیں رہے ہیں، اور ازورکا ان کے پاؤں کے پاس پڑا ہے۔ میں انتظار کرتے کرتے تھک جاتی اور کھانستی مگر وہ پھر بھی ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ تو میں مجبوراً چلی آتی۔ گھر پر اماں میرے انتظار میں بیٹھی ہوتیں — وہ بستر پر پڑی رہتیں اور میں انہیں سب حال سناتی، ایک ایک بات کہہ دیتی، یہاں تک کہ بہت رات ہو جاتی تھی مجھے کہتے سنتے۔ اماں نانا جان کے بارے میں سنے جاتی تھیں — وہ کیا کر رہے تھے اس دن؟ انہوں نے کیا کیا بتایا مجھ کو؟ آج سبق کیا تھے؟ قصے کہانیاں کیا کیا سنائیں؟ جب میں نے اماں کو بتایا کہ ازورکا کو میں نے چھڑی پر سے قلانچ بھرنا سکھایا ہے تو نانا جان کیسے ہنسے تو اماں بھی سن کر ایک دم ہنس پڑیں۔ دیر تک ہنستی رہیں۔ خوش خوش رہیں اور مجھ سے کہتی تھیں کہ دھرائے جاؤں۔ پھر بعد میں انہوں نے دعائیں مانگیں۔ میں ہمیشہ جی میں سوچا کرتی تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اماں تو نانا جان سے اس قدر محبت کریں اور نانا کو ان کی ذرا بھی چاہ نہیں۔ ایک دفعہ جب میں نانا جان کے پاس گئی تو جان بوجھ کر ان سے کہنے لگی کہ اماں آپ کو بہت چاہتی ہیں۔ وہ سنتے تو ان کی صورت پر غصہ برستا تھا مگر خیر سن لیتے تھے اور زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اماں کو ان سے اس قدر محبت ہے کہ وہ برابر آپ ہی کے بارے میں پوچھے جاتی ہیں اور آپ نے کبھی ان کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ نانا اس پر بہت خفا ہو گئے اور مجھے کمرے سے نکال دیا۔ میں تھوڑی دیر دروازے کے باہر کھڑی رہی، انہوں نے ایک دم دھڑ سے دروازہ کھولا، دیکھا کہ میں ہوں تو اندر بلا لیا۔ مگر پھر بھی خفا ہی رہے، بولے نہیں کچھ بھی۔ پھر بعد میں جب

دینیات کے سبق میں حدیثوں کی باری آئی تو میں نے ان سے پھر پوچھا کہ نانا یہ بتائیے کہ یسوع مسیح کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کرو اور انہیں معاف کر دو جنہوں نے تم سے زیادتی کی ہے۔ مگر آپ پھر بھی اماں کا قصور معاف نہیں کرتے ہیں؟ اس پر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور زور سے ڈانٹ کر بولے کہ تجھے یہ سب تیری ماں سکھایا ہوگا، مجھے کمرے سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ خبردار اب یہاں نہ آنا اور مجھ سے نہ ملنا۔ میں نے بھی کہا کہ اچھی بات ہے، میرا خود جی نہیں چاہتا آنے کو اور آپ سے ملنے کو۔ نہیں آؤں گی اور چلی آئی... دوسرے دن نانا اپنے اس مکان سے اٹھ گئے...،،

''میں نے کہا تھا نا کہ بارش ختم ہو جائے گی اور دھوپ نکل آئے گی... لو دیکھو، بارش رک گئی، دھوپ نکل آئی... دیکھو، وانیا،، نکولائی سرگیئچ نے کھڑکی کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔

آننا اندریئونا حیرت سے ان کی طرف مڑیں اور ایک دم بڑی بی کی آنکھوں میں ناگواری کی بجلی کوند گئی حالانکہ وہ برابر دبی دبی اور سہمی سہمی رہتی تھیں۔ خاموشی سے انہوں نے نیلی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔

''ہاں تو کہو، میری چڑیا،، وہ بولیں ''میں تمہاری بات سنوں گی... جانے دو انہیں جن کے دل پتھر ہو گئے ہیں...،،

انہوں نے جملہ پورا نہ کیا تھا کہ رو پڑیں۔ نیلی نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا جیسے اسے اندیشہ ہو گیا ہو اور ہمت پست ہو گئی ہو۔ بڑے میاں نے میری طرف دیکھا، کاندھے جھٹکے اور ایک دم دوسری طرف منہ کر لیا۔

''نیلی تم سنائے جاؤ،، میں نے کہا۔

''تین دن تک میں نانا کے پاس نہ گئی،، نیلی نے پھر کہنا شروع کیا ''اور ان دنوں میں اماں کی حالت اور خراب ہو گئی۔ سارا روپیہ نمٹ چکا تھا اور ہم ایسے کھکھ تھے کہ دوادارو تک کو پیسہ پاس نہ تھا۔ فاقوں کی نوبت تھی کیونکہ تابوت‌ساز اور اس کی گھروالی کے پاس بھی کچھ نہ رہا تھا۔ انہوں نے ہمیں کوسنا شروع کر دیا کہ ان کے ٹکڑوں پر جی رہے ہیں۔ تیسرے دن صبح کو میں اٹھی اور باہر جانے کو کپڑے پہننے لگی۔ اماں نے پوچھا کہ بیٹی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے بتایا کہ

انا جان کے پاس، ان سے کچھ روپے مانگوں گی۔ اماں کو اس سے
ڑی خوشی ہوئی کیونکہ میں انہیں بتا چکی تھی کہ نانا جان نے
جھے گھر سے نکالا اور کہہ دیا کہ اب کبھی مت آنا اور خود
میں بھی ان کے پاس جانا نہیں چاہتی، اگرچہ اماں بار بار روتی
ور سمجھاتی رہیں کہ وہاں جانا چاہئے۔ جب میں وہاں
پہنچی تو پتہ چلا کہ نانا جان نے گھر بدل لیا ہے۔ چنانچہ میں
ئے پتے پر انہیں تلاش کرنے نکل کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی میں
نے ان کے پاس نئے مکان میں قدم رکھا وہ اچھل کر کھڑے ہو
گئے، مجھ پر جھپٹے اور پاؤں پٹکنے لگے۔ میں نے جھٹ ان سے
کہا کہ اماں بہت بیمار ہیں، ان کی دوادارو کو کچھ پیسوں
کی، پچاس پیسے کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کھانے کو بھی
کچھ نہیں ہے... تو نانا نے زور سے ڈانٹا اور مجھے سیڑھیوں پر
دھکیل کر اندر سے دروازے میں چٹخنی لگا لی۔ مگر جب وہ
گھر سے دھکے دے کر نکال رہے تھے تو میں نے ان سے کہا
کہ اچھا، سیڑھیوں پر بیٹھی رہوں گی اور جب تک پیسے نہیں
ملیں گے، ٹلوں گی نہیں۔ اور میں وہیں سیڑھیوں پر جم کر بیٹھ
گئی۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے دروازہ کھولا، مجھے وہاں بیٹھا
پایا اور پھر اندر سے کنڈی چڑھا دی۔ کافی دیر ہو گئی تو
انہوں نے پھر درواز، کھول کر دیکھا۔ میں وہیں موجود تھی۔
انہوں نے پھر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ بعد میں کئی بار
انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے بیٹھا ہوا دیکھا۔ آخر وہ ازورکا
کے ساتھ باہر نکلے، دروازے کو تالا لگایا اور ایک لفظ کہے
بغیر برابر سے گزرے چلے گئے۔ میں نے بھی ان سے کچھ نہ کہا۔
بس وہیں بیٹھی رہی، بیٹھی رہی جب تک اندھیرا نہیں ہو گیا۔،،
''میری بچی، مگر وہاں سیڑھیوں پر تو بڑی ٹھنڈ ہوگی، میں
جانوں!،، آنتا اندریئونا سے نہ رہا گیا۔
''میرے پاس گرم کوٹ تھا ایک،، نیلی نے جواب دیا۔
''مگر کوٹ سے کیا ہوتا ہے... ہا بچاری! تم نے کیسے
کیسے دکھ سہے ہیں اف! پھر کیا کیا تمہارے نانا نے؟،،
نیلی کے ہونٹ تھرتھرانے لگے مگر اس نے بڑی کوشش کی
اور خود کو قابو میں رکھا۔
''جب شام خوب گہری ہو گئی تو نانا آئے اور اوپر چڑھتے

ھوئے ان کی ٹھوکر سجھیے لگی، وہ چیخ پڑے 'کون ھے؟، میں نے کہا 'میں ھوں، - انہوں نے سوچا ھوگا کہ میں کبھی کی جا چکی ھوں گی - مگر یہ دیکھ کر کہ میں وھیں کی وھیں بیٹھی ھوں انہیں سخت تعجب ھوا اور وہ سکتے میں دیر تک میرے سامنے کھڑے رھے - پھر ایک دم انہوں نے چھڑی سے کھٹ کھٹ سیڑھیاں ٹھوکی، لپکے اور دروازہ کھول کر اندر گئے اور منٹ بھر بعد کچھ پیسے لا کر میرے آگے سیڑھی پر ڈال دئے - یہ سب پانچ پانچ پیسے کے سکے تھے - 'لو، لے جاؤ !، انہوں نے ڈانٹ کر کہا 'بس میرے پاس یہی رہ گیا تھا - یہ لے جاؤ اور اپنی اماں سے کہنا کہ اس کے حق میں بددعا کرتا ھوں، - یہ کہہ کر دروازہ جھٹکے سے بھیڑ لیا - پیسے لڑھکتے سیڑھیوں پر لگے - میں اندھیرے میں انہیں ٹٹولنے لگی - نانا نے خود سوچا ھوگا کہ سیڑھیوں پر اندھیرا تھا اور انہوں نے پیسے اوپر سے ڈالے ھیں - اندھیرے میں مجھے ملیں گے کیسے، تو دروازہ کھولا اور شمع لے کر آئے - شمع کی روشنی میں ایک ایک کرکے میں نے سارے پیسے چن لئے - نانا خود بھی پیسے تلاش کراتے رھے اور بولے کہ سب ملا کر کوئی ستر پیسے ھوں گے - اس کے بعد چلے گئے - جب گھر پہنچی تو سارے پیسے میں نے اماں کے حوالے کر دئے اور جو کچھ گزری سب سنا دی - اماں کی حالت اور بدتر ھو گئی اور میں بھی اس رات اور دوسرے دن بیمار پڑی رھی — مجھے بخار چڑھ گیا تھا - لیکن دماغ میں صرف ایک خیال بسا ھوا تھا کیونکہ مجھے نانا جان پر سخت غصہ تھا - جب اماں سو گئیں تو میں باھر سڑک پر نکل گئی اور ان کے گھر کی طرف چل دی لیکن گھر سے ذرا فاصلے پر پہنچ کر رک گئی — عین پل پر - میرے پاس سے 'وہ شخص، گزرا...،،

''ارخی پوف،، میں نے بتایا ''یہ وھی آدمی ھے جس کے بارے میں نکولائی سرگیئچ میں آپ کو بتا چکا ھوں - وہ جو ایک نوجوان بیوپاری کے ساتھ بینووا کے مکان پر گیا تھا اور جس کی وھاں پٹائی کی گئی تھی - نیلی نے پہلی بار اسے وھیں دیکھا تھا پل پر... ھاں تو آگے کہو نیلی -،،

''میں نے اس آدمی کو روکا اور اس سے کچھ رقم مانگی — بس چاندی کا ایک روبل - وہ بولا 'ایک روبل؟، میں نے کہا 'ھاں،

ایک، ۔ وہ اس پر ہنسا اور کہا کہ میرے ساتھ چلی آؤ ۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں کہ اتنے میں ایک بڑی عمر کا آدمی سنہری کمانی کا چشمہ لگائے ہوئے پاس سے گزرا ۔ اس نے مجھے چاندی کا ایک روپیہ سانگتے سنا ۔ وہ میرے آگے ذرا جھکا اور جھک کر پوچھا کہ ٹھیک ایک ہی روبل کیوں چاہئے مجھے ۔ میں نے بتایا کہ اماں بیمار ہیں اور دوادارو کے لئے ایک روبل کی سخت ضرورت ہے ۔ اس نے ہمارا ٹھکانا پوچھا، پتہ لکھ لیا اور ایک روبل کا نوٹ دے کر چل دیا ۔ جب اس دوسرے آدمی نے اس چشمے والے کو دیکھا تو وہ بھی چل دیا اور پھر مجھ سے اپنے ساتھ آنے کو نہیں کہا ۔ میں دکان میں گئی اور نوٹ بھنایا ۔ تیس پیسے تو الگ کاغذ میں لپیٹ کر اماں کے لئے رکھ لئے اور ستر پیسے کاغذ سے باہر رکھے اور جان بوجھ کر مٹھی میں کس کے دبا لئے اور نانا کے گھر کی طرف چل دی ۔ وہاں پہنچی تو میں نے دروازہ کھولا، ڈیوڑھی میں رک گئی اور جتنے پیسے ہاتھ میں تھے، کمرے کے اندر پھینک دئے ۔ سارے فرش پر لڑھکنے لگے ۔

''لیجئے، یہ اپنے پیسے اٹھا لیجئے!، میں نے نانا سے کہا ۔ 'اماں آپ کے پیسے نہیں لیں گی کیونکہ آپ نے انہیں بددعا دی ہے ۔، پھر میں دروازہ زور سے بھیڑ کر وہاں سے بھاگ نکلی ۔،،

نیلی کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے معصومانہ گستاخی سے بڑے میاں کو دیکھا ۔

''بالکل ٹھیک کیا،، آننا اندریئونا نے شوہر کی طرف سے نظریں بچاتے ہوئے اور نیلی کو بازوؤں میں بھینچتے ہوئے کہا ۔ ''بالکل ٹھیک بدلہ دیا ان کو ۔ تمہارے نانا بدطینت اور بے درد آدمی تھے...،،

''ہوں،، نکولائی سرگیئچ نے ہنکارا بھرا ۔

''ہاں تو پھر کیا ہوا؟ آگے بتاؤ!،، بڑی بی نے بے تاب ہو کر پوچھا ۔

''میں نے نانا سے ملنے جانا چھوڑ دیا اور وہ بھی مجھے دیکھنے نہ آئے،، نیلی نے جواب دیا ۔

''تو پھر تمہاری گزر بسر کیسے ہوئی؟ تمہاری اور اماں کی؟ ہائے، بچاریاں!،،

''اماں کی حالت اور بگڑ گئی، پھر ان کا بستر سے اٹھنا مشکل ہو گیا،، نیلی نے بیان جاری رکھا۔ اب اس کی آواز کانپنے لگی اور بھرائی ہوئی تھی۔ ''ہم لوگوں کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ میں کپتان کی بیوہ کے ساتھ باھر جانے لگی تھی۔ کپتان کی بیوہ دربدر ماری پھرتی تھی اور راستے میں بھی سفیدپوش لوگوں کو روک کر بھیک مانگ لیتی تھی۔ اسی طرح اس کی گزر بسر ہوا کرتی تھی۔ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ میں کوئی بھکارن نہیں ہوں۔ کاغذ رکھے ھیں جن میں میری حیثیت لکھی ھے۔ دکھا سکتی ہوں اور ان میں میری مفلسی بھی لکھی ہوئی ھے۔ وہ لوگوں کو کاغذ دکھاتی پھرتی تھی اور لوگ اسے روپے دے دیتے تھے۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ دیکھو، سب سے بھیک مانگ لینا کوئی شرم کی بات نہیں ھے۔ میں اس کے ساتھ باھر مانگنے جایا کرتی تھی اور لوگوں سے خیرات مل جاتی تھی تو اسی پر بسر ہوتی تھی۔ اماں کو اس بات کا پتہ چل گیا کیونکہ دوسرے کرایہداروں نے انہیں بھکارن کہنا شروع کر دیا۔ پھر بنوا خود سے اماں کے پاس آئی اور کہا کہ لڑکی کو بھیک مانگنے باھر جانے دینے سے تو اچھا ھے کہ میرے حوالے کر دو۔ وہ اماں سے ملنے پہلے بھی آ چکی تھی اور روپے پیسے سے ان کی کچھ مدد بھی کرنی چاھی اور جب اماں نے اس کے ھاتھ کے پیسے لینے سے عذر کیا تو وہ بولی کہ تم اتنی اکڑتی کیوں ہو اور کھانے کا سامان ھمیں بھجوایا۔ جب اس نے میرے بارے میں اماں سے یہ بات پھر کی تو اماں گھبرا گئیں اور رونے لگیں۔ بنوا انہیں گالی کوسنے دینے لگی کیونکہ وہ پیے ہوئے تھی اور اماں سے بولی کہ میں ہوں تو بھکارن ھی کیونکہ کپتان کی بیوہ کے ساتھ خیرات مانگنے جاتی ہوں۔ اور اسی رات بنوا نے کپتان کی بیوہ کو اپنے مکان سے نکال باھر کیا۔ جب اماں کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ رونے پیٹنے لگیں۔ اس کے بعد وہ ایک دم بستر سے اٹھیں، کپڑے پہنے اور میرا ھاتھ تھام کر باھر نکل کھڑی ہوئیں۔ ایوان الکساندرچ نے ھمیں سمجھا بجھا کر روکنے کی بھی کوشش کی مگر اماں نے ایک نہ سنی اور ہم دونوں ماں بیٹی نکل کھڑے ہوئے۔ اماں سے چلا نہیں جاتا تھا، ہر منٹ دو منٹ پر دم لینے کو بیٹھ جاتی تھیں اور میں ان کو سہارا

دیتی تھی۔ اماں بار بار کہتی جاتی تھیں کہ میں تمہارے نانا کے ہاں جا رہی ہوں، تم راستہ بتاتی جاؤ۔ اس وقت تک رات ہو گئی تھی۔ ایک دم ہم بڑی سی سڑک پر آ گئے۔ بہت سی گاڑیاں ایک بڑی حویلی کے پاس چلی آ رہی تھیں اور بہت سے لوگ وہاں سے نکل رہے تھے۔ تمام کھڑکیوں میں روشنی تھی اور گانا بجانا سنائی دے رہا تھا۔ اماں نے میرا بازو جکڑ لیا اور بولیں 'بیٹی نیلی، غریب رہنا، ساری زندگی غریبی میں بتا دینا۔ اور چاہے کوئی بلائے، ان کے پاس نہ جانا۔ چاہے کوئی بھی تمہارے پاس آئے۔ تم یہاں اس جگہ بھی رہ سکتی تھیں مالدار بن کے، اچھے اچھے کپڑے پہن کے، مگر میں نہیں چاہتی یہ۔ وہ بڑے سنگدل اور خبیث لوگ ہیں، اور میری نصیحت تمہیں یہ ہے کہ غریب رہنا، محنت مزدوری کرنا، بلکہ بھیک بھی مانگ لینا لیکن اگر تمہیں کوئی بلانے آئے تو کہہ دینا — 'میں تمہارے ساتھ نہیں جاتی!..'، اماں جب بیمار پڑی تھیں تو انہوں نے مجھے یہی نصیحت کی تھی اور اب میں ساری عمر ان کے کہنے پر چلوں گی،، نیلی نے دلی جذبے میں ڈوب کر کانپتے ہوئے کہا۔ اس کا ننھا سا چہرہ دمک رہا تھا۔ ''میں کام کروں گی، ساری زندگی نوکرانی بن کے رہوں گی اور میں آپ کے پاس بھی اسی لئے آئی ہوں کہ خدمت کروں، نوکرانی ہوکے رہوں۔ میں بیٹی بن کر نہیں رہنا چاہتی...،،

''ہش — ہشت، توبہ بس کرو، نیلی!،، آنا اندریئونا نے اسے زور سے بھینچتے ہوئے ڈانٹا۔ ''تم جانتی ہو، جب تمہاری اماں نے یہ بات کہی تھی تو وہ بیماری کی حالت میں تھیں۔،،

''ان کا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا تھا،، بڑے میاں نے جھٹ سے کہا۔

''تو کیا ہوا!،، نیلی نے ان کی طرف جھٹکے کے ساتھ مڑ کر چلاکے کہا۔ ''اگر ان کا دماغ بھی چل گیا تھا تب بھی انہوں نے مجھ سے کہا یہی تھا اور یہ قول ساری زندگی نبھا دوں گی۔ جب ان کے منہ سے یہ بات نکلی تھی تو وہ بےہوش ہوکے گر گئی تھیں۔،،

''خدایا رحم!،، آنا اندریئونا زور سے چلائیں۔ ''بیمار اور سڑک پر اور سردی کے موسم میں!،،

''شاید لوگ ہمیں پولیس چوکی پر لےجاکر چھوڑتے مگر

ایک بھلے آدمی نے ہماری حمایت میں دو لفظ کہے۔ مجھ سے پتہ پوچھا۔ دس روبل کا نوٹ دیا اور حکم دیا کہ اماں کو خود اسی کی گاڑی میں لےجاکر گھر چھوڑ آئیں۔ اس کے بعد سے اماں کبھی بستر سے اٹھ نہ سکیں اور تین ہفتے میں دنیا سے سدھار گئیں...،،

''مگر ان کے باپ؟ آخر تک انہوں نے معاف کرکے نہیں دیا، کیا؟،، آننا اندریئونا نے ھانپ کر کہا۔

''نہیں — معاف نہیں کیا!،، نیلی نے بڑی تکلیف سے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''مرنے سے ہفتہ بھر پہلے اماں نے مجھے پاس بلایا اور کہا کہ 'نیلی، بس ایک بار اور تم نانا کے پاس چلی جاؤ۔ آخری بار۔ ان سے کہنا کہ وہ یہاں تک آ جائیں اور مجھے معاف کر دیں۔ ان سے کہنا کہ اب چند روز کی مہمان ہوں اور اس کے بعد تمہارا دنیا میں کوئی نہ رہ جائےگا۔ ان سے یہ بھی کہنا، بیٹی، کہ اس حال میں میری روح تن سے نکلتے بہت مشکل ہوگی...، میں گئی، نانا کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دروازہ کھولا بھی مگر جیسے ہی مجھے دیکھا، پھر بھیڑ لینا چاہتے تھے کہ میں نے دروازہ دونوں ھاتھوں سے خوب مضبوط تھام لیا اور چیخ کر ان کو سنا دیا: 'اماں دنیا سے جا رہی ہیں، آپ کو بلایا ھے چلئے!..، مگر انہوں نے مجھے دھکا دےکر ھٹا دیا اور دروازہ زور سے بند کر لیا۔ میں واپس اماں کے پاس آئی، ان کی پٹی سے لگ کر لیٹ گئی، انہیں گلے لگایا اور کچھ نہ بولی۔ اماں نے بھی مجھے بھینچ کر گلے لگایا اور کچھ پوچھا نہیں...،،

یہاں پہنچ کر نکولائی سرگیئچ نے اپنا ھاتھ زور سے میز پر ڈکایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن جب انہوں نے ہم سب کو عجب بےحس اور ویران نظر سے دیکھا تو پھر وہ اپنی آرام کرسی میں گر گئے جیسے قوت نہ رہی ہو۔ آننا اندریئونا اب ان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے نیلی کو روتے روتے سینے سے لگا لیا۔

''اماں کے مرنے سے ایک دن پہلے کی بات ھے۔ رات کا وقت تھا، انہوں نے مجھے بلایا، میرا ھاتھ پکڑا اور کہا 'آج میں تم سے جدا ہو جاؤں‌گی، بیٹی،۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھیں مگر کہنے کی قوت نہ رہی۔ میں نے ان کو دیکھا مگر معلوم

ہوتا تھا کہ وہ اب مجھے نہیں دیکھ رہی ہیں، بس ہاتھ سختی سے پکڑے ہوئے تھیں۔ میں نے دھیرے سے اپنا ہاتھ نکال لیا اور گھر سے باہر بھاگی۔ نانا کے گھر سارے راستے میں دوڑی ہوئی گئی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی کرسی سے اچھل پڑے اور گھور کر دیکھنے لگے۔ نانا ایسے دہشت‌زدہ تھے کہ ان کے چہرے پر ہلدی پھر گئی اور کانپنے لگے۔ میں نے ان کا ہاتھ تھاما اور صرف اتنا کہا: 'اماں کا دم نکل رہا ہے!'، سنتے ہی ان کے ہوش اڑ گئے۔ چھڑی اٹھائی اور میرے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ٹوپ لینا تک بھول گئے حالانکہ سردی کے دن تھے۔ میں نے ہی ٹوپ اٹھایا اور ان کے سر پر رکھا۔ اور ہم دونوں لپکے ہوئے چلے۔ میں نے ان سے کہا کہ جلدی کیجئے، گھوڑا گاڑی لے لیجئے کیونکہ اماں کا پتہ نہیں کس وقت دم نکل جائے۔ لیکن نانا کے پاس صرف سات کوپک تھے لے دے کے۔ انہوں نے کئی گاڑیاں روکیں، ان سے حجت بھی کی مگر گاڑی والے ان پر اور ازورکا پر ہنس کر بڑھ جاتے تھے۔ ازورکا ہمارے ساتھ دوڑا ہوا آرہا تھا۔ اور ہم تینوں لپکتے جھپکتے چلے جا رہے تھے۔ نانا جان تھک کر چور ہو گئے تھے اور ان کا سانس پھول رہا تھا۔ اس پر بھی دوڑے جا رہے تھے۔ اتنے میں وہ گر پڑے اور ان کا ٹوپ ہوا سے اڑ گیا۔ میں نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا اور ٹوپ پھر سر پر رکھا اور ہاتھ پکڑے پکڑے چلنے لگی۔ رات ہوتے ہوتے ہم گھر پہنچے... اماں اس وقت تک دم توڑ چکی تھیں۔ نانا نے جب انہیں دیکھا تو ہاتھ پٹک کر رہ گئے، کانپے، تھرتھرائے اور دم بخود کھڑے رہے۔ اس پر میں اماں کی لاش کے پاس گئی، نانا کا ہاتھ تھاما اور چیخ کر کہا: 'یہ لو — سنگ‌دل آدمی، بدذات آدمی یہ لو، دیکھو، دیکھا!..'، نانا کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ ایسے گرے جیسے جان نکل گئی ہو..."

نیلی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے آننا اندریئونا کے بازوؤں سے خود کو چھڑا لیا اور ہم سب کے بیچوں بیچ کھڑی ہو گئی۔ وہ پیلی تھی، بےجان اور وحشت‌زدہ تھی۔ لیکن آننا اندریئونا اس کی طرف تیزی سے بڑھیں اور اسے پھر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے ایسے چیخ ساری جیسے آسیب‌زدہ ہوں:

"میں اب تمہاری ماں کی جگہ ہوں اور تم میری بچی! ہاں

نیلی، چلو، ہم ان سب بےدرد اور بدمزاج لوگوں کو چھوڑ کر چل دیں!.. یہ بیٹھے لوگوں کا مذاق اڑاتے رہیں اور ان پر جملے کسا کریں، خدا، خدا انہیں سمجھے گا... آؤ نیلی، بس آؤ، چلیں یہاں سے!..''

اس دن سے پہلے اور اس کے بعد میں نے کبھی بڑی بی کو اس قدر جوش میں نہیں دیکھا تھا اور مجھے گمان بھی نہ تھا کہ وہ یوں جذبے سے گرم ہو سکتی ہیں۔ نکولائی سرگیئچ اپنی کرسی پر تن گئے اور کھڑے ہو کر انھوں نے آواز کے جھٹکے کے ساتھ پوچھا۔

''تم کہاں جا رہی ہو، آننا اندریئونا؟''

''اس کے پاس، اپنی بیٹی کے پاس، نتاشا کے پاس!'' انہوں نے نیلی کو اپنے پیچھے کھینچتے ہوئے زور سے ڈانٹ کر کہا۔

''سنو، سنو، ذرا ٹھیرو تو!..''

''نہیں، اب میں نہیں ٹھیروں گی۔ تم سنگدل ہو، تم بدفطرت ہو! میں بہت ٹھیری اور اس نے بھی بہت راہ دیکھی — لیکن اب، بس اب، رخصت!''

اسی کے ساتھ آننا اندریئونا مڑیں۔ انہوں نے اپنے شوہر پر ایک نظر ڈالی اور پتھرا کر رہ گئیں — نکولائی سرگیئچ ان کے سامنے کھڑے تھے، وہ اپنا ٹوپ تھامے ہوئے کانپتے ہوئے ناتواں ہاتھوں سے جلدی جلدی کوٹ پہن رہے تھے۔

''تم بھی!.. تو گویا تم بھی میرے ساتھ آ رہے ہو؟!''
وہ اپنے ہاتھوں کو التجا کے ساتھ جوڑتے ہوئے چلائیں اور شوہر کو اس قدر بےاعتباری سے دیکھا جیسے مسرت کے وفور میں انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''نتاشا! کہاں ہے میری نتاشا؟ کہاں ہے وہ؟ میری بیٹی کہاں ہے؟'' آخر بڑے میاں کے دل سے یہ آواز ٹوٹ کے نکلی۔ ''میری نتاشا مجھے واپس دے دو! کہاں ہے وہ — کہاں ہے؟''
اور چھڑی جو میں نے بڑھا دی تھی، سنبھالتے ہوئے وہ دروازے کی طرف دوڑے۔

''معاف کر دیا انہوں نے! معاف کر دیا!'' آننا اندریئونا نے چلا کر کہا۔

لیکن بڑے میاں ابھی چوکھٹ تک نہ پہنچے تھے کہ اتنے

میں دروازہ ایک دم کھلا اور نتاشا کمرے کے اندر دوڑتی ہوئی آئی - اس کا چہرہ پیلا پڑا تھا، آنکھیں ایسے تمتما رہی تھیں جیسے بخار میں ہو - کپڑوں میں شل پڑے تھے اور بارش سے تربتر، سر کو ڈھکنے کے لئے جو رومال اس نے لپیٹا تھا وہ پیچھے سرک گیا تھا اور اس کے گھنے پریشان بالوں میں پانی کی موٹی موٹی بوندیں جھلک رہی تھیں - وہ لپکی ہوئی اندر آئی، باپ کو دیکھا - دیکھتے ہی چیخ مارکر ان کی طرف دوڑی، گھٹنوں کے بل گری اور بازو پھیلا دئیے -

نواں باب

انہوں نے اسے بازوؤں میں سنبھال لیا!..

بچے کی طرح نتاشا کو اٹھاکر اپنی کرسی پر لے گئے، بٹھا دیا اور اس کے آگے گھٹنوں کے بل جھک گئے - انہوں نے اس کے ہاتھ چومے، پاؤں چومے - ان کے پیار میں بےتابی تھی، بیٹی کو تکنے میں بےتابی تھی جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ نتاشا ان کے پاس ہے، وہ اسے دیکھ رہے ہیں، اس کی آواز سن رہے ہیں، اپنی بیٹی، اپنی نتاشا کی! آننا اندریئونا نے اسے گلے لگایا، آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا - سینے سے سر لگاکر بھینچ لیا - بیٹی کو کلیجے سے لگاتے وقت وہ بےحس و حرکت ہو گئیں، منہ سے ایک حرف نہ نکل سکا -

''میری پیاری!.. میری جان!.. میرے دل کی ٹھنڈک!..'' بڑے میاں بےربطی سے پکار رہے تھے، نتاشا کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے اور چاہنے والے کی طرح اس کا پیلا، ستا ہوا مگر پیارا چہرہ تکتے ہوئے اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جن میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے - ''میری جان، میری بچی!'' وہ دوہراتے رہے پھر ذرا تھم جاتے اور اس کی طرف تقدس بھری مسرت سے دیکھتے - ''کیوں؟ کیا مجھ سے کہا کہ میری نتاشا دبلی ہو گئی؟'' انہوں نے ہماری طرف مڑکر پوچھا - ایک بےکل اور بچوں کی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر کھیل رہی تھی اور وہ ابھی تک اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے - ''ٹھیک ہے کہ وہ سوکھ گئی، رنگ پیلا پڑ گیا مگر دیکھو تو خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں، پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی ہے! ہاں ہاں، پہلے سے

بڑھکر !،، انھوں نے کہا، کرب کے سارے ان کی زبان بند ہوئی جا رہی تھی، نشاط آمیز کرب کے سارے، جو معلوم ہوتا تھا کہ ان کا دل شق کر دے گا۔

''اٹھئے پاپا، بس، اب اٹھ جائیے،، نتاشا نے کہا۔ ''میں بھی آپ کو پیار کرنا چاہتی ہوں!..،،

''ہائے میری پیاری! سنا تم نے آننا اندریئونا، کس پیار سے اس نے ابھی کہا ہے؟،، اور انھوں نے نتاشا کو بےتحاشا کلیجے سے لگا لیا۔

''نہیں، نہیں، نتاشا، اب یہ میرا کام ہے کہ تمہارے قدموں میں سر رکھ دوں جب تک میرے دل کو اطمینان نہ ہو جائے کہ تم نے مجھے معاف کر دیا کیونکہ اب میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے معاف کرو! میں نے تمہیں چھوڑ دیا، قطع تعلق کیا، عاق کردیا، سنتی ہو نتاشا، میں نے تمہیں عاق کیا تھا! بھلا مجھ سے یہ ہو سکتا تھا کیا!.. اور تمہیں نتاشا، تمہیں اس کا یقین بھی آ گیا کہ میں نے تم کو عاق کر دیا؟ تمہیں اس بات کا یقین آ گیا، یقین کر لیا تم نے! یقین ہی نہ کرنا چاہئے تھا، بس کسی طرح بھی یقین نہ کرنا چاہئے تھا! سنگدل کہیں کی تم آ کیوں نہ گئیں میرے پاس؟ تمہیں تو معلوم تھا کہ آ جاتیں تو میں کیسے ہاتھوں ہاتھ لیتا!.. ہائے نتاشا، ذرا یاد کرو کہ مجھے تم سے کیسی بےپناہ محبت تھی۔ اور اس کے بعد سے تو اب اور دگنی ہو گئی۔ پہلے سے ہزار گنی زیادہ! لہو کی ایک ایک بوند میں تمہیں میں نے چاہا! جی چاہتا تھا کہ لہو بھرے دل کو نکال کر اس کے تار تار کر ڈالوں اور تمہارے قدموں میں ڈال دوں!.. ہائے میرے دل کی ٹھنڈک!،،

''اچھا تو پیار کیجئے مجھ کو — بےدرد کہیں کے، میرے ہونٹوں پر، چہرے پر، اماں کی طرح پیار کیجئے!،، نتاشا نے ناتواں اور دھیمی آواز میں کہا جو مسرت بھرے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''اور تمہاری پیاری آنکھوں پر بھی! کیسی پیاری آنکھیں! یاد ہے تم کو میں انہیں کبھی چوما کرتا تھا؟،، دیر تک پیار سے گلے لگا کر بڑے میاں نے دھرایا۔ ''ہائے نتاشا کبھی تم نے خواب میں بھی ہمیں دیکھا؟ میں تو قریب ہر رات تمہیں

خواب میں دیکھتا تھا۔ رات کو تم سپنے میں آتی تھیں اور میں
ہر بار تم پر رویا کرتا تھا۔ ایک بار تم چھوٹی سی بچی بن کر
آئی تھیں، بالکل ویسی، جیسی دس برس کی عمر میں تھیں اور پیانو
بجانا سیکھنا شروع کر رہی تھیں۔ یاد ہے تم کو؟ چھوٹی سی
فراک پہنے، ننھے ننھے خوبصورت جوتے کسے ہوئے اور ننھے منے
ہاتھ لال لال... اس کے ہاتھ کیسے لال لال تھے، یاد ہے تمہیں
آننا اندریئونا؟ تم میرے پاس آئیں، زانو پر چڑھ کر بیٹھ گئیں...
اور میری کمر میں بازو ڈال دئیے... اور تم... تم بے ایمان لڑکی!
تمہیں اس کا یقین آ گیا کہ میں نے تمہیں عاق کر دیا ہوگا اور
اب اگر تم آؤگی تو خوشی سے قبول نہ کروں گا! دیکھو تو... میں،
سنتی ہو نتاشا، کئی بار میں تم سے ملنے گیا، تمہاری ماں تک
کو اس کی خبر نہیں ہے، کسی کو بھی معلوم نہیں۔ کبھی
میں تمہاری کھڑکی کے نیچے کھڑا ہو جاتا آدھے دن کھڑا
رہتا، تمہارے دروازے کے پاس پٹری پر انتظار کئے جاتا، کہ
شاید تم اتفاق سے باہر نکلو اور میں دور سے تمہاری جھلک
پا لوں! اکثر شام کے وقت کھڑکی کی سل پر تمہارے ہاں شمع
جلا کرتی تھی اور اکثر میں تمہارے گھر پر جاتا نتاشا، کہ
اور کچھ نہیں تو تمہاری کھڑکی کی روشنی ہی دیکھ لوں، شاید
کھڑکی پر تمہارا سایہ پڑ جائے، سائے کو ہی دیکھ لوں اور شب بخیر
کی دعا دے کر چلا آؤں۔ کیا کبھی تم سے اتنا ہوا کہ شب بخیر
کی دعا میرے لئے کی ہو، یا میری یاد تمہیں آئی ہو؟ کبھی تمہارے
دل نے تم سے کہا کہ میں کھڑکی تلے انتظار کر رہا ہوں؟ سردی
کے موسم میں کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ میں بہت رات گئے اوپر
زینے پر چڑھا اور وہاں زینے کے موڑ پر کھڑا دروازے پر کان
لگائے رہا اس امید میں کہ تمہاری آواز سنائی دے جائے اور
تمہارے قہقہے کی کھنک میرے کان میں پڑ جائے۔ میں اور تمہیں
کوسوں، عاق کر دوں؟ اس روز بھلا میں کیوں گیا تھا تمہارے
ہاں؟ اس لئے کہ تمہارا قصور معاف کر آؤں اور دروازے تک
ہو کر پھر آیا... ہائے نتاشا!"

وہ اٹھے، نتاشا کو کرسی سے اٹھایا اور اپنے کلیجے سے لگا لیا۔

"یہ لو، وہیں ہے، میرے دل کے نزدیک!" وہ پکارے۔

"اے رب العالمین! شکر ہے تیرا، جو کچھ ہوا اس کا شکر، تیرے

قہر کا، تیری نعمت کا شکر!.. شکر ہے تیرے سورج کا، جو طوفان کی تاریکیوں کے بعد ہمارے سروں پر جگمگایا ہے! پروردگارا، میں اس لمحے کا تیری درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں! آہ، چاہے ہم پر کوئی ستم کیوں نہ ٹوٹے، چاہے کتنی ہی ذلتیں کیوں نہ آئیں، ہم پھر ایک ساتھ ہیں۔ اور وہ غرور و تکبر سے بھرے ہوئے سر، جنھوں نے ہمیں ٹھکرایا، ہماری تذلیل کی، بلند ہوتے رہیں! وہ ہم پر پتھر پھینکتے رہیں! پروا نہ کرو نتاشا!.. ہم ہاتھوں میں ہاتھ لئے جائیں گے اور میں ان سے کہوں گا — یہ ہے میری انمول، میری پیاری بیٹی، میری بےقصور بیٹی جس کی تم نے توہین کی، جس کی عزت آبرو کو تم نے خاک میں ملایا، اور میں اس سے پیار کرتا ہوں، اسے دعا دیتا ہوں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے!..''

''وانیا، وانیا!'' نتاشا نے نقاہت بھری آواز میں مجھے پکارا اور باپ کے بازوؤں سے ایک ہاتھ نکال کر میری طرف بڑھایا۔

میں دل سے بھلا نہیں سکتا کہ ایک ایسے لمحے میں نتاشا کو میرا خیال آیا اور اس نے مجھے پکارا۔

''مگر نیلی کہاں گئی؟'' بڑے میاں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں — وہ گئی کہاں؟'' بڑی بی نے زور سے پکارا۔ ''میری بچی، ہم تو اسے بھلائے ہی دے رہے ہیں!''

کمرے کے اندر نیلی کا پتہ نہ تھا۔ وہ وہاں سے کھسک کر اندر سونے کے کمرے میں چلی گئی تھی اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ہم اس کمرے میں گئے۔ نیلی ایک کونے میں دروازے کے پیچھے چھپی کھڑی تھی اور ڈری ہوئی سی تھی۔

''نیلی، تمھیں کیا ہو گیا، میری بچی؟'' بڑے میاں نے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔ لیکن نیلی نے جواب میں ان پر ایک عجیب قسم کی تنی ہوئی نظر ڈالی۔

''اماں! کہاں ہو تم اماں؟'' اس کے منہ سے ایسے نکلا جیسے سرسام میں بڑبڑا رہی ہو۔ ''اماں کہاں ہیں میری؟'' ایک بار اس نے پھر صدا لگائی اور ہماری طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھا دئے اور ایک دم خوفناک آسیب زدہ چیخ اس کے حلق سے نکلی۔ چہرے پر تشنج کے آثار پیدا ہوئے، سخت دورہ پڑا اور وہ دھم سے فرش پر گر گئی۔

اختتامیہ

آخری یادیں

وسط جون کا زمانہ ہے۔ گرمی اور گھٹن کا دن۔ شہر میں رہنا ممکن نہیں: ہر طرف خاک دھول، چونا مٹی، عمارتوں کی ادل بدل، کنکر پتھر کا برادہ اور ہوا میں طرح طرح کی بو بسی ہوئی... مگر واہ، کیا مزا ہے! بہت دور کڑک گرج ہوئی۔ آسمان رفتہ رفتہ تاریک ہو گیا اور ہوا کا ایسا بگولا اٹھا کہ شہر کے سارے گرد و غبار کو اپنے آگے آگے لے چلا۔ زمین پر کچھ موٹی موٹی بوندیں پڑیں اور پھر معلوم ہوتا تھا کہ سارا آسمان کھل گیا ہے اور شہر پر دریا کا دریا ٹوٹ پڑا ہے۔ جب آدھ گھنٹے بعد پھر سورج ابھرا تو میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی اور بےصبری سے تھکے ہوئے بےدم پھیپھڑوں کو تازہ ہوا پہنچانے لگا۔ ایسی ترنگ آئی کہ کام چھوڑ چھاڑ، قلم ہاتھ سے رکھ اور پبلشر تک کی فکر سے بےنیاز ہوکر نکل کھڑا ہوں اور واسیلیفسکی جزیرے میں اپنے عزیزوں سے ملنے چل دوں۔ حالانکہ جی بہت مچل رہا تھا پھر بھی میں نے ضبط سے کام لیا، اور اپنے کام میں جٹ گیا ایک قسم کی شدت کے ساتھ — کچھ بھی ہو، اب اسے نمٹانا ہی ہے! اشاعت گھروالے تھے کہ مطالبے پر مطالبہ کر رہے تھے اور جب تک کام پورا کرکے نہ دیا جائے وہاں سے پیسہ ملنےوالا نہیں۔ اخمنیف گھرانے میں میرا انتظار سہی لیکن دوسری طرف رات تک کام نمٹا لینے کی بھی امید تھی کہ اس کے بعد میں آزاد اور جھونکے کی طرح بالکل ہلکا ہو جانےوالا تھا اور ادھر کے دو دنوں اور دو راتوں میں جو لگاتار محنت کی تھی جس میں ساڑھے تین کاپیاں لکھ‌کر ختم کر دی تھیں اس کا انعام آج رات کی فرصت سے ملنےوالا تھا۔

آخر کام ختم ہو گیا۔ قلم ہاتھ سے رکھ‌کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ کمر اور سینہ درد سے چٹخ رہا ہے اور سر بھاری ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میرے اعصاب بری طرح چسک رہے ہیں، اور لگتا ہے کہ اپنے بوڑھے ڈاکٹر کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں: ''کوئی تندرستی اس کی تاب نہیں لا سکتی، یہ بالکل ناممکن ہے!،، اب تک تو بہرحال یہ بات ممکن رہی تھی! سر گھوم رہا ہے، مشکل سے سیدھا کھڑا ہو سکتا ہوں، لیکن مسرت، بےپایاں مسرت میرے دل میں بھری جا رہی ہے۔ ناول پورا ہو گیا اور اگرچہ میں اپنے پبلشر کا بہت زیر بار اور قرضدار ہوں تاہم جب یہ انعام اس کے ہاتھوں میں پہنچےگا تو وہ مجھے کچھ نہ کچھ دےدےگا — زیادہ نہیں تو پچاس روبل ہی سہی۔ زمانے گزر گئے کہ اتنی رقم سے بھی میری جیب محروم رہی ہے! آزادی اور روپیہ!.. خوشی سے میں نے اپنا ٹوپ اٹھایا اور مسودہ بغل میں دبا کر پوری رفتار سے اپنے سرکار الکساندر پتررووچ کی طرف لپکا کہ ان کے باہر نکلنے سے پہلے ہی انہیں گھیر لوں۔

وہ چل دئے تھے مگر ہاتھ آ گئے۔ انہوں نے ابھی ابھی ایک بہت منافع کا سودا طے کیا ہے، اگرچہ وہ ادبی سلسلے کا نہیں ہے۔ ایک سانولے اور چھوٹے قد کے یہودی کو رخصت کرکے جس کے ساتھ وہ دو گھنٹے سے اپنے دفتر کے کمرے میں بیٹھے تھے، انہوں نے تپاک سے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا اور نرم اور خوشگوار انداز میں میری صحت کے بارے میں دریافت کیا۔ آدمی بڑے شریف اور نیک دل ہیں۔ مذاق سے قطع نظر — میں واقعی ان کا بڑا احسان‌مند ہوں۔ یہ بھی کیا کوئی ان کا قصور ہے کہ ادب میں وہ عمر بھر کے لئے صرف ایک پبلشر ہو کر رہ گئے۔ اتنی دوراندیشی اور ذہانت ان میں تھی کہ اندازہ کر لیا کہ ادب کو ناشروں کی ضرورت ہے اور عین وقت پر اس کا اندازہ کر لیا۔ کاروباری آدمی کی حیثیت سے ان کی جتنی عزت اور تعظیم کی جائے — برحق ہے!

وہ اطمینان سے مسکرا دیتے ہیں جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ میرا ناول پورا ہو گیا اور اب ان کے رسالے میں جہاں تک خاص مضمون کا سوال ہے، اگلے نمبر کی طرف سے اطمینان ہے، انہیں تعجب ہوتا ہے کہ میں اور بھلا کوئی کام انجام تک پہنچا دوں یہ کیسے ہو سکتا ہے! اور اس پر ذرا مزے کی چھیڑ چھاڑ بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی تجوری کی طرف بڑھتے ہیں کہ وعدے

کے پچاس روبل نکال کر میرے حوالے کریں، اسی اثنا میں ایک وڑا سا مخالف رسالہ میری طرف بڑھا دیتے ہیں اور تنقید کے حصے یں بعض سطروں کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس میں میرے پچھلے اول کے بارے میں بھی ایک آدھ لفظ لکھا ہے ۔

میں نظر دوڑاتا ہوں — کسی ''نقل نویس،، صاحب کا مضمون ہے ۔ اس میں نہ تو مجھے برا بھلا کہا گیا ہے اور نہ تعریف کی گئی ہے ۔ اس سے مجھے بڑی تسلی ہوتی ہے ۔ لیکن نقل‌نویس نے تبصرے میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ میری تحریروں میں عام طور سے ''پسینے کی بو،، آتی ہے، یعنی یوں کہیے کہ میں اپنی کہانیوں میں اس قدر پسینہ بہاتا ہوں، اتنی محنت کرتا ہوں، ان کی اتنی منجھائی کرتا ہوں کہ اس کا حاصل ناگوار ہوتا ہے ۔

پبلشر اور میں دونوں خوب ہنستے ہیں ۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ پچھلی کہانی کے لکھنے میں دو راتیں صرف ہوئی تھیں اور اس بار ساڑھے تین کاپی کا مسودہ تیار کرنے میں دو دن دو راتیں لگی ہیں ۔ کاش اس نقل‌نویس کو جو مجھے اپنی تحریروں پر ضرورت سے زیادہ مشقت اور سخت کاٹ پیٹ کا الزام دے رہا ہے، یہ حقیقت معلوم ہوتی ۔

''آپ ہی کا قصور ہے، ایوان پتروو‌چ ۔ لکھنے میں آپ اتنی ڈھیل کیوں دیتے ہیں کہ بعد میں راتوں کو بیٹھنا پڑے؟،،

بےشک، الکساندر پتروو‌چ بڑی خوبیوں کے آدمی ہیں اگرچہ ان میں ایک خاص کمزوری بھی ہے یعنی یہ کہ اپنی ادبی پرکھ کو خاص ان لوگوں کے آگے بھی خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں جن کے متعلق ان کو یہ گمان ضرور ہے کہ وہ ان ذات شریف کو بہت اچھی طرح سر تا سر جانتے ہیں ۔ مگر میرا دل نہیں چاہتا کہ ان سے ادبی بحث کروں ۔ روپیہ لے کر میں ٹوپ اٹھا لیتا ہوں ۔ الکساندر پتروو‌چ جزیرے* میں اپنے شہر سے باہر کے بنگلے کو روانہ ہونےوالے ہیں ۔ اور یہ سن کر کہ میں بھی اسی طرف کا

---

* پیٹرسبرگ کے نزدیک دریائے نیوا کے دھانے میں کئی جزیرے ہیں جہاں انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے شروع میں پیٹرسبرگ کے امیر لوگوں کے گرمیوں کے بنگلے تھے ۔ (ایڈیٹر)

رخ کئے ہوئے ہوں وہ بڑی خوشی سے اپنی گاڑی میں وہاں تک
لے چلنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
''نئی گاڑی لے لی ہے میں نے، آپ نے شاید دیکھی نہیں؟ بہت
عمدہ ہے۔''

ہم باہر نکلتے ہیں۔ واقعی، خوب ہے گاڑی۔ اور چونکہ
ابھی اس کو لئے ہوئے بہت دن نہیں ہوئے، تو الکساندر پترووچ
اپنے دوستوں کو اس گاڑی کی سیر کراکے خاص لطف لیتے ہیں بلکہ
ایک قسم کا اندرونی تقاضہ محسوس کرتے ہیں۔
گاڑی میں بیٹھے بیٹھے الکساندر پترووچ دورحاضر کے ادب
پر کئی بار بحث چھیڑتے ہیں۔ میرے ساتھ ان کا تکلف نہیں
ہے اور کافی سکون کے ساتھ وہ مختلف رائیں میرے سامنے بیان
کرتے ہیں جو انہوں نے دو ایک دن ہوئے ایسے ادبی لوگوں
سے سنی ہیں جن کی بات کا انہیں یقین اور دل میں عزت ہے۔
بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ الکساندر پترووچ بعض نہایت
غیرمعمولی رایوں کو وقعت دینے لگتے ہیں اور بعض اوقات ان کے
دل میں کوئی غلط خیال آتا ہے یا یہ کہ غلط طور پر اس کی تعبیر
کر بیٹھتے ہیں ایسے کہ حاصل اس کا بالکل واہیات ہوتا ہے۔
میں خاموشی سے سنتا رہتا ہوں اور انسانی جذبات کی رنگارنگی اور
اونچی اڑان کے بارے میں خیال‌آرائی کرتا رہتا ہوں۔ میں اپنے
جی میں سوچتا ہوں ''یہ ہے ایک شخص جو دولت سمیٹتا ہے، ہاں
سمیٹتا ہے، مگر نہیں، صرف اسی پر بس نہیں، شہرت بھی چاہئے،
ادبی شہرت، اول درجے کے پبلشر اور نقاد کی حیثیت سے شہرت!''
اب اس وقت وہ کوشش میں ہیں کہ ایک ایسے خیال کی باریکیاں
مجھ پر کھولیں جو انہوں نے تین دن ہوئے، کسی اور سے نہیں،
مجھی سے سنا تھا۔ تب انہوں نے اس کے خلاف بحث کی تھی، مگر
اب وہ اسی کے نکتے واضح کر رہے ہیں گویا خود ان کا خیال
ہے۔ الکساندر پترووچ میں یہ بھلکڑپن روزمرہ کی بات ہے اور
جتنے لوگ ان سے واقف ہیں، سب میں ان کی یہ بےضرر کمزوری
مشہور ہے۔ ذاتی گاڑی میں جاتے ہوئے وہ اپنے زوربیان سے کس
قدر خوش ہیں، اپنی قسمت سے کیسے مطمئن ہیں اور کس قدر
خوش و خرم! وہ ایک فاضلانہ ادبی گفتگو چھیڑے ہوئے ہیں اور
ان کے ملائم اور آراستہ لب و لہجہ سے بھی علم و فضل کی شان

ک رہی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آزاد خیالی کی راہ پر جا پڑتے ہیں اور
ہر سادگی‌بھری تشکیک کا یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ ہمارے
ب میں اور ہمارے ہی کیا، کسی ادب میں بھی، کسی زمانے
یں بھی ایمان‌داری یا انکسار نہیں پایا جا سکتا، اور سوائے اس
کے اور کچھ نہیں کہ ''ایک دوسرے کی ناک پر گھونسا جمائے
باؤ''۔ خاص طور سے جب پبلشر کے ساتھ معاہدے کی نوبت
نی ہے۔ میں اپنے جی میں سوچتا ہوں کہ الکساندر پترووچ کا
جحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک ایمان‌دار اور مخلص ادیب
کو، صرف اس وجہ سے کہ اس میں ایمان‌داری اور خلوص پایا
باتا ہے، اگر بےوقوف نہیں تو بدھو ضرور سمجھیں۔ ان کا
ہ رجحان لازمی طور پر سیدھا نتیجہ ہے ان کی انتہا درجے کی
سادہ‌لوحی کا۔

لیکن اب میں ان کی کوئی بات نہیں سن رہا ہوں۔ واسی‌لیفسکی
جزیرے پر پہنچ کر وہ مجھے گاڑی سے رخصت کر دیتے ہیں اور
میں اپنے عزیزوں کی طرف تیز تیز قدم بڑھاتا ہوں۔ یہ رہی تیرھویں
سڑک، یہ ہے ان کا چھوٹا سا مکان۔ مجھے دیکھتے ہی آننا اندریئونا
نگلی اٹھاکر اشارہ کرتی ہیں اور بازو ہلاکر ''شیہہ'' کر دیتی
ہیں، مطلب یہ کہ خاموش رہو۔ آواز نہ ہو۔

''نیلی ابھی ابھی سوئی ہے، بیچاری بچی!'' وہ جلدی سے سرگوشی
میں کہہ رہی ہیں۔ ''خدارا اسے اٹھا نہ دینا! بہت ہی کمزور
ہے، بیچاری لڑکی! ہمیں تو اس کی فکر پڑ گئی۔ ڈاکٹر کا کہنا
ہے کہ ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں، مگر بھلا تمہارے ڈاکٹر
سے کوئی عقل کی بات تھوڑئی نکلتی ہے! آپ کو اپنی حرکت پر
شرم تو نہ آتی ہوگی، ایوان پترووچ! کیوں؟ کب سے آپ کی راہ
دیکھ رہے تھے ہم لوگ، کھانے پر انتظار کرتے رہے... دو دن
سے صورت نہیں دکھائی!''

''مگر میں تو آپ سے پرسوں ہی کہہ چکا تھا کہ دو دن
نہیں آ سکوں‌گا''، میں نے آننا اندریئونا سے زیرلب کہا۔ ''مجھے
اپنا کام نمٹانا تھا...''

''مگر تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ آج شام کے کھانے پر آؤگے!
آئے کیوں نہیں؟ نیلی جان بوجھ کر بستر سے اٹھی، ننھا سا فرشتہ!
ہم نے اسے آرام کرسی پر لٹا دیا اور کھانے پر لے گئے اور وہ

بولی : 'میں بھی آپ کے ساتھ وانیا کا انتظار کرنا چاہتی ہوں، مگر ہمارے وانیا صاحب پہنچے ہی نہیں۔ اب چھ بجنے کو آئے! کہاں سیر سپاٹے کرتے پھرے تم پاجی، بےایمان کہیں کے؟ وہ اس قدر پریشان تھی کہ میری سمجھ میں نہ آیا کیسے چپ کروں... اچھا ہوا کہ اس کی آنکھ لگ گئی بیچاری۔ نکولائی سرگیئچ شہر گئے ہوئے ہیں (چائے کے وقت تک آ جائیں گے)۔ اب میں یہاں اکیلی دوڑ دھوپ کر رہی ہوں... انہیں ایک نوکری مل رہی ہے، ایوان پتروَوچ۔ مگر جب میں سوچتی ہوں کہ نوکری یہاں سے اتنی دور پیرم کے علاقے میں ہے، تو مجھے ہول کے سارے جھرجھری آتی ہے...،،

''اور نتاشا کہاں ہے؟،،

''باغ میں ہے، لاڈلی میری! جاؤ اس کے پاس چلے جاؤ... اسے بھی کچھ ہو گیا ہے... میری تو سمجھ میں نہیں آتا اس کا معاملہ... آہ، میرا دل بوجھل ہے ایوان پتروَوچ! ویسے وہ تو اپنی طرف سے یقین دلائے جاتی ہے کہ خوش و خرم ہے مگر مجھے اس کا یقین نہیں آتا... اس سے مل آؤ وانیا اور پھر چپکے سے بتانا کہ اسے ہو کیا گیا... سنتے ہو میری بات؟،،

مگر میرے کان دوسری طرف تھے۔ میں باغ کی طرف تیزی سے روانہ ہو جاتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا باغیچہ مکان کا ہی ایک حصہ ہے۔ لمبائی میں کوئی ۲۰ قدم اور چوڑائی میں بھی اسی قدر۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی۔ تین اونچے اور خوب چھائے ہوئے پرانے درخت ہیں۔ کچھ سفیدے ہیں، جن کی عمر کم ہے۔ کچھ جھاڑیاں ہیں لائلاک کی۔ کونے میں رس بھری کی بھی دو جھاڑیاں موجود ہیں۔ اسٹرابری کے کچھ تختے ہیں۔ اور دو تنگ پیچ دار روشیں باغ کے طول و عرض میں سے گزرتی ہیں۔ بڑے میاں اس پر مگن ہیں اور ان کا بیان ہے کہ عنقریب کھمبیاں بھی یہاں اگیں گی۔ خاص بات یہ کہ نیلی کو اس باغیچے سے پیار ہو گیا ہے اور اسے آرام کرسی پر ڈال کر اکثر باغیچے کی روش پر گھمایا جاتا ہے۔ نیلی اب سارے گھر کی چہیتی بن چکی ہے۔ اور اب لیجئے یہ رہی نتاشا۔ وہ اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر خوش خوش میرا سواگت کرتی ہے۔ کتنی دبلی ہو گئی۔ پیلی پڑ گئی! ابھی ابھی بیماری سے اٹھی ہے وہ بھی۔

''وانیا، کہو تم نے کام پورا کر لیا؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔
''بالکل، قطعی! اور اب رات گئے تک فرصت ہے۔''
''خیر، شکر ہے خدا کا! کیا، تم نے بہت جلدی کی؟ کچھ گڑبڑ ہو گیا؟''
''کیا کیا جائے۔ کوئی بات نہیں۔ جب اتنے ذہنی بوجھ کے ساتھ مجھے کام کرنا ہوتا ہے تو اعصاب کھنچتے کھنچتے تن جاتے ہیں۔ تصور بہت واضح ہوتا ہے، احساس زیادہ کھلا کھلا اور گہرا ہو جاتا ہے اور طرز بیان بھی پوری طرح میرے قابو میں ہوتا ہے، چنانچہ خوب جٹ کر مشقت سے جو کام میں کرتا ہوں وہ بہتر نکلتا ہے۔ اب سب ٹھیک ہے...''
''ہائے، وانیا، وانیا!''
میں دیکھ رہا ہوں کہ نتاشا ادھر کچھ عرصے سے میری ادبی ترقی اور شہرت پر جلن کی نگاہ رکھنے لگی ہے۔ پچھلے سال میری جتنی تحریریں شائع ہوئی ہیں، نتاشا نے ان میں سے ایک ایک کو پڑھا ہے۔ اور آئندہ کے لئے کیا منصوبے ہیں، ان کی اسے برابر کرید رہتی ہے۔ ان پر ہر تنقید و تبصرے سے دلچسپی ہے۔ بعض پر ناراض ہوتی ہے اور اس کے دل کو لگی ہے کہ میں ادبی دنیا میں اونچا مقام حاصل کروں۔ اس کی پسند اپنے آپ کو اتنی شدت اور ضد کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ مجھے نتاشا کے موجودہ نقطۂ نظر پر حیرت ہونے لگی ہے۔
''بس، تم لکھتے لکھتے اپنا خاتمہ کر لوگے، وانیا'' وہ مجھ سے کہتی ہے۔ ''اپنے اوپر بہت بوجھ ڈالوگے اور لکھتے لکھتے تھک کر گر جاؤگے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ صحت خاک میں مل جائے گی۔ فلاں صاحب 'س' ہیں، وہ ایک ناول لکھنے میں دو سال لگاتے ہیں اور 'ن' صاحب نے دس برس میں صرف ایک ناول لکھا ہے۔ مگر ذرا دیکھو، منجھی ہوئی اور نوک پلک سے درست تحریریں پیش کی ہیں۔ ان میں کہیں لاپروائی کا نام و نشان نہیں پاؤگے۔''
''ہاں، مگر ان کی اپنی آمدنی کے ذرائع موجود ہیں۔ انہیں مقررہ میعاد میں نہیں لکھنا پڑتا۔ میں ٹھیرا ڈاک کا گھوڑا، مگر خیر، یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ چھوڑو اس قصے کو، کہو کوئی خیر خبر؟''

''بہت سی خبریں ھیں ۔ اول تو یہ کہ اس کا ایک خط آیا ھے...''

''پھر آیا؟''

''جی ھاں — پھر ۔''

اور اس نے مجھے الیوشا کا ایک خط دیا ۔ جدائی کے بعد سے یہ الیوشا کا تیسرا خط ملا تھا ۔ پہلا خط ماسکو سے لکھا گیا اور معلوم ھوتا تھا کہ سخت الجھن میں لکھا گیا ۔ الیوشا نے اطلاع دی تھی کہ معاملات نے ایسی صورت اختیار کی کہ ماسکو سے پیٹرسبرگ آنا جیسے کہ جدائی کے وقت طے کیا تھا، اس کے لئے ناممکن ھو گیا ۔ دوسرے خط میں اعلان تھا کہ میں چند روز کے اندر آ رھا ھوں تاکہ نتاشا سے شادی کرنے میں تاخیر نہ ھو ۔ اب یہ بات طے ھو چکی ھے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا ۔ اس کے باوجود خط کے لب و لہجے سے ظاھر تھا کہ وہ مایوس ھے ۔ اور باھر کے اثرات اور دباؤ اسے بہت بھاری پڑ رھے ھیں اور جو کچھ کہہ رھا ھے اس پر اسے خود یقین نہیں ھے ۔ ضمنی طور پر یہ بھی ذکر تھا کہ کاتیا میرے لئے ھاتف غیبی ھے اور وھی اکیلی شریک غم اور تسلی دینےوالی ھستی ھے ۔ میں نے اشتیاق سے اس کا تیسرا خط کھولا ۔

اس میں کاغذ کے دو ورق موجود تھے ۔ بےربط اور اوٹ پٹانگ طریقے سے جلدی جلدی عالم اضطراب میں گھسیٹ لکھا ھوا خط تھا جس میں روشنائی اور آنسو خلط ملط ھو گئے تھے ۔ شروع اس سے ھوتا تھا کہ الیوشا نے نتاشا سے بےتعلقی اختیار کی اور اس سے درخواست کی کہ میری خطا معاف کر دی جائے ۔ اس نے یہ بھی بتانے کی کوشش کی کہ اب ھماری شادی نہیں ھو سکتی ۔ باھر کے مخالفانہ اثرات اتنے زبردست ھیں کہ ان کے سامنے بس نہیں چلتا۔ اور واقعہ یہ ھے کہ صحیح راستہ یہی ھے ۔ نتاشا اور وہ ایک ساتھ خوش نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ برابر کے نہیں ھیں ۔ مگر وہ اس پر آخر تک قائم نہیں رھا ۔ اور ایک دم اپنا استدلال اور قائل معقول کرنے کا طرز چھوڑکر اور اپنے خط کی پہلی آدھی عبارت کو قلم زد کئے یا چاک کئے بغیر اقرار کیا کہ اس نے نتاشا کے ساتھ مجرمانہ برتاؤ کیا ھے، وہ ایک شکست خوردہ آدمی ھے جس میں اتنی قوت نہیں کہ باپ کے مقابلے پر کھڑا ھو سکے

اور باپ خود یہاں دیہات میں آ پہنچا ہے۔ الیوشا نے لکھا تھا کہ میں اپنا قلق بیان نہیں کر سکتا۔ اور دوسری باتوں کے علاوہ اس کا بھی اعتراف تھا کہ وہ بذات خود نتاشا کو خوش رکھنے کا یقین رکھتا ہے۔ اس نے ایک دم یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ دونوں بالکل برابر کی جوڑ تھے اور اپنے باپ کی دلیلوں کو غصے اور شدت کے ساتھ رد کر دیا، اور نراس ہوکر اس کا نقشہ کھینچا تھا کہ اگر نتاشا اور وہ ساتھ رہ سکتے، شادی کر سکتے تو ساری زندگی کس آسایش اور راحت سے بسر ہوتی۔ خود کو بزدلی پر لعنت ملامت کی تھی اور — ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہہ دیا تھا! خط بڑی جان‌لیوا مصیبت کے عالم میں لکھا گیا تھا۔ ظاہر تھا کہ جب اس نے لکھا ہوگا تو وہ آپے میں نہ رہا ہوگا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے... نتاشا نے ایک اور خط دیا، کاتیا کا۔ یہ خط الیوشا کے ہی لفافے میں رکھ کر بھیجا گیا تھا، لیکن الگ سے مہربند تھا۔ اختصار کے ساتھ چند سطروں میں کاتیا نے نتاشا کو اطلاع دی تھی کہ الیوشا کو واقعی سخت صدمہ ہے، بہت رویا دھویا ہے اور نڈھال لگتا ہے۔ بلکہ کچھ طبیعت بھی بگڑ گئی ہے۔ مگر خیر، میں اس کے ساتھ ہوں اور اسے چین مل جائے گا۔ اور ان باتوں کے علاوہ کاتیا نے نتاشا کو اس اندیشے سے باز رکھنے کی بھی کوشش کی تھی کہ الیوشا کو جلدی قرار آ جائے گا یا یہ کہ اسے سچ‌مچ کا غم نہیں ہے۔ ”وہ آپ کو کبھی بھلا نہیں سکتا،، کاتیا نے لکھا تھا۔ ”حقیقت ہے کہ وہ آپ کو دل سے محو نہیں کرسکتا، اس کا دل ایسا ہے نہیں۔ وہ آپ سے بے‌پناہ محبت کرتا ہے۔ اور ہمیشہ محبت کرتا رہے گا۔ اور اس نے اگر کبھی آپ سے محبت کرنا چھوڑا اور اگر کبھی ایسا ہوا کہ آپ کا خیال آئے اور وہ غم‌زدہ نہ ہو تو میں فوراً اس سے محبت ترک کر دوں‌گی...،،

دونوں خط میں نے نتاشا کو واپس کر دئے۔ ہم نے ایک دوسرے سے نگاہ چار کی مگر کہا کچھ نہیں۔ پہلے کے دونوں خطوں کے بارے میں بھی یہی صورت پیش آ چکی تھی۔ عام طور سے اب ہم بیتے دنوں پر ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے جیسے ہمارے درمیان کوئی پختہ معاہدہ ہو چکا ہو۔ نتاشا کو ناقابلِ برداشت دکھ تھا، میں نے محسوس کیا، مگر وہ اپنے جذبات

ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی، میرے سامنے بھی نہیں۔ باپ کے گھر لوٹنے کے بعد وہ تین ہفتے تو بستر پر پڑی رہی۔ اس پر بخار کا حملہ ہوا تھا۔ اب اس سے افاقہ ہو چلا تھا۔ ہم دونوں کو بھی جس نئی حالت سے دوچار ہونا تھا اس کے بارے میں بھی ہم بہت بات چیت نہیں کرتے تھے اگرچہ نتاشا کو معلوم تھا کہ اس کے ابا کو نوکری مل گئی ہے اور عنقریب ہم دونوں کو بچھڑ جانا ہے۔ اس کے باوجود نتاشا ہر وقت میرے ساتھ بڑی خوش‌دلی سے پیش آتی تھی۔ اس قدر خصوصیت اور توجہ سے کام لیتی تھی، میرے ہر معاملے سے گہری دلچسپی رکھتی تھی، جو کچھ میں اس سے اپنے بارے میں کہتا اس پر وہ اس قدر شدید توجہ کرتی تھی کہ شروع میں تو مجھے گراں گزرا، ایسا لگتا تھا جیسے وہ گزرے ہوئے واقعات کی تلافی کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن جلد ہی یہ احساس مٹ گیا — میں نے محسوس کیا کہ نہیں، یہ تو کوئی نئی شے ہے۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ مجھے چاہتی ہے۔ بہت بے‌تحاشا چاہتی ہے۔ میرے بغیر یا ہر وہ چیز جس سے میرا واسطہ ہے اس سے دلچسپی رکھے بغیر نتاشا جی نہیں سکتی۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ کسی بہن نے اپنے بھائی سے اتنی محبت نہیں کی جتنی محبت نتاشا نے مجھے دی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ہمارے درمیان جدائی کے جو دن قریب آ رہے ہیں وہ نتاشا کے دل پر بھاری بوجھ بن گئے ہیں اور نتاشا کے دل میں دکھ بیٹھ گیا ہے۔ وہ بھی جانتی ہے کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر اس کے بارے میں ہم نے ایک دوسرے سے کچھ نہ کہا اگرچہ جو واقعات ہمارے آگے آنے والے تھے ان پر بڑی تفصیل سے باتیں کیں...

میں نے نکولائی سرگیئچ کی خیریت دریافت کی۔

''میں جانوں وہ اب آتے ہی ہوں گے،، نتاشا نے کہا۔ ''چائے کے وقت تک گھر آنے کا وعدہ کر گئے ہیں۔،،

''کیا وہ اس ملازمت کے سلسلے میں باہر گئے ہیں؟،،

''جی‌ہاں، مگر اب ملازمت کے بارے میں شبہ کی تو گنجائش رہی نہیں۔ اور میرے خیال میں آج انہیں باہر جانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی،، اس نے کچھ سوچتے ہوئے اضافہ کیا ''کل چلے جاتے...،،

''تو پھر گئے کیوں؟''
''کیونکہ مجھے یہ خط ملا تھا...'' نتاشا نے کہا اور پھر ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اضافہ کیا۔ ''میں ان کے لئے مستقل بیماری بن گئی ہوں اور یہ بات وانیا، مجھے واقعی دکھ دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوتے میں بھی انہیں اور کسی بات کی فکر ہی نہیں ہے سوائے میرے۔ بلکہ یقین ہے مجھ کو کہ وہ اور کچھ نہیں سوچتے ہیں بجز اس کے کہ میں کیسی ہوں، میری طبیعت کیسی ہے، کیا سوچ ہے۔ مجھے جو فکر بھی ہو، ان کے دل سے اس کی صدائے بازگشت اٹھتی ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ بعض اوقات وہ بھدے طریقے سے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور میرے معاملے میں تغافل سے کام لیتے ہیں۔ تکلف سے خود کو ہنسی خوشی رکھنے کی، خود کو اور ہم کو ہنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر اماں کے دل کو بھی قرار نہیں ہوتا۔ انہیں ایسے ہنسی قہقہوں کا اعتبار نہیں آتا۔ اور وہ لمبے سانس بھرا کرتی ہیں... ہوشیاری ان میں نام کو نہیں ہے، ایسی سیدھی... صاف طبیعت کی آدمی ہیں وہ!'' وہ ہنس کر بولی۔ ''چنانچہ آج جب مجھے خط ملا تو فوراً انہیں کھسک جانا پڑا تاکہ میری آنکھوں سے آنکھیں چار نہ ہوں... میں ابا کو اپنے آپ سے زیادہ چاہتی ہوں۔ دنیا میں ہر ایک سے زیادہ ان سے محبت کرتی ہوں، وانیا!'' اس نے کہا اور سر جھکا لیا۔ میرا ہاتھ دبایا اور بولی ''تم سے بھی زیادہ انہیں...''

ہم نے باغ کے دو چکر اس سرے سے اس سرے تک لگائے تب اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

''آج یہاں مسلوبویف آیا تھا اور کل بھی آیا تھا۔''

''ہاں اب اس کا ادھر آنا جانا بہت بڑھ گیا ہے۔''

''اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیوں آتا ہے یہاں؟ اماں کو اس کی بات کا سب سے بڑھ کر اعتبار ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ مسلوبویف اس قسم کی باتوں کو (مثلاً قانون وغیرہ کے معاملات کو) بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اور کچھ بھی بنا بگاڑ سکتا ہے۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اماں کے دماغ میں کس قسم کا خیال پکتا جا رہا ہے؟ ان کے دل کی گہرائیوں میں یہ غم بیٹھ گیا ہے کہ میں پرنسس ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس فکر میں ان کا چین آرام

اڑ گیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے مسلوبویف کے آگے یہ راز کھول دیا ہوگا۔ اس کے بارے میں وہ ابا سے بات کرتے ڈرتی ہیں اور دل کو لگی ہے کہ عجیب نہیں جو مسلوبویف اس معاملے میں ان کے کچھ کام آسکے۔ ممکن ہے کوئی قانون، کوئی تدبیر چل جائے۔ مسلوبویف نے بھی بظاہر تو ان کی یہ خوش فہمی دور نہیں کی۔ وہ آتا ہے تو شراب سے اس کی تواضع کی جاتی ہے،، نتاشا نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اس شریر سے یہی کچھ ہونا ہے مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟،،

''کیوں، اماں نے خود میرے سامنے بات منہ سے نکالی ... اشاروں اشاروں میں ...،،

''نیلی کا کیا حال ہے؟ کیسی ہے وہ؟،، میں نے پوچھا۔

''وانیا، تم پر حیرت ہے — اب تک تم نے اس کے بارے میں پوچھا ہی نہیں!،، نتاشا نے ملامت بھرے انداز میں کہا۔

نیلی سارے گھر کی لاڈلی بن چکی تھی۔ نتاشا کو اس سے بےحد پیار تھا۔ اور نیلی بھی دل و جان سے بالآخر اس پر فدا ہوگئی تھی۔ بیچاری لڑکی! اسے کبھی امید نہ تھی کہ ایسے بھلا چاہنے والے مل جائیں گے، ایسی محبت دستیاب ہو جائے گی۔ اور مجھے یہ دیکھ کر لطف آتا تھا کہ اس کا تلخی بھرا ننھا سا دل نرم پڑتا جا رہا تھا اور اس کی روح ہم پر کھلتی جاتی تھی۔ نیلی اب المناک اشتیاق سے اس محبت کا جواب دینے لگی تھی جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی اور اس ماضی کے برعکس تھی جس نے بچی میں بےاعتباری، غصہ، کڑھن اور ہٹ پیدا کر دی تھی۔ ابھی تک اس میں سے سخت بالکل ہٹ گئی نہ تھی کیونکہ ایک زمانے تک وہ جان بوجھ کر ہماری نظروں سے ان آنسوؤں کو چھپاتی رہی جو نئی صورت حال سے نباہ کرتے وقت اس کے سینے میں جلتے رہے تھے، آخر پوری طرح ہتھیار ڈال دئے۔ اسے نتاشا سے رفتہ رفتہ بڑی محبت ہو گئی اور پھر نکولائی سرگیئچ سے بھی اور پتہ نہیں کیسے، میری موجودگی اس کے لئے اتنی ضروری چیز ہو گئی تھی کہ اگر میں غائب رہتا تو اس کی حالت خراب ہونے لگتی۔ اس بار جو میں دو دن کے لئے اس سے جدا ہوا تاکہ اپنا ناول پورا کر لوں تو اسے سمجھانے بجھانے میں بڑی مشکل ہوئی...

ظاهر ہے گھما پھرا کر کہنا پڑا۔ نیلی کو ابھی تک اپنے من کی بات صاف صاف، بےتکلف، بےروک کہہ دینے میں شرم آتی تھی۔

ہم سب کو اس کی طرف سے فکر لگی رہتی تھی۔ کچھ کہے سنے بغیر ہی یہ بات آپ سے آپ طے پا گئی کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے نکولائی سرگیئچ کے ہاں رہےگی۔ مگر اب جبکہ جدائی کا وقت قریب سے قریب‌تر آ رہا تھا اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ وہ اسی دن سے بیمار تھی جب میں اس کو نکولائی سرگیئچ کے ہاں چھوڑ کر آیا اور نتاشا سے ان کی صلح‌صفائی ہو گئی۔ مگر میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ بیمار تو وہ شروع سے ہی تھی۔ بیماری رفتہ رفتہ جڑ پکڑتی جا رہی تھی لیکن اب بیماری کی رفتار بہت تیز تھی۔ اسے کیا تکلیف تھی، یہ نہ تو ٹھیک سے سمجھتا ہوں اور نہ صحیح طور پر بیان کر سکتا ہوں۔ اب اس کو پہلے سے زیادہ جلدی جلدی دورے سے پڑنے لگے تھے، یہ درست ہے، لیکن اس سے بڑھ کر جو خطرے کی علامت تھی وہ یہ کہ قوت جواب دے رہی تھی، حرارت اور اعصابی تناؤ مستقل ہو کر رہ گیا تھا۔ چند روز سے اس کی اتنی شدت تھی کہ وہ بستر تک سے نہ اٹھ پاتی تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ نیلی پر جتنا زیادہ بیماری کا تسلط بڑھتا جاتا تھا اسی قدر وہ ہمارے ساتھ نرم، زیادہ میٹھی اور زیادہ بےتکلف ہوتی جا رہی تھی۔ تین دن ہوئے جب میں برابر سے گزرنے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے پاس کھینچ لیا۔ کمرے کے اندر کوئی نہ تھا۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔ چہرہ بخار سے تمتما رہا تھا، آنکھیں جل رہی تھیں۔ اس نے میری جانب بےاختیار جذباتی حرکت کی اور جب میں اس کے پاس جھکا تو میرے گلے میں اس نے سنولائے ہوئے پتلے پتلے بازو حمائل کر دئے اور گرمجوشی سے پیار کیا اور پھر فوراً نتاشا کو اپنے پاس بلوایا۔ میں نے نتاشا کو بلا دیا تو نیلی نے ضد کی کہ وہ اس کی پٹی پر قریب بیٹھ جائے اور اسے دیکھے...

''میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو دیکھے جاؤں۔ کل رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور آج بھی آپ کو دیکھوں‌گی... اکثر آپ خواب میں آتی ہیں... ہر رات...''

وہ نتاشا سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر دل بھر آیا اور وہ خود اپنے جذبات کو نہ سمجھ سکی اور انہیں زبان پر نہ لا سکی...

وہ نکولائی سرگیئچ کو، میرے علاوہ باقی سب سے زیادہ چاہتی تھی اور کہنا چاہئے کہ خود وہ بھی قریب اسے نتاشا کی طرح چاہتے تھے۔ نیلی کا جی بہلانے اور اسے خوش کرنے کے لئے انہیں عجب کراسات آتی تھی۔ جیسے ہی وہ اس کے پاس آتے کہ ایک دم قہقہوں کی بلکہ خوش گپیوں کی آواز بلند ہونے لگتی۔ بیمار بچی چھوٹے بچے کی سی شرارتیں کرنے لگتی اور بڑے میاں سے چونچلے کرتی، ان پر ہنستی، انہیں اپنے خواب سناتی، ہمیشہ کوئی نہ کوئی شرارت سوچ کے رکھتی اور ان سے قصے کہانیاں کہلوا لیتی تھی۔ بڑے میاں بھی ایسے خوش اور ایسے مگن ہوتے تھے ''اپنی ننھی سی نیلی بیٹی،، کو دیکھ کر کہ روزبروز اس کے پاس ان کا جی زیادہ بہلتا جاتا تھا۔

''خداوند عالم نے اسے ہمارے پاس اس لئے بھیجا کہ ہمارے پرانے دکھوں کی جزا ہو جائے،، ایک بار انہوں نے نیلی کے پاس سے اٹھتے ہوئے اور اسے حسب معمول شب بخیر کی دعا دے کر مجھ سے کہا۔

روزانہ رات ہوتے ہم سب اکٹھے ہو جاتے (مسلوبویف کا قریب قریب ہر شام کا آنا ہو گیا تھا) اور ہمارے بڑے میاں ڈاکٹر صاحب بھی آ جایا کرتے تھے، انہیں اخمنیف کے گھرانے سے خاص نسبت پیدا ہو گئی تھی۔ نیلی کو آرام کرسی میں پڑے پڑے گول میز تک لایا جاتا۔ برآمدے کی طرف کھلنے والا دروازہ کھول دیا جاتا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں میں ہرے باغیچے کا پورا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا اور اس سے تازہ ہریالی کی اور کھلتے ہوئے لائلاک پھولوں کی سہک آیا کرتی۔ نیلی اپنی آرام کرسی پر بیٹھی رہتی اور ہم سب کو پیار کی نظروں سے دیکھے جاتی۔ ہماری باتیں سنے جاتی۔ کبھی کبھی جب اسے سوج آتی تھی تو وہ بھی رفتہ رفتہ باتوں میں شریک ہو جاتی... مگر ایسے موقعوں پر ہم اس کی بات بےچینی سے سنا کرتے کیونکہ اس کی یاد میں جو باتیں پڑی ہوئی تھیں ان میں ایسے موضوع بھی تھے جنہیں چھیڑنا نہیں چاہئے تھا۔ نتاشا اور میں اور اخمنیف میاں بیوی کو بھی اس جرم کا احساس تھا اور اندازہ تھا کہ نیلی کے ساتھ انہوں نے کتنی زیادتی کی جب اس روز اسے مجبور کیا گیا تھا کہ کانپتے لرزتے پوری آپ بیتی بیان کردے۔ ڈاکٹر خاص طور سے

اس قسم کی یاد رفتہ کے خلاف تھے۔ اور ہم سب جان بوجھ کر بات کا موضوع پلٹنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس پر نیلی یوں بن جاتی جیسے ہماری کوشش کی طرف اس کا دھیان نہیں گیا اور ڈاکٹر کے ساتھ یا نکولائی سرگیئچ کے ساتھ مل کر ہنسنے لگتی...

لیکن اسی اثنا میں نیلی کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ غیرمعمولی طور سے اس پر ایک ایک چیز کا اثر پڑنے لگا۔ دل کی حرکت ناہموار ہو گئی تھی۔ مجھ سے ڈاکٹر نے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ کسی وقت بھی مر سکتی ہے۔

میں نے اس ڈر سے کہ ان لوگوں کو صدمہ پہنچے گا، اخمنیف گھرانے والوں سے اس کا ذکر نہ کیا۔ نکولائی سرگیئچ کو پورا یقین تھا کہ سفر آغاز ہونے تک وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

''ابا آ گئے ہیں،، نتاشا ان کی آواز سن کر بولی۔ ''چلیں، وانیا۔،،

نکولائی سرگیئچ نے حسب عادت چوکھٹ سے ادھر قدم رکھتے ہی زور زور سے بولنا شروع کر دیا۔ آننا اندریئونا اشاروں سے منع کرنے لگیں کہ خاموش رہو۔ بڑے میاں فوراً دھیمے پڑ گئے۔ اور نتاشا کو اور مجھے دیکھ کر بہت دھیرے سے مگر جلدی کے انداز میں اپنی مہم کا حاصل بیان کرنے لگے۔ جس ملازمت کی کوشش کر رہے تھے، وہ مل گئی تھی اور انہیں اس کی خوشی تھی۔

''دو ہفتے میں ہم روانہ ہو سکتے ہیں،، انہوں نے ہاتھ ملتے ہوئے اور فکرمندی کے مارے نتاشا کو کنکھیوں سے تکتے ہوئے کہا۔ مگر نتاشا نے اس کا جواب مسکراہٹ سے دیا اور انہیں یوں گلے لگایا کہ بڑے میاں کے شکوک ایک دم کافور ہو گئے۔

''ہم تو چلتے ہیں، دوستو، ہم چلے!،، وہ چہچہائے۔ ''بس، وانیا، تم، تمہارا یہاں چھوٹ جانا کھٹکتا ہے...،، (یہاں اتنا کہتا چلوں کہ انہوں نے ایک بار منہ تک نہیں چھوایا کہ میں بھی ان کے ساتھ چلا چلوں۔ جو ان کی طبیعت اور مزاج کو دیکھتے ہوئے، انہیں ضرور ہی کرنا چاہئے تھا... دوسرے حالات میں وہ یہ کئے بنا نہ رہتے... یعنی اگر نتاشا سے میری محبت کی خبر انہیں نہ ہوتی)۔

''خیر تو اب کیا کیا جائے ۔ دوستو، مجبوری! وانیا، بھئی، دل میرا کڑھتا ہے مگر نئی جگہ جائیں گے، مقام بدلے گا تو ہم سب میں نئی زندگی پیدا ہو جائے گی... جگہ بدلنے کے معنی ہیں ہر چیز کا بدل جانا!،، انہوں نے ایک بار پھر اپنی بیٹی پر چھچھلتی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

انہیں اس بات پر پکا اعتقاد تھا اور وہ اس اعتقاد سے خوش تھے۔

''اور نیلی؟،، آننا اندریئونا نے پوچھا۔

''ہاں، بیچاری... ابھی تو تکلیف میں ہے لیکن چلنے کے وقت تک ٹھیک ہو جائے گی۔ ابھی سے اس کی حالت تو سنبھلنے لگی ہے۔ کیا خیال ہے، وانیا؟،، انہوں نے ایک دم گھبرا کر کہا اور مجھے بے چینی سے دیکھا جیسے یہ میرا کام ہو کہ ان کے اندیشے دور کروں۔

''اب کیسی ہے وہ؟ نیند کیسی آئی؟ کچھ تو نہیں ہوا ہے اسے؟ اس وقت جاگ تو نہیں رہی ہے؟ جانتی ہو کیا، آننا اندریئونا، ہم چھوٹی میز باہر نکال لیں گے برآمدے میں۔ سماوار منگا لیں گے۔ دوست احباب آتے ہوں گے، ہم سب وہاں بیٹھ جائیں گے۔ نیلی بھی باہر ہمارے پاس آ جائے گی... خوب رہے گا۔ ہو سکتا ہے وہ جاگ اٹھی ہو؟ میں اسے ذرا دیکھ لوں۔ جگاؤں گا نہیں۔ فکر نہ کرو!،، انہوں نے کہا یہ دیکھ کر کہ آننا اندریئونا انہیں پھر اشارے سے خاموش کرنے لگی تھیں۔

مگر نیلی اس وقت جاگ چکی تھی۔ کوئی پندرہ منٹ بعد ہم سب کے سب حسب معمول شام کی چائے پر سماوار گھیرے بیٹھے ہوئے تھے۔

نیلی کو آرام کرسی پر باہر لایا گیا۔ ڈاکٹر اور مسلوبویف نمودار ہوئے۔ مسلوبویف اپنے ساتھ نیلی کے واسطے لائلاک پھولوں کا بڑا سا گچھا لایا۔ مگر اس کو کسی بات کی فکر اور الجھن معلوم ہوتی تھی۔

یہ ذکر کر دیا جائے کہ مسلوبویف اب قریب قریب ہر شام آنے لگا تھا۔ یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ ان سب لوگوں کو بہت پسند تھا، خاص طور سے آننا اندریئونا کو، لیکن ہمارے درمیان گفتگو میں الکساندرا سیمیونوونا کے بارے میں ایک

لفظ تک نہ آیا ۔ اور نہ مسلوبویف نے ھی اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ۔ آننا اندریئونا کو میری زبانی معلوم ھوا کہ الکساندرا سیمیونوونا ابھی تک اس کی بیاھتا بیوی کی حیثیت کو نہیں پہنچی ھے، تو انہوں نے طے کر لیا کہ ایسی حالت میں اس کا گھر پر بلانا یا ذکر تذکرہ کرنا مناسب نہیں ھے ۔ چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا — اس واقعے سے آننا اندریئونا کے مزاج کی خصوصیت ظاھر ھوتی تھی ۔ مگر نتاشا کا معاملہ بلکہ جو کچھ اس پر پڑ چکی تھی، اگر وہ سب درمیان میں نہ ھوتا تو شاید آننا اندریئونا اتنی تنک مزاجی نہ دکھاتیں ۔

اس شام نیلی خاص طور سے اداس تھی اور کسی بات میں اس کا ذھن الجھا ھوا تھا۔ گویا اس نے کوئی خواب پریشان دیکھا ھو اور اب اسی پر خیال دوڑا رھی ھو ۔ مگر مسلوبویف نے جو اسے تحفہ دیا اس پر وہ بہت خوش تھی ۔ اور ان پھولوں کو مسرت سے دیکھ رھی تھی جو ھم نے ایک گلدان میں اس کے آگے لگا دئیے تھے ۔

''تو تمہیں پھولوں کا بہت شوق ھے، نیلی؟'' بڑے میاں نے کہا ۔ ''اچھا ٹھیر جاؤ !'' وہ اشتیاق سے بولے ۔ ''کل... اچھی بات ھے تم خود دیکھ لوگی!..''

''جی ھاں، ھے تو شوق مجھ کو'' نیلی نے جواب دیا ۔ ''مجھے یاد ھے کہ ایک بار ھم نے اماں کا پھولوں سے سواگت کیا تھا ۔ جب ھم وھاں تھے باھر (یعنی بدیس میں) تو اماں ایک بار ایسی بیمار ھوئیں کہ مہینے بھر پڑی رھیں ۔ ھائن‌رخ اور میں نے طے کیا کہ جب اماں بستر سے اٹھیں‌گی اور پہلی بار مہینے بھر بعد اپنے کمرے سے باھر نکلیں‌گی تو ھم سارے کمروں کو پھول ھی پھول سے سجا دیں‌گے ۔ یہی کیا ۔ ایک رات اماں نے ھم سے کہا کہ اگلے دن صبح کو وہ ناشتہ کرنے نیچے ضرور آئیں‌گی ۔ ھم صبح تڑکے اٹھ گئے ۔ ھائن‌رخ پھولوں کا ڈھیر لے آئے ۔ اور ھم نے مل کر تمام کمروں کو ھری پتیوں اور ھاروں سے سجا دیا ۔ ایک بیل اور کوئی اور چیز تھی جس کے چوڑے چوڑے پتے تھے، معلوم نہیں کیا نام تھا اس کا، کچھ اور پتیاں تھیں جو ھر چیز کو پکڑ لیتی ھیں، اس کے علاوہ بڑے بڑے سفید پھول تھے اور نرگس کے پھول، وہ مجھے سب پھولوں سے زیادہ بھاتے ھیں ۔ گلاب

تھے، اعلی درجے کے گلاب اور بہت سے طرح طرح کے پھول تھے۔ ہم نے ان سب کی مالائیں بنا بنا کر ٹانگ دیں اور باقی گلدستوں میں لگا دئیے۔ ایسے بھی پھول تھے ان میں کہ بڑے بڑے ٹبوں میں لگا دیجئیے تو اچھے خاصے درخت لگتے۔ ان کو ہم نے کونوں میں کھڑا کر دیا اور اماں کی کرسی کے پاس لگا دیا، جب اماں اندر آئیں تو حیرت سے تکتی رہ گئیں اور انہیں بہت ہی اچھا لگا۔ ھائن رخ بھی خوش ہوئے... وہ مجھے اب یاد آ رہا ہے...،،

نیلی اس شام خاص طور سے کمزور تھی اور اعصاب کی کمزوری بڑھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اس کی طرف بے چینی سے دیکھ رہے تھے۔ مگر اسے باتیں کرنے کا شوق چرا رہا تھا۔ اور دیر تک، جب تک کہ خوب گہرا اندھیرا نہ ہو گیا وہ اپنی پہلے کی، وہاں کی زندگی سناتی رہی۔ ہم نے بھی اسے ٹوکا نہیں۔ نیلی نے ماں اور ھائن رخ کے ساتھ وہاں بہت سیر و سفر کئے تھے اور اس کے حافظے میں ان دنوں کی یاد کے نقش صاف ابھر رہے تھے۔ وہ بڑے جوش و خروش سے باتیں سنا رہی تھی۔ نیلے آسمانوں کی، اونچی پہاڑی چوٹیوں کی، جن پر وہ برف اور برف کی سلیں دھری دیکھ چکی تھی، پہاڑوں کے آبشاروں کی، اور پھر اٹلی کی جھیلوں اور وادیوں کی، پھولوں اور درختوں کی، دیہاتیوں اور ان کے لباس کی، ان کے سنولائے ہوئے چہروں اور سیاہ آنکھوں کی، ان لوگوں کو جو جو معرکے پیش آئے تھے ان کے بارے میں سناتی رہی۔ پھر بڑے بڑے شہروں اور محلوں کا ذکر کیا، ایک بہت اونچے گرجا گھر کا تذکرہ، جس میں گنبد تھا اور آنکھ جھپکتے مختلف رنگوں کی روشنیوں سے جگمگانے لگتا تھا۔ جنوب کے ایک گرم شہر کا تذکرہ جہاں آسمان بھی نیلا اور سمندر بھی نیلا... اس سے پہلے نیلی نے کبھی اپنی یادیں یوں تفصیل سے نہ سنائی تھیں۔ ہم محو ہو کر اس کے قصے سنتے رہے۔ اب تک جو کچھ ہمیں اس کی یادداشتوں کے بارے میں معلوم تھا وہ اس سے مختلف قسم کی تھیں — تاریک اور ابلتا ہوا شہر۔ اس کا گھونٹ دینے والا اور دماغ کو معطل کر دینے والا ماحول۔ اس کی بکسی ہوئی ہوا۔ گردوغبار سے اٹے ہوئے شاندار ہال۔ پیلی پیلی بجھی ہوئی دھوپ، اور بڑے بدمزاج نیم خبطی باشندے، جن کے ہاتھوں اس نے اور اس کی ماں نے اتنے دکھ اٹھائے تھے۔ میں نے تصور باندھا کہ نیلی اور اس کی ماں کسی مرطوب اداس

رات کو ایک گندے تہہ‌خانے کے خستہ حال بستر پر پاس پاس پڑی ہوئی کیسے پچھلے دنوں کی یاد کرتی ہوں‌گی۔ مرحوم ھائن‌رخ کی اور دوسری دنیا کے عیش کی باتیں کرتی ہوں‌گی... پھر میں نے نیلی کا تصور کیا کہ اکیلی رہ گئی ہے ماں کے بغیر اور وہی سب یاد کر رہی ہے۔ اوپر سے بینووا مار مارکر، درندوں کی طرح بےرحمی کا برتاؤ کرکے اس کی امنگوں کو مٹا دینے اور ایک گندی زندگی بسر کرانے کی کوشش کر رہی ہے...

آخر کہتے کہتے نیلی کی طبیعت بگڑ گئی اور اسے اندر لے جایا گیا۔ نکولائی سرگیئچ بہت بری طرح پریشان ہوئے اور تاسف کرنے لگے کہ اسے ہم نے اتنا بولنے ہی کیوں دیا۔ پہلے بھی اس کو ایسے ہی کئی دورے پڑ چکے تھے۔ جب دورہ گزر گیا تو نیلی نے بڑی لجاجت سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ وہ مجھ سے اکیلے میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس قدر التجا پائی جاتی تھی اس کی خواہش میں کہ ڈاکٹر نے فوراً اصرار کیا کہ جو وہ چاہتی ہے اس کی تعمیل کی جائے اور سب لوگ کمرے سے اٹھ گئے۔

جب ہم اکیلے رہ گئے تو نیلی بولی ”سنو، وانیا، میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں ان کے ساتھ جا رہی ہوں۔ مگر میں جاؤں‌گی نہیں کیونکہ جا نہیں سکتی۔ اور فی‌الحال تمہارے پاس ٹھیروں‌گی۔ بس میں اتنا ہی کہنا چاہتی تھی۔“

میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، کہا کہ اخمنیف گھرانے کے سب لوگ تم سے اس قدر محبت کرتے ہیں اور تمہیں اپنی بیٹی کی طرح مانتے ہیں، تمہاری بہت کمی محسوس کریں‌گے، اور دوسری طرف تمہیں میرے ساتھ رہنے میں مشکل ہوگی اور یہ کہ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ لیکن اس کا کوئی چارہ نہیں — بچھڑنا ہی ہوگا۔

”نہیں — ناممکن!“ نیلی نے سختی سے جواب دیا۔ ”کیونکہ اب مجھے اماں اکثر خواب میں دکھائی دیتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ جانا۔ یہیں رہنا، وہ کہتی ہیں کہ نانا کو اکیلا چھوڑ دیا، یہی بڑا گناہ کیا میں نے، یہ کہتے وقت ہمیشہ روتی ہیں۔ میں یہیں رہنا اور نانا جان کی دیکھ بھال کرنا چاہتی ہوں، وانیا۔“

”مگر تمہیں تو معلوم ہے کہ تمہارے نانا جان مر چکے،

نیلی،، میں نے اس کی بات کو حیرت سے سنتے ہوئے جواب دیا۔
اس نے ذرا غور کیا اور پھر گہری نگاہ سے مجھے دیکھا۔
''بتاؤ تو سہی وانیا، مجھے تم پھر بتاؤ، کیسے ان کا انتقال ہوا۔ سب کچھ بتا دو اور دیکھو کوئی بات رہ نہ جائے۔،،
اس درخواست پر میں حیران رہ گیا مگر میں نے اس سے پورا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اس کے دماغ کو گرمی چڑھی ہوئی ہے یا کم ازکم دورے کے بعد ذہن صاف نہیں ہے۔
جو کچھ میں کہتا گیا وہ بہت توجہ سے سنتی گئی اور مجھے یاد ہے کہ اس کی سیاہ آنکھیں جو بخار کی تپش سے چمک رہی تھیں جب تک میں بیان کرتا رہا مجھے جم کر اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہیں۔ کمرے کے اندر اندھیرا ہو چکا تھا۔
''نہیں، وانیا، وہ نہیں مرے!،، جب وہ میرا تمام بیان سن چکی تو اس نے ذرا خیال دوڑانے کے بعد قطعی انداز میں کہا۔ ''اماں اکثر نانا جان کے بارے میں باتیں کرتی ہیں۔ اور کل جب میں نے ان سے کہا کہ 'نانا تو مر گئے'، تو انہیں سخت ملال ہوا، رونے لگیں اور بولیں کہ نہیں، وہ نہیں مرے ہیں۔ جان بوجھ کر کسی وجہ سے مجھے ایسا بتایا گیا ہے۔ بلکہ وہ تو سڑک پر گھومتے پھر رہے ہیں اور بھیک مانگ رہے ہیں 'جیسے ہم بھیک مانگا کرتے تھے'، اماں نے مجھ سے کہا۔ 'وہ اب بھی وہاں ٹہلتے ہیں جہاں ہم پہلی بار ان سے ملے تھے، جب میں ان کے سامنے زمین پر گر پڑی تھی اور ازورکا نے مجھے پہچان لیا تھا، ...،،
''وہ ایک خواب تھا، نیلی۔ خواب پریشاں، کیونکہ تم آجکل بیمار ہو،، میں نے کہا۔
''میں خود یہی سمجھتی تھی کہ وہ کوئی خواب ہوگا،، نیلی بولی ''اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ صرف تم سے کہنے کا انتظار تھا۔ لیکن آج جب تم نہیں آئے اور میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ناناجان کو خواب میں دیکھا۔ وہ گھر پر بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ اس قدر دبلے اور وحشتناک لگتے تھے۔ کہنے لگے کہ میں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا اور نہ ازورکا نے کھایا ہے۔ مجھ سے بہت ناراض تھے اور برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ نسوار بالکل نہیں رہی

ہے اور اس کے بغیر وہ جی نہیں سکتے۔ وانیا! ایک بار پہلے بھی انہوں نے مجھ سے یہی بات کہی تھی۔ اماں کے مرنے کے بعد جب میں ان سے ملنے گئی، تو ان کی طبیعت بہت خراب تھی اور مشکل سے ہی کوئی بات ان کی سمجھ میں آتی تھی۔ جب میں نے وہی بات آج ان کے منہ سے سنی تو میں نے سوچا کہ جاؤں گی اور پل پر کھڑے ہوکر خیرات مانگوں گی اور جو پیسے ملیں گے اس کی روٹی، ابلے ہوئے آلو اور نسوار خرید کر لے جاؤں گی۔ پھر ایسا لگا کہ میں پل پر کھڑی ہوں اور نانا جان قریب سے گزرے ہیں۔ ذرا وہ اٹکے اور پھر میرے پاس آئے اور دیکھا کہ مجھے کیا ملا ہے اور جو تھا، لے لیا۔ 'یہ میری روٹی کے لئے' وہ بولے اور کہنے لگے 'اب کچھ نسوار کے لئے بھی ہونا چاہئے۔' میں بھیک مانگتی ہوں، وہ آتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے لے جاتے ہیں۔ میں ان سے کہتی ہوں، جتنا کچھ ملے گا سب آپ کے حوالے کر دوں گی۔ اپنے لئے چھپاؤں گی نہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں: 'نہیں۔ تم مجھ سے چراتی ہو۔ بنووا نے بھی یہی کہا ہے کہ تم چور ہو۔ اس لئے میں تمہیں اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ اور جو اکنی ملی تھی وہ کہاں چھپا لی تم نے؟'' میں اس پر رو پڑی کہ انہیں میرے کہنے کا بھی یقین نہیں۔ مگر وہ میری نہیں سنتے اور ڈانٹنے لگتے ہیں 'تم نے اکنی چرائی ہے!' اور وہیں پل پر کھڑے کھڑے مجھے مارنے لگتے ہیں۔ چوٹ لگی تو میں اور زور سے چلائی... تو مجھے خیال آنے لگا ہے، وانیا، کہ ہو نہ ہو وہ زندہ ضرور ہیں۔ اور کہیں نہ کہیں ٹہل رہے ہوں گے اور میرے آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے...''

ایک بار پھر میں نے اسے ٹھنڈا کرنے کی اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ کوئی بات نہیں، صرف خواب ہے۔ اور آخر مجھے لگا کہ اسے قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ بولی کہ اب مجھے سوتے ہوئے ڈر لگتا ہے کیونکہ شاید نانا جان پھر خواب میں آئیں گے۔ آخر اس نے مجھے بھینچ کر گلے لگا لیا...

''پھر بھی وانیا، میں تم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی'' اس نے اپنے گالوں سے میرے گال لگاتے ہوئے کہا۔ ''اگر نانا جان کی وجہ نہ ہو تب بھی میں تم کو نہیں چھوڑوں گی۔''

نیلی پر جو دورہ پڑا تھا اس نے گھر میں ہر شخص کو سہما دیا

تھا۔ میں ڈاکٹر کو ایک طرف لے گیا اور ان کو نیلی کے تمام خواب پریشاں سنا دئیے۔ اور پوچھا کہ اس کی بیماری کے بارے میں ان کی قطعی تشخیص کیا ہے؟

''کوئی بات بھی یقینی نہیں ہے،، انہوں نے سوچ کر جواب دیا۔ ''اب تک میں صرف قیاس دوڑاتا رہا ہوں، نظر رکھتا اور دیکھتا رہا ہوں۔ لیکن... یقینی کچھ نہیں۔ البتہ یہ یقینی ہے کہ وہ بالکل تندرست نہیں ہو سکتی۔ مر جائےگی۔ میں ان لوگوں کو اس لئے نہیں بتاتا ہوں کہ آپ نے منع کر رکھا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے اور کل آپ کئی ڈاکٹروں کو ایک ساتھ بٹھا کر مشورہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ ان کی تشخیص سے بیماری اور کوئی موڑ اختیار کر لے۔ مگر مجھے اس بیچاری بچی کے حال پر ترس آتا ہے جیسے میری اپنی بچی ہو... بڑی پیاری، بڑی اچھی لڑکی ہے اور طبیعت کیسی شوخ پائی ہے!،،

نکولائی سرگیئچ کو خاص طور سے پریشانی تھی۔

''میں تمہیں بتاؤں کیا سوچا ہے میں نے، وانیا،، وہ بولے۔ ''اس لڑکی کو پھولوں کا بہت شوق ہے۔ جانتے ہو کیا؟ کل جب وہ سو کے اٹھے تو ہم پھولوں سے اس کی تواضع کریں، ٹھیک ایسے، جیسے اس نے اور اس ہائن رخ نے اس کی ماں کی تواضع کی تھی اور وہ بیان کر چکی ہے... کس قدر بھرے ہوئے دل سے بیان کر رہی تھی!..،،

''میں کہوں گا کہ ہاں اس نے بیان تو ضرور ایسے ہی کیا مگر یہی جذباتی کیفیت اس کے لئے مضر ہے ان دنوں۔،،

''ہاں، لیکن خوشگوار جذبات کا ابھر آنا بالکل دوسری بات ہے! میری مانو، صاحبزادے، میرے تجربے پر اعتبار کرو۔ ایسا جذبہ جس سے طبیعت کو راحت ملتی ہو، نقصان نہیں کرےگا۔ بلکہ صحت دےگا اور مزاج کو صحت کی طرف مائل کرےگا...،،

بڑے میاں خود اپنے خیال میں اس قدر بہہ گئے تھے کہ انہیں اس کا نشہ چڑھا تھا۔ اب انہیں قائل کرنا فضول تھا۔ میں نے اس کے بارے میں ڈاکٹر سے مشورہ کیا، مگر اس سے پہلے کہ ڈاکٹر صاحب کو سوچنے کی فرصت دی جاتی، بڑے میاں نے ٹوپ اٹھایا اور پھولوں کا انتظام کرنے نکل گئے۔

''معلوم ہے تم کو،، چلتے وقت انہوں نے مجھ سے کہا ''یہاں

نزدیک ھی ایک گرم‌خانہ ہے جہاں چیزیں تازہ رکھی جاتی ھیں، بڑا عمدہ گرم خانہ ہے۔ وھاں پر سالی پھول بیچتے ھیں۔ اور سستے داموں مل جاتے ھیں!.. واقعی تعجب ھوتا ہے کہ اتنے کم پیسوں میں بیچ دیتے ھیں!.. تم ذرا آننا اندریئونا کے دماغ میں بات ڈال دو نہیں تو وہ بگڑیں‌گی خرچ پر... تو یہ بات ھوئی... ھاں، ایک بات اور، برخوردار، یہ تو بتاؤ کدھر کا ارادہ ہے تمہارا؟ فرصت ہے نا تم کو؟ کام تو پورا کر ھی چکے ھو، اب کاھے کی جلدی گھر جانے کی؟ رات یہیں گزارو، اوپر بالاخانے پر۔ یاد ہے تم کو؟ پہلے بھی رات کو سو چکے ھو۔ پلنگ موجود ہے اور بچھونا بھی وھی جوں کا توں دھرا ہے۔ کسی چیز کو چھوا تک نہیں گیا۔ بالکل شاہ فرانس کی طرح خراٹے بھروگے، ہے نا؟ بس ٹھیر ھی جاؤ۔ کل ھم صبح سویرے اٹھیں‌گے۔ پھول وہ لوگ پہنچا دیں‌گے اور آٹھ بجے دن تک ھم مل کر سارا کمرہ سجا دیں‌گے۔ نتاشا ھاتھ بٹائےگی ھمارا — تم جانو، مجھ سے اور تم سے اس کا ذوق عمدہ ہے۔ ھاں، تو پھر... رہے، ٹھیروگے نا؟"

طے ھو گیا کہ رات کو میں وھیں ان کے ھاں رھوں۔ نکولائی سرگیئچ نے پھولوں کی خریداری کا سارا انتظام کر دیا تھا۔ ڈاکٹر اور مسلوبویف نے خدا حافظ کہا اور چلے گئے۔ اخمنیف گھرانےوالے ذرا سویرے سونے چلے جاتے کوئی گیارہ بجے۔ جاتے وقت مسلوبویف کو کوئی ادھیڑبن تھی اور لگتا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاھتا ہے۔ مگر ٹال گیا۔ البتہ جب میں نے بڑے میاں اور بڑی بی کو شب بخیر کہہ لیا تو اوپر اپنی آرام‌گاہ، یعنی بالاخانے پر پہنچا، دیکھتا ھوں تو مسلوبویف یہاں موجود۔ حیرت ھوئی۔ وہ چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھا میرا انتظار کر رھا تھا اور کسی کتاب کے ورق الٹ پلٹ رھا تھا۔

"میں آدھے راستے جاکر لوٹ آیا وانیا، کیونکہ اب تم سے کہہ دینا مناسب ھوگا۔ بیٹھ جاؤ۔ معاملہ واھیات سا ہے، سنو، بات دکھ کی ہے بلکہ..."

"کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

"ھوتا کیا وہ جو تمہارا پاجی پرنس ہے، اس نے کوئی دو ھفتے ھوئے مجھے غصہ دلا دیا، ایسا غصہ دلایا، ایسی آگ لگائی کہ اب تک مجھ پر جھونجل سوار ہے۔"

''مگر کیا ہو گیا؟ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہارا اس پرنس کے ساتھ اب تک سلسلہ چل رہا ہے۔''

''تو پھر تم نے وہی اپنا 'مگر کیا ہو گیا؟' لگا دیا۔ جیسے خدا نخواستہ کوئی آفت ہو گئی ہو! میرے بھیا وانیا، دنیا کے معاملوں میں تم کورے ہو بالکل، جیسے میری الکساندرا سیمیونوونا ہے اور عام طور سے ناک میں دم کر دینے والی عورتیں ہوتی ہیں۔ اب مجھے عورتوں کی سہار نہیں رہی۔ کوا بھی کائیں کائیں کرے تو انہیں فوراً سوجھے گی 'کیا ہو گیا؟'۔''

''خیر — چلو ناراض نہ ہو۔''

''میں بالکل ناراض نہیں ہوں۔ مگر ہر معاملے کو معقولیت کے ساتھ دیکھنا چاہئے، بڑھا چڑھا کے نہیں... بس میرا اتنا ہی کہنا ہے۔''

وہ ذرا دیر کو چپ ہو گیا جیسے مجھ سے ابھی تک ناراض ہو۔ میں نے اس کی خاموشی میں خلل نہیں ڈالا۔

''دیکھتے ہو، وانیا،'' اس نے پھر کہنا شروع کیا ''مجھے ایک دور کی کوڑی مل گئی ہے... یعنی یوں کہوں کہ میں نے نہیں نکالی اور نہ واقعی کوئی دور کی کوڑی ہے، لیکن ہاں، کڑی اسی طرح ملتی ہے کہ... یعنی بعض خاص نکتوں پر غور کرکے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نیلی... شاید... مطلب یہ کہ نیلی پرنس کی قانونی اور جائز اولاد ہے۔''

''نہیں!''

''پھر تم دھاڑنے لگے 'نہیں!'، ایسے لوگوں سے بات کرنا بڑا مشکل ہے!'' وہ مایوسی کے سخت انداز میں زور سے چیخ کر بولا۔ ''ارے بابا، میں نے تم سے ابھی کوئی دوٹوک بات تو کی نہیں۔ عجب الٹی کھوپڑی ہو تم بھی! بھلا میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ نیلی پرنس کی جائز بیٹی ہے اور اس کا ثبوت موجود ہے۔ میں نے کہا یا نہیں؟..''

''سنو، میرے دوست،'' میں نے بپھر کر اس کی بات کاٹی۔ ''خدا کے لئے شور نہ مچاؤ بلکہ جو بات ہے صاف صاف اور سیدھے سبھاؤ کہو۔ قسم کھاکے کہتا ہوں، مان لوں گا۔ تم کیا نہیں سمجھتے کہ یہ معاملہ کس قدر نازک ہے اور اس کے نتیجے کیا نکل سکتے ہیں...''

''ضرور، نتیجے تو نکلیں گے ہی۔ مگر ہم ان تک پہنچیں گے کیسے؟ ثبوت کہاں دھرے ہیں؟ کام ایسے نہیں بنائے جاتے۔ اور میں تم سے یہ بات راز میں کہتا ہوں۔ بعد میں بتا دوں گا کہ میں نے کہا کیوں۔ یقین کرنا کہ اس کی وجہ ہے دراصل۔ بات سنو، زبان کو لگام دئیے رہو۔ اور خوب سمجھ لو کہ یہ سب کچھ راز ہے...

''قصہ سارا یہ ہے کہ جیسے ہی پرنس سردیوں میں وارسا سے واپس آیا، اسمتھ کی موت سے بھی پہلے کا ذکر ہے، تو اس نے آتے ہی اس معاملے کی چھان‌بین شروع کر دی۔ یعنی شروع کئے بہت دن ہوئے، ایک سال ہو گیا۔ لیکن اس وقت پرنس کو ایک اور ہی بات کی تلاش تھی اور اب اسے بالکل دوسری چیز کی کھوج ہوئی۔ اصل چیز جو خاص ہے یہ کہ ایک کڑی اسے نہیں مل رہی تھی۔ وہ پیرس میں اسمتھ والی سے جدا ہوا اور اسے چھوڑکر چل دیا اس واقعے کو تیرہ سال گزر چکے تھے مگر تبھی سے اس عورت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ ہائن‌رخ کے ساتھ رہتی ہے — یہ وہی ذات شریف ہیں جن کا ذکر آج نیلی نے کیا، یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ نیلی اس کے پاس ہے اور وہ بیمار ہے۔ اصل میں اسے سب معلوم رہتا تھا مگر اتنے میں ایک کڑی گم ہو گئی۔ لگتا ہے کہ یہ ہائن‌رخ کی موت کے فوراً بعد ہوا جب اسمتھوالی وہاں سے پیٹرسبرگ روانہ ہوئی۔ یہاں اس شہر میں چاہے وہ روس کے اندر کسی نام سے بھی رہتی، وہ اس کا بہرحال کھوج نکال لیتا لیکن ہوا یہ کہ بدیس میں جو اس کے آدمی تھے انہوں نے غلط اطلاع دے کر اسے بھٹکا دیا — اطلاع دینے والوں نے اسے یہ باور کرا دیا کہ وہ جنوبی جرمنی کے ایک چھوٹے سے دورافتادہ قصبے میں رہنے لگی ہے۔ انہیں خود بھی لاپروائی کی وجہ سے ٹھیک پتہ نہ تھا۔ وہ ایک اور عورت کے دھوکے میں رہ گئے۔ تو کوئی سال بھر یا سال بھر سے زیادہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن اس کے بعد پرنس کو شبہ ہونے لگا۔ بعض واقعات ایسے پیش آئے کہ پہلے ہی سے اس کو شک گزرنے لگا تھا کہ جنوبی جرمنی کے قصبے والی وہ نہیں ہے جس کی اسے تلاش ہے۔ اب سوال اٹھا کہ اسمتھ والی گئی تو کہاں گئی؟ تب اسے خیال آیا، اگرچہ اس خیال کے لئے کوئی سراغ اس کے پاس نہ تھا، کہ وہ پیٹرسبرگ میں ہی ہوگی۔

اس اثنا میں جبکہ روس سے باہر چھان‌بین چل رہی تھی اس نے یہاں بھی سراغ لگانا شروع کر دیا۔ لیکن بظاہر سرکاری ذریعوں سے مدد لینے کی طرف اس نے کوئی توجہ نہ کی اور مجھ سے جان پہچان ہو گئی۔ کسی نے اسے میرا پتہ نشان دیا اور میرے بارے میں بتا دیا کہ یہ یوں ہیں، ووں ہیں۔ اور شوقیہ سراغ رسانی کا کام کرتے ہیں — وغیرہ، وغیرہ...

"خیر، تو اس نے میرے سامنے مدعا بیان کیا۔ مگر صاف صاف نہیں بلکہ گول سول۔ لعنت ہو کمبخت پر۔ بتایا بھی تو ایسے کہ لپیٹ کر، مبہم کرکے، گول‌سول۔ بڑی غلط بیانیاں کیں۔ اپنی بات کو کئی کئی بار دھرایا۔ اور ایک ہی واقعات کو مختلف پہلوؤں سے رکھا... ہم سب جانتے ہیں کہ آپ چاہے کتنے ہی ہوشیار بنتے پھریں لیکن سارے راستے تو بند کرنے اور چھپانے سے رہے۔ خیر، تو میں نے بھی آنکھیں بند کرکے فرماں‌برداری کے ساتھ، سادہ‌دلی کے ساتھ، غلاموں کی طرح جی جان لگاکر وغیرہ وغیرہ کام شروع کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی اس اصول پر بھی کاربند رہا جو میں نے ایک بار ہمیشہ کے لئے اپنا لیا ہے اور وہ اصول فطرت ہے (ہے ہی اصول فطرت اور کیا) کہ پہلے تو یہ دیکھنا کہ سامنے‌والا جو کہتا ہے وہ دل کا اصلی مدعا بیان کرتا ہے کہ نہیں۔ دوسرے یہ پرکھنا کہ جو مدعا اس نے بیان کیا ہے اس کے پیچھے کہیں کوئی اور انکہا مطلب تو نہیں ہے اس کا؟ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اس کے معنی یہ ہوئے، اور تم بھی میرے دوست اپنی شاعرانہ کھوپڑی سے یہ سیدھی سی بات سمجھ لوگے کہ وہ میرے نقصان کے درپے ہے۔ وہ کیسے کہ کوئی کام ہے ایک روبل بھر کا۔ اور دوسرا ہے اس سے چوگنی قیمت کا۔ اب میں تو بےوقوف ٹھیرا نا کہ چار روبل کی حیثیت کا کام اسے ایک روبل میں کرکے دے دوں۔ خیر، تو میں نے چھان پھٹک شروع کی اور اپنے عقلی گدے لگائے۔ اور ایک ایک قدم ٹٹول کر راستے کا نشان ملنے لگا۔ ایک بات خود اس کے منہ سے نکلوائی، دوسری کسی اور سے پتہ چلائی، اور تیسری، اپنی عقل سے نکال لی۔ تم چاہو تو پوچھ سکتے ہو کہ ایسا کرنے سے میرا کیا مطلب؟ تو میں جواب دوں‌گا کہ ایک وجہ تھی اس کی کہ پرنس کو اس معاملے کی بہت ہی بےکلی معلوم ہوتی تھی۔ اور کسی خاص وجہ سے وہ

بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اب سوال یہ کہ آخر اسے ڈر کس بات کا ہے؟ ایک لڑکی کو باپ کے پاس سے بھگا کر لے گیا اور جب اس کے بچہ ہونےوالا ہوا تو چھوڑ دیا۔ اس میں عجیب بات کیا ہوئی؟ ایک مزےدار خوشگوار شرارت ہو گئی — بس اور کیا؟ پرنس جیسے آدمی کو اس میں ڈرنے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن پھر بھی وہ خوف‌زدہ... اسی سے مجھ کو شک ہو گیا۔ میرے یار، اب میں کہہ دوں کہ ہائن‌رخ کے ذریعے بڑی بڑی دلچسپ باتوں کا کھوج نکال لیا۔ وہ خود تو مدھار گیا تھا دنیا سے، مگر اس کی ایک رشتے کی بہن تھی (جو یہاں پیٹرسبرگ میں ایک بیکری‌والے سے بیاہی ہے) اسے کسی زمانے میں ہائن‌رخ سے والہانہ محبت تھی اور پندرہ برس تک محبت کرتی ہی چلی گئی، حالانکہ جواں مرد بیکرباوا سر پر موجود تھے جن سے ایک دو نہیں اتفاق سے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس عورت سے میں نے بہت ہی الٹی سیدھی ترکیبیں اور چالیں کرکے ایک نہایت خاص بات کا اتہ پتہ نکال لیا — اور وہ یہ کہ ہائن‌رخ، جرمن عادت کے مطابق، اسے خط اور ڈائریاں لکھا کرتا تھا اور موت سے پہلے اپنے کچھ کاغذات بھی اسے بھیج دئیے تھے۔ اس احمق کو یہ تو پتہ تھا نہیں کہ خطوں میں کون‌سی بات اہم لکھی ہے، اس کی عقل شریف میں صرف وہی حصے آتے تھے جہاں چاند تاروں کا ذکر ہو، 'اگسٹین میری جان، کا جملہ ہو اور وائی‌لینڈ* وغیرہ لکھا ہو۔ میں جانوں۔ مگر میں نے جو کام کی بات تھی وہ وہاں سے پار کر دی اور ان خطوں کی مدد سے ایک نئی کڑی ملی۔ مثال کے طور پر مجھے مسٹر اسمتھ کا پتہ چلا، اس رقم کا پتہ چلا جو بیٹی کے ہاتھ پڑی اور یہ کہ پرنس نے اس کی بیٹی کے ذریعے اس رقم پر ہاتھ صاف کر دیا۔ آخر ان خطوں کے اندر آہ، ہائے، وائے کے درمیان... اور طرح طرح کی تمثیلوں کے بیچ میں سے مجھے سب سے خاص حقیقت کی جھلک مل گئی — یعنی سمجھے وانیا کیا، کہ کوئی دوٹوک بات نہیں۔ اس کے بارے میں وہ پاجی اناڑی ہائن‌رخ دم سادھ گیا اور لکھا بھی تو صرف اشاروں میں۔ اور جب ان اشاروں کو ایک ساتھ

---

* وائی‌لینڈ، کرسٹف مارٹن (۱۷۳۳ء تا ۱۸۱۳ء) — جرمن مصنف، جرمن رومانویت‌پسندی کے پیش‌رووں میں سے ایک۔ (ایڈیٹر)

جوڑا تو میرے دماغ میں ان سے تال میل بننے لگا — نتیجہ یہ ملا کہ اسمتھ والی سے پرنس کی قانونی شادی ہوئی تھی، اس میں کہیں کوئی غلطی نہیں ہے! شادی ہوئی کہاں، کیسے ہوئی، کب ہوئی، ٹھیک ٹھیک، غیرملک میں ہوئی یا یہاں ہوئی— اس کے کاغذات کہاں ہیں؟ یہ سب ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا۔ اصل بات یہ ہے میرے دوست وانیا کہ جھلاہٹ کے مارے میں نے اپنا سر دھنک ڈالا ہے۔ کاغذوں کی تلاش میں لگا رہا ہوں، دن رات اسی میں لگا رہا ہوں۔

''آخر اسمتھ کا تو کھوج نکال لیا میں نے، لیکن وہ چل ہی بسا۔ جب وہ زندہ تھا تو اس کا بھی موقع نہ ملا کہ ایک نظر اس پر ڈال لیتا۔ پھر اتفاق سے اچانک مجھے پتہ چلا کہ ایک عورت جس پر میری شبہ کی نظر تھی واسی‌لیفسکی میں مر گئی۔ میں نے اتہ‌پتہ نکالا اور کھوج مل گیا۔ دوڑا ہوا واسی‌لیفسکی گیا اور وہیں پر، یاد ہے تم کو، ہماری تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ اس بار میں نے کافی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ اور قصہ مختصر یہ کہ نیلی اس معاملے میں میرے بہت کام آئی...،،

''سنو،، میں نے اس کی بات کاٹی ''تمہیں البتہ یہ خیال تو نہ ہوگا کہ نیلی کو بھی اس کا علم ہے؟..،،

''کیا؟،،

''یہ کہ وہ پرنس والکوفسکی کی بیٹی ہے؟،،

''کیوں، تم کو تو بذات خود معلوم ہے کہ وہ پرنس کی بیٹی ہے،، اس نے مجھے خفگی کی ملامت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایسے فضول کے سوال کیوں کرتے ہو؟ بدھو ہو بالکل! اصل بات یہ کہ اسے صرف اتنا ہی معلوم نہیں ہے کہ وہ پرنس کی بیٹی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی جائز قانونی بیٹی ہے — سمجھے اب!..،،

''یہ نہیں ہو سکتا!،، میں چیخ پڑا۔

''میں نے بھی شروع میں یہی سمجھا تھا کہ 'ایسا نہیں ہو سکتا'، اور اب بھی یہی کہوں گا۔ مگر پتہ چلتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ ایسا ہی ہے۔،،

''نہیں مسلوبویف، یہ نہیں ہو سکتا، صرف تمہارا گمان تمہیں بہکا رہا ہے!،، میں نے چیخ کر کہا۔ ''نیلی کو اس کے بارے

میں کچھ خبر نہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ وہ غیرقانونی
یا ناجائز اولاد ہے۔ اگر اس کی ماں کے پاس کوئی دستاویزی
ثبوت موجود ہوتا جو وہ دکھا سکتی تو بھلا وہ اتنے مصائب کیوں
جھیلتی پھرتی اور پیٹرسبرگ میں ایسی دکھی زندگی کیوں بسر
کرتی؟ پھر یہ کہ اپنی بچی کو اس قدر لاوارثی اور بےکسی کی
حالت میں چھوڑ کر کیوں سر جاتی؟ بکواس! بالکل ناممکن!،،

"خود میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ واقعہ یہ کہ آج تک یہ
بات میرے لئے معمہ بنی ہوئی ہے۔ لیکن پھر دیکھئے تو وہ
اسمتھ والی نہایت دیوانی اور سخت ضدی پاگل عورت تھی دنیا بھر
کی ۔ عجیب و غریب عورت، ذرا سارے حالات کو نظر میں رکھو—
اس عورت کا جذباتی پن۔ وہ سب خرافات۔ ستاروں سے آگے کے
جہانوں کے تصور ۔ دیوانگی اور حماقت کی انتہا کو پہنچے ہوئے۔
ایک یہی نکتہ لے لو۔ شروع سے اس عورت کے خوابوں میں زمین سے
اوپر ایک جنت اور معصوم فرشتے بسے ہوئے تھے۔ محبت کی تو
بےپناہ کی، اعتبار کیا تو حد سے زیادہ کیا۔ اور مجھے تو یقین
ہے کہ بعد میں وہ غم سے پاگل ہو گئی تھی، اس لئے نہیں کہ وہ
اس سے اکتا گیا اور چھوڑ کر چلتا بنا۔ بلکہ اس لئے کہ اس کی
ذات سے دھوکا ہوا، اس غم سے کہ وہ اور اسے دھوکا دے جائے،
اسے چھوڑ دے، جسے معصوم فرشتہ سمجھا تھا وہ شیطان نکلے،
اسے ٹھکرا دے اور ذلت و خواری کے حوالے کر دے۔ اس کی
رومانوی اور ناپ تول سے بےنیاز روح اس کایاپلٹ کی تاب نہ لا
سکی۔ اور سب پر طرہ یہ کہ توہین۔ کس بلا کی توہین، اندازہ
کر سکتے ہو تم؟ دہشت کے مارے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ
خودداری کے مارے وہ عورت نہایت نفرت وحقارت کے ساتھ اس سے
ایک طرف کو سمٹ گئی۔ سارے تعلقات توڑ لئے، جو کاغذات
تھے، چاک کر دئے۔ روپے پر لات مار دی اور یہ بھی خیال نہ
رکھا کہ روپیہ خود اس کا نہیں بلکہ باپ کا تھا۔ یہ رقم کوڑے
کرکٹ کے ڈھیر کی طرح ٹھکرا دی تاکہ اپنی روحانی عظمت سے اس
شخص کو کچل ڈالے، جس نے اس کو فریب دیا تھا۔ تاکہ وہ
اسے ایسا شخص سمجھ کر نفرت کرتی رہے جس نے اسے لوٹ لیا،
اور ساری زندگی اسے ذلیل اور قابل نفرت سمجھتی رہے۔ اور بہت
ممکن ہے کہ بعد میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ خود کو

تمہاری بیوی کہنا میں اپنی بےآبروئی سمجھتی ہوں۔ روس میں ہمارے ہاں طلاق تو ہوتی نہیں۔ مگر علحدگی تو ان کے درمیان طے شدہ بات تھی۔ اور اس کے بعد وہ مدد مانگتی تو کس منہ سے مانگتی؟ ذرا اسے یاد تو کرو کہ بستر مرگ پر اس نے جنون کی حالت میں اپنی بیٹی سے کیا کہا تھا: ان کے پاس نہ جانا، محنت مزدوری کر لینا، تباہ ہو جانا، مگر ان کے پاس نہ جانا۔ چاہے تمہیں کوئی بلائے (یعنی اسے اب تک یہ خبط باقی تھا کہ اسے بلایا جائے گا، اس لئے ایک موقع ابھی باقی ہے انتقام لینے کا۔ ابھی ایک بار اور ستانےوالے کو ذلت و حقارت کی ٹھوکر رسید کی جا سکتی ہے — مختصر یہ کہ روٹی کے بجائے وہ غصے بھری کلپناؤں کی خوراک پر جی رہی تھی)۔ میں نے نیلی کی زبانی بہت کچھ پتہ چلا لیا ہے، میرے یار، اور واقعہ یہ ہے کہ میں اب بھی پتہ چلاتا رہتا ہوں۔ اس کی ماں بیمار تھی، اس کے بدن کی طاقت گھل گئی تھی۔ اور یہ بیماری ایسی ہے کہ تلخی اور ہر قسم کی جھلاہٹ بڑھا دیتی ہے۔ تاہم مجھے یہ بھی پکی طرح معلوم ہے، ببنووا کے ہاں میری ایک ملنےوالی رہتی ہے، اس کی زبانی پتہ چلا کہ اس نے پرنس کو خط لکھا تھا، جی‌ہاں، پرنس کو — پرنس کے نام خط...،،

''اس نے خط لکھا! اور پرنس کو ملا وہ خط؟،، میں چیخ پڑا۔

''یہی تو بات ہے۔ مجھے ٹھیک نہیں معلوم کہ خط ملا یا نہیں۔ ایک موقع پر اسمتھ والی اس سے، وہ جو ببنووا کے ہاں میری آشنا تھی اس سے ملی (تمہیں یاد ہے وہ لمبی پتی عورت جو ببنووا کے ہاں موجود تھی؟ آجکل وہ پاگل خانے میں ہے)، ہاں تو نیلی کی ماں نے خط لکھا اور اس کے حوالے کر دیا کہ جا کر دے آئے۔ لیکن بعد میں بھیجنے کی نوبت نہ آئی اور واپس لے لیا۔ مرنے سے تین ہفتے پہلے کا واقعہ ہے... بہت ہی اہم بات — اگر وہ ایک بار خود کو اس پر آمادہ کر سکتی تھی کہ خط بھجوائے تو چاہے اس وقت واپس ہی لے لیا ہو لیکن کسی اور وقت بھی بھیج سکتی تھی۔ اسی لئے میں ٹھیک طرح نہیں جانتا کہ خط بھیجا یا نہیں بھیجا۔ ایک سبب ایسا ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ خط بھیجا ہی نہیں گیا۔ کیونکہ یہ کہ وہ پیٹرسبرگ میں رہتی ہے اور کس جگہ رہتی ہے، میرے خیال میں، اس کا پکا پتہ پرنس کو تب چلا جب

وہ مر گئی۔ اس پر اس نے جو اطمینان کا سانس لیا ہوگا وہ میری سمجھ میں آتا ہے!،،

''ہاں، مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ الیوشا نے کسی خط کا ذکر کیا تھا جسے پاکر اس کے باپ کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ مگر یہ بہت دن کی بات نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ ہوگی تو دو مہینے کی، اچھا تم کہے جاؤ — پرنس سے تمہارا واسطہ کیسا رہا؟،،

''ان کا کیا تھا؟ سمجھو کہ میرے پاس کوئی باضابطہ ثبوت تو موجود تھا نہیں، البتہ اپنی جگہ پکا یقین تھا، سارے جتن کئے میں نے مگر نام کو ایک بھی ثبوت نہ بن سکا۔ حالت نازک ٹھیری! میرے لئے لازم تھا کہ باہر کے ملکوں میں بھی تحقیق کروں۔ مگر کہاں؟ کچھ معلوم نہ تھا۔ مجھے یہ بہرحال اندازہ ہو گیا کہ واسطہ بےڈھب پڑا ہے۔ صرف ادھر ادھر کے اشارے کرکے میں اسے فکر میں ڈال سکتا ہوں اور جتنا مجھے واقعی اتہ پتہ ہے اس سے زیادہ کا دکھاوا کر سکتا ہوں...،،

''اچھا تو پھر کیا ہوا؟،،

''وہ جھانسے میں آیا نہیں۔ مگر ہاں اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا۔ اور ایسا ڈر بیٹھا کہ اب تک چکرایا ہوا ہے۔ ہماری کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ بھی شروع میں کیا بلا کا گربہٗ مسکین تھا! ایک دفعہ یاری میں آکر مجھ سے پورا قصہ بیان کرنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ سمجھتا تھا کہ میں سب کچھ جان گیا ہوں۔ خوب کھلے کھلے انداز میں جذبے کے ساتھ اس نے کہا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بےشرمی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ تبھی میں نے ناپ لیا کہ وہ کس حد تک مجھ سے گھبراتا ہے۔ کچھ عرصے تو میں اس کے سامنے سادہ‌لوح اور بدھو بنتا رہا اور ساتھ ہی ظاہر کیا کہ میں بن رہا تھا۔ میں نے بھدے طریقے سے اسے گھبرانے کی کوشش کی — یعنی جان بوجھ کر بھدے طریقے سے۔ دیدہ و دانستہ ذرا کھرےپن کے ساتھ پیش آیا۔ خطرے جتانے لگا کہ شاید وہ مجھے بےوقوف سمجھ کر کچھ کھلے اور زبان سے کوئی بات کہہ نکلے۔ لیکن وہ یہ چال بھانپ گیا۔ پاجی کہیں کا! ایک اور موقع پر میں شرابی بن گیا۔ مگر یہ تدبیر بھی نہ چلی۔ بڑا ہی چال‌باز آدمی ہے وہ! سمجھتے ہو وانیا؟ مجھے یہ پتہ چلانا تھا کہ دیکھوں یہ شخص مجھ سے کہاں تک گھبرایا ہوا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کے

دماغ میں بٹھا دوں کہ مجھے بہت کچھ پتہ ہے۔ یعنی اتنا جتنا اصل میں تھا نہیں...،،

”اچھا تو پھر نتیجہ بتاؤ کیا نکلا؟،،

”کچھ نہیں نکلا۔ مجھے ثبوت اور واقعات کی ضرورت تھی۔ وہ میرے پاس تھے نہیں۔ اسے صرف ایک اندازہ ہو گیا کہ کچھ بھی سہی، میں اسے بدنام تو کر ہی سکتا ہوں۔ اور یہ واقعہ ہے، بدنامی اور رسوائی ایک چیز تھی جس سے وہ ڈرتا تھا۔ زیادہ اندیشہ ادھر سے یوں بھی تھا کیونکہ اس نے یہاں اپنے رشتے بنانے شروع کر دئے تھے۔ معلوم ہے تمہیں، وہ شادی کرنےوالا ہے؟،،

”نہیں، مجھے تو نہیں معلوم...،،

”اگلے برس۔ پورے ایک سال پہلے ہی اس نے اپنے لئے دلھن کا انتخاب کر لیا تھا۔ تب لڑکی کی عمر چودہ سال تھی۔ اب پندرہ ہے۔ بیچاری، ابھی تو گھنگھریا میں گھومتی ہوگی۔ ماں باپ بھی خوش ہیں! دیکھتے ہو، اسے کتنی فکر ہوگی اس بات کی کہ بیوی مر جائے؟ یہ نئی منگیتر، ایک فوجی جنرل کی بیٹی ہے۔ دولت‌مند چھوکری — روپے کے ڈھیر لگے ہیں۔ تم یا میں کبھی اس طرح کی شادی نہیں کریں‌گے — دوست وانیا... کچھ ہے جو میں عمر بھر اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا!،، مسلوبویف نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے زور سے کہا ”کہ اس نے کوئی دو ہفتے ہوئے مجھے تڑی دے دی... کمینہ کہیں کا!،،

”وہ کیسے؟،،

”وہ ایسے ہوا کہ میں نے دیکھا اسے یہ تو اندازہ ہو گیا ہے کہ میرے پاس باقاعدہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے کام نکال سکوں۔ اور میں نے بھی بالآخر محسوس کر لیا کہ معاملے کو جتنا میں طول دوں‌گا اس سے وہ یہی نتیجہ نکالے‌گا کہ بس، میں کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتا۔ تو میں راضی ہو گیا کہ چلو، دو ہزار پر معاملہ کر لوں۔،،

”تو تم نے دو ہزار لے لئے!..،،

”چاندی کے لئے تھے۔ وانیا، میرے گلے میں اٹکے مگر لے ہی لئے میں نے۔ کیا صرف دو ہزار کی رقم میں اس جیسا کام کرکے دیا جا سکتا تھا؟ اتنی حقیر رقم قبول کرنا ذلت کی بات ہے۔ میں نے تو ایسا محسوس کیا جیسے اس نے میرے منہ پر تھوک دیا ہو۔

وہ مجھ سے بولا 'میں نے اب تک تمہیں کچھ دیا دلایا نہیں مسلوبویف، اس کام کا، جو تم نے کرکے دیا ہے (مگر وہ بہت دن پہلے مجھے ڈیڑھ سو روبل کی طےشدہ رقم دے چکا تھا) اچھا، تو اب میں باہر جا رہا ہوں۔ یہ لو، دو ہزار ہیں۔ اور امید ہے کہ ہمارے معاملے میں سب کچھ بےباق ہے۔' میں نے جواب دیا: 'ہاں پرنس صاحب، سب بےباق ہے۔' پھر میں اس کے گندے تھوبڑے کی طرف نظر نہیں اٹھا سکا۔ میں نے سوچا کہ اس کی صورت پر صاف صاف لکھا ہوگا کہ: 'بس، تم زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رقم مجھ سے وصول کر سکتے ہو۔ میں ایک بےوقوف کو صرف اپنی شرافت کی وجہ سے یہ بخشش دے رہا ہوں!' یاد نہیں، پھر میں اس سے چھوٹا کیسے!''

''مگر یہ گری ہوئی بات ہے مسلوبویف!'' میں دبنگ آواز میں بولا۔ ''تم نے نیلی کا کیا کیا!''

''صرف گری ہوئی بات نہیں... یہ جرم ہے، گھناؤنا۔ یہ... یہ... اس کی مذمت کے لئے الفاظ نہیں ہیں!''

''خدا سمجھے، ارے اس کا فرض تھا کہ کم از کم نیلی کا خرچ اٹھائے!''

''یقیناً فرض تو تھا۔ مگر کوئی مجبور کیسے کر سکتا ہے؟ اسے ڈرا کیسے سکتا ہے؟ اس کی سبیل نہیں ہے کوئی۔ اب اسے دھمکی میں نہیں لایا جا سکتا — دیکھو نا، روپیہ میں نے لے لیا۔ میں نے خود ہی اس کے سامنے قبول کر لیا کہ مجھ سے اسے جس چیز کا بھی ڈر ہو سکتا تھا وہ دو ہزار روبل کے برابر کی ہے۔ خود میں نے ہی یہ قیمت لگائی۔ اب اسے کوئی ڈرائے تو کیسے ڈرائے؟''

''تو کیا مطلب یہ کہ اب نیلی کو کچھ نہیں ملنے والا؟'' میں قریب قریب مایوسی سے چیخ پڑا۔

''نہیں، ہرگز نہیں!'' مسلوبویف نے اچھل کر، گرم ہوکر زور سے کہا۔ ''نہیں، میں اسے ایسے ہی نہ جانے دوں‌گا! وانیا، میں پھر سے سارا معاملہ چھیڑ دوں‌گا۔ میں نے جی میں ٹھان لی ہے! کیا ہوا اگر میں نے دو ہزار کی رقم لے ہی لی تو؟ جہنم میں جائے یہ رقم۔ میں اپنی جگہ سمجھوں‌گا کہ میرے ساتھ جو زیادتی ہوئی یہ اس کا بدلہ ہے۔ کیونکہ اس نے مجھے جھانسا دیا، بدمعاش

نے۔ اور میرا مذاق اڑایا! لین دین کا معاملہ اور اس نے مجھے فریب دے دیا، میرا مذاق اڑایا! نہیں، میں اپنی ہنسی نہیں اڑوا سکتا... اب میں نیلی کو لے کر سارا معاملہ شروع سے چھیڑوں گا وانیا۔ جو چیزیں میری نظر میں آئی ہیں، ان سے یہ تو تاڑ لیا ہے میں نے پکی طرح کہ نیلی کے ہاتھ میں کنجی ہے پورے معاملے کی۔ اسے سب کچھ معلوم ہے، قطعی طور پر سب کچھ... ماں نے ہی اسے تمام باتیں بتا دی تھیں۔ جب اسے ہوش و حواس پر قابو نہ تھا، دماغ کو گرمی چڑھی تھی، اس وقت نیلی سے ماں نے سب کچھ کہہ دیا ہوگا۔ اور کون تھا جس سے وہ اپنا دکھ کہتی۔ نیلی ہی اس کے قریب تھی چنانچہ نیلی ہی کے سامنے اس نے اگل دیا۔ اور ممکن ہے، کوئی دستاویز ہمارے ہاتھ پڑ جائے،، مسلوبویف نے اپنے ہاتھوں کو رگڑتے ہوئے مزے میں آ کر کہا۔ ''اب سمجھے، وانیا، میں کیوں یہاں پر منڈلاتا رہتا ہوں؟ اس کی پہلی وجہ تو یہی کہ تم سے دوستی کا جذبہ، لیکن بڑی وجہ ہے نیلی پر نظر رکھنا۔ اور ایک اور بات بھی ہے وانیا، چاہے تمہیں اچھا لگے، چاہے برا۔ میری مدد کرنی ہوگی کیونکہ نیلی پر تمہارا کچھ اثر ہے!..،،

''ضرور مدد کروں گا، قسم کھا کے کہتا ہوں!،، میں نے زور سے کہا۔ ''اور مجھے امید ہے، مسلوبویف، کہ تمہاری خاص کوششیں نیلی کے لئے وقف ہوں گی۔ اس غریب کے لئے، بن ماں باپ کی بچی کے لئے — اور صرف اپنے ذاتی فائدے کے لئے نہیں...،،

''مگر تمہیں اس سے کیا غرض کہ کس کے فائدے کے لئے میں زور لگاؤں گا، بھولے میاں؟ جب تک کام چلتا ہے چلنا چاہئے۔ یہ ہے کام کی بات! یقینی بات ہے کہ بن ماں باپ کی بچی ہی کی خاطر کیا جائے گا۔ یہ تو عام انسانیت کا تقاضہ ہے۔ مگر تم میرے بارے میں بری رائے مت رکھنا اگر اسی لپیٹ میں کچھ اپنا بھی فائدہ کر لوں۔ میں خود غریب آدمی ہوں، اس کی یہ ہمت کہ غریب کو تنگ کرے۔ وہ مجھے میرے ہی بل پر لوٹ رہا ہے۔ سودے میں مجھ کو دھوکا دے گیا پاجی۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ غاصب کو میں یوں ہی نکل جانے دوں گا؟ جانے نہیں دوں گا!،،

دوسرے دن پھولوں کے جشن کی جو ہم نے سوچی تھی، اس کی نوبت ہی نہ آئی۔ نیلی کی حالت اور بگڑ گئی اور وہ اپنے کمرے سے باہر نہ آ سکی۔

اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکلنے کی نوبت ہی کبھی نہ آئی۔

دو ہفتے بعد نیلی کا انتقال ہو گیا۔ اور آخری جاں کاہی کے ان دو ہفتوں میں اسے کبھی ٹھیک سے ہوش نہ آیا اور کبھی اس کے عجیب واھموں سے نجات نہ ملی۔ دماغ کی لو دھندلا گئی تھی۔ مرنے کے دن تک اسے یہ پکا یقین تھا کہ نانا بلا رہے ھیں اور غصہ ہو رہے ھیں کہ وہ بلانے پر آتی کیوں نہیں۔ اس پر اپنی لاٹھی جما رہے ھیں اور کہہ رہے ھیں کہ بھیک مانگنے جاؤ تاکہ مجھے روٹی اور نسوار میسر آسکے۔ سوتے سوتے وہ اکثر رونے لگتی اور جب آنکھ کھلتی تو کہتی کہ اماں کو خواب میں دیکھا تھا۔

صرف بعض اوقات ایسا لگتا تھا کہ وہ پوری طرح اپنے بس میں ہے۔ ایک بار جب ہم دونوں کمرے میں رہ گئے تھے وہ ایک دم میری طرف مڑی اور اپنے دبلے سوکھے اور بخار سے تپتے ہوئے ہاتھ سے میرا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا اور بولی:

"وانیا، جب میں مر جاؤں تو نتاشا سے شادی کر لینا۔"

میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال ایک زمانے سے مستقل اس کے دماغ میں بسا ہوا تھا۔ میں کچھ کہے بغیر اس پر مسکرا دیا۔ مجھے مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی۔ اور شرارت بھری نظروں سے مجھ پر اپنی پتلی انگلی اٹھائی اور ایک دم پیار کرنے لگی۔

مرنے سے صرف تین دن پہلے کی بات ہے۔ گرمیوں کی ایک نہایت ہی نفیس شام تھی۔ نیلی نے ہم سے کہا کہ پردے اٹھا دیں اور کمرے میں کھڑکی کے پٹ کھول دیں۔ یہ کھڑکی باغیچے میں کھلتی تھی۔ دیر تک وہ گھنی ہریالی کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی، ڈوبتے سورج کو تکتی رہی اور پھر ایک دم کیا ہوا کہ بولی، سب چلے جائیں اور ہم دونوں کو اکیلا چھوڑ دیں۔

"وانیا"، اس نے ایسی آواز میں کہا جو بمشکل سنی جا سکتی تھی کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ "میں مرنے والی ہوں۔ بہت جلد مر جاؤں گی۔ مجھے یاد رکھنا۔ یہ، میں اپنی نشانی دئیے جاتی ہوں"، اور اس نے ایک بڑا سا لاکٹ مجھے دکھایا جو صلیب کے ساتھ ساتھ سینے پر لٹکا ہوا تھا۔ "اماں نے دیا تھا مجھ کو جب وہ دنیا سے جا رہی تھیں۔ اور جب میں مر جاؤں تو یہ تعویذ اتار لینا اور اسے کھول کے پڑھ لینا۔ آج میں ان سب لوگوں سے

کہہ دوں گی کہ یہ تم کو دیا جائے۔ تمہارے سوا اور کسی کو نہیں۔ اور جب تم پڑھو کہ اس میں کیا لکھا ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے کہہ دینا کہ میں مر گئی لیکن میں نے اسے بخشا نہیں۔ اسے یہ بھی بتا دینا کہ میں آخری وقت میں انجیل پڑھتی رہی ہوں۔ اس میں آیا ہے کہ 'ہمیں اپنے دشمنوں کو معاف کر دینا چاہئے'۔ میں نے وہ پڑھا۔ لیکن اس پر بھی اسے معاف نہیں کیا۔ کیونکہ جب اماں دم توڑ رہی تھیں اور ان کے منہ سے لفظ نکل سکتے تھے، تو آخری لفظ جو ان کی زبان سے نکلے یہی تھے 'میں اس کے حق میں بددعا کرتی ہوں۔'، اب میں بھی اس کے حق میں بددعا کر رہی ہوں۔ اپنی خاطر نہیں بلکہ اماں کی طرف سے... اسے بتا دینا کہ اماں کس حال میں مری ہیں اور میں لاوارث بینووا کے ہاں رہ گئی۔ تم نے وہاں مجھے دیکھا، یہ سب تفصیلیں اس کو بتا دینا۔ ایک ایک بات۔ اور میری طرف سے کہہ دینا کہ تیرے پاس آنے سے بینووا کے ہاں رہ جانا مجھے قبول تھا...''

بولتے بولتے نیلی پیلی پڑ گئی، آنکھیں تپنے لگیں، دل اس زور سے دھڑکنے لگا کہ وہ تکیے پر ڈھلک گئی اور دو ایک منٹ تک زبان سے بات نہ نکل سکی۔

''وانیا، ان لوگوں کو بلاؤ''، آخر اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں ان سب کو خداحافظ کہنا چاہتی ہوں۔ خداحافظ، وانیا!..''

آخری بار اس نے مجھے گرمجوشی سے گلے لگایا، سب لوگ اندر آ گئے۔ بڑے میاں کی سمجھ میں نہ آسکا کہ وہ دنیا سے جا رہی ہے۔ کسی طرح وہ یہ بات مانتے ہی نہ تھے۔ آخری لمحے تک ہم سب سے بحث کئے جاتے تھے اور یہی اصرار کرتے تھے کہ اس کی حالت سدھر جائے گی۔ فکر کے مارے وہ بہت بوکھلائے ہوئے تھے۔ آخری وقت میں تو وہ دنوں اور راتوں تک نیلی کی پٹی سے لگے بیٹھے رہے۔ اور آخری چند راتوں انہیں بالکل نیند نہ آئی... کوشش کرتے تھے کہ نیلی کو ذرا سا بھی کسی چیز کا خیال ہو، ذرا بھی کسی شے کی خواہش ہو تو اسے پورا کیا جائے، اس کے کمرے سے نکل کر ہمارے پاس آتے تو پھوٹ پھوٹ کر روتے۔ مگر منٹ بھر بعد پھر سے امید کرنے لگتے اور ہم سب کو یقین دلانے لگتے کہ اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ انہوں نے نیلی کے کمرے

کو پھولوں سے بھر دیا۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی نیلی کے لئے نہایت نفیس سفید اور لال گلاب کا ایک گچھا خریدا۔ ان پھولوں کی خاطر انہیں گھر سے بہت دور جانا پڑا تھا... نیلی پر ان سب باتوں کا گہرا اثر ہوتا تھا۔ اور جو محبت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی اس کا بھرپور جواب دئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس شام جب نیلی نے ہم سب کو خداحافظ کہا بڑے میاں خود کو آمادہ نہ کر سکے کہ نیلی کو ہمیشہ کے لئے خداحافظ کہہ دیں۔ نیلی ان پر مسکرائی اور رات گئے تک کوشش کرتی رہی کہ خوش خوش نظر آئے۔ وہ ان سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہی بلکہ ہنسی بھی... ہم اس کے کمرے سے اٹھ کر چلے آئے اور ہمیں کچھ آس سی بندھ گئی تھی۔ لیکن دوسرے دن اس سے بولا تک نہ گیا۔ اور دو دن بعد وہ چل بسی۔

مجھے یاد ہے کہ بڑے میاں نے اس کے ننھے سے تابوت کو کس طرح پھولوں سے بھر دیا تھا۔ اس کے ستے ہوئے چہرے کو، جو موت میں بھی مسکرا رہا تھا، اور اس کے ہاتھوں کو جو سینے پر بندھے ہوئے تھے، وہ دیر تک غم سے تکتے رہے۔ وہ نیلی کی موت پر ایسے روئے جیسے وہ ان کی اپنی اولاد ہو۔ نتاشا نے اور ہم سب نے انہیں صبر کی تلقین کی، چپ کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کسی صورت قرار نہ آتا تھا اور نیلی کے کفن دفن کے بعد سخت بیمار پڑ گئے۔

آننا اندریئونا نے خود ہی نیلی کی گردن سے اتارا ہوا وہ چھوٹا سا لاکٹ مجھے دے دیا۔ اس میں نیلی کی ماں کا وہ خط تھا جو پرنس کے نام لکھا گیا تھا۔ نیلی کی موت کے دن ہی میں نے وہ خط پڑھا۔ اس نے پرنس کو بددعا دی تھی اور لکھا تھا کہ میں معاف نہیں کر سکتی۔ اپنی زندگی کے آخری حالات بیان کئے تھے، لکھا تھا کہ کن مصیبتوں میں نیلی کو چھوڑ کر جا رہی ہوں، ہو سکے تو کچھ اس کے لئے کرنا۔ ”یہ آپ کی بیٹی ہے، آپ کی اولاد۔ اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ وہ واقعی آپ کی جائز، قانونی بیٹی ہے۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ جب میں مر جاؤں تو وہ آپ کے پاس چلی جائے اور یہ خط آپ کو پڑھوا دے۔ اگر آپ نے نیلی کو دھتکارا نہیں تو شاید میں آپ کو بخش دوں۔ اور وہاں حشر کے دن خود خدائے ذوالجلال کے حضور میں کھڑی ہوں اور التجا

کروں کہ وہ آپ کے گناہ معاف کر دے۔ نیلی کو معلوم ہے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔ میں نے اسے پڑھ کے سنا دیا ہے۔ سب کچھ بتا دیا ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہے۔ ایک ایک بات کی خبر ہے...''

لیکن نیلی نے اپنی ماں کا کہنا نہیں کیا۔ اسے سب علم تھا مگر وہ پرنس کے پاس نہ گئی اور اسے معاف کئے بغیر دنیا سے سدھار گئی۔

جب ہم نیلی کو دفنا کے واپس آئے تو نتاشا اور میں باہر باغیچے میں چلے گئے۔ دن تپش کا تھا اور دھوپ تیز چمک رہی تھی۔ ہفتہ بھر بعد اس خاندان کو سفر درپیش تھا۔ نتاشا نے دیر تک مجھے ایک عجب نگاہ سے نظر جما کر دیکھا۔

''وانیا، یہ ایک خواب تھا۔ تھا نا خواب؟''

''کیا تھا خواب؟'' میں نے پوچھا۔

''یہی سب، سب کچھ، اس سال جو بیت گیا۔ وانیا، میں نے تمہاری خوشی کاھے کو غارت کی؟''

اور میں نے اس کی آنکھوں میں لکھا دیکھا:

''ہم دونوں ہمیشہ ہمیشہ ایک ساتھ چین کی زندگی بسر کر سکتے تھے!''

پڑھنے والوں سے

''رادوگا،، اشاعت گھر آپ کا بہت شکرگزار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ : زوبوفسکی بلوار، نمبر ۱۷،
ماسکو— ۱۱۹۸۵۹
سوویت یونین
17, Zubovsky Boulevard,
Moscow — 119859
USSR

Редактор русского текста *К. Богданова*
Контрольный редактор *Е. Щербакова*
Редактор *Е. Васильченкова*
Художники *А. Гончаров, В. Зуенков*
Художественный редактор *М. Трубецкой*
Технический редактор *Г. Немтинова*

ИБ № 903

Сдано в набор 10.03.86. Подписано в печать 22.09.86.
Формат 84×108¹/₃₂. Бумага типографская № 1. Гарнитура урду.
Печать высокая. Условн. печ. л. 28,98. Усл. кр.-отт. 29,30.
Уч.-изд. л. 40,52. Тираж 3955 экз. Заказ № 1651.
Цена 4 р. 55 к. Изд. № 3030
Издательство «Радуга»
Государственного комитета СССР
по делам издательств, полиграфии
и книжной торговли.
Москва, 119859, Зубовский бульвар, 17.
Фирма-партнер: Пиплз Паблишинг Хаус, г. Дели, Индия.
Ордена Трудового Красного Знамени
Московская типография № 7 «Искра революции»
«Союзполиграфпрома» Государственного
комитета СССР по делам издательств,
полиграфии и книжной торговли.
Москва, 121019, пер. Аксакова, 13.